فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝ (پ ق آیہ ۴۵)

پس تو قرآن کے ساتھ اسکو نصیحت کرتا وہ جو میرے عذاب سے خوف رکھتا ہے

تالیف

سید علی رہبر رضوی ایڈوکیٹ

۵۶۔ ایف الصدف کالونی، اورنگی ٹاؤن سیکٹر ۱۰ کراچی۔ فون ۶۶۵۲۳۴۱

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝ (ق آیت ۴۵)

پس تو قرآن کے ساتھ اسکو نصیحت کرتا رہ جو میرے عذاب سے خوف رکھتا ہے

تالیف

سید علی رہبر رضوی ایڈووکیٹ

۵۶۔ الف الصدف کالونی، اورنگی ٹاؤن سیکٹر ۱۰ کراچی

ہدیہ ۷۵ روپے

یہ کتاب مرحوم حیدر علی مانڈوی والا کے ایصال ثواب کے لئے تقسیم کی گئی ہے۔

ایک سورۂ فاتحہ کی التماس ہے (ایک مرتبہ سورہ الحمد، تین مرتبہ سورہ اخلاص) مرحوم کی ایصال ثواب کے لئے تلاوت فرمادیں۔

انتساب

میں اپنی اس حقیر تالیف کو حُجّت یگانہ،
امام زمانہؑ، ناخدائے کشتی اسلام،
صاحب العصر والزمان حضرت امام محمدؐ
مہدی علیہ السلام کے وجودِ مقدس،
اور نامِ نامی واسمِ گرامی سے معنون و منسوب
کرتا ہوں:۔..... احقر الزمن
سیّد علی رہبر رضوی ایڈووکیٹ۔

نام کتاب:............ قرآن اور "صراط المستقیم"
ناشر:............ سیّد علی رہبر رضوی
مطبع:............ علی پرنٹنگ ورکس
فون:۔ ۶۳۸۸۹۰
باہتمام:
کاتب:............ میر عابد حسین رضوی و سیّد یاور حسین نقوی
اشاعت اوّل............ ایک ہزار سنہ ۱۹۹۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(((پیشِ لفظ)))

اللہ سُبحانہٗ و تعالیٰ ؛ تمام جہانوں کا خالق و مالک ہے، اور یہ تمام نظامِ عالم، ایک ہی طرح سے چلتا چلا آرہا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیّن ثبوت ہے۔

وہی سب سے بڑا دانا و بینا ہے۔ اور وہی علیم و حکیم ہے۔ جس کا اِدراک ہماری عقل نہیں کرسکتی ہے۔ کیونکہ ہمارا علم محدود ہے۔ اس لئے اِنسان محتاج ہے۔ اسی وجہ سے انسان کی ہدایت کی ذمّہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذِمّے لی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لئے انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام کو علم و حکمت دے کر بھیجا۔ تاکہ، وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے بموجب ہدایت کریں۔ اِنسان اللہ تعالیٰ کی عطا و بخششوں اور نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرسکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے عظیم نعمت انبیاءؑ اور انکے اوصیاء ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنکو لوگوں کی ہدایت کیلئے چن لیا ہے انہی کا راستہ صراطِ مستقیم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ ناچیز کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ مجھ میں یہ کتاب "قرآن اور صراطِ مستقیم" رقم کرنے کی ہمت پیدا ہوئی۔ اور اسباب کا پیدا کرنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جب تک ہم "خیرپور میرس" میں مقیم تھے اسوقت تک تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ میں کوئی دینی کتاب بھی تحریر کرونگا۔ لیکن جب ہم خیرپور میرس کو بادِلِ نخواستہ خیرباد کہہ کر کراچی چلے آئے اور کراچی میں اپنی وکالت شروع کی۔ اور یہاں کے وکلاء صاحبان کی جو صحبت نصیب ہوئی اور میں علی رہبر کے نام سے متعارف ہوا۔ تو مجھ سے علی رہبر کے معنی پوچھے گئے اسکے جواب میں ان سے میں یہی عرض کرتا کہ بھائی میرا نام علی رہبر اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ بعد نبیؐ کے علیؑ ہمارے رہبر ہیں۔ یقیناً میرے والدِ بزرگوار مولوی سیّد محمّد جلیل ولد سیّد بھکن علی (مرحوم) نے یہی سوچ اور سمجھ کر میرا نام علی رہبر رکھا تھا۔ جیسا کہ میرے بابا مرحوم مجھ کو نصیحت کرتے تھے کہ۔ دیکھو میں نے تمہارا نام علی رہبر رکھا ہے اسلئے تم کو نیکی کی طرف رغبت کرنی چاہیے، اور برائی سے بچنا چاہیے۔ اور اپنے

تھوڑے سے فائدے کیلئے کبھی بھی کسی کو نقصان نہ پہنچانا۔ بہرحال میں نے اپنے بابا مرحوم کی نصیحت پر عمل کیا ہے اور کرتا ہونگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور سادات کو آلِ رسولؐ ہونے کا ضرور پاس ہونا چاہیے ویسے تو ہر سمجھدار سیّد کو ضرور اپنے سیّد ہونے کا پاس ہوتا ہے اسی لیے سادات سے ہر کوئی بھلائی کی امید رکھتا ہے۔ اور اپنے اجداد کی پیروی میں ہمارا یہ ایمان ہے جس پر ہمیں حق الیقین ہے ؎

بعد از نبیؐ جہان کے مولا ہو یا علیؑ تم ایمان کی کہیں گے ایمان ہے تو سب کچھ

انسان کے ذہن پر خاندانی اثرات زیادہ موثر ہوتے ہیں۔ یا پھر جس قسم کا ماحول ہوتا ہے۔ اور صحبت ملتی ہے اسکا بھی اثر انسانی ذہن قبول کرتا ہے۔ لیکن جنکا یہ ایمان نہیں ہے۔ انکو کیسے باور کرائیں کہ بعد نبیؐ کے علی علیہ السلام مسلمانوں کے رہبر ہیں۔ یہ کچھ دل میں پیدا ہوئی کہ یہ بات قرآن سے ثابت کی جائے۔ ہمارے ایک فاضل دوست اور ساتھی جناب سیّد مظفر سبطین جعفری جو ہائیکورٹ ایڈوکیٹ صاحب ہیں جو نہایت خوش طبع اور پُر مذاق اور بہت اچھے ادیب اور شاعر ہیں۔ سیّد ہونے کے ناطے سے دینی معلومات اچھی خاصی رکھتے ہیں۔ حق کی بات کرتے وقت دوسرے کی دل آزاری کا مطلق خیال نہیں کرتے ہیں جسکے لیے میں انکو ٹوکتا ہوں۔ یہ حضرت اکثر و بیشتر وکلاء صاحبان کی صحبت میں مذاقاً یا طنزاً میرے نام کی نسبت سے اور مجھکو مخاطب کر کے یہ شعر جو جناب سعید وارثی صاحب کا ہے ضرور سناتے ہیں ؎

رہزن ہو تو حاضر ہے متاعِ دل و جاں بھی رہبر ہو تو منزل کا پتہ کیوں نہیں دیتے

حقیقتاً یہ شعر میرے دل میں مثلِ تیر کے چبھ جاتا ہے۔ لیکن اس پر میں کبھی بھی اپنی خفگی یا ناراضگی کا اظہار نہیں کرتا ہوں۔ اور اس شعر کے جواب میں ان سے میں یہی کہتا ہوں کہ میرا نام ہی تمہیں تمہاری منزل کا پتہ دیتا ہے کہ علیؑ کو اپنا رہبر مانو تو تمہیں تمہاری منزل مل جائیگی۔ یہ کہہ کر میں بھی مذاق ہی میں ٹال دیتا ہوں۔ لیکن انکے اس طنزیہ شعر کا میرے اوپر یہ اثر ہوا کہ میرا نام علی رہبر ہے تو مجھکو رہبر ہونے کا کچھ عملی ثبوت دینا چاہیے۔ اور پھر میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ میں ایک کتاب دینی رہبر رقم کرونگا۔ بہرحال یہ احسن جذبہ جناب سیّد مظفر سبطین صاحب کے مذاق یا طنز نے میرے دل میں پیدا کیا اس لیے میں انکا تہہ دل سے شکر گذار ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ انکو بھی اس کتاب کے لکھے جانے کے ثواب میں شریک فرمائے۔ میں نے اپنے اس مقصد کے حصول کے لیے قرآن پاک کی آیتوں میں غور و خوض کرنا شروع کیا، اور مختلف علماء کے مترجم قرآن پاک کا مطالعہ شروع کیا۔ اور قرآنی آیات کو جمع کرنا شروع کیا جنمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نعمت والے بندوں کو پہچنوا دیا ہے۔ اور جنکے راستے کو صراطِ مستقیم فرمایا۔ نیز جنکی اطاعت و پیروی کا حکم دیا ہے۔ اور جنکی اطاعت و پیروی سے منع فرمایا ہے۔

اسی دوران ایک فاضل وکیل صاحب جناب پروفیسر و ڈاکٹر محمود الحسن بٹ صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ اور پہلی ہی ملاقات اور بیٹھک میں ان سے کچھ بات چیت خیر و شر کے موضوع پر ہوئی۔ وہ خیر و شر دونوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منسوب کرتے تھے۔ اور میں کہتا تھا کہ خیر اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور شر بندوں کی اپنی طرف سے ہوتا ہے۔ لیکن وہ اپنی ضد پر اڑے رہے، اور جذبات میں آ کر کہا کہ آپ مجھ سے مباہلہ کریں جواباً میں نے عرض کیا، جناب آپ اپنے عالم و فاضل ہونے کی نفی کرتے ہیں۔ اس پر وہ اور غصہ ہوئے میں نے عرض کیا، جناب میں آپکو اپنا مسلمان بھائی سمجھتا ہوں۔ اس لیے

میں آپ سے مباہلہ نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر میں آپکو مسلمان نہ سمجھتا تو میں ضرور آپ سے مباہلہ کرتا بہرحال میں آپ سے احسن طریقے سے مباحثہ کرنے کیلئے تیار ہوں۔ وہ بھی تیار ہوگئے اور شرط یہ طے پائی کہ تمام اختلافی معاملہ قرآن پاک کی آیتوں کی روشنی میں حل کیا جائیگا۔ اور اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ "قرآن پاک تمام اختلافات کو دُور کرتا ہے" (پ۱۴ النحل آیت ۶۴) بہرحال جناب محمود الحسن صاحب کے ساتھ بڑی خوش اسلوبی اور اخلاق و محبت اور بڑے احسن طریقے سے مباحثہ چلتا رہا تھا اور تقریباً تین سال کے بعد بٹ صاحب نے اپنے حق پر آنیکا کھل کر اعلان کردیا۔ حالانکہ میں نے انکو منع کیا تھا کیونکہ حق کے ساتھ ہونے کیلئے صبر و شکر کا ہونا لازمی ہے جو ایمان کے جز ہیں یہ سب سے مشکل کام ہے۔

فاضل دوست کے ساتھ بحث و مباحثہ کی وجہ سے قرآن پاک کی آیتوں میں غور و فکر کا خوب موقع ملا۔ اپنے مقصد کی تکمیل کیلیے بہت ساری قرآنی آیات کو میں نے جمع کیا۔ جس سے مجھے بے حد علمی فائدہ ہوا۔ اور میرے علم اور ایمان میں بے حد اضافہ ہوا۔ اور میرا اپنا اجدادی ایمان جسکے سچ ہونے پر حق الیقین تھا وہ قرآن پاک میں غور و فکر کے بعد عین الیقین میں تبدیل ہوگیا اور ہمارے فاضل دوست محمود الحسن بٹ صاحب کو بھی علم و ایمان کی روشنی مل گئی اور میں جناب محمود الحسن بٹ صاحب کا بہت شکر گزار ہوں۔ اور اللہ تعالےٰ انکو بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔ اِس طرح میرے ارادے کی تکمیل کے مراحل طے ہوگئے۔

حقوق العباد میں افضل ترین عمل یہ ہے کہ لوگوں کو گمراہی سے نکال کر راہِ راست پر لائے اور اِس فرض کو ادا کرنے کیلئے ہی میں نے یہ کتاب رقم کی ہے۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے، "اور تم میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہیئے جو نیکی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرائی سے منع کریں۔ اور یہی لوگ پوری پوری فلاح پانے والے ہیں۔" (پ۴ آلِ عمران آیت ۱۰۴-۱۰۵) اس گروہ کے لیئے دین کے صحیح علم کا حصول ضروری ہے جبکہ سب مؤمنین کیلئے ایمان پورا پورا لانا ضروری ہے لیکن علمِ دینی کا حصول ضروری نہیں ہے جیسا کہ ارشادِ ربُّ العزت ہے "اور مومنوں کیلئے یہ مناسب نہیں کہ وہ سب کے سب گھروں سے نکل پڑیں پس ان کے لیے ہر بڑے گروہ میں سے ایک ایک چھوٹا سا جتھا اِس غرض سے کیوں نہیں نکلتا کہ وہ دین کا علم حاصل کریں۔ اور جب وہ اپنی قوم میں لوٹ کر آئیں تو انکو ڈرائیں۔ تاکہ وہ برائی سے بچیں۔" (پ۱۱ توبہ آیت ۱۲۲)۔

اللہ تعالیٰ کے ان احکام کی اطاعت و پیروی میں یہ کتاب بطفیل محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام رقم کرکے اپنا ایک دینی فرض ادا کیا ہے اور اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول و مقبول فرمائے۔ اور اِس کتاب کے رقم کرنے کا ثواب ہمارے اجداد کی ارواح کو پہنچے جو دُنیا کے تمام نامساعدہ حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے اجداد کے دینِ حق پر قائم رہے۔ آمین ثم آمین۔

العبد العاصی، سید علی رہبر رضوی ..... ایڈوکیٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

نمبر شمار	پارہ	سورۃ	آیت	مضمون	صفحہ
۱	۱۱	یونس	۳۵،۳۶	حق کی طرف رہبری کرنے والے	۲۸
۲	۸	اعراف	۱۲	ابلیس نے حضرت آدمؑ کی ذات سے مقابلہ کیا۔	۳۰
۳	۲۵	الجاثیہ	۲۳	اپنی خواہش کو جس نے حاکم بنایا وہ گمراہ ہوا	۳۰
۴	۲۲	سبا	۲۰،۲۱	ابلیس نے اپنا گمان سچ کر دکھایا۔ ایک گروہ کے سوا سب نے اسکی پیروی کی۔	۳۱
۵	۲۶	الحجرات	۱۵	ایمان والے شک و شبہ نہیں کرتے۔	۳۲
۶	۵	النساء	۱۴۳	گمراہ نہ پورے ایمان کی طرف ہیں اور نہ پورے کفر کی طرف۔	۳۲
۷	۸	اعراف	۳۰	ہدایت یافتہ گروہ اور گمراہ گروہ۔	۳۳
۸	۲۲	یٰسٓ	۷	اکثر ایمان نہیں لائینگے۔	۳۴
۹	۲۳	صٓ	۲۹	قرآن غور و تدبر کرنے کیلئے نازل کیا گیا تاکہ عقلمند نصیحت لیں۔	۳۴
۱۰	۶	المائدہ	۵۵،۵۶	تین ولی ہیں اور انسے محبت کرنے والے حزب اللہ ہیں۔	۳۵
۱۱	۲	البقرۃ	۲۰۸	ایمان والوں کو پورے اسلام میں داخل ہونے کا حکم۔	۳۸
۱۲	۲	البقرۃ	۱۷۴	قرآن میں جو نازل کیا گیا اس کو چھپانے والے تھے۔	۳۹
۱۳	۱	البقرۃ	۴۲	حق و باطل کے ملانے والے تھے تب ہی تو اللہ تعالیٰ منع کرتا ہے۔	۳۹
۱۴	۲	البقرۃ	۱۵۹،۱۶۰	واضح ارشادات اور ہدایات کو چھپانے والے بھی تھے۔	۴۰
۱۵	۱۰	توبہ	۳۴	عالموں اور درویشوں میں سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں اور گمراہ بھی کرتے ہیں	۴۲
۱۶	۱۵	بنی اسرائیل	۷۱	قیامت کے دن اپنے اماموں کے پیچھے بلائے جائینگے۔	۴۳
۱۷	۲۰	القصص	۴۱،۴۲	آئمہ جہنم	۴۴
۱۸	۲۱	السجدہ	۲۴،۲۵	برحق امام	۴۵
۱۹	۱۳	رعد	۴۳	رسولؐ کی رسالت کے گواہ حضرت علیؑ	۴۶

نمبر شمار	پارہ	سورہ	آیت	مضمون	صفحہ
۲۰	۳	آل عمران	۱۸	اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے گواہ حضرت علیؑ ۔	۴۸
۲۱	۱۹	النمل	۴۰	آصف بن برخیا کو ذرا سا کتاب کا علم تھا۔	۴۸
۲۲	۱۴	النحل	۲۷	قیامت کے دن جو علم الٰہی کے حامل ہیں وہ پوچھیں گے دشمنوں سے	۴۹
۲۳	۲۲	فاطر	۲۵،۲۳	نبی اور نبی کا وصی ہی ہدایت کرنے والے اور ڈرانے والے ہیں۔	۵۰
۲۴	۲	البقرۃ	۱۸۹	گھروں میں دروازوں سے داخل ہو۔ وسیلہ تلاش کرو۔	۵۱
۲۵	۵	النسآء	۵۵،۵۴	کتاب اور حکمت جن کو ملی اُن سے حسد کیا گیا۔	۵۲
۲۶	۱	البقرۃ	۱۳۰تا۱۲۸	ابراہیمؑ کی دعا آنحضرتؐ کی رسالت کو اپنی اولاد میں قرار دلایا۔	۵۳
۲۷	۱	البقرۃ	۱۳۱	نبوتی اسلام۔	۵۴
۲۸	۱	البقرۃ	۱۲۴	امامت کے لیے ابراہیمؑ کی دعا۔	۵۵
۲۹	۲۳	یٰسٓ	۶۰	شیطانؑ کی اطاعت کرنے والا گنہگار ہے۔	۵۵
۳۰	۲۱	لقمان	۱۳	شرک سب سے بڑا ظلم ہے	۵۵
۳۱	۳	البقرۃ	۲۵۴	کافر ہی ظالم ہے۔	۵۵
۳۲	۲	البقرۃ	۲۲۹	اللہ کی حدود سے تجاوز ظلم ہے۔	۵۶
۳۳	۸	اعراف	۴۴	ظالم پر اللہ کی لعنت ہے۔	۵۶
۳۴	۱۲	ھود	۱۱۳	ظالم کی طرف مت جھکو۔	۵۶
۳۵	۳	البقرۃ	۲۶۹	جسکو حکمت ملی اسکو خیر و برکت ملی۔	۵۸
۳۶	۳	آل عمران	۷	راسخون فی العلم۔	۵۹
۳۷	۶	النسآء	۱۶۲	مومن راسخون فی العلم کی پیروی کرتے ہیں۔	۶۲
۳۸	۲۲	سبا	۶	اوتوالعلم سیدھے راستے کیطرف ہدایت کرتے ہیں۔	۶۳
۳۹	۲۷	النجم	۲۸	گمان کی پیروی کرنے والوں کو حق کا علم نہیں۔	۶۴
۴۰	۲۹	الدھر	۳۰	محمدؐ و آل محمدؐ مشیتِ الٰہی کے تابع ہیں۔	۶۵
۴۱	۱۸	مومنون	۵۳	دین کے ٹکڑے کر کے ہر شخص اپنے دین پر خوش ہے	۶۵
۴۲	۱۸	مومنون	۷۰و۷۱	اگر حق لوگوں کی خواہشات کی پیروی کرلے تو زمین و آسمان میں جو کچھ ہے برباد ہوجائے	۶۵
۴۳	۲۸	منافقون	۴	منافق مثل لکڑی کی مورتیوں۔ جسکے نہ روح ایمان ہے اور نہ انجام کو پہنچنے کی عقل	۶۹
۴۴	۵	النساء	۸۱	منافق راتوں کو باہم مشورہ کرتے ہیں۔	۷۰

نمبر شمار	پارہ	سورہ	آیت	مضمون	صفحہ
۴۵	۵	النساء	۶۱	منافق اللہ نے جو نازل کیا اس سے اور رسولؐ کی طرف سے منہ موڑ لیتے تھے۔	۷۱
۴۶	۱۸	المومنون	۷۳،۷۴	رسولؐ سیدھے راستے کی طرف بلاتے تھے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ نہیں آتے	۷۱
۴۷	۲	البقرۃ	۲۵۵، ۲۵۶	دین میں جبر نہیں ہے۔ آیت الکرسی	۷۲
۴۸	۱۵	الکہف	۲۹	جو چاہے ایمان لائے جو چاہے کافر ہو جائے	۷۲
۴۹	۳۰	التکویر	۲۴	اللہ غیب کی خبر دینے میں بخل نہیں کرتا۔	۷۳
۵۰	۶	مائدہ	۶۰	طاغوتؑ کے پیروکار بدترین مخلوق ہیں۔	۷۴
۵۱	۲۳	الزمر	۱۷ ر ۱۸	طاغوتؑ سے جو بچے رہے وہ مومن ہیں۔	۷۴
۵۲	۱۷	انبیاء	۱۸	حق باطل کو مٹا دیتا ہے۔	۷۶
۵۳	۱۷	انبیاء	۲۴	اکثر حق کو نہیں جانتے۔	۷۶
۵۴	۱۱	یونس	۱۰۳	مومن کو نجات دینا اللہ مومن کا حق سمجھتا ہے۔	۷۷
۵۵	۱۵	کہف	۵۶،۵۷	باطل کو لیکر جھگڑتے ہیں تاکہ حق کو باطل کردیں۔	۷۸
۵۶	۶	مائدہ	۳۲	افضل ترین عمل گمراہی سے راہِ راست پر لانا ہے۔	۷۹
۵۷	۴	آل عمران	۱۰۴	ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے۔	۷۹
۵۸	۲۶	محمدؐ	۱ ر ۲ ر ۳	مومن اور منافق کی پہچان۔	۸۰
۵۹	۲۸	الحشر	۲۰	جنتی اور دوزخی برابر نہیں۔	۸۲
۶۰	۱۳	رعد	۱۷ تا ۱۹	حق اور باطل کی مثال حق کام آتا ہے۔ باطل کام نہیں آتا ہے۔	۸۲
۶۱	۳۰	العصر	۱ ر ۲ ر ۳	حق کے ساتھ رہنے میں صبر لازم ہے۔	۸۴
۶۲	۱۴	الحجر	۳۹ تا ۴۲	مخلص بندوں کا راستہ صراطِ مستقیم ہے۔	۸۵
۶۳	۱۷	انبیاءؑ	۷۳	امام اللہ بناتا ہے۔	۸۵
۶۴	۵	النساء	۵۹	اللہ کی اطاعت رسولؐ اور اولی الامر کی اطاعت۔	۸۶
۶۵	۳۰	الدھر	۲۴	گنہگار اور ناشکرے کی اطاعت کرنے سے منع۔	۸۶
۶۶	۲۳	الزمر	۱۷،۱۸	طاغوتؑ کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔	۸۷
۶۷	۵	النساء	۶۰	ایمان رکھتے ہوئے طاغوتؑ سے فیصلہ کرانے والے۔	۸۷
۶۸	۵	النساء	۸۳	رسولؐ اور اولی الامر حقیقت کا استنباط کرنے والے ہیں۔	۸۷
۶۹	۵	النساء	۶۱	اللہ نے جو نازل کیا۔ اور رسولؐ سے منہ موڑنے والے۔	۹۰

نمبر شمار	پارہ	سورہ	آیت	مضمون	صفحہ
۷۰	۳	آلِ عمران	۴	قرآن حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔	۹۱
۷۱	۸	انعام	۱۵۵	قرآن کی اتباع کا حکم۔	۹۱
۷۲	۱۱	یونس	۵۷	قرآن نصیحت ہے۔ دِل کے مرضوں کے لیئے شفا ہے۔	۹۱
۷۳	۱۷	الحج	۱۱	منافقین بھلائی میں خوش مصیبت میں منہ موڑ لیتے ہیں۔	۹۲
۷۴	۱۰	توبہ	۴۵	منافق اللہ پر اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔	۹۲
۷۵	۸	انعام	۱۵۸	ایمان کب اور کس کو فائدہ دے گا۔	۹۲
۷۶	۸	انعام	۱۵۹	منافقوں نے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کیا اور فرقوں فرقوں میں بٹ گئے	۹۳
۷۷	۱۲	ھود	۱۷	رسولؐ کا جز شاہد ہے حق ہے اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔	۹۴
۷۸	۲۲	احزاب	۳۳	آیتِ تطہیر۔	۹۶
۷۹	۹	اعراف	۱۵۷	محمدؐ و آلِ محمدؐ کا ذکر توریت میں ہے۔	۹۶
۸۰	۷	انعام	۹۲	اُمّ القریٰ مکہ کے رہنے والے	۹۸
۸۱	۲۸	جمعہ	۲	اُمّ القریٰ مکے کے رہنے والے۔	۹۸
۸۲	۲۰	القصص	۶۸	بندوں کو انتخاب کا کوئی حق نہیں ہے۔	۱۰۰
۸۳	۱۵	کہف	۵۱	گمراہ نبی کا قوتِ بازو نہیں ہوسکتا۔	۱۰۰
۸۴	۲	البقرہ	۲۰۷	اللہ کی مرضی سے اپنی جان کا سودا حضرت علیؑ نے کیا۔	۱۰۱
۸۵	۲۷	الحدید	۲۵	ذوالفقار نازل ہوئی۔	۱۰۱
۸۶	۲۰	القصص	۳۵	نبی اور نبی کے وصی کی پیروی لازمی ہے۔	۱۰۲
۸۷	۲۲	احزاب	۶۶، ۶۷، ۶۸	سرداروں اور اپنے بڑوں اور عالموں کے پیرو قیامت کے دن ان پر لعنت کرینگے	۱۰۲
۸۸	۲۳	ص	۲۹	قرآن میں تدبّر کرکے عقلمند نصیحت حاصل کرسکتے ہیں۔	۱۰۴
۸۹	۲۵	زخرف	۲۲	باپ داداؤں کی اندھی تقلید نہیں کرنی چاہیئے۔	۱۰۴
۹۰	۲۶	ق	۴۵	قرآن سے نصیحت وہ حاصل کرے گا جو اللہ کے عذاب سے ڈرتا ہو۔	۱۰۴
۹۱	۲۷	النجم	۳ تا ۱۰	نبی اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا وہ وہی کہتا ہے جو اللہؐ وحی کرتا ہے۔	۱۰۴
۹۲	۲۰	القصص	۶۸	نبی اور امام الہیٰ عہدے کا انتخاب خدا کرتا ہے کسی دوسرے کو اختیار نہیں	۱۰۶
۹۳	۸	اعراف	۷۱، ۲۷	جنکو تم نے یا تمہارے باپ داداؤں نے نام رکھا ہے انکے لیے اللہ نے کوئی سند نہیں بھیجی ہے	۱۰۶
۹۴	۱۴	نحل	۸۲، ۸۳	اللہ کی نعمت کو پہچان کر اسکا انکار کرتے ہیں۔	۱۰۷

نمبر شمار	پارہ	سورہ	آیت	مضمون	صفحہ
۹۴	۱۷	انبیاء	۷۳	امام اللہ کے حکم بموجب ہدایت کرتا ہے۔	۱۰۸
۹۵	۱۳	رعد	۷	رسول ڈرانے والے اور امام ہدایت کرنے والے ہیں۔	۱۰۹
۹۶	۱۳	یوسف	۱۰۸	نبی اور نبی کا پیرو بصیرت پر ہیں۔	۱۰۹
۹۷	۲۵	زخرف	۶۷	بعض دوست بعض کے دشمن ہونگے۔ قیامت کے دن	۱۱۱
۹۸	۳۰	البلد	۳۰	خیر اور شر دونوں راستوں کو بتلا دیا۔	۱۱۱
۹۹	۱۶	مریم	۵۸	اللہ کے نعمت والے بندے نبی اور امام ہیں انبیاء کی ذریت میں سے ہیں۔	۱۱۱
۱۰۰	۴	آل عمران	۱۰۳	نعمت والوں کی وجہ سے بھائی بھائی مسلمان ہوئے	۱۱۲
۱۰۱	۸	اعراف	۶۹	نعمت خدا کو یاد کرنے سے فلاح ملے گی۔	۱۱۳
۱۰۲	۲۵	الدخان	۴۰ تا ۴۲	اولیاء اللہ کے سوا قیامت کے روز کوئی مددگار نہ ہوگا۔	۱۱۳
۱۰۳	۲۴	حم السجدۃ	۳۱	اولیاء اللہ دنیا و عقبیٰ دونوں میں سرپرست ہیں۔	۱۱۳
۱۰۴	۱۳	ابراہیم	۲۸ و ۲۹	اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدلنے والے۔	۱۱۴
۱۰۵	۲	البقرۃ	۲۱۱	جیسے بنی اسرائیل نے اللہ کی نعمت کو بدل ڈالا تھا ویسے ہی مسلمانوں نے بھی بدل ڈالا	۱۱۴
۱۰۶	۱۴	نحل	۷۲	باطل پر ایمان لاتے ہیں نعمت سے کفر کرتے ہیں۔	۱۱۵
۱۰۷	۳۰	التکاثر	۱ تا ۸	نعمت کے بارے میں بازپرس ضرور ہوگی۔	۱۱۶
۱۰۸	۳۰	انشقاق	۱۹ تا ۲۰	جیسے پہلی امتیں بدل گئیں تم بھی انہی کے نقش قدم پر چلوگے۔	۱۱۸
۱۰۹	۱۴	الحجرات	۸۹ تا ۹۳	قرآن کی بوٹیاں کرنے والے۔	۱۱۹
۱۱۰	۲۴	حم السجدۃ	۴۰	قرآن میں ہیر پھیر کرنے والے۔	۱۲۰
۱۱۱	۱۹	فرقان	۲۷ تا ۳۰	جس نے رسول کی راہ چھوڑ کر دوسروں کے کہنے پر چلا وہ ظالم ہوگیا	۱۲۰
〃	〃	〃	〃	قیامت کے روز اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا اور افسوس کریگا۔	۱۲۰
۱۱۲	۲۶	طٰہٰ	۱۲۳ تا ۱۲۶	اللہ کی ہدایت کی پیروی کرنے والا نہ بھٹکا اور نہ بدبخت ہوا۔	۱۲۲
۱۱۳	۱۹	فرقان	۷۴	متقیوں کے امام۔	۱۲۳
۱۱۴	۱۳	رعد	۲۸	ذکر سے دل کو اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے۔	۱۲۴
۱۱۵	۲۸	طلاق	۱۰ تا ۱۱	ذکر سے مراد رسول اللہ ہیں۔	۱۲۵
۱۱۶	۱۴	نحل	۴۳ تا ۴۴	اہل الذکر سے مراد آل رسول ہیں۔	۱۲۵
۱۱۷	۲۲	فاطر	۲۸	عالم اللہ سے ڈرتے ہیں۔	۱۲۸

نمبرشمار	پارہ	سورہ	آیت	مضمون	صفحہ
۱۱۸	۴	آل عمران	۱۰۲،۱۰۳	حبل اللہ کو پکڑے رہو تاکہ نفاق سے بچو۔	۱۲۹
۱۱۹	۱۵	بنی اسرائیل	۹	قرآن سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے	۱۳۰
۱۲۰	۱۹	فرقان	۳۰	قرآن کو چھوڑ دیا گیا۔	۱۳۰
۱۲۱	۲۵	جاثیہ	۲۰	قرآن ہدایت اور رحمت ہے۔	۱۳۰
۱۲۲	۳	آل عمران	۴	قرآن حق و باطل میں تمیز کرتا ہے۔	۱۳۱
۱۲۳	۱۴	نحل	۶۴	قرآن اختلاف کو دور کرتا ہے۔	۱۳۱
۱۲۴	۶	مائدہ	۴۹	اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرو۔ اپنی خواہش کی پیروی نہ کرو۔	۱۳۱
۱۲۵	۱۸	النور	۵۱	مومن اللہ اور رسول کے حکم کو سنتے ہیں اور دل سے مانتے ہیں۔	۱۳۲
۱۲۶	۶	مائدہ	۳۵	وسیلہ تلاش کرو۔	۱۳۲
۱۲۷	۲۵	شوریٰ	۱۴	فرقہ فرقہ ہوئے علم آچکنے کے بعد حسد کی وجہ سے قرآن میں شک کرنے لگے	۱۳۲
۱۲۸	۱	البقرۃ	۲۳	قرآن میں شک کرنے والے۔	۱۳۳
۱۲۹	۲۶	الحجرات	۱۵	مومن شک نہیں کرتے۔	۱۳۳
۱۳۰	۲۵	شوریٰ	۱۴	قرآن کے زبردستی وارث بننے والے ہمیشہ شک کرتے رہے۔	۱۳۳
۱۳۱	۵	النساء	۵۴	آل ابراہیم یعنی محمدؐ و آل محمدؐ کو کتاب و حکمت عطا ہوئی۔	۱۳۴
۱۳۲	۲۲	فاطر	۳۲	اللہ نے اپنے مصطفےٰ بندوں کو کتاب کا وارث بنایا۔	۱۳۴
۱۳۳	۷	انعام	۱۹	رسول کے بعد ڈرانے والے کتاب کے وارث ڈرانے والے ہیں یعنی نبی کے خلیفہ	۱۳۵
۱۳۴	۲۲	سبا	۶	علم والے ہی سیدھے راستے کیطرف ہدایت کرنے والے ہیں۔	۱۳۵
۱۳۵	۲۶	محمدؐ	۲۲تا۲۳	خود ساختہ حاکم زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔	۱۳۶
۱۳۶	۱۳	رعد	۲۵	قطع صلہ رحمی کرنے والوں پر لعنت ہے۔	۱۳۶
۱۳۷	۱	البقرۃ	۲۷	قطع صلہ رحمی کرنے والوں پر لعنت ہے۔	۱۳۶
۱۳۸	۳	آل عمران	۴	قرآن حق و باطل میں تمیز کرتا ہے۔	۱۳۸
۱۳۹	۸	اعراف	۳	جسکی پیروی کا حکم اللہ دیتا ہے اُس کی پیروی کرو۔	۱۳۸
۱۴۰	۴	آل عمران	۱۰۶تا۱۰۷	بعض کا چہرہ نورانی اور بعض کا سیاہ ہوگا۔	۱۳۹
۱۴۱	۴	آل عمران	۱۱۰	بہترین امت ہو جو نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے رہو۔ مراد آل محمدؐ	۱۳۹
۱۴۲	۱۷	انبیاء	۷۳	امام اللہ کے حکم کے مطابق ہدایت کرتے ہیں۔ اللہ وحی بھی بھیجتا ہے	۱۴۰

نمبر شمار	پارہ	سورہ	آیت	مضمون	صفحہ
۱۴۳	۱۷	الحج	۴۱	الہٰی حکومت آئمہ قائم کر سکتے ہیں۔	۱۴۰
۱۴۴	۱۷	النساء	۸۳	رسولؐ اور اولی الامر ہر چیز کی حقیقت بتا سکتے ہیں۔	۱۴۱
۱۴۵	۳۰	تکویر	۲۹	محمدؐ و آلِ محمدؐ وہی چاہتے ہیں جو اللہ چاہتا ہے۔	۱۴۲
۱۴۶	۲۵	جاثیہ	۱۴	آئمہ کو بد دعا کرنے سے منع اور معاف کرنے کو کہا گیا ہے۔	۱۴۳
۱۴۷	۱۷	الحج	۶۹	جن باتوں میں اختلاف ہے قیامت کے دن فیصلہ ہو جائیگا۔	۱۴۳
۱۴۸	۶	النساء	۱۶۸ ۱۶۹	جنہوں نے ظلم کیا اور کفر کیا وہ نہیں بخشے جائینگے	۱۴۳
A۱۴۸				حضرت علیؑ کے مکتوبات حضرت مالک اشترؓ و عثمان بن حنیفؓ کو	
۱۴۹	۲۴	الزمر	۵۵،۵۴	قرآن کی پیروی کا حکم۔	۱۶
۱۵۰		الزمر	۵۶	جنبِ اللہ سے غافل رہنے کا افسوس قیامت کے دن۔	۱۶۲
A۱۵۰	۱۵	بنی اسرائیل	۷۱	قیامت کے دن امام کے پیچھے بلایا جائیگا۔	۱۶۴
۱۵۱	۳	آل عمران	۴	قرآن حق و باطل کو جدا کرتا ہے۔	۱۶۴
۱۵۲	۱	البقرۃ	۶۱	اللہ کی آیتوں (نشانیوں) سے انکار کرنے والے مغضوب ہیں۔	۱۶۵
۱۵۳	۵	النساء	۵۶	اللہ کی آیتوں سے انکار کفر ہے۔	۱۶۵
۱۵۴	۵	النساء	۱۴۰	اللہ کی آیتوں کا جہاں مذاق اڑایا جاتا ہو وہاں بیٹھنا بھی منع ہے	۱۶۵
۱۵۵	۲۰	عنکبوت	۴۷	ایمان لانے والے اللہ کی آیتوں کا اقرار کرتے اور کافر اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں	۱۶۶
۱۵۶	۸	انعام	۱۱۷	اللہ گمراہ اور ہدایت یافتہ دونوں کو جانتا ہے۔	۱۶۷
۱۵۷	۲۶	محمدؐ	۲۸	باطل کی پیروی کرنے والوں کے اعمال اکارت۔	۱۶۸
۱۵۸	۲۵	زخرف	۲۴،۲۳	باپ اور داداؤں کی اندھی تقلید سے منع۔	۱۶۸
۱۵۹	۲۶	الحجرات	۱۴	ایمان نہیں لائے ہو۔ اسلام لائے ہو۔	۱۶۹
۱۶۰	۲۶	الحجرات	۱۷	اسلام لانے کا احسان جتانے والے۔	۱۶۹
۱۶۱	۲۸	مجادلہ	۹	منافقوں کا سرگوشی کرنا۔ نافرمانی کے لیے۔	۱۶۹
۱۶۲	۲۸	مجادلہ	۸	سرگوشی کرنے سے منع کرنے پر بھی باز نہیں آئے	۱۶۹
۱۶۳	۲۰	عنکبوت	۸،۹	دین کے بارے میں ماں باپ کا بھی کہا نہ مانو۔	۱۷۰
۱۶۴	۱۵	بنی اسرائیل	۲۴	مومن ماں باپ کے لیے دعائے مغفرت کرنا چاہیئے۔	۱۷۰
۱۶۵	۲۲	احزاب	۵۶،۵۷	محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود و سلام۔	۱۷۱
۱۶۶	۳۰	العدیٰت	۹	مردے قبروں سے نکالے جائینگے۔	۱۷۱

نمبر شمار	پارہ	سورہ	آیت	مضمون	صفحہ
۱۶۷	۲۵	شوریٰ	۲۳	آلِ محمدؐ سے مودّت رکھنے کا حکم۔	۱۷۴
۱۶۸	۲۳	صٓ	۸۶تا۸۸	رسولؐ نے اپنی طرف سے اجر رسالت نہیں مانگا بلکہ اللہ کیطرف سے حکم ہے	۱۷۸
۱۶۹	۴	آلِ عمران	۱۴۴	اگر محمدؐ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو تم ایمان سے پھر جاؤ گے۔	۱۷۹
۱۷۰	۲۲	سبا	۴۷ر۴۸	اجر رسالت جو مانگا ہے اُسکا فائدہ تم کو ہوگا۔	۱۸۰
۱۷۱	۳	آلِ عمران	۲۸	تقیّہ۔	۱۸۲
۱۷۲	۱۴	نحل	۱۰۶	عمّار بن یاسرؓ کا تقیہ۔	۱۸۲
۱۷۳	۲۸	منافقون	۸	اللہ اور رسول اور مومنوں کے لیے عزت ہے۔	۱۸۳
۱۷۴	//	//	۹	مال اور اولاد کے سبب اللہ کے ذکر سے غافل رہتا ہے۔	۱۸۳
۱۷۵	۸	اعراف	۴۶ر۴۷	بروزِ قیامت آلِ محمدؐ سے محبت رکھنے والوں کے چہرے نورانی	۱۸۵
//	//	//	//	ہونگے۔ اور اُنسے بغض و عناد رکھنے والوں کے چہرے سیاہ ہونگے	۱۸۵
۱۷۶	۸	//	۴۸و۴۹	آئمہ برحق حضرت علیؑ جنت اور دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں۔ نورانی چہرے	۱۸۶
//	//	//	//	والوں کو جنت میں لے جائینگے۔	۱۸۶
۱۷۷	۱۰	توبہ	۱۰۵	اللہ و رسولؐ اور مومن اعمال کو دیکھنے والے ہیں۔	۱۸۸
۱۷۸	۲	البقرۃ	۱۴۳	اُمّت اوسط سے مراد آئمہ معصومینؑ ہیں جو قیامت کے دن لوگوں پر گواہ	۱۹۱
//	//	//	//	ہونگے اور رسولؐ ان پر گواہ ہوں گے۔	۱۹۱
۱۷۹	۱۴	نحل	۸۹	ہر اُمت سے ایک گواہ ہوگا اور رسولؐ اُن پر گواہ ہونگے	۱۹۱
۱۸۰	۱۷	الحج	۷۸	آئمہ معصومینؑ لوگوں پر گواہ اور رسولؐ انپر گواہ ہونگے۔	۱۹۱
۱۸۱	۲۳	زمر	۱۵	قیامت کے دن اپنی جانوں کو اور اپنے اہل کو نقصان میں ڈالنے والے	۱۹۸
۱۸۲	۱۰	توبہ	۱۶	اللہ اور رسول اور مومنوں کو ولی دوست بناؤ	۱۹۹
۱۸۳	۵	النساء	۸۳	رسولؐ اور اولی الامر کسی چیز کی حقیقت کی تہ تک پہنچنے والے ہیں۔	۲۰۰
۱۸۴	۴	آلِ عمران	۱۵۳	جہاد سے بھاگنے والے پہاڑوں پر چڑھ گئے۔	۲۰۰
۱۸۵	۹	انفال	۱۵ر۱۶	جہاد سے بھاگنے والا مغضوب ہے۔	۲۰۱
۱۸۶	۳	آلِ عمران	۳۱ر۳۲	اللہ اور رسولؐ کی اطاعت سے منہ پھیرنے والا کافر ہے اللہ سے محبت	۲۰۱
//	//	//	//	رسولؐ کی اطاعت کیساتھ ہے۔	// //
۱۸۷	۷	انعام	۵۰	رسولؐ وحی الٰہی کے سوا اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔	// //

نمبر شمار	پارہ	سورہ	آیت	مضمون	صفحہ
۱۸۸	۵	النساء	۸۰	جس نے رسول کی اطاعت کی اُسنے خدا کی اطاعت کی۔	۲۰۱
۱۸۹	۱۰	توبہ	۱۲۴ ۱۲۵	بعض سورت کے نازل ہونے پر مومنین کیے ایمان میں زیادتی اور منافق کیے ایمان میں کمی ہوتی	۲۰۳
۱۹۰	۵	النساء	۶۹، ۷۰	انعام والوں کی رفاقت بہتر ہے۔	۲۰۴
۱۹۱	۱۰	توبہ	۱۱۹	اللہ سے ڈرتے ہو تو سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔	۲۰۶
۱۹۲	۲	البقرۃ	۱۲۴	ابراہیم کی دعا اپنی ذریت میں امامت کیلئے	۲۰۶
۱۹۳	۲۱	السجدہ	۲۴	صبر کرنے والوں کو امام بنایا۔	۲۰۷
۱۹۴	۱۵	بنی اسرائیل	۷۱، ۷۲	قیامت کے دن اماموں کے پیچھے بلائے جائیں گے۔	۲۰۷
۱۹۵	۳	آلِ عمران	۳۳، ۳۴	اللہ کے اصطفیٰ بندے آدمؑ نوحؑ آلِ ابراہیمؑ آلِ عمرانؑ ہیں۔	۲۰۸
۱۹۶	۲۰	القصص	۶۸، ۶۹	بندوں کو انتخاب کا اختیار نہیں ہے۔	۲۰۹
۱۹۷	۲۰	القصص	۶۷	ایمان لایا توبہ کی نیک عمل کیئے تو فلاح پائے گا۔	۲۱۰
۱۹۸	۲۲	احزاب	۳۳	آیۂ تطہیر	۲۱۰
۱۹۹	۲۲	احزاب	۲۸، ۳۰	نبیؐ کی بیویوں کو زیب و زینت سے منع کیا گیا	۲۱۱
۱۹۹	۲۲	تحریم	۴	حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ کو تنبیہ	۲۱۱
۲۰۱	۲۹	دھر	۳۰	آلِ محمدؐ وہی چاہتے ہیں جو اللہ چاہتا ہے	۲۱۲
۲۰۲	۵	النساء	۵۴	آلِ محمدؐ سے حسد کیا گیا کتاب و حکمت ملنے کی وجہ سے	۲۱۲
۲۰۳	۳	آلِ عمران	۶۱، ۶۲	آیت مباہلہ	۲۱۲
۲۰۴	۲۵	جاثیہ	۱۴	آلِ محمدؐ کو بد دعا کرنے سے منع کیا گیا تھا۔	۲۱۴
۲۰۵	۹	اعراف	۱۵۷	آلِ محمدؐ کا ذکر توریت و انجیل میں۔	۲۱۴
۲۰۶	۲	البقرۃ	۱۴۶	یہودی و نصاریٰ پیغمبرؐ کو بیٹوں کیطرح پہچانتے تھے۔	۲۱۴
۲۰۷	۷	انعام	۲۰	یہودی و نصاریٰ پیغمبرؐ کو بیٹوں کی طرح پہچانتے تھے	۲۱۴
۲۰۸	۴	آلِ عمران	۱۰۱	اللہ کی ہدایت کی رسّی پکڑنے والا سیدھی راہ پر۔	۲۱۶
۲۰۹	۱۶	مریم	۵	سچائی کی زبان علیؑ ہیں۔	۲۱۶
۲۱۰	۱۹	الشعراء	۸۴	سچائی کی زبان کے لیئے ابراہیمؑ کی دعا	۲۱۶
۲۱۱	۴	آلِ عمران	۱۰۲	اللہ سے ویسا ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے۔	۲۱۷
۲۱۲	۱	البقرۃ	۲۷	اللہ نے جسکو جوڑنے کو کہا اسکو قطع کرنے والے۔	۲۱۷

نمبر شمار	پارہ	سورہ	آیت	مضمون	صفحہ
۲۱۳	۲۲	احزاب	۳۶	اللہ اور رسولؐ کے فیصلے کو بدلنے کا اختیار کسی مومن اور مومنہ کو نہیں	۲۱۸
۲۱۴	۱۱	یونس	۳۸،۴۲	منافق جس چیز کا اپنے علم سے احاطہ نہیں کرسکے اس سے انکار کر دیا۔ ہر	۲۱۹
"	"	"	"	ایک اپنے عمل کا ذمّہ دار ہوگا۔	"
۲۱۵	۱۲	ھود	۱۰۱	اللہ ظلم نہیں کرتا لوگ خود ظلم کرتے ہیں۔	۲۲۰
۲۱۶	۱۷	الحج	۱۰	اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔	۲۲۰
۲۱۷	۲۵	شوریٰ	۲۰	جو دُنیا چاہتا ہے اُسکو دنیا ملتی ہے۔ اور جو آخرت چاہتا ہے اُس کو آخرت	۲۲۱
۲۱۸	۲۵	شوریٰ	۲۱	دین میں نیا راستہ بنانے والے اللہ کے شریک ہوئے۔	۲۲۱
۲۱۹	۶	مایدہ	۴۲	اللہ کے نازل کیئے ہوئے کے مطابق نہ کرے تو کافر۔	۲۲۳
۲۲۰	۶	مایدہ	۴۲	عدل کا فیصلہ کرو۔	۲۲۳
۲۲۱	۶	مایدہ	۴۵	اللہؑ کے حکم کے خلاف فیصلہ کرنے والے ظالم ہیں۔	۲۲۳
۲۲۲	۶	مایدہ	۴۷	اللہ کے حکم کیمطابق فیصلہ نہ دے تو فاسق ہے۔	۲۲۳
۲۲۳	۲۳	صفٰت	۱۶۴ ۱۶۶	صف باندھکر اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے والے۔ عرش کے گرد۔	۲۲۴
۲۲۴	۲۲	احزاب	۳۳	آیت تطہیر۔	۲۲۴
۲۲۵	۱۹	الشعراء	۲۱۹ ۲۲۰	نورِ محمدؐ سجدہ کرنے والوں کی صلبوں میں منتقل ہوتا رہا	۲۲۵
۲۲۶	۲۵	زخرف	۸۱	محمدؐ و آلِ محمدؐ پہلے عابد ہیں۔	۲۲۵
۲۲۷	۸	انعام	۱۶۳	محمدؐ و آلِ محمدؐ پہلے مسلمان ہیں	۲۲۵
۲۲۷.۸	۱۵	بنی اسرائیل	۴۴	سب مخلوق اللہ کی پاکیزگی بیان کرتی ہیں۔	۲۲۵
۲۲۸	۳	آلِ عمران	۸۲ و ۸۱	میثاقِ انبیاء	۲۲۶
۲۲۹	۱	البقرۃ	۴ تا ۲	خدا سے ڈرنے والوں اور غیب پر ایمان والوں کے لیے قرآن ہدایت ہے	۲۲۶
۲۳۰	۵	النساء	۹۴	جو اپنے کو مسلمان کہے اسکو مسلمان مانو اُس کو کافر نہ کہو۔	۲۲۷
۲۳۱	۲۶	فتح	۲۸	دینِ اسلام کو تمام دینوں پر غلبہ حاصل ہوگا۔	۲۲۷
۲۳۲	۱	البقرۃ	۳۰ تا ۳۴	حضرت آدمؑ اور فرشتوں کا جن اسماء کے ذریعہ امتحان لیا گیا وہ اسماء آلِ محمدؐ تھے	۲۲۹
۲۳۳	۲۰	القصص	۶۸	نبی اور امام اور خلیفہ کا انتخاب سوائے خدا کے اور کوئی نہیں کرسکتا۔	۲۲۹
۲۳۴	۲۳	صٓ	۲۶	داؤدؑ کو خلیفہ اللہ نے بنایا۔	۲۲۹
۲۳۵	۱۶	طٰہٰ	۲۹، ۳۰	ہارونؑ کو موسیٰؑ کا وزیر اللہ نے بنایا۔	۲۲۹
۲۳۶	۲	البقرۃ	۲۴۷	حکومت الٰہیہ کے لئے بادشاہ علم و جسم میں وسعت دیکر اللہ بناتا ہے	۲۳۰

نمبر شمار	پارہ	سورہ	آیت	مضمون	صفحہ
۲۲۷	۱۵	بنی اسرائیل	۷۲ و ۷۱	جو جسکی پیروی کریگا اُسی کیساتھ محشور ہوگا۔	۲۳۰
۲۲۸	۱	البقرة	۳۵	آدم کو کھانے کی وجہ سے جنت سے نہیں نکالا گیا بیمحل کام کرنے سے نکالے گئے	۲۳۱
۲۲۹	۱۶	طٰه	۱۱۵	آدم نے عہد کو پورا نہیں کیا اس لیے جنت سے نکلے۔	۲۳۱
۲۳۰	۱	البقرة	۳۷	محمد و آلِ محمد کے وسیلے سے آدم کی دعا قبول ہوئی۔	۲۳۲
۲۳۱	۶	مایدہ	۳۵	فلاح چاہتے ہو تو وسیلہ تلاش کرو۔	۲۳۳
۲۳۲	۲۳	ص	۷۶۔۷۵	عالین سے مراد محمد و آل محمد ہیں۔	۲۳۴
۲۳۳	۵	النساء	۵۴	جن کو علم و حکمت عطا ہوئی اُن سے حسد کیا گیا۔	۲۳۵
۲۳۴	۱۵	الحجر	۳۹ تا ۴۱	شیطان صراطِ مستقیم سے بھٹکاتا ہے۔	۲۳۵
۲۳۵	۸	اعراف	۱۶	شیطان صراطِ مستقیم پر بیٹھے گا۔	۲۳۵
۲۳۶	۱۴	نحل	۹۹، ۱۰۰	شیطان کا مومن پر زور نہیں چلتا۔	۲۳۶
۲۳۷	۱۹	الشعراء	۲۱۸ تا ۲۲۰	نورِ محمد سجدہ کرنے والوں کی صلبوں میں منتقل ہوتا رہا۔	۲۳۶
۲۳۸	۱	البقرة	۱۲۷ تا ۱۲۹	ابراہیم کی ایک امتِ مسلمہ کیلئے اپنی اولاد میں دعا۔	۲۳۷
۲۳۹	۲۶	الحجرات	۱۷	اسلام لانے کا احسان جتاتے والے۔	۲۳۷
۲۵۰	۹	اعراف	۱۵۷	رسول کیساتھ جو نور نازل ہوا۔ اُسکی پیروی کا حکم۔	۲۳۸
۲۵۱	۱۲	ھود	۱۷	رسول کے جزو پر ایمان لانے کا حکم۔	۲۳۸
۲۵۲	۲	البقرة	۲۰۸	ایمان والوں کو اسلام میں داخل ہونے کا حکم۔	۲۳۸
۲۵۳	۲۱	السجدة	۲۴	امام صبر کرنے والوں میں سے اللہ نے بنایا ہے	۲۳۹
۲۵۴	۲۰	قصص	۴۱، ۴۲	جہنمی امام۔	۲۳۹
۲۵۵	۱۴	نحل	۶۴	قرآن میں اختلاف والی باتوں کو کھول کر بیان کیا گیا ہے اور	۲۳۹
〃	〃	〃	〃	ایمان لانے والوں کے لیے ھدایت و رحمت ہے۔	〃
۲۵۶	۳۰	العلق	۱ تا ۵	اقراء آنحضورؐ کی خلقت اور انسان کی خلقت میں فرق ہے	۲۴۰
۲۵۷	۱۴	الحجر	۹۱، ۹۲	جنھوں نے قرآن کو پارا پارا کیا اُنسے قیامت کے دن ضرور پوچھ گچھ ہوگی۔	۲۴۰
۲۵۸	۲۵	زخرف	۲۳	انبیاء اور انکے اوصیا کو دولتمندوں کی مخالفت کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا	۲۴۱
۲۵۹	۱۹	الشعراء	۲۱۴، ۲۱۵	دعوت ذوالعشیرہ حضرت علیؑ کی خلافت کا پہلا اعلان اپنے قریبی	۲۴۲
〃	〃	〃	〃	رشتہ داروں میں اللہ نے کروایا۔	〃

نمبر شمار	پارہ	سورہ	آیت	مضمون	صفحہ
٢٦٠	١٣	یوسف	١٠٨	نبی اور نبی کا پیرو دونوں بصیرت پر ہیں۔	٢٤٤
٢٦١	٢٩	دھر	٣١	محمدؐ و آلِ محمدؐ وہی چاہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔	٢٤٤
٢٦٢	٧	انعام	١٩	قرآن سے ڈرانے والے محمدؐ و آلِ محمدؐ ہیں جو وارثِ قرآن ہیں۔	٢٤٥
٢٦٣	١	البقرۃ	٢٠٧	اللہ نے اپنی مرضی دیکر علیؑ کی جان خرید لی تھی۔	٢٤٦
٢٦٤	٢٧	الحدید	٢٥	ذوالفقار نازل کرکے غیب میں مدد کرنے والے کو پہچنوایا۔	٢٤٧
A-٢٦٤	٢٦	الحجرات	١١٠	مومن بھائی بھائی ہیں۔	٢٤٩
٢٦٥	٢٠	قصص	٦٨ و ٦٩	بندوں کو انتخاب کا حق نہیں۔ جو چھپاتے ہیں اللہ جانتا ہے۔	٢٥٠
٢٦٦	١٩	نمل	١٩	اصطفیٰ بندوں پر سلام۔	٢٥٠
٢٦٧	٢٦	فتح	٢٣	اللہ کی سُنّت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔	٢٥١
٢٦٨	٦	مایدہ	٦٧	آیۂ بلغ اعلان ولایت علیؑ۔	٢٥١
٢٦٩	٢٧	النجم	١٠	آنحضرتؐ کو معراج میں حکم ملا تھا۔	٢٥٢
٢٧٠	٦	مایدہ	٣	آیۂ اکملتُ لکم دینکم	٢٥٣
٢٧١	٢٠	نمل	٨٢ و ٨٣	اللہ کی نشانیوں کو جھٹلانے والے۔	٢٥٤
٢٧٢	٢٠	نمل	٨١ و ٨٠	مومن زندہ ہیں منافق مثل مُردے کے ہیں۔	٢٥٤
٢٧٣	٢	البقرۃ	٢٠٨	اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔	٢٥٤
٢٧٤	٢٦	محمدؐ	١١	مومن کا سرپرست اللہ ہے مولا معنی سرپرست۔	٢٥٥
٢٧٥	٧	انعام	٦٢	مولا معنی مالک کے ہیں۔	٢٥٥
٢٧٦	٢٩	المعارج	١ و ٣	نعمان بن حارث منافق تھا اس نے عذاب مانگا۔	٢٥٦
٢٧٧	٦	مایدہ	٧	حضرت علیؑ کی ولایت کا عہد لیا گیا تھا۔ اسکو بعد میں لوگوں نے توڑ دیا	٢٥٧
٢٧٨	٢٢	احزاب	٦٨ تا ٦٦	سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کرنے والے قیامت کے دن افسوس کریںگے	٢٥٨
٢٧٩	٣	آلِ عمران	١٩	اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے۔	٢٥٨
٢٨٠	١٤	نحل	٨٣ تا ٨٢	اللہ کی نعمت کو پہچان کر انکار کرنے والے کافر ہیں۔	٢٥٩
٢٨١	١٣	ابراہیم	٢٨	اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدلنے والے اپنے ساتھ قوم کو بھی جہنم میں لے جائینگے۔	٢٥٩
٢٨٢	٣٠	تکاثر	١ تا ٨	مال و دولت نے غافل بنا دیا نعمت کے بارے میں ضرور پوچھا جائیگا	٢٥٩

نمبر شمار	پارہ	سورہ	آیت	مضمون	صفحہ
۲۸۳	۲	البقرہ	۱۵۹،۱۶۰	اللہ کے ارشادات اور ہدایات کو چھپانے والوں پر اللہ لعنت کرتا ہے۔	۲۶۰
۲۸۴	۱۰	توبہ	۳۴	عالم اور درویش ناحق مال بھی کھاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے بھی ہیں	۲۶۰
۲۸۵	۹	اعراف	۱۵۰	موسیٰ کی امت ہارونؑ کو چھوڑ کر سامری کی پیروکار ہو گئی۔	۲۶۲
۲۸۶	۲۰	قصص	۲۸	بندوں کو نبی اور امام منتخب کرنے کا اختیار نہیں ہے۔	۲۶۲
۲۸۷	۶	مائدہ	۱۲	دوازدہ امام ۔ حضور کی حدیث ہے کہ ہمارے بارہ خلیفہ ہونگے۔	۲۶۲
۲۸۸	۶	مائدہ	۱۳	عہد توڑنے والوں پر لعنت کی گئی ہے۔	۲۶۲
۲۸۹	۶	مائدہ	۷	اس امت سے بھی عہد لیا گیا۔	۲۶۳
۲۹۰	۲۰	قصص	۵۰	رسول کے نافرمان اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں۔	۲۶۳
۲۹۱	۳۰	انشقاق	۱۹	جیسے پہلی امتیں بدل گئیں تم بھی انہی کی طرح بدلو گے	۲۶۴
۲۹۲	۹	اعراف	۱۵۹	موسیٰ کی امت میں ایک گروہ حق کے ساتھ عدل کرتا تھا۔	۲۶۴
۲۹۳	۴	آل عمران	۱۱۰	آئمہ علیہم السلام بہترین امت ہیں۔	۲۶۴
۲۹۴	۴	آل عمران	۱۰۴ تا ۱۰۵	مومنوں کا ایک گروہ ہونا چاہیے جو نیکی کی ہدایت کرے اور برائی سے روکے	۲۶۴
۲۹۵	۴	آل عمران	۱۰۶	قیامت کے دن بعض چہرے نورانی ہونگے اور بعض چہرے سیاہ ہونگے	۲۶۵
۲۹۶	۱	البقرہ	۱۴۳	آئمہ لوگوں پر گواہ اور رسول آئمہ پر گواہ ہونگے۔	۲۶۵
۲۹۷	۱۴	نحل	۱۲۰	حضرت ابراہیمؑ مشرک کی اولاد نہیں تھے۔	۲۶۵
۲۹۸	۱	البقرہ	۱۲۴	حضرت ابراہیمؑ امام اور فرمانبردار تھے۔	۲۶۵
۲۹۹	۲۱	لقمان	۱۷	صبر کرنے کی تلقین۔	۲۶۶
۳۰۰	۲۹	دھر	۲۴	صبر کرو لیکن گنہگار اور ناشکرے کی پیروی نہ کرو۔	۲۶۶
۳۰۱	۴	آل عمران	۲۰۰	خود صبر کرو اور دوسروں کو صبر کی تلقین کرو۔	۲۶۶
۳۰۲	۳۰	العصر	۱،۲،۳	حق کا ساتھ دو اور صبر کرو۔	۲۶۶
۳۰۳	۲۱	سجدہ	۲۴	صابروں کو امام بنایا گیا۔ اللہ نے بنایا۔	۲۶۷
۳۰۴	۱	البقرہ	۲۶۳	قرآن ہدایت ہے ڈرنے والوں کے لئے	۲۶۹
۳۰۵	۱	البقرہ	۲۳	شک میں پڑنے والے۔	۲۶۹
۳۰۶	۲۶	حجرات	۱۵	مومن ایمان لانے کے بعد شک نہیں کرتے۔	۲۶۹
۳۰۷	۲۵	شوریٰ	۱۴	جو کتاب کے وارث بنا دیئے گئے وہی لوگ شک میں پڑے رہتے۔	۲۶۹

نمبر شمار	پارہ	سورہ	آیت	مضمون	صفحہ
۳۰۸	۱۱	یونس	۲۰	ہمارے اُوپر اللہ کی کوئی آیت کیوں نہیں آتی۔ غیب تو اللہ کے لئے ہے	۲۷۰
۳۰۹	〃	〃	〃	تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔	〃
۳۰۹	۲۷	طور	۴۷	رجعت جنہوں نے ظلم کیا اُن کے لئے ایک اور عذاب ہے قیامت کے علاوہ	۲۷۰
۳۱۰	۱۱	یونس	۳۹	جسکے علم کا احاطہ نہ کرسکے۔ اسکو جھٹلایا گیا۔	۲۷۰
۳۱۱	۲۸	الصف	۸	اللہ کے نور کو منہ سے بجھانا چاہتے ہیں۔	۲۷۱
۳۲۱	۳	آلِ عمران	۱۷	دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔	۲۷۲
۳۱۳	۲۸	الصف	۹	دین حق کو تمام دینوں پر غلبہ دینے کا وعدہ۔	۲۷۲
۳۱۴	۳	آلِ عمران	۴۶	حضرت عیسیٰؑ پنگھوڑے اور بڑھاپے میں یکساں باتیں کرینگے۔	۲۷۲
۳۱۵	۲۵	زخرف	۶۲،۶۱	عیسیٰؑ قیامت کی علامت ہیں۔	۲۷۳
۳۱۶	۶	النساء	۱۵۷	عیسیٰؑ کو نہ قتل کیا گیا نہ سُولی دی گئی	۲۷۳
۳۱۷	۳	آلِ عمران	۵۵	عیسیٰؑ سے کہا تیری مدت پوری کرنے والا ہوں۔	۲۷۳
۳۱۸	۲۹	دھر	۷	یہ لوگ وہ ہیں جو اپنی نذر کو پورا کرتے ہیں۔	۲۷۴
۳۱۹	۱	البقرۃ	۴۰	تم اپنے عہد کو پورا کرو میں اپنے وعدہ کو پورا کرونگا۔	۲۷۴
۳۲۰	۲۷	نجم	۳۷	ابراہیمؑ نے اپنے عہد اور وعدہ کو پورا کیا۔	۲۷۴
۳۲۱	۱۲	ھود	۱۵	انکے اعمال پورے پورے انکو پہنچا دینگے۔	۲۷۴
۳۲۲	۱۴	نحل	۱۱۱	ہر نفس کو اسکے اعمال کا اجر ملے گا۔	۲۷۴
۳۲۳	۳	آلِ عمران	۷۶	جس نے اپنے عہد اور وعدہ کو پورا کیا۔	۲۷۴
۳۲۴	۴	آلِ عمران	۱۸۵	قیامت کے دن اجر پورے پورے دیئے جائینگے۔	۲۷۴
۳۲۵	۷	انعام	۶۰	رات کو رُوح قبض کیجاتی ہے۔	۲۷۴
۳۲۶	۲۶	محمدؐ	۲۷	توفّی کے معنی محض موت نہیں ہے۔	۲۷۵
۳۲۷	۷	انعام	۶۱	〃 〃 〃 〃 〃	۲۷۵
۳۲۸	۲۱	سجدہ	۱۱	توفّی کے معنی محض موت نہیں ہے۔	۲۷۵
۳۲۹	۵	النساء	۱۵	عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہانتک موت انکو اٹھالے۔	۲۷۶
۳۳۰	۳	آلِ عمران	۸۱	آیۂ میثاق انبیاء۔	۲۷۷
۳۳۱	۶	النساء	۱۵۹	حضرت عیسیٰؑ کے آنے پر اہلِ کتاب ایمان لائینگے۔	۲۷۸

نمبر شمار	پارہ	سورہ	آیت	مضمون	صفحہ
٣٣٢	١٧	الحج	١٤	اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔	٢٧٨
٣٣٣	١٠	توبہ	٣٢، ٣٣	اللہ تعالیٰ کے نور کو منہوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔	٢٧٨
٣٣٤	١٨	نور	٥٥	خلیفہ اللہ بناتا ہے۔ جسکو چاہتا ہے۔	٢٧٩
٣٣٥	١٢	ھود	٧٦	مومن کے لیئے اللہ کا بقیہ کافی ہے	٢٨٠
٣٣٦	٢	البقرۃ	٢٤٨	موسیٰ و ہارونؑ کے بچے ہوئے تبرکات۔	٢٨٠
٣٣٧	٢٠	نمل	٦٥	غیب کا جاننے والا اللہ ہے۔	٢٨١
٣٣٨	٣٠	تکویر	٢٤	اللہ غیب کی باتیں بتانے میں بخیل نہیں ہے۔	٢٨١
٣٣٩	١	البقرۃ	٢، ٣	قرآن متقیوں کے لیے ہے۔	٢٨٢
٣٤٠	١	البقرۃ	٣٠	خلیفہ اللہ بناتا ہے۔ آدم کو اللہ نے بنایا۔	٢٨٣
٣٤١	٢٣	صٓ	٢٦	حضرت داؤدؑ کو اللہ نے خلیفہ بنایا تھا۔	٢٨٣
٣٤٢	٢٠	نمل	٦٢	زمین میں خلیفہ اللہ تعالیٰ بناتا ہے۔	٢٨٣
٣٤٣	٩	اعراف	١٢٨	زمین کا وارث اللہ بناتا ہے۔	٢٨٤
٣٤٤	١٥	بنی اسرائیل	٧١	قیامت کے دن ہر شخص اپنے امام کے پیچھے ہوگا۔	٢٨٥
٣٤٤	١٧	انبیاء	٧٣	امام اللہ کے حکم کے بموجب ہدایت کرتے ہیں۔	٢٨٥
٣٤٥	٢٠	قصص	٤١	آئمہ جہنم۔	٢٨٥
٣٤٦	١٥	بنی اسرائیل	٨١	حق آتا ہے تو باطل مٹ جاتا ہے باطل مٹنے ہی کیلئے ہے۔	٢٨٦
٣٤٧	٨	انعام	١٥٨	اللہ کی نشانی کے آنے پر ایمان لانا بیکار ہے۔	٢٨٦
٣٤٨	٢٣	یٰسٓ	٧٠	زندہ کو ڈرایا جا سکتا ہے۔	٢٨٧
٣٤٩	٨	انعام	١٥٧	اللہ کی آیتوں کو جھٹلانے اور منہ موڑنے والوں کیلئے عذاب ہے	٢٨٨
٣٥٠	١٢	ھود	٨	ایک گروہ کے آنے تک عذاب روک رکھا ہے	٢٨٨
٣٥١	٨	انعام	١٥٩	جس کا غیب پر ایمان نہیں وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتے	٢٨٩
//	//	//	//	ہیں فرقوں میں بٹ گئے اور دین کے ٹکڑے کئے۔	//
٣٥٢	٨	اعراف	٥٦	زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ کرو۔	٢٨٩
٣٥٧	٢٤	سجدہ	٤٠	اللہ کی آیتوں میں ٹیڑھے چلتے ہیں۔	٢٩٠
٣٥٤	١٢	ہود	١١١، ١١٠	موسیٰ کو کتاب دی اس میں بھی اختلاف کیا گیا۔	٢٩١

نمبرشمار	پارہ	سورہ	آیت	مضمون	صفحہ
۳۵۵	۳۰	القدر	۱ تا ۵	شب قدر کی فضیلت۔	۲۹۲
۳۵۶	۱۴	نحل	۲	اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہتا ہے فرشتوں کو وحی کیساتھ نازل کرتا ہے	۲۹۴
۳۵۷	۲۴	سجدہ	۳۰	ایمان پر استقامت کیساتھ قائم رہے۔	۲۹۴
۳۵۸	۲۲	احزاب	۳۳	آیت تطہیر۔	۲۹۶
۳۵۹	۵	النساءؑ	۵۴	آلِ محمدؐ سے علم و حکمت کی وجہ سے حسد کیا گیا۔	۲۹۷
۳۶۰	۲۵	شوریٰ	۱۴	علم آنے کے بعد تفرقہ کیا گیا خود کتاب کے وارث بن بیٹھے	۲۹۷
〃	〃	〃	〃	لیکن شک میں پڑے رہے۔	〃
۳۶۱	۶	النساء	۱۷۱	حضرت عیسیٰؑ کو روح جزوی دی تھی۔	۲۹۸
۳۶۲	۱۴	حجرات	۲۹	حضرت آدمؑ کو ذرا سی روح ملی تھی۔	۲۹۸
۳۶۳	۲۵	شوریٰ	۵۲	آنحضرتؐ کو کلی روح ملی ہے۔	۲۹۹
۳۶۴	۲۸	الصف	۶	حضرت عیسیٰؑ صرف بنی اسرائیل کے لئے نبی تھے۔	۲۹۹
۳۶۵	۱۸	فرقان	۱	آنحضرتؐ تمام عالمین کے لیے نبی تھے۔	۲۹۹
۳۶۶	۱۷	انبیاء	۱۰۷	تمام عالمین کے لیے رحمت بھی تھے۔	۲۹۹
۳۶۷	۱۶	کہف	۱۱۰	میں تمہاری مثل بشر ہوں لیکن مجھ پر وحی کیجاتی ہے	۳۰۰
۳۶۸	۶	مائدہ	۳۱	کوّے کی مثال بشر سے دی گئی ہے۔	۳۰۰
۳۶۹	۲۸	جمعہ	۵	گدھے کی مثال بشر سے دی گئی ہے۔	۳۰۰
۳۷۰	۹	اعراف	۱۵۱	بلعم باعور کی کتے سے مثال دی گئی ہے۔	۳۰۱
۳۷۱	۱۶	مریم	۱۷	فرشتہ آدمی کی شکل میں آیا۔	۳۰۱
۳۷۲	۶	مائدہ	۱۵	آنحضرتؐ کو نور کہا گیا ہے	۳۰۱
۳۷۳	۲۸	تغابن	۶	کفار انبیاءؑ کو اپنے جیسا بشر سمجھتے تھے۔	۳۰۱
۳۷۴	۱۸	مومنون	۲۴	〃 〃 〃 〃	۳۰۱
۳۷۵	۱۹	الشعراء	۱۵۳	〃 〃 〃 〃	۳۰۱
۳۷۶	۱۸	مومنون	۳۳،۳۴،۲۳	〃 〃 〃 〃	۳۰۱
۳۷۷	۱۲	یوسف	۸۹	عورتوں نے حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر فرشتہ کہہ دیا۔	۳۰۲
۳۷۸	۲۲	احزاب	۵۷	رسول کو ایذا دی تو اللہ کو دی ان پر خدا کی لعنت ہے۔	۳۰۵

نمبر شمار	پارہ	سورہ	آیت	مضمون	صفحہ
۳۷۹	۲۲	احزاب	۵۸	مومن کو ایذا دینا گناہ ہے۔	۳۰۵
۳۸۰	۴	النسآء	۱۸،۱۷	نادانی کے سبب بُرائی کرنے والوں کی توبہ قبول ہوگی۔	۳۰۶
۳۸۱	۱۳	یوسف	۸۹	بھائیوں نے یوسفؑ سے نادانی میں بُرا سلوک کیا۔	۳۰۶
۳۸۲	۹	اعراف	۱۹۹	جاہلوں سے منہ پھیرلو۔	۳۰۷
۳۸۳	۵	النسآء	۹۴	جو سلام کرے اس کو مت کہو کہ تم مومن نہیں ہو	۳۰۸
۳۸۴	۲	البقرۃ	۱۲۰،۱۰۹	جسنے اصلاح کی جو چھپاتا تھا اسکو بیان کر دیا تو پھر اسکی توبہ قبول ہوگی	۳۰۸
۳۸۵	۳	البقرۃ	۲۵۵ ۲۵۷	آیت الکرسی۔	۳۰۹
۳۸۶	۲۷	القمر	۳،۲،۱	شق القمر کا معجزہ۔	۳۱۰
۳۸۷	۳	آل عمران	۷۹	جن کو علم و حکمت عطا ہوتی ہے وہ خدائی کا دعوٰی نہیں کرتے	۳۱۱
۳۸۸	۱۵	الکہف	۲۹	حق اللہ کیطرف سے ہوتا ہے اور حق پر ایمان لانا ضروری ہے	۳۱۴
۳۸۹	۱۱	یونس	۹۹	اگر اللہ چاہتا تو سب مومن ہو جاتے۔	۳۱۵
۳۹۰	۱۵	الکہف	۷،۶	دُنیا امتحان کی جگہ ہے۔	۳۱۵
۳۹۱	۱۲	ہود	۷	عمل کے لیے دُنیا ہے تاکہ اچھے اور بُرے کی تمیز کیجا سکے۔	۳۱۵
۳۹۲	۲۹	الملک	۲	زندگی اور موت بھی آزمائش ہے۔	۳۱۵
۳۹۳	۱۴	نحل	۱۲۵	بحث مباحثہ احسن طریقے سے کرو۔	۳۱۶
۳۹۴	۳۰	الکٰفرون	۶	دین میں زبردستی نہیں۔	۳۱۶
۳۹۵	۳	آل عمران	۱۹	دین اسلام سچا اور پسندیدہ دین ہے۔	۳۱۶
۳۹۶	۱۴	نحل	۱۲۳	باطل سے کنارہ کش ہونے والے ابراہیمؑ کی ملت کی پیروی کرو۔	۳۱۷
۳۹۷	۶	مائدہ	۴۸	اللہ تعالیٰ چاہتا سب کو ایک ہی اُمت بنا دیتا۔	۳۱۸
۳۹۸	۸	انعام	۱۶۱	دُرست دین پر ابراہیمؑ حنیف کی ملت ہے۔	۳۱۸
۳۹۹	۵	النساء	۱۲۵	راہِ حق پر وہ ہے جس نے ملتِ ابراہیمؑ کی پیروی کی۔	۳۱۸
۴۰۰	۱	البقرۃ	۱۳۱	اسلام کے اظہار کا حکم ابراہیمؑ کو۔	۳۱۸
۴۰۱	۱	البقرۃ	۱۲۸	ابراہیمؑ نے اپنی ذریت میں اُمت مسلمہ کو پیدا کرنے کی دُعا کی۔	۳۱۸
۴۰۲	۲۰	عنکبوت	۲۷	ابراہیمؑ کی ذریت میں نبوت اور کتاب عطا ہوئی۔	۳۱۸
۴۰۳	۱	البقرۃ	۱۲۴	ابراہیمؑ کی ذریت میں امامت۔ جو معصوم ہونگے۔	۳۱۹

نمبر شمار	پارہ	سورہ	آیت	مضمون	صفحہ
۴۰۴	۱	البقرۃ	۱۳۰	ملّت ابراہیمؑ سے منہ پھیرنے والے احمق ہیں۔	۳۱۹
۴۰۵	۸	انعام	۱۵۹	دین کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے اور فرقوں میں بٹنے والے۔	۳۲۰
۴۰۶	۳۰	الیل	۱۲	اللہ کے ذمہ رہنمائی کرنا ہے۔	۳۲۰
۴۰۷	۳	البقرۃ	۲۵۶	ہدایت گمراہی سے الگ ہوگئی۔	۳۲۰
۴۰۸	۲۹	الملک	۲۲	ہدایت یافتہ وہ ہے جو صراطِ مستقیم پر ہے۔	۳۲۱
۴۰۹	۶	مائدہ	۶۰	طاغوتؔ کے پیروکار درجے کے لحاظ سے بدتر ہیں اور صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں۔	۳۲۱
۴۱۰	۲۴	حٰم سجدہ	۲۹	جنّ و انسان میں سے گمراہ کرنے والے شیطان۔	۳۲۲
۴۱۱	۳۰	والنّاس	۶	شیطان جن و انس دونوں میں سے ہوتے ہیں۔	۳۲۲
۴۱۱ (۸)	۲۴	حٰم سجدہ	۳۱	جیسے دنیا میں تمہارے ولی اور سرپرست ہیں ویسے عقبہ میں بھی ہونگے	۳۲۳
۴۱۲	۲۸	تحریم	۶	اپنے آپکو اور اپنے خاندان والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔	۳۲۴
۴۱۳	۶	مائدہ	۱۰۴	باپ دادا کی اندھی تقلید نہیں کرنی چاہیے۔	۳۲۴
۴۱۴	۸	انعام	۱۲۸	دنیا حاصل کرنے والی دوستی آخرت میں دوزخ میں لیجائے گی	۳۲۴
۴۱۵	۱۰	توبہ	۲۴	اللہ نافرمان لوگوں کی رہبری نہیں کرتا ہے۔	۳۲۵
۴۱۶	۶	مائدہ	۵۴	دین سے پھرنے والوں کے بدلے اللہ دوسروں کو لے آئیگا۔	۳۲۶
۴۱۷	۸	اعراف	۳۰	ایک گروہ ہدایت یافتہ اور ایک پر گمراہی ثابت ہوگئی۔	۳۲۷
۴۱۸	۸	اعراف	۳	اللہ کیطرف سے جو نازل کیا گیا اسکی پیروی کرو اُن کو چھوڑ کر دوسروں کی پیروی نہ کرو۔	۳۲۷
۴۱۹	۳	البقرۃ	۲۵۶	طاغوتؔ کی پیروی کفر ہے۔	۳۲۸
۴۲۰	۹	اعراف	۱۷۳ اور ۱۷۴	ابطالِ حق کرنے والے ہلاک ہونگے۔	۳۲۸
۴۲۱	۲۹	دھر	۲۹	قرآن سراسر نصیحت ہے۔	۳۲۸
۴۲۲	۳	البقرۃ	۲۵۵	شفاعت کا حق اور علم لدنی جسکو اللہ چاہتا ہے عطا کرتا ہے	۳۲۹
۴۲۳	۱۶	مریم	۸۷	شفاعت بالملکیت کا حق محمدؐ و آلِ محمدؐ کو حاصل ہے۔	۳۲۹
۴۲۴	۱۶	طٰہٰ	۱۰۹	شفاعت بالاذن مومنین صالحین کو حاصل ہوگا۔	۳۳۰
۴۲۵	۲۲	سبا	۲۳	جسکو اجازت ملے گی وہ سفارش کریگا۔	۳۳۰

نمبر شمار	پارہ	سورہ	آیت	مضمون	صفحہ
۴۲۶	۲۱	احزاب	۶	محمدؐ و آلِ محمدؐ مومنوں پر انکی اپنی جانوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں	۳۳۰
۴۲۷	۵	النساء	۶۴	جبتک رسولؐ مغفرت کی دعا نہیں کرینگے انکی دعا قبول نہیں ہوگی	۳۳۰
۴۲۸	۵	النساء	۱۱۸	انسان پر شیطان کا بھی شرع کا ایک حصہ ہے اور نبیؐ کا تین حصہ ہے	۳۳۰
۴۲۹	۱۵	بنی اسرائیل	۶۴	شیطانؑ مال اور اولاد میں شریک ہے۔	۳۳۰
۴۳۰	۱۷	انبیاء	۲۸	جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور اللہ نے انکو پسند کیا ہے انکو سفارش	۳۳۱
"	"	"	"	کی اجازت ہوگی۔	۳۳۱
۴۳۱	۱۹	الشعراء	۱۰۱ تا ۹۱	گنہگاروں کی پیروی نہیں کرنی چاہیئے وہ گمراہ کرتے ہیں انکو سفارش کی اجازت نہ ہوگی	۳۳۱
۴۳۲	۱۱	یونسؑ	۳	اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں ہوسکتا۔	۳۳۱
۴۳۳	۸	اعراف	۳	اللہ کیطرف سے جو نازل کیا گیا ہے اسکی پیروی کرو دوسروں کی نہیں	۳۳۴
۴۳۴	۱۷	الحج	۹ و ۸	جاہل جو بغیر علم کے خدا کے بارے میں تکرار کرتے ہیں اور خدا کی راہ	۳۳۵
"	"	"	"	سے گمراہ کرتے ہیں۔	
۴۳۵	۲۰	قصص	۶۹ تا ۶۸	امام کے انتخاب کا اختیار صرف اللہ کو ہے۔	۳۳۵
۴۳۶	۲۶	حجرات	۱۴	ایمان نہیں لائے ہو اسلام لائے ہو۔	۳۳۶
۴۳۷	۲۶	حجرات	۱۷	منافق اسلام لانے کا احسان جتلاتے تھے	۳۳۶
۴۳۸	۱۴	نحل	۹۱	عہد پختہ ہونے کے بعد توڑنے والے۔	۳۳۷
۴۳۹	۲۳	صٰفّٰت	۱۰۲ تا ۱۰۷	ذبحِ عظیم۔	۳۳۸
۴۴۰	۱۸	مومنون	۷۱	حق دوسروں کی خواہشات کی پیروی نہیں کرتا ہے	۳۳۹
۴۴۱	۱۷	الحج	۷۸	محمدؐ و آلِ محمدؐ کو جہاد کا حکم جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے	۳۴۰
۴۴۲	۲۰	القصص	۵	امام اللہ تعالیٰ بناتا ہے اور انہی کو وارث بھی فرماتا ہے	۳۴۲
۴۴۳	۱۵	کہف	۲۱	اللہ اپنے منتخب بندوں کے مقبروں کو عبادت گاہ میں تبدیل کر دیتا ہے	۳۴۳
۴۴۴	۳۰	الفجر	۲۷ تا ۳۰	اللہ اس سے راضی ہوگا جو اللہ کے خاص بندوں میں شامل ہوگا۔	۳۴۴
۴۴۵	۱۳	ابراہیم	۵	اللہ تعالیٰ کے وہ ایام جن میں بڑے بڑے صابروں اور شاکروں	۳۴۵
				کے لئے نشانیاں ہیں۔	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر محمد حسن رضوی

"شہادۃ العلامۃ معادلۃ دکتورا" من علماء الازہر

۳۳-سی، رضویہ سوسائٹی کراچی ۱۸-پاکستان - فون ۶۲۱۶۴۲

مترجم وشارح:
قرآن مبین (اردو، مطبوعہ پاکستان)
اصول کافی (انگریزی، مطبوعہ تہران و پاکستان)

ڈپٹی ڈائرکٹر:
اسلامک کلچر اینڈ ریسرچ انسٹیٹیوٹ
(خراسان اسلامک ریسرچ سنٹر)
شاہراہ پاکستان

صدر شعبۂ تصنیف وتالیف:
امام حسینؑ فاؤنڈیشن

پروفیسر:
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی

DR. S. M. HASAN RIZVI
33 - C, Rizvia Society, Karachi (Pakistan)
Tel : 62 16 42 - 62 57 04 - 67 72 26

محترم مکرم، سیّد علی رہبر رضوی صاحب ایڈوکیٹ نے قرآنی مضامین پر نہایت جامع، دلچسپ، فکرافزا کام نہایت عرق ریزی سے کیا ہے۔ قرآنی مضامین پر گہری نگاہ رکھتے ہیں، اور عمیق فکر انگیز دلچسپ اور سبق آموز نتائج اخذ کرتے ہیں۔

قرآن فہمی کے لئے یہ کتاب نہایت مؤثر ثابت ہوگی۔ انشاء اللہ

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، معرفت خدا، رسولؐ اور امامؑ کا حق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ دلی دعا ہے کہ خدا قبول فرمائے ؎

گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ دعا گو

ڈاکٹر محمد حسن رضوی

AFTAB ALI KHAN
M.A., Economics,
M.A., Pol. Science,
M.A., English,
D.C. L.S.P., D.A.L.R.,
LL. B., (Pb)
Advocate & Legal Consultant

حرف آغاز

"قرآن اور صراط مستقیم" کے عنوان سے محترم جناب سید علی رہبر رضوی ایڈووکیٹ کی تالیف کردہ علمی کاوش کافی عرصہ میرے زیر مطالعہ رہی۔ فاضل مؤلف نے ایک ایسے موضوع پر قلم اٹھایا ہے جو بے پناہ وسعت اور ہمہ گیری کا حامل ہے۔ اس تالیف کو فاضل مؤلف نے اپنی انتھک محنت اور جہد مسلسل سے ایک تحقیقی مقالہ کا رنگ دے دیا ہے۔ اپنے مؤقف کی تائید میں قرآن مجید اور احادیث شریف سے مستند حوالہ جات دیئے گئے ہیں۔ مناظرانہ اور مجادلانہ طرز تحریر سے حتی الوسع اجتناب کیا گیا ہے۔ موضوع پر علمی نقطہ نظر سے بحث کی گئی ہے۔ فقہی طرز فکر سے گریز کرتے ہوئے محض محققانہ انداز فکر سے گفتگو کی گئی ہے۔ عامۃ المسلمین مذکورہ تالیف سے طمانیت حاصل کر سکتے ہیں جب کہ اصحاب فکر و نظر کے لئے مذکورہ کتاب میں غور و فکر کا وافر ذخیرہ موجود ہے۔

فاضل مؤلف نے سلیس اور دلچسپ پیرائے میں اپنا نقطہ نظر منطق اور دلائل سے واضح کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ کتاب ایک مسلسل انداز میں تحریر کی گئی ہے اس لئے ابواب اور اشاریہ کا خیال نہیں رکھا گیا ہے بہتر ہوگا کہ علمی نقطہ نظر سے تحقیق کرنے والے اصحاب کے لئے آئندہ ایڈیشن میں ابواب اور اشاریہ جات کے اندراج کا اہتمام کر دیا جائے۔ اس سے عام قاری بھی مستفید ہوگا۔ فاضل مؤلف کی یہ اولین علمی کاوش مستحسن ہے۔ توقع ہے کہ دینی اور علمی حلقوں میں اس کوشش کو پذیرائی حاصل ہوگی۔ میری محتاط رائے میں مذکورہ تالیف دینی اور علمی مطبوعات میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔

آفتاب علی خان

کراچی۔

عزیز القدر برادرم سیّد علی رہبر صاحب

مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۹۶ء مطابق ۲۸ جمادی الآخر بروز سہ شنبہ بوقت ۱۲ ساعت

السّلام علیکم۔

خدا کرے کہ بہ تصدق پنجتن پاک و چہاردہ معصومین علیہم السّلام آپ معہ متعلقین بخیر و عافیت ہوں۔

آپ نے حسب وعدہ "صراطِ مستقیم" کا نسخہ روانہ کیا جس کا تہہ دل سے شکریہ، آج ہی صبح دس بجے برادرم علی طاہر صاحب نے قرآن و صراطِ مستقیم کا مسودہ بھجوایا اور دینے والے نے مجھ سے پیشگی وعدہ بھی لے لیا کہ اتوار کو پڑھکر واپس دیدیا جائیگا، اور میں نے کتاب مذکور کو لیتے ہی پڑھنا شروع کر دیا۔ پیش لفظ بھی آپ نے بہت سادہ اور صاف گوئی سے لکھا ہے۔ جس سے آپکی بیباکی اور صاف گوئی کا پتہ چلتا ہے۔ بہرحال پیش لفظ کے بعد میں نے کتابِ مذکور کا انڈکس پڑھا تو یقین مانیے، کہ میں ورطۂ حیرت میں پڑ گیا۔ کہ آپکی محنت، کاوش، جستجو، لگن، علم کی جتنی بھی تعریف کی جائے وہ بھی ناقابلِ بیان ہے۔ مجھے سخت تعجب ہے کہ آپ اپنا پیشہ اور کفالت کی ذمہ داری اور پھر عزیز و اقارب کی خوشی و غم میں شرکت کے باوجود آپکو فرصت کیسے ہوئی کہ پورے کلام پاک کی آیتوں کو پڑھکر انہی متعلقہ آیتوں کے حوالہ جات، آیت نمبر پارہ نمبر، علماء کرام (یعنی اہلِ تسنن و اہلِ تشیع) کے ترجمہ و تفسیر کے ساتھ بیان کرنا۔ تائیدِ غیبی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

خدا بہتر جانتا ہے کہ اس سے پہلے ایسی کتاب میری نظر سے نہیں گذری۔ اور مجھ جیسے کم علم شخص کیلئے تو ایسی کتاب کبھی لکھی ہی نہیں گئی۔ یعنی آپ کی محنت سے یہ نتیجہ نکلا کہ کسی ذاکر کو پریشانی کی نوبت نہیں آسکتی۔ یعنی ذاکر انڈکس سے آیت نمبر، پارہ نمبر معلوم کر کے ایک مجلس باآسانی پڑھ سکتا ہے۔ جیسے مناظرہ، فضائل، اور مجالس کی کئی کتابیں لکھی گئیں فرض کیجئے مجالس کی ایک کتاب ہے تو اسمیں دس یا بیس مجالس ضرور ہونگی لیکن اسمیں یہ تفصیل نہیں ہوتی۔ بلکہ صرف اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سے شروع ہو جاتی ہے لیکن پھر بھی معاملہ تشنہ طلب رہتا ہے کہ یہ آیت جو ذاکر نے پڑھی وہ کونسے پارہ میں اور آیت نمبر کیا ہے۔ آپ یقین جانیے کہ میں نے ایک دفعہ اختتام مجلس پھر ذاکر سے پوچھا کہ جناب مجلس تو بہت اچھی پڑھی۔ براہِ کرم مولانا صاحب یہ بتلائیے کہ یہ آیت کونسے پارہ میں ہے تو اس عالم نے مجھے جواب دیا کہ جعفری صاحب اس وقت یاد نہیں ہے پھر کبھی بتلاؤنگا۔ مطلب یہ کہ اب جعفری صاحب سے ملاقات ہوگی بھی تو یہ بات بھول چکے ہونگے لیکن آپ نے تو کمال کر دیا کہ انڈکس سے کوئی آیت باآسانی کلام سے نکالیں اور اس پر مجلس پڑھی جا سکتی ہے۔ علماء بیان کرتے ہیں کہ پورے کلام پاک میں ۱۱۴ سورتیں اور کئی ہزار آیتیں ہیں۔ اور ان میں سے آپنے ۵۴۲ آیاتِ واقعی بدلی کا ترجمہ اور مختصر تفسیر بھی کر دی۔ مجھ پر تو یہ مثال کا مطلب پوری طرح سمجھ میں آگیا کہ خط کا پتہ دیکھکر ہی مضمون کا پتہ چل گیا۔۔

واقعی آپکی اس جانفشانی، اور اہلِ بیتؑ سے مودّت کا پتہ ملتا ہے۔ پروردگار عالم بہ تصدق پنجتن پاکؑ و چہاردہ معصومین علیہم السّلام کے آپکو دین و دنیا میں سرخرو کرے۔ اور آپکو آل و اولاد کی خوشیاں دیکھنی نصیب کرے۔ آمین۔

فقط احقر العباد

والمعاصی، سیّد حمید علی جعفری ..... ۱۲۷ - C بلاک نمبر ۶ فیڈرل بی ایریا۔ کراچی
Ph:No: 682908

جمعیت برادرانِ اہلسنّت پاکستان

۲۶- الآمنہ پلازہ - ایم - اے - جناح روڈ - کراچی

تاریخ : ____________

Moulana
Shah Ferozuddin Rehmani (M.A)

Ph.Res :7781470

President : Alami-Ittahad-e-Umat Mission Pakistan
President : Jamiat Ulama-e-Millat-Pakistan
Chief : Jamiat Bradran-e-Ahaleysunnat Pakistan
Founder : Madrasa Taleem-ul-Quran Rehmania Karachi

(1) Residence:-D-2/3 F.C.Area, Karachi. T&T Flats
(2) Residence:-sec,2-D, H.No.200 Nizami Road, Jacob Line, Karachi.

Imam-e-Khateeb:- Markazi Jama Masjid Gous-ul-Azam Dastagir Karachi. 5-B-3-ST-20 North Karachi.

محترم ومکرم !

سید علی رہبر رضوی صاحب ایڈووکیٹ نے قرآن کریم و فرقان حمید کے قرآنی مضامین پر بہتر طور پر علمی اور معلوماتی کام کیا ہے اور بڑی فصاحت و بلاغت کے ساتھ پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے - قرآن کریم کے مضامین پر بڑی عمیق نظر رکھتے ہیں اور ہنایت موثر پیرائے میں بیان کیا گیا ہے - دل چسپ انداز فکر اختیار کیا گیا ہے اور قرآن فہمی یا قرآن کریم کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے یہ کتاب موثر ہو سکتی ہے - اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کو پہنچانے کے لئے یہ کتاب بہتر ثابت ہوگی -

اللہ تعالی ہمیں قرآنی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے اور آخرت میں ہمارے لئے ذریعہ نجات بنائے - آمین ثم آمین

شاہ فیروزالدین رحمانی

Shah Ferozuddin Rehmani

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ

منجانب: حسن مہدی بقاؔ۔۔
صدرالافاضل واعظ۔۔ محلہ مصطفےٰ آباد،
پوسٹ ٹکپور جلال پور۔ ضلع فیض آباد
یو۔ پی

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ وَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْر

مکرمی محترمی

عالیجناب مستطاب السید علی رہبر رضوی صاحب دامت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ۔ مزاجِ اقدس؟

پس از ابلاغ سلام واکرام معروض آنکہ اقل الانام مثل سابق امسال بھی ماہِ رمضان المبارک میں برائے تبلیغ موضع جمو تیا ساداتؔ میں وارد ہوا، عندالملاقات سید کلب مہدی رضوی منّن سلّمہٗ نے آپکی تالیف کردہ زیر طباعت کتاب "قرآن اور صراطِ مستقیم" دکھائی، دل باغ باغ ہوگیا خوشیوں کی انتہا نہ رہی۔ بصد خلوص بیساختہ زبان پر جملہ آیا کہ خداوند کریم بطفیلِ محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السلام آپکو مع متعلقین تمام آفات وبلیاتِ ارضی وسماوی اور شر اعداء سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

معروفیت کے باوجود کتبِ تواریخ وتفاسیرِ عامّہ وخاصہ کا شب وروز مطالعہ کرکے مضامین اخذ کرنا اور موضوعِ کتاب سے متعلق سلسلہ وار قرآنی آیات، اور احادیث وروایت کا تلاش کرنا۔ اور مختلف مترجمِ قرآن سے ترجمہ لکھنا یقیناً قابلِ تعریف وتحسین، اور لائق صد آفرین ہے۔ وَمَنْ طَلَبَ الْعُلٰی سَہِرَ اللَّیَالِی

بلاشبہ یہ کتاب راہِ حق تلاش کرنے والوں کیلئے مشعلِ راہ ہدایت اور برائے مقررین صراطِ مستقیم سے متعلق آیات کیلئے مع ترجمہ مکمل تخریج الآیات وغیرہ آپ کیلئے موجبِ اجرِ جزیل وثوابِ جمیل اور باقیات الصالحات ہے

آپکی یہ حق نما کتاب اربابِ ایمان کے واسطے روحانی غذا اور قلبی سرور وانبساط کا سامان، اور آپکے خلوص ومحبت اور جذبہ ایمانی کی آئینہ دار ہے۔ جو شخص بھی اس کتاب کا مطالعہ کریگا انشاءاللّٰہ اسکو بہر حال کلمہ پڑھنا پڑیگا کہ، رسولؐ کے بعد رسولؐ کی طرح علی علیہ السلام رہبر ہیں۔ یہی خدا ورسولؐ کا فرمان اور یہی قرآن کا اعلان الحمدللّٰہ یہ اپنا عقیدہ وایمان۔ صراطِ علیٍّ حقٌّ نمسکہٗ۔

اس بات کا مجھے بیحد احساس ہے کہ ۲۵ ماہِ رمضان المبارک کا لکھا ہوا خط تاخیر کیساتھ ماہِ شوال میں جا رہا ہے۔ حسینؑ آباد کے مؤمنین کرام اور تمام پرسانِ حال حضرات کی خدمتِ بابرکت میں مجھ حقیر پُر تقصیر کا سلام عرض کیجیے۔ دعاؤں میں یاد رکھنے کی گزارش ہے

اگر فرصت ملجائے تو اپنے حالات سے بذریعہ خط مطلع فرمائیں۔ فقط والسلام

طالبِ دعا حسن مہدی بقاؔ واعظ

۱۳ ماہ شوال المکرم ۱۴۱۲ھ

تقریظ صداقت نشان خطیط

خطیب آلِ عبا سید ناصر عباس زیدی ممتاز الافاضل .... کراچی

الحمد للہ الذی من علینا بمحمد نبیہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

اما بعد ۔ کون انسان ہے جو یہ خواہش و تمنا نہ رکھتا ہو کہ وہ دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی حاصل کرے۔ لیکن ہر ایک کے نزدیک کامیابی کا معیار مختلف ہے اسلئے اگر صحیح بات اور سیدھا راستہ معلوم کرنا ہے تو پھر رجوع الی الحق کرنا پڑیگا جس نے پیدا کیا ہے وہی بتلائے گا کہ حق کیا ہے، باطل کیا ہے، صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے۔ اور یہی مقصودِ باری تعالیٰ بھی ہے۔ اسی لئے بار بار دعا کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین، صراط مستقیم دکھلا۔ یا صراط مستقیم پر باقی رکھ۔ یہ صراط مستقیم ہے کیا۔ اسکی وضاحت یوں کی گئی کہ صراط مستقیم ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر خدائے لایزال نے اپنی لازوال اور باکمال نعمتیں نازل فرمائیں البتہ جو مغضوب و ضال ہیں انکا اس راستے سے کوئی تعلق نہیں چنانچہ یہ ضروری ہوا کہ ہم ان ذوات مقدسہ کو تلاش کریں جن پر نعمتیں نازل کی گئیں تاکہ انکی پیروی کرتے ہوئے صراط مستقیم پر گامزن رہیں اور انکا بھی پتہ لگائیں کہ کون مغضوب اور گمراہ ہیں تاکہ ایسے لوگوں سے دور رہیں اور انکی پیروی سے بچیں جنکا صراط مستقیم سے نہ کوئی رابطہ ہے نہ واسطہ۔

خالقِ کائنات نے قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر دونوں گروہوں کی نشاندہی فرمادی تاکہ منعم علیہم کو بھی پہچان لیں اور مغضوب و گمراہ کو بھی جان لیں منعم علیہم کو انکے اتباع کیلئے مغضوب و ضال کو اجتناب کیلئے۔ اور یوں صراطِ مستقیم کی تعریف کو جامع و مانع قرار دیا گیا۔

محقق اشہر جناب سید علی رہبر رضوی صاحب ایڈوکیٹ نے کمالِ مہارت، محنت شاقہ اور دقتِ نظر کے ساتھ ایسی ہی آیاتِ قرآنی کو یکجا کرنے کی سعیِ جمیل فرمائی ہے، تاکہ متلاشیِ حق کیلئے رہنمائی و رہبری ہوسکے۔

مولفِ گرامی کی یہ گرانقدر تالیف "قرآن و صراط مستقیم" یقیناً اہلِ علم حضرات اور جویانِ حق کیلئے ایک عظیم تحقیقی سرمایہ ثابت ہوگی۔ پارہ ہائے فرقان۔ سورہ ہائے قرآن اور آیات کے نشانات کی واضح نشاندہی کی گئی ہے خداوندِ عالم متعال ہم سبکو صراطِ مستقیم پر بحق محمد و آلِ محمد قائم و دائم رکھے۔ آمین،

فقط

مولانا سید ناصر عباس زیدی .... کراچی

۲۴ دسمبر ۱۹۹۱ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ اللَّعِیْنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَنَبِیِّنَا وَحَبِیْبِ قُلُوْبِنَا وَشَفِیْعِ ذُنُوْبِنَا وَطَبِیْبِ نُفُوْسِنَا وَسَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہِ الطَّاہِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ وَلَعْنَتُ اللّٰہِ عَلٰی اَعْدَائِہِمْ اَجْمَعِیْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ کِتَابِہِ الْمُبِیْنِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"پوچھ کوئی ہے تمہارے شریکوں میں؟ جو راہ بتائے صحیح اس کو چاہیے ماننا یا جو آپ نہ پاوے راہ مگر جب کوئی بتادے۔ سو کیا ہوا ہے تم کو کیسا انصاف کرتے ہو۔ اور وہ اکثر چلتے ہیں اٹکل پر، اٹکل کام نہیں کرتی صحیح بات میں کچھ۔ اللہ کو معلوم ہے جو کام کرتے ہیں" (پ ۱۱ یونس آیت ۳۵، ۳۶)۔ یہ ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کا ہے۔ انہوں نے ان آیات کی کوئی تفسیر بیان نہیں کی ہے۔ "تم کہہ دو کہ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو حق کی طرف رہبری کرے۔ تم کہہ دو کہ اللہ حق کی طرف رہبری کرتا ہے۔ پھر کیا وہ شخص جو حق کی طرف رہبری کرتا ہے زیادہ حقدار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ یا وہ جو راہ نہیں پاتا ہے سوائے اسکے کہ اُسے راہ دکھلائی جائے۔ پھر تمہیں کیا ہوگیا ہے تم کیسا فیصلہ کرتے ہو۔ اور انمیں اکثر پیروی نہیں کرتے مگر ظن کی۔ یقیناً ظن حق کے مقابلے میں کچھ بھی کفایت نہیں کرتا۔ بیشک اللہ تعالیٰ اسے خوب جاننے والا ہے جو کچھ کہ وہ کرتے ہیں" (پ ۱۱ یونس آیت ۳۵، ۳۶) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔

مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے جو حق کی رہبری کر سکتے ہیں اور جو حق کی رہبری نہیں کر سکتے ہیں ان کی نشاندہی کردی ہے۔ اور ان سے مندرجہ ذیل حقائق کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ اور وہ اشخاص حق کی طرف رہبری کرنے والے ہیں جنکو اللہ نے لوگوں کی ہدایت کیلئے پیدا کیا ہے اور وہ انبیاء اور آئمہ علیہم السلام ہیں، اور اگر ان کا شریک کسی کو بنا لیا!

جائے۔ تو وہ یقیناً حق کی طرف رہبری نہیں کر سکتے ہیں۔ چاہے وہ اللہ تعالیٰ کا شریک ہو یا نبیؐ اور امام کا شریک ہو۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے جنکو حق کی طرف رہبری کرنے کیلئے پیدا کیا ہے۔ وہ حقدار ہیں کہ ان کی پیروی کی جائے۔ کیونکہ یہی اللہ تعالیٰ کے نعمت والے اور مخلص بندے ہیں جنکے راستے کو اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم فرمایا ہے۔ اگر کوئی دل سے صراطِ مستقیم کی تلاش میں ہے تو پھر اسکو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے نعمت والے اور مخلص بندوں کو پہچاننے کی کوشش کرے، صرف نماز میں زبانی یہ دعا نہ کرتے رہیں، ورنہ صراطِ مستقیم نہ ملی ہے اور نہ ملے گی۔

(۳) اللہ تعالیٰ تعجب کا اظہار کرتا ہے کہ اکثر لوگ ایسوں کی پیروی کرتے ہیں، جو خود راہ نہیں پاتا ہے جب تک کہ اسکو راہ نہ دکھائی جائے۔ لہٰذا وہ ہرگز ہرگز حقدار نہیں ہے کہ اسکی پیروی کیجائے۔ اللہ تعالیٰ افسوس کرتا ہے کہ تم کو یہ کیا ہوگیا ہے یہ تمہارا فیصلہ کتنا غلط ہے کہ جو حقدار ہے اسکی پیروی کیجائے اسکو چھوڑ کر ایسوں کی پیروی کرتے ہو جو خود رہنمائی چاہتے ہیں۔ اور انکے شریکوں نے خود کہدیا کہ اگر میں غلط راستے پر چلوں تو تم لوگ میری رہنمائی کرنا۔ جو خود رہنمائی کا محتاج ہو۔ وہ حق کیطرف کیا خاک رہبری کریگا۔ اور ایک نے تو یہاں تک کہدیا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا۔ اس کو شرک نہیں کہا جاتا ہے۔ ویسے یا رسولؐ اور یا علیؑ مدد کہنا شرک گردانا جاتا ہے۔ حالانکہ یا رسولؐ اللہ اور یا علیؑ کہنا شرک نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ انکو بھی ہمارا ولی بنایا ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ جو پیروی کرنے کا حقدار ہے اسکو چھوڑ کر غیر حقدار کی پیروی کیوں کرتے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ اس سوال کا جواب خود فرماتا ہے: کہ غیر حقدار کی پیروی اس وجہ سے کرتے ہیں، کیونکہ یہ اپنے قیاس یعنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، اور قیاس کرنے والے حق کی پیروی نہیں کر سکتے ہیں حالانکہ گمان حق کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں آتا لیکن حق دنیا اور عقبیٰ دونوں میں کام آتا ہے۔ ارشاد ربّ العزت ہوتا ہے؛ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ہم دنیا میں جیسے تمہارے ولی اور سرپرست ہیں آخرت میں بھی اسی طرح تمہارے ولی اور سرپرست ہونگے۔ یہ اولیاءُ اللہ وہ ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے انسانی ہدایت اور رہنمائی کیلئے بنایا ہے۔ حالانکہ گمان کرنے سے کوئی فایدہ انکو نہیں پہنچ سکتا ہے، گویا یہ لوگ ابلیسؑ کے پیروکار ہوتے جو لوگ اپنے گمان اور قیاس کی پیروی کرتے ہیں کیونکہ سب سے پہلا قیاس کرنے والا ابلیس ہی ہے

ابلیسؑ کہتا ہے کہ میں آدمؑ سے بہتر ہوں تونے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے۔ اور آدمؑ کو مٹی سے بنایا ہے" (پ۸ اعراف آیت۱۲) یہ ابلیس نے اپنے قیاس ہی سے تو کہا۔ اور اسی ابلیسؑ کی پیروی میں لوگ اپنی ذات سے نبی کی ذات کو تشبیہ دیتے ہیں۔ مسلمان کو خاص طور پر اپنے قیاس اور خواہشات کی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔ ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی اطاعت اور پیروی کرنا لازم ہے اللہ تعالیٰ کے احکام میں شک و شبہ پیدا کرنے کی ذرہ برابر بھی گنجائش نہیں ہے۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات سے انحراف کیا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی۔ انکے بارے میں ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "بھلا دیکھ تو! جس نے ٹھہرایا اپنا حاکم اپنی چاؤ کو اور راہ سے کھویا اسکو اللہ نے جانتا بوجھتا اور مہر کی اُسکے کان پر اور دل پر اور ڈالی اُسکی آنکھ پر اندھیری۔ پھر کون راہ پر لاوے اس کو اللہ کے سوا؟ کیا تم سوچ نہیں کرتے؟" (پ۲۵ الجاثیہ آیت ۲۳) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبد القادر محدث دہلوی کا ہے آپ نے اس آیت کی تفسیر نہیں کی۔ "بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے۔ اور باوجود جاننے بوجھنے کے گمراہ ہو رہا ہے تو خدا نے بھی اسکو گمراہ کر دیا اور اسکے کانوں اور دل پر مہر لگا دی اور اسکی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اب خدا کے سوا اسکو کون راہ پر لا سکتا ہے بھلا تم کیوں نصیحت نہیں پکڑتے؟" (پ۲۵ الجاثیہ آیت ۲۳) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خان جالندھری صاحب کا ہے آپ نے تفسیر بیان کی ہے"(۱) یعنی جس چیز کو چاہا اسکو اپنا خدا بنا لیا" "بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرالیا۔ اور خدا نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا۔ اور اسکے کان اور دل پر مہر لگا دی اور اسکی آنکھوں پر پردہ ڈالا۔ تو اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے تو کیا تم دھیان نہیں کرتے" (پ۲۵ الجاثیہ آیت ۲۳) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ہے آپنے تفسیر بیان فرمائی ہے (۱) اور اپنی خواہش کا تابع ہو گیا جسے نفس نے چاہا پوجنے لگا۔ مشرکین کا یہی حال تھا کہ وہ پتھر اور سونے چاندی وغیرہ کو پوجتے تھے۔ جب کوئی پتھر انہیں پہلی سے اچھی معلوم ہوتی تھی تو پہلی کو توڑ دیتے پھینک دیتے دوسری کو پوجنے لگتے۔ (لیکن اس آیۂ مجیدہ میں اللہ تعالیٰ مشرکوں کو نہیں کہہ رہا ہے بلکہ ہر اس شخص کے بارے میں کہہ رہا ہے جو اپنی خواہشاتِ نفسانی کے مطابق عمل کرتے ہیں گویا وہ اپنی خواہشات کے پجاری ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر نہیں چلتے ہیں اور خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا) (۲) کہ اس گمراہ نے حق کو جان پہچان کر بے راہی اختیار کی مفسرین نے اس کے یہ معنی بھی بیان کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسکے انجام کار اور اسکے شقی ہونے کو جانتے ہوئے اسے گمراہ رکھا یعنی اللہ تعالیٰ پہلے سے

جانتا تھا کہ یہ اپنے اختیار سے راہِ حق سے منحرف ہوگا۔ اور گمراہی اختیار کریگا۔ (۳) تو اس نے ہدایت و موعظت کو نہ سنا اور نہ سمجھا اور راہِ حق کو نہ دیکھا۔ "اے رسولؐ! کیا تو نے اسکو دیکھا جسنے اپنی خواہش کو معبود اختیار کر لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے علم کی بناء پر اس پر گمراہی کا حکم لگا دیا۔ اور اس کے کان اور دل پر نشان لگا دیا۔ اور اُسکی آنکھ پر پردہ رہنے دیا۔ پس اللہ تعالیٰ کے بعد اُسے کون ہدایت کریگا۔ پس کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے (پ الجاثیۃ آیۃ ۲۳) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔

مولانا صاحبان کے ترجمے تقریباً ایک جیسے ہیں اور ان سے یہ بات واضح ہوگئی چونکہ اکثر نے اپنی خواہشات کی پیروی کی تھی اور آج بھی کرتے ہیں، اور حق جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اسکو چھوڑ کر گمراہ ہوگئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر نہ چلنا شرک کے مترادف ہے تب ہی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ انہوں نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی کو خود گمراہ نہیں بناتا ہے۔ بلکہ جب کوئی اپنی گمراہی میں اتنا پختہ ہو جاتا ہے کہ وہ گمراہی کو چھوڑ ہی نہیں سکتا ہے تو پھر ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ہم نے اُسکے کان اور دل پر مُہر لگا دی اور اسکی آنکھ پر پردہ رہنے دیا چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ وہ گمراہی کو چھوڑ کر ہدایت اختیار ہی نہیں کریگا اسلئے یہ کہنا کہ "خیر اور شر" اللہ کی طرف سے ہے، یہ عقیدہ قرآنِ مجید کی رو سے بالکل باطل ہے۔ یہ ابلیس کی پیروی ہے کیونکہ ابلیس نے اپنی غلطی پر پشیمان ہونے کے بجائے اللہ تعالیٰ پر اتہام لگا دیا کہ تو نے مجھ کو گمراہ کیا۔ لہٰذا میں بھی تیرے بندوں کو گمراہ کروں گا سوائے اُنکے جو تیرے مخلص بندے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُنہی کا راستہ صراطِ مستقیم ہے۔ گویا جس نے بھی اللہ تعالیٰ کے نعمت والے اور مخلص بندوں کی اطاعت و پیروی چھوڑ کر اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کی وہ گمراہی کے گڑھے میں جا پڑا۔ اور وہ صراطِ مستقیم سے دور جا پڑا۔ اسی لئے ارشاد خداوندِ عالم ہوتا ہے۔ "اور بیشک ابلیس نے اپنا گمان سچ کر دکھایا۔ تو وہ اس کے پیچھے ہولئے۔ مگر ایک گروہ کہ مسلمان تھا اور شیطان کا ان پر قابو نہ تھا مگر اسلئے کہ ہم دکھا دیں کہ کون آخرت پر ایمان لاتا ہے۔ اور کون اس سے شک میں ہے۔ اور تمہارا رب ہر چیز پر نگہبان ہے" (پ سبا آیۃ ۲۰) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب کا ہے۔ آپ اس آیت کی تفسیر فرماتے ہیں،"

(۱) یعنی ابلیس نے جو گمان کیا تھا کہ بنی آدم کو وہ شہوت و حرص اور غضب کے ذریعہ گمراہ کردیگا یہ گمان اس نے اہلِ سبا پر بلکہ تمام کافروں پر سچا کر دکھایا کہ وہ اس کے متبع ہوگئے۔ اور اس کی اطاعت کرنے لگے۔ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا کہ شیطان نے نہ کسی پر تلوار کھینچی نہ کسی پر

کوڑے مارے۔ جھوٹے وعدوں اور باطل امیدوں سے اہلِ باطل کو گمراہ کر دیا) کیا مسلمانوں پر ابلیس کا زور نہیں چلا؟ بالکل چلا! اور فرقوں میں بٹنا اس کا بیّن ثبوت ہے)

(۲) وہ گروہ جو مسلمان ہے انہوں نے اسکا اتباع نہ کیا۔ انکے حق میں بھی اسکا گمان پورا ہوا "

اور یقیناً ان پر ابلیس نے اپنا گمان سچ کر دکھایا۔ پس سوائے مومنوں کے ایک گروہ کے سب نے اسکی پیروی کی اور اس کا ان پر کوئی زور نہ تھا سوائے اسلئے کہ ہم اسکو جو آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس سے پرکھ لیں جو اس کے بارے میں شک میں پڑا ہے۔ اور تیرا پروردگار ہر ایک چیز پر پورا پورا نگہبان ہے" (پ سبا آیت ۲۰) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے "مولانا صاحبان کے ترجموں کو غور سے پڑھا جائے تو تقریباً ایک ہی جیسا مطلب نکلتا ہے اور مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں "

(۱) ابلیس نے اپنا گمان سچ کر دکھایا کہ سب نے ابلیس کی پیروی کرلی سوائے مومنوں کے ایک گروہ کے لہٰذا مسلمانوں کو تہتر فرقوں میں تقسیم کرنے والا ابلیس ہی تو ہوا۔ تو ایک گروہ ناجی باقی ناری ہونگے تو معلوم ہوا ناجی گروہ پر ابلیس کا زور نہیں چلا۔

(۲) کثرت نے ابلیس کی پیروی کی اور اسکی وجہ بھی اللہ تبارک و تعالیٰ یہ بتلا رہا ہے کہ وہ لوگ آخرت کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں، اور مومنوں کا گروہ جس نے ابلیس کی پیروی نہیں کی ان مومنین پر ابلیس کا کوئی زور نہ چلا تو اسکی بھی وجہ اللہ تعالیٰ نے بتلادی کہ وہ آخرت کے دن پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں۔ جسکی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور روزِ قیامت کا خوف رکھتے ہیں "

(۳) جو لوگ آخرت کے بارے میں شک میں پڑے رہے وہ ابلیس کی پیروی کرکے خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ جو پیروی کرنے کے حقدار تھے اُن سے بھٹک گئے "

(۴) مومنوں کے گروہ کا چونکہ آخرت پر پورا ایمان ہے اسلئے ان مومنوں نے ابلیس کے پیروکاروں کی پیروی چھوڑ کر انکی پیروی کی جو زیادہ حقدار تھے کہ انکی پیروی کی جائے جنکو اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت اور رہنمائی کیلئے بھیجا ہی تھا۔ وہ راہِ حق کی طرف رہبری اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں۔ ان مومنین کے بارے میں ارشادِ ربِّ العزت ہوتا ہے "ایمان والے وہ ہیں جو یقین لائے اللہ پر اور اُسکے رسولؐ پر پھر شبہ نہ لائے اور لڑائی کی اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے۔ وہ جو ہیں وہی سچے ہیں " (پ الحجرات آیت ۱۵)

یہ ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کا ہے "ماسوا اس کے نہیں کہ مومن وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسولؐ پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک نہ کیا اور انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا یہی لوگ سچے ہیں" (پ الحجرات آیت ۱۵) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب

کا ہے۔ مذکورہ بالا آیت سے مندرجہ ذیل حقائق کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) مومن صرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ اور رسولؐ پر ایمان لانے کے بعد اللہ اور رسولؐ کی کسی بات میں شک نہیں کیا، اللہ اور رسولؐ کے ہر حکم پر ایمان لائے اور اپنی جان اور مال سے راہِ خدا میں جہاد کیا۔ اور انہیں کو اللہ تعالیٰ سچے مومن فرماتا ہے۔ منافق ہمیشہ شک و شبہ میں پڑے رہے ہیں۔

(۲) جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد شک کیا۔ تو انہوں نے راہِ حق میں جہاد نہیں کیا۔ اور جہاد سے منہ پھیرا وہ سچے مومن نہیں تھے، جو ایمان لانے کے بعد بھی اللہ اور رسولؐ اور روزِ آخرت کے بارے میں، شک میں پڑے رہے۔ انکے بارے میں ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے، "بیچ میں ڈگمگا رہے ہیں۔ نہ ادھر کے نہ ادھر کے۔ جسے اللہ گمراہ کرے تو اس کیلئے کوئی راہ نہ پائیگا۔" (پ۵ النساء آیت ۱۴۳) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ہے۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں؛ کفر اور ایمان کے۔ نہ خالص مومن نہ کھلے کافر۔ "وہ اس (کفر اور ایمان) کے درمیان دو دلے ہیں۔ نہ انکی طرف اور نہ انکی طرف ہیں اور جس پر اللہ تعالیٰ گمراہی کا حکم لگادے تو تم ہرگز اسکے لئے کوئی راہ نہ پاؤ گے" (پ۵ النساء آیت ۱۴۳) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ تفسیرِ صافی صفحہ ۱۲۳ پر ہے کہ یہ لوگ نہ تو پورے مومنین کیطرف ہیں، اور نہ کامل طور سے کافروں ہی کی طرف۔ اسی طرح مومنوں کی طرح اظہار تو ایمان کا کرتے ہیں۔ مگر مومنوں کی طرح دل میں ایمان کو جگہ نہیں دیتے ہیں نیز کافروں کی طرح کفر کو تو دل میں جگہ دے رکھی ہے۔ لیکن کافروں کیطرح کفر کا اظہار نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے سارے کے سارے احکامات کو تہِ دل سے تسلیم کیا اور انکی اطاعت اور پیروی کی وہ مومن ہوئے۔ اور جن لوگوں کے دل میں روگ تھا انھوں نے شک و شبہ میں پڑکر اللہ تعالیٰ کے احکامات سے انحراف کیا اور اپنے گمان اور خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کرکر کے گمراہ ہوگئے۔ جو گمراہ ہوگئے انکے بارے میں ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "ایک فریق کو تو اس نے ہدایت دی۔ اور ایک فریق پر گمراہی ثابت ہوچکی۔ ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر شیطانوں کو رفیق بنالیا۔ اور سمجھتے یہ ہیں کہ ہدایت یاب ہیں" (پ۸ اعراف آیت ۳۰) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خان جالندھری کا ہے۔ "اور ایک گروہ کو اسنے ہدایت کی اور ایک گروہ ہے کہ ان پر گمراہی ثابت ہوگئی۔ بیشک انہوں نے خدا کو چھوڑ کر شیطانوں کو سرپرست بنالیا ہے۔ اور گمان یہ کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں"۔ (پ۸ اعراف آیت ۳۰) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ اس آیۂ مجیدہ کے مولانا صاحبان کے ترجموں سے ایک ہی جیسے معنی و مفہوم اور مطلب نکلتے ہیں جس سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں

(۱) جن مومنین پر شیطان کا زور نہیں چلا۔ وہ ہدایت یافتہ گروہ ہے کیونکہ مومنوں کے اس گروہ نے اللہ و رسولؐ

کو اور انکو اپنا وَلی اور سرپرست تسلیم کیا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت اور رہنمائی کیلئے پیدا کئے گئے تھے۔ اور وہی حقدار ہیں کہ اُنکی پیروی کیجائے۔

(۲) دوسرا گمراہوں کا گروہ ہے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو اور اُنکو جنکو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کا ولی اور سرپرست بنایا تھا چھوڑ دیا۔ اور شیطانوں کو اپنا وَلی اور سرپرست بنالیا۔ جو لوگ ابلیسؔ کی پیروی میں اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کو چھوڑ کر خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اور پھر بھی یہ گمراہوں کا گروہ سمجھتا ہے کہ وہ ہدایت یافتہ ہے۔ جو اپنی کثرت ہی کو اپنی حقانیت کی دلیل میں پیش کرتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس دلیل کی نفی کرتا ہے، ارشاد ربّ العزت ہوتا ہے، لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ "اُن میں سے اکثر پر خدا کی یہ بات پوری ہو چکی ہے سو وہ ایمان نہیں لائینگے۔" (پ۲۲ یٰسٓ آیۃ ۷)۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو دو گروہ میں بانٹ دیا۔ ایک ہدایت یافتہ اور دوسرا گمراہ، لہٰذا مسلمانوں کو اپنے باپ دادوں یا اپنے بڑوں اور سرداروں نیز عالموں کی اندھی تقلید میں اپنے آپکو ہدایت یافتہ نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ قرآن پاک کی آیتوں کی روشنی میں دیکھیں اور غور کریں آیا اُن کا تعلق ہدایت یافتہ گروہ سے ہے یا گمراہوں کے گروہ سے ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی آیتوں میں غور وفکر کرنے کا حکم دیتا ہے۔ تاکہ جو ہدایت کا خواہشمند ہے اس کو ہدایت ملجائے۔"

ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "(اے رسولؐ) یہ کتاب جو ہم نے تیری طرف نازل کی ہے برکت والی ہے! تاکہ وہ لوگ اسکی آیتوں میں تدبر کریں اور اسلئے کہ صاحبانِ عقل نصیحت حاصل کریں۔" (پ۲۳ صٓ آیۃ ۲۹) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے، "یہ کتاب جو ہم نے تم پر نازل کی ہے بابرکت ہے تاکہ لوگ اسکی آیتوں میں غور کریں۔ اور تاکہ اہل عقل نصیحت پکڑیں" (پ۲۳ صٓ آیۃ ۲۹) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خان صاحب جالندھری کا ہے۔ مولانا صاحبان کے ترجموں میں غور کرنے سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں۔

(۱) قرآن پاک برکت والی کتاب ہے۔ یعنی تم جو کچھ بھی معلوم کرنا چاہو گے اس کتاب کی آیتوں میں غور کرنے سے مِل جائیگی کیونکہ ہدایت اور گمراہی کو اللہ تعالیٰ نے جُدا جُدا کر کے بتلا دیا ہے۔

(۲) اس کتاب کو نازل کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ اسکی آیتوں میں غور و تدبر کیا جائے لیکن نصیحت وہی حاصل کرینگے جو عقلمند ہیں۔ اور عقلمند وہ ہے جسکی عقل کو اسکی خواہشاتِ نفسانی پر غلبہ حاصل ہو۔ تب ہی وہ نصیحت حاصل کر سکے گا۔ اور اگر اسکی عقل پر اسکی خواہشات نے غلبہ پا لیا۔ تو وہ عقلمند بھی نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی اسکو کوئی نصیحت ملے گی، جو عقلمند ہیں ۝

صِراطِ مُستقیم پر قائم ہیں اور نہ عقلمند نہیں ہیں۔ وہ ابھی تک صراطِ مستقیم کو پہچانتے بھی نہیں اور اللہ تعالیٰ سے صراطِ مستقیم کو دِکھانے کی دُعا ہی کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ قبر کا منہ دیکھ لیتے ہیں کیونکہ جنکے راستے کو اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم بتلایا ہے۔ انکو چھوڑ دیا ہے

اب آؤ ہم قرآن پاک ہی سے پوچھیں کہ اے اللہ تعالیٰ کی کتاب تو ہم کو بتا کہ اللہ کے وہ مخلص اور نعمت والے بندے کون کون ہیں۔ جنکے راستے کو تونے صراطِ مستقیم کہا ہے اور انہیں ہمارا ولی اور سرپرست بنایا ہے۔ اور وہ مومنین جنکو تونے ہدایت یافتہ کہا ہے وہ کون ہیں؟ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللہُ ...... الخ "تمہارے دوست تو خدا اور اس کے پیغمبر اور مومن لوگ ہی ہیں جو نماز پڑھتے۔ اور زکوٰۃ دیتے اور خدا کے آگے جھکتے ہیں ٥ اور جو شخص خدا اور اسکے پیغمبر اور مومنوں سے دوستی کریگا تو وہ خدا کی جماعت میں داخل ہوگا۔ اور خدا کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے"۔ (پ المایدہ آیت ۵۵) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خان صاحب جالندھری کا ہے تفسیر فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں ہے ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارک سے مسجد میں آئے، بعضوں کو دیکھا کہ رکوع میں ہیں اور بعضوں کو دیکھا سجدہ میں ہیں اور بعضوں کو کھڑے دیکھا، آنحضرتؐ نے ایک سائل کو دیکھا اور فرمایا کہ کسی نے کچھ دیا تجھ کو؟ سائل نے انگوٹھی سونے کی یا روپے کی آنحضرتؐ کو دِکھائی اور اشارہ کیا کہ حضرت مرتضیٰ علیؑ کی طرف کہ اس رکوع کرنے والے نے دی ہے۔ "تمہارا دوست نہیں مگر اللہ اور اسکا رسولؐ اور ایمان والے۔ کہ نماز قائم کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ دیتے ہیں، اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں ٥ اور جو اللہ اور اُسکے رسولؐ اور مسلمانوں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے"۔ (پ المایدہ آیت ۵۵) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی کا ہے۔ آپ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں، وَھُمْ رَاکِعُوْنَ دو وجہ رکھتا ہے ایک پہلے جملے پر معطوف ہو۔ دوسرے یہ کہ حال واقع ہو۔ پہلی وجہ اظہر و اقویٰ ہے اور حضرت مترجم قدس سرہٗ کا ترجمہ بھی اسی کے مساعد ہے۔ (جمل عن السمین) دوسری وجہ پر دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کی یُقِیْمُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ دونوں فعلوں کے فاعل سے حال واقع ہو۔ اس صورت میں معنی یہ ہونگے کہ وہ بخشوع و تواضع نماز قائم کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ دیتے ہیں (تفسیر ابو السعود) دوسرا احتمال یہ ہے کہ صرف یُؤْتُوْنَ کے فاعل سے حال واقع ہو۔ اس صورت میں معنی یہ ہونگے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور متواضع ہو کر زکوٰۃ دیتے ہیں (جمل) بعض کا قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کی شان میں

ہے کہ آپ نے نماز میں سائل کو انگشتری صدقہ دی تھی۔ وہ انگشتری انگشت مبارک میں ڈھیلی تھی بے عمل کثیر کے نکل گئی لیکن امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں اسکا بہت شدومد سے رد کیا ہے۔ اور اسکے بطلان پر بہت وجوہ قائم کئے ہیں۔

مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی نے اپنی تفسیر میں اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ وہ مومنین ہی ہیں جنکو اللہ نے ایمان والوں کا ولی فرمایا ہے۔ کہ جس نماز اور زکوٰۃ کا ذکر اس آیت میں ہے اس کا کوئی فاعل ہے۔ وہ مومنین وہ ہیں جو خشوع و تواضع سے نماز قائم کرتے ہیں، اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ ان مومنین کو جنکو ہمارا ولی اپنے اور اپنے رسولؐ کے ساتھ بنایا ہے انکو اللہ ہمیں پہچنواتا ہے۔ انکی خشوع و خضوع کی نماز سے اور تواضع کے ساتھ زکوٰۃ دینے سے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جیسی خشوع و خضوع کی نماز حضرت علی علیہ السلام نے پڑھی ہے ویسی کسی غیر نے نہیں پڑھی۔ جسکا ذکر ہر مُلّا اپنی تقریروں میں کرتا ہے کہ، ایک تیر حضرت علیؑ کے ایسا پیوست تھا کہ عام حالت میں تیر کا نکالنا ممکن نہیں تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب علیؑ نماز پڑھیں تو تیر نکالو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، اور تیر نکال لیا گیا اور حضرت علیؑ کو پتہ بھی نہ چلا۔ اور زکوٰۃ بھی ایسی دی کہ اللہ تعالیٰ نے آلِ محمدؐ کی شان میں پوری سورۃ الدہر نازل فرمائی ہے یہ پنجتنؑ پاک ہی کیلئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تو اپنی ضرورت پر دوسرے کی ضرورت کو ترجیح دیتے ہیں، اور یہ وہی چاہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے"

بہر حال اہلسنت بھائی بھی حضرت علیؑ کو ولی مانتے ہیں۔ لیکن وہابی حضرات تو ولایت کے قائل ہی نہیں ہیں اور وہ کسی کو بھی ولی نہیں مانتے ہیں۔ اللہ کی آیتوں کا انکار بڑی دیدہ دلیری سے کرتے ہیں، اور پھر اللہ والے کہلاتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم سے انکار کفر ہے۔ اور ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی عمل ضرر نہیں پہنچاتا اور کفر کے ہوتے ہوئے کوئی عمل فایدہ نہیں دیتا۔ (پ توبہ آیہ) "ماسوا اسکے نہیں ہے کہ تمہارا حاکم اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا رسولؐ اور وہ جو ایمان لا چکے۔ نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں درآنحالیکہ وہ رکوع کرنے والے ہیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ اور ان لوگوں کو جو ایمان لا چکے حاکم بنائے گا، پس یقیناً اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی غالب رہنے والا ہے" (پ المایدہ آیہ ۵۵) یہ ترجمہ سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے تفسیر فرماتے ہیں، وَھُمْ رٰاکِعُوْنَ، تفسیر صافی صہ ۱۳۷ پر اس آیت کی تفسیر میں مختلف روایات درج ہیں۔ ایک روایت کافی کے حوالے سے جناب امام جعفر صادقؑ علیہ السلام سے منقول ہے، کہ ایک دن حضرت علی علیہ السلام ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے آپکے بدن پر ایک حلہ تھا جسکی قیمت ایک ہزار دینار تھی وہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم کو بطورِ ہدیہ دیا ہوا تھا، اور آپؐ نے اُسے حضرت علیؑ کو عطا فرمایا تھا۔ آپؐ دو رکعت پڑھ کر حالتِ رکوع میں تھے کہ ایک سوالی نے آکر کہا اَلسّلام علیکَ یا وَلیَ اللّٰہِ وَاولیٰ بالمؤمنین مِن اَنفُسِہِم مجھ مسکین کو کچھ صدقہ دیجیئے پس آپؑ نے وہ حُلّہ اتار پھینکا۔ اونگلی سے اسکی طرف اشارہ کیا کہ اسے اٹھالو، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وہ سائل اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ تھا۔ اور تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اور آپ کے پاس یہودیوں کے کچھ لوگ تھے، جن میں عبداللہ بن سلام بھی تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر مسجد کیطرف گئے سامنے سائل آگیا آپؐ نے پوچھا کہ کیا کسی نے تمہیں کچھ دیا ہے؟ اس نے کہا ہاں اس نماز پڑھنے والے نے دیا ہے۔ آنحضرت صلعم نے دیکھا تو وہ حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام تھے نیز عامہ اور خاصہ نے اور جمہور مفسرین نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی جبکہ آپؑ نے حالتِ رکوع میں ایک سائل کو انگوٹھی عطا فرمائی۔"

مولانا صاحبان کے ترجموں اور تفسیروں سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیات میں واضح کر دیا کہ تمہارے تین وَلی حاکم اور سرپرست ہیں، جیسا اللہ تعالیٰ ہمارا وَلی و حاکم اور سرپرست ہے اسی طرح رسول اللہ اور حضرت علیؑ بھی ہمارے وَلی اور سرپرست ہیں، مومنین سے مراد حضرت علیؑ علیہ السّلام ہی ہیں جنہوں نے حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دی تھی۔ اور یہ آیت نازل ہوئی، لہٰذا یہی تین ہیں جو حقدار ہیں کہ انکی اطاعت و پیروی کیجائے۔ تاکہ صراطِ مستقیم پر قائم ہوجائیں۔

(۲) اللہ نے صرف زبان سے اللہ، رسولؐ اور امام کو وَلی مان لینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مومنین کو حکم دیا کہ دیکھو اگر انکو وَلی مان لیا ہے تو پھر ان سے متولّا بھی کرو یعنی ان سے محبت بھی کرو جو مومن تہ دل سے اللہ کو، رسولؐ کو اور امام کو اپنا وَلی اور سرپرست تسلیم کرینگے اور انکی اطاعت و پیروی کرینگے تو وہ مومنین حزب اللہ کہلائینگے اور انہی کو دنیا و عقبیٰ میں کامیابی حاصل ہوگی گویا اس آیت سے یہ پتہ چل گیا کہ ہدایت یافتہ گروہ وہ ہے جو اللہ، رسولؐ اور امامؑ کو اپنا وَلی مانے۔"

(۳) جن لوگوں نے اللہ رسولؐ اور ائمہؑ کو اپنا وَلی نہیں تسلیم کیا اور نہ ہی ان سے محبت کی۔ اور انکو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا ولی سرپرست اور حاکم بنا لیا انہوں نے ابلیس کی پیروی کی۔ اسلئے وہ خود گمراہ ہوتے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا، تو یہ گمراہوں کا گروہ ہوا۔"

(۴) اللہ تعالیٰ کے احکامات پر پورا ایمان لانا اور انکی اطاعت اور پیروی کرنا ایمان لانے والوں پر لازم ہے۔ اختلاف کرنے کا اختیار کسی کو نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سارے احکام حق ہیں۔ لہٰذا کچھ مانو اور کچھ سے انکار کرو ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں سے ارشاد فرماتا ہے۔

"اے ایمان والو! داخل ہو مسلمانی میں پورے۔ اور مت چلو قدموں پر شیطان کے وہ تمہارا صریح دشمن ہے" (پ البقرۃ آیت۲۰۸) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی صاحب کا ہے۔

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ تم سب اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو۔ بیشک وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے" (پ البقرۃ آیت۲۰۸) مذکورہ بالا آیت کے ترجموں سے ایک ہی جیسے مطالب برآمد ہوتے ہیں۔ اور ذیل کے نتائج نکلتے ہیں۔

(۱) مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، اسکا مطلب یہ ہوا کہ کلمہ جتنا مسلمان پڑھتا ہے اسکو پڑھکر اسلام میں پورا پورا داخل نہیں ہوا ہے۔ تب ہی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو کلمہ مسلمان پڑھتا ہے اس میں دو قول کا اقرار ہے۔ لہٰذا اسلام میں پورا داخل ہونے کیلئے ضروری ہے کہ تیسرے قول کا اقرار کرو۔ تو پھر اسلام میں پورے داخل ہو گے اور اللہ تعالیٰ کے گروہ میں شامل ہو جاؤ گے گویا ہدایت یافتہ گروہ میں شامل ہو جاؤ گے ورنہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق گمراہوں کے گروہ میں شمار ہو گا۔ اور اس اسلام میں داخل نہیں ہو گے جس اسلام کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ جس میں پورا پورا داخل ہونے کا حکم دیتا ہے۔"

(۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو۔ کہ شیطان جیسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے گمراہ ہوا تم بھی اللہ تعالیٰ کی کسی بھی حکم سے انحراف کر کے گمراہ نہ ہو۔ شیطان کے بہکاتے میں نہ آؤ۔ اور اسلام میں پورے داخل ہو کر ہدایت یافتہ گروہ میں شامل ہو جاؤ اور گمراہی کے گڈھے سے نکل آؤ۔

جنہوں نے حضرت علیؑ کی ولایت و امامت اور خلافت سے انکار کیا۔ انہوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حالتِ رکوع میں نماز پڑھتے ہوئے زکوٰۃ دینا کیسے ممکن ہے۔ جو نبیؐ کو اپنا جیسا بشر سمجھتے ہیں تو وہ تو اسکو بالکل ہی ناممکن سمجھیں گے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ یہ لوگ نہ تو اللہ تعالیٰ کو پہچان سکے، اور نہ رسولؐ کو پہچانے اور نہ اسکے ولی و وصی کو پہچان سکے۔ بلکہ انکی ولایت سے تو انکار ہی کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو ایسا اختیار نہیں دیا ہے کہ اللہ کے حکم کو جزوی طور پر تسلیم کرو۔ حالانکہ آصف بن برخیا کا بلقیس کے تخت کو لانا پلک جھپکنے میں تسلیم کرتے ہیں جنکو اس کتاب کا تھوڑا سا علم تھا۔ تو حضرت علیؑ کو تو اس کتاب کا پورا علم تھا اگر انہوں نے حالتِ رکوع میں زکوٰۃ

دیدی تو انکے لئے کیا تعجب کی بات ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ہر نبی یا وصی حاملِ علمِ الٰہی ہوتا ہے اور نبی کی زندگی میں اسکا سچا ناصر و مددگار ہوتا ہے۔ علمائے سوء اللہ تعالیٰ کے بعض احکام کو جان بوجھ کر چھپاتے ہیں، جو انکے فاسد عقیدے کی رد کرتے ہیں، اور مسلمانوں کو بتلاتے نہیں ہیں۔ اوران سے چھپاتے ہیں، اور غلط بیانی سے کام لیتے ہیں۔ تھوڑے سے دنیاوی مفادات کی خاطر جہنم کا عذاب مول لیتے ہیں۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا۔

بیشک وہ لوگ جو ان باتوں کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے کتاب میں نازل کیں اور اسکے بدلے تھوڑی سی قیمت لے لیتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں، جو اپنے پیٹ میں آگ کے انگارے کھاتے ہیں۔ اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ ان سے کلام کرے گا۔ اور نہ ہی انہیں پاکیزہ ٹھہرائے گا۔ اور انکے لئے دردناک عذاب ہے" (پ۲ البقرۃ آیت ۱۷۴) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔

"وہ جو چھپاتے ہیں اللہ کی اتاری کتاب اور اسکے بدلے ذلیل قیمت لے لیتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں۔ اور اللہ قیامت کے دن ان سے بات نہ کریگا۔ نہ ہی انہیں ستھرا کریگا، اور انکے لئے دردناک عذاب ہے (پ۲ البقرۃ آیت ۱۷۴) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ہے مذکورہ بالا آیت کے مولانا صاحبان کے ترجموں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ علمائے سوء اللہ تعالیٰ کے بعض احکامات کو ضرور چھپایا کرتے ہیں، اور کسی حق بات کو چھپانے کیلئے ذلیل قیمت لیتے ہیں، گویا وہ لوگ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں، اور قیامت کے دن نہ تو اللہ تعالیٰ ان سے کلام کریگا، اور نہ انکو پاک کریگا، اور انکے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ لوگ حق اور باطل کو ملا دیتے ہیں، اب جو لوگ ایسے علمائے سوء کی پیروی کرتے ہیں، اور اندھی تقلید کرتے ہیں وہ بھی ان لوگوں کے ساتھ دردناک عذاب کے مستحق ہونگے یہ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے:

"تم حق کو باطل کیساتھ نہ تو ملاؤ اور نہ حق کو چھپاؤ۔ حالانکہ تم حقیقتِ حال جانتے ہو (پ۱ البقرۃ آیت ۴۲) یہ ترجمہ سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔

"اور حق سے باطل نہ ملاؤ اور دیدہ دانستہ حق نہ چھپاؤ" (پ۱ البقرۃ آیت ۴۲) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب کا ہے۔ مولانا صاحبان کے ترجمے تقریباً ایک جیسے اور ہم معنی و ہم مطلب ہیں، اس آیۂ مجیدہ سے یہ حقیقت بالکل واضح اور عیاں ہے کہ جن لوگوں نے ہدایت کے راستے کو چھوڑ کر گمراہی اختیار کرلی تھی ان لوگوں نے حق اور باطل کو ملانا اور حق کو جان بوجھ کر چھپانا شروع کردیا تھا تب ہی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، اور ایسا کرنے سے

اللہ تعالیٰ سختی سے منع کرتا ہے، لیکن انہی لوگوں کی پیروی میں آج بھی مُلّا یا تو حق و باطل کو جان بوجھ کر ملاتا ہے یا حق کو چھپاتا ہے، اور باطل کو اُجاگر کرتا ہے، اور خود بھی گمراہی میں جان بوجھ کر پڑا ہے اور دوسروں کو گمراہی کا راستہ دکھلاتا ہے، حق کو چھپانا بہت بڑا جرم ہے، کیونکہ یہ لوگوں کی گمراہی کا سبب بنتا ہے۔" ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے:

"بیشک جو لوگ ان واضح ارشادات اور ہدایت کو جنہیں ہم نے اُتارا چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ ہم نے انھیں کتاب میں لوگوں کیلئے واضح کر کے بیان کر دیا، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے، اور سب لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور جو چھپایا تھا بیان کر دیا۔ انکی توبہ بھی قبول کرلوں گا اور میں بڑا توبہ قبول کرنے والا، اور بہت رحم کرنے والا ہوں" (پ۲ البقرۃ آیت ۱۵۹، ۱۶۰) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔

یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ: - اس آیۂ مجیدہ سے قابلِ لعنت لوگوں پر لعنت کرنے کا جواز ثابت ہوا کہ حق چھپانے والوں پہ اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے۔ اور ایک گروہ بھی اللہ کے ساتھ مل کر ایسے لوگوں پر لعنت کرتا ہے قرآن مجید نے صرف دو ہی فعل ایسے بتائے ہیں جنمیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ لوگ بھی شرکت کرتے ہیں۔ ایک صَلوٰۃ ہے جس کے بارے میں ارشاد ہے "یعنی بیشک اللہ تعالیٰ اور اُسکے کُل فرشتے محمّد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اور آپؐ کی آلؑ پر صلوات بھیجتے ہیں۔ پس اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم بھی ان پر درود بھیجو اور ان کو ایسا تسلیم کرو جیسا تسلیم کرنے کا حق ہے۔ دوسرے لعنت کا فعل ہے، جس میں اللہ تعالیٰ اور ایک گروہ شامل ہے، پس خوشا حال اُنکے جو مستحقینِ صلوات پر صلوات بھیجتے ہیں، اور مستحقینِ لعنت پر لعنت کرتے ہیں۔" لاعنون کی تفسیر اس سے اگلی آیت سے بھی ہوتی ہے جس میں لعنت کرنے والوں میں اللہ تعالیٰ، اُس کے کُل فرشتے اور وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْن یعنی جملہ نسلِ انسانی شامل ہیں۔ یہ بھی یاد رہنا چاہیے، کہ لعنت کوئی گالی یا دُشنام نہیں ہے۔ جیسا کہ مُلّا بے علم لوگوں کو بتلاتے ہیں، کیونکہ اوّل تو لعنت کے لغوی معنی رحمت سے دور کرنے کے ہیں۔ جو ایک قسم کی بد دعا ہے دوسرے اگر لعنت گالی یا دُشنام ہوتی جو خلافِ تہذیب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں بار بار اسے اپنے ساتھ منسوب نہ کرتا؛ احتجاجِ طبرسیؒ میں ہے کہ جناب امیر علیہ السّلام سے دریافت کیا گیا کہ ائمۂ ہدیٰ علیہم السّلام کے بعد مخلوقِ خدا میں سب سے بہتر کون ہیں؟ آپؑ نے فرمایا علماء بشرطیکہ صالح اور پرہیزگار ہوں، پھر پوچھا گیا بدتر مخلوقِ خدا میں سے کون ہیں فرمایا علماء جبکہ وہ بدکار ہوں، باطل کے ظاہر کرنے والے ہوں اور حق کو چھپانے والے کہ انہی کے بارے میں خدا

لعنت فرماتا ہے اور جناب رسولِ خدا صلعم سے منقول ہے کہ جس شخص سے کوئی علم کے متعلق سوال کرے اور وہ اُسے جان بوجھ کر چھپائے تو قیامت کے دن آتشِ جہنم کی لگام اس چھپانے والے کے منہ پر چڑھائی جائیگی۔ تفسیرِ قمی میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت ہے کہ جس وقت میری اُمت میں یہ بدعتیں ظاہر ہوں تو علماء پر حقیقت کا اظہار لازم ہوگا اور جو ایسا نہ کرینگے اُن پر خدا کی لعنت ہے"

"جو لوگ چھپاتے ہیں، جو کچھ ہم نے اتارا، صاف حکم اور راہ کے نشان، بعد اسکے کہ ہم اُنکو کھول چکے لوگوں کے واسطے کتاب میں اُنکو لعنت دیتا ہے اللہ، اور لعنت دیتے ہیں سب لعنت دینے والے، مگر جنہوں نے توبہ کی اور سنوار اور بیان کر دیا تو اُنکو معاف کرتا ہوں، اور میں ہوں معاف کرنے والا مہربان۔ (پ البقرۃ آیت ۱۶۰ تا آیت ۱۵۹) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی صاحب کا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں یہ انکے حق میں ہے جنکو علم خدا کا پہنچا اور غرضِ دنیا کے واسطے چھپا رکھا۔

مولانا صاحبان کے ترجموں اور تفسیر سے ہم مندرجہ ذیل نتائج اور حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں۔

(۱) ایسے لوگ آنحضرت کے زمانے میں بھی موجود تھے جو اللہ تعالیٰ کے واضح احکامات اور ہدایات کو جنکو قرآن مجید میں نازل کیا گیا تھا، اور کھول کھول کر بیان کر دیا گیا تھا، لوگوں نے چھپانا شروع کر دیا تھا تب ہی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور آج تک وہ چھپانے کا سلسلہ جاری ہے اور مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے فرمانے کے مطابق، لوگ جان بوجھ کر حق کو چھپاتے ہیں، صرف ذاتی غرض غایت کیلئے ایسا کرتے ہیں"

(۲) اللہ تعالیٰ کے واضح احکامات، اور روشن ہدایات قرآن میں موجود ہیں، جن سے ہدایت ہمیشہ حاصل کی جا سکتی تھی اور آج بھی کی جا سکتی ہے اسلئے کوئی عذر قیامت کے دن نہیں پیش کیا جا سکتا ہے قرآن پاک میں غور و فکر کرنے کی اللہ تعالیٰ تاکید بھی فرماتا ہے جسکے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے واضح احکامات اور ہدایات کو جانا جا سکتا ہے اور ان پر عمل کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ غور و فکر کے وقت عقل کو خواہشاتِ نفسانی پر غلبہ حاصل ہو۔ تو عقلمند قرآن پاک سے ہدایت حاصل کر سکتا ہے ورنہ اندھی تقلید سے نکلنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اندھی تقلید سے منع کرتا ہے"

(۳) جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے واضح احکامات کو اور روشن ہدایات کو جان بوجھ کر چھپایا ہے اور خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا اور آج بھی علماء سو حق کو اسی طرح چھپانے میں تو ان لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے، اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے اور مومنین بھی ان پر لعنت کرتے ہیں گویا کہ جو لوگ لعنت کے لائق ہیں اُن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کرنا فرض کیا ہے، تاکہ حق کو چھپانے والوں

سے بَرأت حاصل کرے جس نے حق کو چھپانے والے پر لعنت نہیں کی تو گویا وہ اُس سے راضی ہوا جس نے حق کو چھپایا۔ اور روزِ قیامت وہ بھی حق کو چھپانے والوں کے ساتھ محشور ہو گا۔

(۴) اللہ تعالیٰ کے رَحمٰن اور رَحیم ہونے کا اِدراک ہماری عقل ناقص نہیں کر سکتی ہے۔ اور اللہ بہت بڑا معاف کرنے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے سب کیلئے توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا رکھا ہے جب تک کہ بندہ زندہ ہے۔ اور وہ اپنی اصلاح کر لیتا ہے، اور توبہ کر لیتا ہے اور جو حق چھپائے ہوئے تھا اسکو کھول کر بیان کر دیتا ہے۔ اور باطل کو چھوڑ کر حق کے ساتھ ہو جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسکو معاف کر دیتا ہے۔" کربلا معلیٰ میں حضرت حُرؓ نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کیا اور باطل چھوڑ کر حق پر اپنی جان قربان کی۔"

(۵) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ نہ تو اپنے باپ دادوں کی اندھی تقلید کرو، اور نہ ہی علماءؔ کی اندھی تقلید کرو۔ کیونکہ حق چھپانے والے علماءؔ اور درویش ہی ہیں۔" ارشاد ربّ العزت ہوتا ہے۔ "اے ایمان والو! بہت عالم اور درویش اہل کتاب کے کھاتے ہیں مال لوگوں کے ناحق۔ اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے، اور جو لوگ گاڑ رکھتے ہیں، سونا اور روپا اور خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں۔ سو ان کو خوشخبری سُنا دکھ والی مار کی۔" (پ۱۰ التوبہ آیت ۳۴) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر محدّث دہلوی صاحب کا ہے اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا یہ کہ زکوٰۃ اور قرض اور حقدار کا حق دیتا ہے۔ "اے ایمان والو! بیشک بہت پادری اور جوگی لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں۔ اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ انھیں خوشخبری سُناؤ دردناک عذاب کی" (پ۱۰ التوبہ آیت ۳۴) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا ہے۔ تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس طرح کہ دین کے احکام بدل کر لوگوں سے رشوتیں لیتے ہیں۔ اور اپنی کتابوں کو طمع زر کیلئے تحریف و تبدیل کرتے ہیں۔ اور کتبِ سابقہ کی جن آیات میں سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت و صفت مذکور ہے مال حاصل کرنے کیلئے اُنکی فاسد تاویلیں اور تحریفیں کرتے ہیں۔ اسلام پر سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لانے سے روکتے ہیں۔ "اے وہ لوگو! جو ایمان لا چکے ہو یقیناً عالموں اور درویشوں میں سے ایسے لوگ کثرت سے ہیں۔ جو لوگوں کا مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں۔ اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے رہتے ہیں۔ اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے بس تو انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سُنا دے" (پ۱۰ التوبہ آیت ۳۴) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔ تفسیر صافی صفحہ ۲۰۰ پر بحوالہ تفسیر قمی حضرت امام محمدؑ الباقر علیہ السّلام سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سونے چاندی کو جمع کر کے رکھنا

حرام قرار دیا ہے۔ اور اپنی راہ میں انہیں خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔ جناب ابو ذر غفاریؓ ملک شام میں ہر صبح بلند آواز سے یہ منادی فرمایا کرتے تھے کہ خزانہ جمع کرنے والوں کو پیشانی رپہلو اور پشت پر داغ دینے کی خوشخبری سنادی گئی ہے یہاں تک کہ حرارت انکے تمام جوفوں میں دوڑ جائیگی۔

مِنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ سے مراد مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب نے پادری اور جوگی لیا ہے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو آگاہ کر رہا ہے، لہٰذا ایمان لانے والے پادری اور جوگی کے کہنے پر تھوڑی چلیں گے جو وہ انکا مال بھی کھائیں گے، اور گمراہ بھی کرینگے لہٰذا یہ علمائے سُوء اور درویش اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکنے والے ہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں سے مخاطب ہے انکو نصیحت کر رہا ہے کہ ان لوگوں کی اندھی تقلید نہ کرو۔ یہ خود بھی گمراہ ہیں اور تم لوگوں کو بھی گمراہ کرینگے۔

مولانا عبد القادر شاہ صاحب نے بھی عالم اور درویش ہی ترجمہ کیا ہے۔ اس آیہ مجیدہ میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خبردار کر رہا ہے جو ایمان لا چکے ہیں کہ عالموں اور درویشوں میں سے اکثر لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں، اور وہ ایمان لانے والوں کا مال بھی باطل طریقے سے کھاتے ہیں۔

لہٰذا اب مسلمانوں کو عالموں اور درویشوں کی بھی اندھی تقلید نہیں کرنی چاہیئے، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ خود بھی دولت کی لالچ میں گمراہ ہو رہے ہوں، اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہوں اور باطل طریقے سے جمع کیا ہوا سونا اور چاندی اللہ کی راہ میں خرچ بھی نہیں کرتے ہیں، تو روزِ قیامت یہ خود بھی عذابِ خدا میں مبتلا ہونگے، اور انکے پیروکار بھی انہی کے ساتھ عذاب میں مبتلا ہونگے کیونکہ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے واضح احکامات اور روشن ہدایات کو چھپاتے ہیں، اور خود بھی راہِ حق کو چھوڑ کر باطل کی پیروی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی باطل پرست بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آگاہ کر دیا کہ سب سے پہلا تمہارا دشمن شیطان ہے جو غیب میں رہ کر بھی لوگوں کو گمراہ کرتا ہے، اور دوسرا ظاہر ظہور دشمن یہ علماء اور درویش ہیں اور اس سے بڑا دشمن کون ہوگا جو تقویٰ کا لبادہ پہن کر باطل طریقے سے مال بھی کھاتے اور گمراہ بھی کرے، یہ بات ظاہر کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنی حجت پوری کر دی، اب نہ ہی قبر میں اور نہ ہی روزِ قیامت آپ کوئی عذر پیش کر سکیں گے کہ فلاں فلاں کے کہنے پر ہم عمل کر رہے تھے۔ جنکی اس دنیا میں پیروی کرتے ہیں، اور اپنا امام مانتے ہیں تو قیامت کے دن اسی کے ساتھ محشور ہونگے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے: یَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ جس دن ہم ہر جماعت کو اُسکے امام کے ساتھ بلائیں گے (پ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل آیت۷۱) چونکہ اللہ تعالیٰ نے امامت کو اس آیت کی رو سے حق اور باطل کے جانچنے کی میزان بنایا ہے اب اگر آپ کے

امام صاحب جنّتی تو آپ بھی جنّتی ہونگے، اور امام صاحب دُوزخی تو آپ بھی انہی کے ساتھ دُوزخ میں براجمان ہونگے۔ اس آیت سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ امامت منصوص من اللہ ہوتی ہے اور ایمان امامت کو تسلیم کرنے کے بعد ہی مکمل ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے اللہ اور رسولؐ ایک ہیں، صرف امامت میں اختلاف ہے،، ہدایت یافتہ اور گمراہ دونوں اپنے اپنے امام کے ذریعہ پہچانے جائینگے۔ اور ان دونوں قسم کے اماموں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کھولکر بیان کردیا ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اور انہیں ہم نے دوزخیوں کا (امام) پیشوا بنایا کہ آگ کی طرف بلاتے ہیں، اور قیامت کے دن اُنکی مدد نہ ہوگی ٥ اور اس دنیا میں ہم نے انکے پیچھے لعنت لگائی ہے اور قیامت کے دن اُنکا بُرا ہے" (پ۲۰ القصص آیت ۴۱،۴۲) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی کا ہے۔ اور اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں، جہنمی امام کفر اور معاصی کی دعوت دیتے ہیں، جس سے عذابِ جہنم کے مستحق ہوں، اور جو ان کی اطاعت کرے وہ بھی جہنمی ہوجائے، اور انکو رسوائی نصیب ہوگی۔ اور رحمت سے دوری ہوگی،، "اور ہم نے انکو ایسے امام قرار دیا جو جہنم کی طرف بُلاتے ہیں، اور قیامت کے دن وہ کوئی مدد نہیں دیئے جائینگے ٥ اور ہم نے اسی دنیا میں انکے پیچھے لعنت لگادی ہے، اور قیامت کے دن وہ بُرے حال والوں میں سے ہونگے" (پ۲۰ القصص آیت ۴۱،۴۲) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں، تفسیر صافی ص۹۹۵ ج۲ بحوالہ کافی حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے منقول ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں دو قسم کے اماموں کا ذکر ہے۔ فرمایا خدا نے، کہ ہم نے انکو ایسے امام بنائے جو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتے ہیں۔ آدمیوں کے حکم کیمطابق نہیں، اور وہ خدا کے حکم کو، لوگوں کے حکم سے مُقدّم سمجھتے ہیں۔ اور دوسرے وہ ہیں کہ وہ لوگوں کے حکم کو خدا کے حکم سے مُقدّم سمجھتے ہیں۔ اور آدمیوں کے فیصلے کو خدا کے فیصلے پر ترجیح دیتے ہیں! اور جو کچھ خدا کی کتاب میں ہے، انکے خلاف اپنی خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کرتے ہیں۔ دوزخ کی طرف لیجانے والے اماموں کی پہچان اللہ تعالیٰ نے اس سے اگلی آیت میں کردی ہے، چنانچہ فرمایا یعنی اسی دنیا میں دوزخ میں لیجانے والے اماموں کے پیچھے لعنت لگادی ہے، پس ضروری ہے کہ ایسے امام بھی موجود رہوں۔ اور لوگ ان پر لعنت بھی کرتے رہیں، مسلمانوں کو ایسے اماموں کی تابعداری اور پیروی سے بچنا لازم ہے، لیکن علماءِ سُو انہیں باطل اماموں کی خود بھی پیروی کرتے ہیں، اور لوگوں سے بھی کرواتے ہیں۔ لوگوں کا مال بھی کھاتے ہیں۔ اور اللہ کے راستے سے روکتے بھی ہیں۔ اور ائمۂ برحق کے بارے میں ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے، "اور ہم نے کچھ ان میں امام بنائے کہ ہمارے حکم سے بتاتے ہیں جبکہ انہوں نے صبر کیا۔ اور ہماری آیتوں پر یقین لاتے ہیں، بیشک تمہارا ربّ ان میں فیصلہ کردیگا، قیامت کے دن

جس بات میں اختلاف کرتے تھے" (پ۲۱ السجدہ آیت ۲۴/۲۵) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا ہے، اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ کہ اپنے دین پر اور اپنے دشمنوں کی طرف سے پہنچنے والی مصیبتوں پر فائیدہ، اس سے معلوم ہوا کہ صبر کا ثمرہ امامت اور پیشوائی ہے۔ اور امور دین میں سے اور حق و باطل والوں کو جدا جدا امتاز کر دے گا"

"اور ہم نے ان میں سے امام بنائے جبکہ انہوں نے صبر کیا وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں، اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ یقیناً تیرا پروردگار قیامت کے دن انکے درمیان اُن امور میں فیصلہ کردیگا۔ جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے (پ۲۱ السجدہ آیت ۲۴/۲۵) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ لَمَّا صَبَرُوْا، تفسیرِ صافی صفحہ ۳۹۷ پر بحوالہ تفسیر قمی لکھا ہے کہ معصوم علیہ السّلام نے فرمایا کہ چونکہ علم خدا میں گذرچکا تھا کہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو بھی مصیبتیں پڑیں گی ان پر صبر و شکر کرینگے انہی حضرات کو امام مقرر فرمایا۔

مندرجہ بالا آیتوں کے ترجموں اور تفسیروں کے مطالعہ سے مندرجہ ذیل نتائج نکلتے ہیں۔

(۱) جنکو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کیلئے امام بنایا۔ وہ اللہ کے حکم کے مطابق ہدایت کرتے ہیں، اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چلاتے ہیں، لہٰذا امام ہی اللہ تعالیٰ کے نعمت والے بندے ہوئے۔ اور انہی کا راستہ صراطِ مُستَقِیم ہوا۔ اگر حقیقی معنی میں صراطِ مُستَقِیم کی تلاش ہے تو پہلے اللہ کے منتخب کئے ہوئے اماموں کو پہچان لو، پھر انکی اطاعت و پیروی کرو۔ یہی پیروی کئے جانے کے زیادہ حقدار ہیں۔

(۲) اس حقیقت کی دلیل اللہ تعالیٰ یہ دے رہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ساری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں کسی بھی آیت پر ذرا بھی شک و شبہ نہیں کرتے ہیں۔ اسلئے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو حق سمجھتے ہیں۔ اور حق کو نہیں چھوڑتے ہیں چاہے کتنی ہی مصیبتیں کیوں نہ جھیلنی پڑیں۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ یہ صبر کرنے والے ہیں۔ اس لئے آلِ محمد کو اللہ تعالیٰ نے امام بنایا ہے اور حضرت ابراہیمؑ نے انہیں آئمہ کو اپنی اولاد میں پیدا کرنے کی دعا کی تھی۔ جسکو اللہ نے شرط کے ساتھ قبول کیا تھا۔ کہ معصوم امام ہو سکتے ہیں۔

(۳) آئمہ برحق اللہ کے حکم کے مطابق ہدایت اور رہبری کرینگے اور اپنی خواہشات، یا دوسروں کی خواہشات پر نہیں چلیں گے۔ لیکن جو آئمہ جہنم ہیں، وہ اپنی اور دوسروں کی خواہشات کو، اللہ تعالیٰ کے حکم پر ترجیح دیتے ہیں۔ اسلئے وہ کاذب ہوئے اور اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے اور مومنین ان پر لعنت کرتے ہیں۔

(۴) اسلام میں اختلاف ہی نبیؐ کے بعد جنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کیلئے بھیجا انکو ہادی اور امام ماننے اور نہ ماننے پر پیدا ہوا ہے اسی وجہ سے مسلمان فرقوں، فرقوں میں تقسیم ہوتا چلا جا رہا ہے۔

تب ہی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس بات میں یہ اختلاف کررہے ہیں اسکا فیصلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کردیگا" پھر قیامت کے دن حق و باطل کا پتہ چل جائیگا۔ کہ کون آئمہ جہنم ہیں اور کون آئمہ برحق ہیں لہٰذا مرنے سے پہلے برحق آئمہ کو پہچان لینا سودمند ہے؛

(۵) اب انسان کی اپنی مرضی اور خواہش پر دارومدار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آئمہ برحق کی اطاعت اور پیروی کرکے صراطِ مُستقیم پر قائم ہوکر اللہ کے ہدایت یافتہ گروہ میں شامل ہوجائے یا آئمہ جہنم کی اطاعت و پیروی کرکے گمراہی کا راستہ اختیار کرے۔ جو آئمہ جہنم کے پیروکار ہیں انہوں نے آئمہ برحق کی بابت اختلاف پیدا کیا اور خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا اسی لئے اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرتا ہے۔ جسکو اللہ نے امام بنایا ہے وہی اللہ کی وحدانیت کے گواہ بھی ہیں جو حاملِ علمِ الٰہی ہوتے ہیں اور رسولؐ کی رسالت کے بھی گواہ ہوتے ہیں۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اور کہتے ہیں منکر تو بھیجا نہیں آیا۔ کہہ اللہ بس ہے گواہ میرے اور تمہارے بیچ اور جسکو خبر ہے کتاب کی" (پ۱۳ الرعد آیت۴۳) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر محدثؒ دہلوی صاحب کا ہے۔ آپ اس آیت کی تفسیر فرماتے ہیں۔ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ:۔ اللہ گواہ اصلاح ہے یعنی اللہ گواہ یوں ہے کہ سچ کو بڑھاوے اور جھوٹ کو مٹاوے۔ گواہ ہیں پہلی کتاب جاننے والے کہ آگے بھی اسی طرح اتری ہے کتاب۔ ان مولانا صاحب کے ترجمہ اور تفسیر سے تو کچھ بھی نہیں سمجھا جاسکتا ہے۔ آنحضرتؐ کی رسالت کے گواہ یہود و نصاریٰ کو مولانا صاحب فرماتے ہیں، جو رسالت کا منکر وہی گواہ۔ حالانکہ انہی منکروں سے ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جسکو اللہ تعالیٰ نے مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ فرمایا ہے۔ انکو چھپانے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو لاحاصل ہے۔

"اور کافر کہتے ہیں۔ تم رسولؐ نہیں ہو۔ تم فرماؤ اللہ گواہ کافی ہے مجھ میں اور تم میں، اور وہ جسے کتاب کا علم ہے" (پ۱۳ رعد آیت۴۳) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمّد احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ہے اور آپ اس آیۂ مجیدہ کی تفسیر وہی فرماتے ہیں، جو مولانا شاہ عبدالقادر محدّث دہلوی صاحب نے فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو منکروں سے فرماتا ہے کہ دیکھو رسولؐ کی رسالت کا گواہ ایک تو اللہ تعالیٰ خود گواہ ہے، دوسرے وہ ہے جسکو اس کتاب کا علم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعد جو رسولؐ کو اچھی طرح جانتا اور پہچانتا ہے۔ جسکو اللہ نے اس کتاب کا پورا علم عطا فرمایا ہے۔ اسکو اللہ بھی جانتا ہے کہ ہاں یہ رسولؐ کی رسالت کی گواہی دے سکتا ہے، جو اصل صدیق ہے، اسلئے اسکو اللہ تعالیٰ، رسولؐ کی رسالت کی گواہی کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اور وہی علم والا ہی رسولؐ کا وصی و جانشین اور خلیفہ اور امام ہوتا ہے جو رسولؐ کی رسالت کی تصدیق کرتا ہے جیسے ہارونؑ نے موسیٰؑ کی رسالت کی تصدیق

کی تھی جیسے حضرت ہارونؑ وصی تھے، حضرت موسیٰؑ کے، اور حضرت آصفؑ بن برخیا وصی تھے حضرت سلیمانؑ کے۔ اسی طرح حضرت علیؑ وصی و جانشین تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد آنحضرت کے علم میں سب سے افضل حضرت علیؑ ہی تھے۔ اور وہی بعد رسولؐ مقبولؐ کے اللہ کے حکم کے مطابق ہدایت کرنے والے ہادی اور امام تھے۔ جو حاملِ علم الٰہی ہوتے ہیں، اسی آیت کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث ہے کہ "میں شہرِ علم ہوں علیؑ اُسکے دروازہ ہیں۔" اور وہ لوگ جو کافر ہو گئے۔ کہتے ہیں۔ تو اللہ کا بھیجا ہوا نہیں ہے۔ اے رسولؐ تم کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے۔ اور وہ بھی جسکو ہر کتاب کا علم ہے" (پ۱۳ رعد آیت۴۳) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ اور آیتِ مذکورہ بالا کے بارے میں تفسیر فرماتے ہیں۔ تفسیر صافی ص۲۶۳) پر بحوالہ کافی میں ہے، اور تفسیر عیاشی حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اس آیہ مجیدہ میں اللہ تعالیٰ نے صرف ہم کو مراد لیا ہے۔ اور علیؑ علیہ السّلام ہم میں سے اوّل اور ہم سے افضل اور بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے بہتر ہیں۔ احتجاج طبرسی میں ہے کہ کسی شخص نے جناب امیر المومنین علیہ السّلام سے پوچھا کہ آپکی سب سے بڑی ہوئی تعریف کیا ہے آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مراد مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ سے ہم ہی ہیں۔" المجالس میں ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس آیت کے معنی دریافت کئے گئے تھے تو فرمایا کہ یہ میرا بھائی علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔ تفسیر عیاشی میں ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے پوچھا گیا کہ عبداللہ ابن سلام کا یہ گمان ہے کہ خدا نے یہ جو فرمایا ہے کہ "قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ ...... الخ" یہ میرے باپ کے بارے میں ہے۔ ان حضرتؑ نے فرمایا وہ جھوٹا ہے یہ علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اسکی صداقت اس آیت سے بھی ظاہر ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی خود اللہ تعالیٰ نے دی ہے، اور اسکے فرشتوں اور جو حامل علم الٰہی ہیں۔ کوئی عالم یا جاہل رسولؐ کی رسالت اور اللہ کی وحدانیت کی گواہی نہیں دے سکتا ہے۔

ارشاد ربُّ العزت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر اسکے سوا کسی کی عبادت نہیں عزت والا حکمت والا (پ۳ آلِ عمران آیۃ۱۸)

یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی کا ہے اُولُوا الْعِلْمِ کے معنی ترجمہ میں عالم لیا ہے اور تفسیر میں فرماتے ہیں۔ یعنی انبیاءؑ اور اولیا۔ جب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی انبیا اور اولیاءُ اللہ دیں تو مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ کے معنی بھی انبیا اور اولیاءُ اللہ ہی ہونگے یہود و نصاریٰ کے عالم نہیں ہو سکتے ہیں لہٰذا جو ہر کتاب کا علم رکھتے ہیں اور حاملِ علمِ الٰہی ہیں، وہی رسولؐ مقبول کی رسالت کے گواہ ہونگے ایک معصوم کی گواہی ایک معصوم ہی دیتا ہے، اور غیر معصوم رسولؐ کی رسالت کی گواہی نہیں دے سکتا ہے

اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک نبیؑ کو بھیجا پھر اسکی گواہی کیلئے دوسرا نبیؑ بھیجا اور پھر تیسرا نبیؑ بھیجا۔ لیکن کافروں نے ان سب انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا۔ سورۂ یٰسٓ میں یہ واقعہ درج ہے

حضرت موسیٰؑ کی گواہی حضرت ہارونؑ نے دی۔ اور جو حاملِ علمِ الٰہی ہیں انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ صاحبانِ علم عدل کے ساتھ قائم ہیں۔ "اور خدا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں، اور فرشتے اور علم والے لوگ جو انصاف پر قائم ہیں۔ وہ بھی گواہی دیتے ہیں کہ اس غالب حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں" (پ۳ آلِ عمران آیت۱۸) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خان صاحب جالندھری کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے گواہ وہ علم والے ہیں جو عدل و انصاف پر قائم ہیں۔ علم والے یہود و نصاریٰ کے علماء یا مسلمان علماء نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ انصاف پر قائم نہیں ہیں، دین میں اختلاف پیدا کرنے والے علماء ہی ہیں۔ اور مختلف فرقوں کا وجود اس بات کی بیّن دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہر عیب سے پاک ہے اور فرشتے بھی معصوم ہیں۔ لہٰذا وہ علم والے گواہ جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیتے ہیں وہ بھی معصوم ہونگے۔ اور وہ انبیاء اور اولیاء اللہ ہی ہو سکتے ہیں اور وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام ہیں جنکی شان میں آیتِ تطہیر نازل ہوئی ہے۔ "اللہ تعالیٰ نے خود گواہی دی کہ بیشک اسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور کل فرشتوں اور صاحبانِ علم نے جو عدل کے ساتھ قائم ہیں۔ (یہی گواہی دی کہ) سوائے اسکے جو زبردست حکمت والا ہے کوئی معبود نہیں" (پ۳ آلِ عمران آیت۱۸) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی کا ہے۔ تفسیر بیان فرماتے ہیں۔ **قائما بالقسط**۔ تفسیر عیاشی اور تفسیر صافی ص۸۰ میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اُولُوا العلم سے مراد انبیاءؑ اور اوصیاءؑ ہیں وہی قسط پر قائم ہیں۔ اور قسط سے عدل ہی مراد ہے جو علم الٰہی کے حامل ہیں وہی عدل پر قائم ہیں اور اللہ کے حکم کے مطابق راہِ حق کی ہدایت کرنے والے ہیں۔ لہٰذا **من عندہٗ علم الکتاب** سے مراد بھی حاملِ علمِ الٰہی ہوتے جنکو اللہ نے اس کتاب کا علم دیا ہے اور یہ آیت حضرت علیؑ علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے اور آنحضرتؐ کی حدیث اس آیۂ مجیدہ کی تائید بھی کرتی ہے کہ "میں شہرِ علم ہوں اور علیؑ اسکے دروازہ ہیں" حضرت علیؑ ہی من عندہٗ علم الکتاب ہیں۔ اور انہی کو اللہ تعالیٰ اُولُوا العلم بھی فرماتا ہے لہٰذا حضرت علیؑ ہی نبیؐ کے وصی و جانشین ہوتے۔ کیونکہ نبیؐ کا وصی حاملِ علمِ الٰہی ہوتا ہے۔

حضرت آصفؑ بن برخیا حضرت سلیمانؑ کے وصی تھے وہ علمِ الٰہی کے حامل تھے۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے: "جس کے پاس کتاب کا کچھ تھوڑا علم تھا اُسنے کہا کہ میں اسے تیرے پاس لے آتا ہوں پیشتر اس کے کہ تیری نگاہ تیری طرف پھر آئے" (پ۱۹ النمل آیت۴۰) اور بلقیس کے تخت کو

حضرت سلیمانؑ نے سامنے رکھا ہوا پایا۔ انسانی عقل کے ادراک سے آصف بن برخیا کا یہ عمل بالاتر ہے۔ اسی طرح سے حضرت علیؑ کا حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دینا بھی انسانی عقل کے ادراک سے باہر ہے۔ لیکن یہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے اس لئے ایمان لانے والوں کو اس سے انکار کا اختیار نہیں ہے۔ اب جو اس سے انکار کرتا ہے تو وہ جانے اور اسکا ایمان جانے۔

جو لوگ حاملِ علمِ الٰہی ہیں انکو اللہ تعالیٰ طرح طرح سے پہچنوا رہا ہے۔ جس کو علم دیا گیا ہے وہی نبیؐ کے وصی و جانشین اور خلیفہ ہیں جو لوگ ان کا شریک بنائے ہوئے ہیں قیامت کے دن تمام رسوائی اور برائی انہی لوگوں کیلئے ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "پھر قیامت کے دن اللہ انہیں رسوا کریگا۔ اور کہے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جنکے متعلق تم مومنین سے دشمنی کیا کرتے تھے جنکو علم دیا گیا تھا وہ کہیں گے کہ یقیناً آج کے دن کی رسوائی اور برائی کافروں کیلئے ہے" (پ النحل آیت) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ اُوتُوا العِلم کی تفسیر بیان فرماتے ہیں۔ تفسیر صافی ص یہ ہے کہ اُوتُوا العِلم انبیاء اور علماء ہیں جو انہیں توحید کی طرف بلاتے ہیں اور وہ انہیں تکلیف دیتے ہیں۔ اور تکبر کرتے ہیں۔ اور تفسیر قمی میں ہے کہ اُوتُوا العِلم سے مراد آئمہ معصومینؑ ہیں جو اپنے دشمنوں سے یہ فرمائیں گے۔ کہ اب تمہارے وہ شریک کہاں ہیں۔ اور جنکی تم دنیا میں اطاعت کیا کرتے تھے وہ کدھر گئے۔

"پھر قیامت کے دن رسوا کریگا ان کو۔ اور کہیگا کہاں ہیں میرے شریک؟ جن پر ضد کرتے تھے بولینگے جن کو خبر ملی تھی۔ بیشک رسوائی آج کے دن اور برائی منکروں پر ہے" (پ النحل آیت) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی کا ہے۔ انہوں نے اُوتُوا العِلم کی تفسیر نہیں فرمائی ہے ہاں ترجمہ جن کو خبر ملی تھی کیا ہے۔

"پھر وہ انکو قیامت کے دن بھی ذلیل و رسوا کریگا۔ اور کہیگا کہ میرے شریک کہاں ہیں جنکے بارے میں تم جھگڑا کرتے تھے، جنلوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہیں گے۔ کہ آج کافروں کی رسوائی اور برائی ہے" (پ النحل آیت) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خان صاحب جالندھری کا ہے۔ اُوتُوا العِلم کے معنی پیغمبر یا فرشتے یا اولیاء "پھر قیامت کے دن انہیں رسوا کریگا۔ اور فرمائیگا۔ کہاں ہیں میرے وہ شریک جنمیں تم جھگڑتے تھے۔ علم والے کہیں گے آج ساری رسوائی اور برائی کافروں پر ہے" (پ النحل آیت)

یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی کا ہے۔ تفسیر فرماتے ہیں (۱) جو تم نے گھڑ لئے تھے (۲) مسلمانوں نے اور اُوتُوا العِلم کے معنی بیان کرتے ہیں۔ یعنی ان امتوں کے انبیاء اور علماء جو انہیں دنیا میں ایمان کی دعوت دیتے اور نصیحت کرتے تھے اور یہ لوگ

انکی بات نہ مانتے تھے۔ اس آیہ مجیدہ کی تفسیر اور ترجمہ جو علماء نے کیا ہے اس سے یہ بات صاف عیاں ہے۔ کہ علم والے ان لوگوں سے قیامت کے دن کہینگے کہ جنکو تم نے ہمارا شریک گڑھ لیا تھا اور تم مومنین سے انکے بارے میں جھگڑتے تھے اور کہینگے کہ آج ساری رسوائی اور برائی کافروں کیلئے ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ علم والے برحق امام اور ھادی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے حکم کیمطابق راہِ حق کی ہدایت کرنے والے ہیں۔ اور انکو چھوڑ کر لوگوں نے جنکو امام و ہادی بنا لیا وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اور پھر مومنین سے انکے بارے میں جھگڑتے ہیں اور گمراہی سے نکل کر ہدایت کے راستے کو نہیں پہچانتے ہیں۔ لہٰذا قیامت کے دن ساری رسوائی اور برائی گمراہوں ہی کیلئے ہے۔ ؎

عارف یہ منزلیں بھی عجیب و غریب ہیں — حیدر ملے رسول ملے پھر خدا ملا — عارف نابینا اکبرآبادی

بہر حال نصیحت اور ہدایت وہی حاصل کریگا جو اللہ کے عذاب سے خوف کھاتا ہے۔ اور حق کے راستے کو بتلانے کیلئے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ اور ہر گروہ کیلئے انبیا اور ہادی بھیجے۔

ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "اے محبوب بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا۔ خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور جو کوئی گروہ تھا سب میں ایک ڈر سنانے والا گذر چکا ہے۔ اور تمہیں یہ جھٹلائیں تو ان سے اگلے بھی جھٹلا چکے ہیں" (پ ۲۲ فاطر آیت ۲۵-۲۴) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ہے۔ آپ ڈر سنانے والے کی تفسیر بیان فرماتے ہیں۔ خواہ وہ نبی ہو یا عالم دین جو نبی کی طرف سے خلقِ خدا کو اللہ تعالیٰ کا خوف دلائے۔ (وہ عالم دین نہیں ہو سکتا ہے وہ صرف نبی اور انکے اوصیا ہو سکتے ہیں جو حامل علم الٰہی ہوتے ہیں۔ اور اللہ کے حکم کیمطابق ہدایت کرتے ہیں)۔ "ہم نے بھیجا ہے تجھکو سچا دین دیکر خوشی اور ڈر سناتا۔ اور کوئی فرقہ نہیں جس میں نہیں ہو چکا کوئی ڈرانے والا۔ اور اگر تجھ کو جھٹلائیں، تو آگے جھٹلا چکے ہیں ان سے اگلے پہنچے انکے پاس رسول انکے لیکر کھلی باتیں اور ورق اور چمکتی کتاب"۔ (پ ۲۲ فاطر آیہ ۲۵-۲۴) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی صاحب کا ہے، آپ ڈرانے والے کی تفسیر فرماتے ہیں۔ خواہ نبی ہو خواہ نبی کی راہ پر۔ (نبی کے بعد ڈرانے والے کو مولانا صاحب نے نہیں بتلایا) "تو نہیں ہے مگر ڈرانے والا۔ یقیناً ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بشارت دینے والا، اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ اور کوئی امت ایسی نہیں مگر یہ کہ اس میں کوئی ڈرانے والا ہو گذرا، اور اگر تمہیں جھٹلائیں تو یقیناً انہوں نے انکو جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے تھے انکے پاس انکے رسول کھلی دلیلیں اور صحیفے اور روشنی دینے والی کتابیں لیکر آئے (پ ۲۲ فاطر آیت ۲۵-۲۳)۔ یہ ترجمہ مولانا امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ کی تفسیر فرماتے ہیں۔ تفسیر صافی صفحہ ۴۱۹ پر ہے کہ ڈرانے والا نبی یا وصیٔ نبی۔ تفسیر قمی میں ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر زمانے میں ایک

امام اور ہادی رہتا ہے، چونکہ آنحضرت کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور زمانے کا امام آنحضرت کا وصی و جانشین اور خلیفہ ہوتا ہے۔ اور کافی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال نہیں فرمایا جب تک کہ حکم خدا سے آئندہ کیلئے ڈرانے والا مقرر نہ کر دیا پھر اگر کوئی یہ کہے کہ ایسا نہیں ہو تو گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے کل آدمیوں کو جو اسوقت اپنے آبا واجداد کے صلب میں تھے ضائع کر دیا، کسی نے عرض کی کیا قرآن مجید ان کیلئے کافی نہیں ہے، فرمایا ضرور کافی ہے بشرطیکہ اسکے مفسر کو معلوم کر لیں پھر عرض کیا گیا کہ کیا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی تفسیر نہیں فرمائی؟ فرمایا کما حقہٗ تفسیر تو ایک شخص کیلئے فرمائی ہے، رہی باقی امت ان کیلئے اس شخص کی کما حقہٗ تفسیر فرما دی یعنی اسکی عظمت وشان جتلا دی، اور وہ بزرگوار جناب علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں" مندرجہ بالا آیات اور اسکے ترجموں اور تفسیروں میں غور و فکر کرنے سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

۱ نبیؐ تو پہلے ڈرانے والے ہیں لیکن آپ کے بعد بھی کوئی ڈرانے والا ضروری ہے جیسا کہ ڈر سنانے والے کی تفسیر میں تینوں مولانا صاحبان نے فرمایا ہے کہ خواہ وہ نبیؐ ہو یا اولیاء یا عالم دین ہوں جو نبیؐ کی طرف سے خلق خدا کو اللہ کا خوف دلاتے۔ نبیؐ بھی اللہ کا بنایا ہوا ہوتا ہے تو نبیؐ کی طرف سے خدا کا خوف دلانے والا بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوگا وہی نبیؐ کا وصی و خلیفہ ہوگا، اور وہ آئمہ برحق ہونگے جنکو مَن عندہٗ علم الکتاب اور اُوتوا العلم فرمایا ہے جو حاملِ علمِ الٰہی ہونے کی وجہ سے راہ حق کی ہدایت اللہ تعالیٰ کے حکم کیمطابق کرتے ہیں یہی حقدار ہیں کہ انکی پیروی کیجائے۔ انہی کا راستہ صراطِ مستقیم ہے

۲ اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کے ساتھ ساتھ نبیؐ کے اوصیاء کو بھی پہچنواتا ہے، ارشاد رب العزت ہوتا ہے۔ "اور تم گھروں میں انکے دروازوں سے داخل ہوا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ فلاح پاؤ" (پ البقرۃ آیہ ۱۸۹) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ اور اَبْوَابِھَا کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ کہ احتجاج طبرسی میں جناب امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ خدا نے علم کے اہل فرمائے ہیں۔ اور کل بندوں پر اطاعت انکی اپنے اس قول سے واجب قرار دی ہے۔ وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا اس آیہ مجیدہ میں بیوت سے مراد بیوتِ علم ہے اور وہ انبیاء علیہم السلام ہیں جنھیں خدا نے اپنا علم سپرد فرمایا ہے۔ اور اَبْوَابِھَا سے مراد انکے اوصیاء ہیں۔ نیز انہوں نے فرمایا کہ ہم وہ بیوت ہیں جنکے دروازوں میں سے آنکا

حکم خدا نے دیا ہے۔ اور ہم خدا کا دروازہ ہیں۔ اور ہم اسکے گھر ہیں، جو ہمیں سے آنا چاہے، پھر جسنے ہماری متابعت کی اور ہماری ولایت کا اقرار کیا وہ تو بیشک گھروں میں دروازوں سے آیا۔ اور جسنے ہماری مخالفت کی اور غیر کو ہم پر فضیلت دی۔ وہ گھروں کے پچھواڑوں سے آیا اس آیۂ مبارکہ کے تحت حضورؐ کی حدیث سچی ثابت ہوتی ہے کہ میں شہرِ علم ہوں اور علیؑ اسکے دروازہ ہیں۔ انکے گھروں اور دروازوں سے مُراد یہاں مادی گھروں اور دروازوں کے نہیں لئے جا سکتے ہیں، کیونکہ قطع نظر رواجِ زمانہ جاہلیت کے کون ایسا شخص ہے جو اپنے گھروں میں دروازہ چھوڑ کر پشت کی طرف سے آتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم اور جنابِ علیؑ کی تفسیر سے جو احتجاجِ طبرسی سے اُوپر نقل کی گئی ہے" اور آنحضرتؐ کی یہ حدیث بھی اسکی تائید کرتی ہے جو مذکورہ بالا آیت کی تفسیر ہے: انا دار الحکمۃ و علیٌّ بابُھا کہ میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں" نیز فرمایا ہے انا مدینۃ العلم و علیٌّ بابُھا میں شہرِ علم ہوں اور علیؑ اُسکے دروازہ ہیں"

جسے علیؑ نہ ملا اس کو مصطفیٰؐ نہ ملا — جسے بلا نہ محمدؐ ملا اُسے خدا نہ ملا

اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ اور نبیؐ کے وصی کو قرآن پاک میں طرح طرح سے پہچنوا رہا ہے۔ اور علم و حکمت عطا فرما کر ممتاز کر دیا۔ مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا۔ کہ دیکھو اگر اللہ تعالیٰ اور اُسکے نبیؐ کے علم و حکمت کو، جاننا چاہتے ہو تو نبیؐ کے وصی علیؑ کے ذریعہ حاصل کرو، اگر اللہ کا خوف رکھتے ہو اور تب ہی فلاح پاؤ گے۔ جن مومنین کو اللہ تعالیٰ کا خوف تھا انہوں نے نبیؐ اور نبیؐ کے وصیؑ ہی کو اپنی فلاح کا ذریعہ سمجھا۔ اور انہی کی اطاعت و پیروی کر کے صراطِ مستقیم پر قائم رہے" جنکو اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت عطا فرمایا۔ ان سے لوگ حسد کر کے خود بھی گمراہ ہوئے، اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا" ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے" کیا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے" یقیناً ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی ہاور انہیں ایک بہت بڑی سلطنت دی۔ تو انمیں کوئی اس پر ایمان لایا اور کسی نے اس سے منہ پھیرا اور دوزخ کافی ہے بھڑکتی آگ" (پ۵ النساء آیۃ ۵۴-۵۵) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ اور تفسیر فرمائی ہے بحسدون الناس تفسیر صافی صہ۱۱۲ پر کافی اور تفسیر عیاشی کے حوالے سے لکھا ہے کہ آئمہ علیہم السلام نے فرمایا ہے کہ وہ محسود ہم ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے انکو کتاب و حکمت اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے یعنی درجۂ امامت ملکاً عظیماً۔ تفسیر صافی صہ۱۱۲ پر اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ کچھ بعید نہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ اسقدر عطا فرمائے جتنا کہ آلِ ابراہیمؑ کو، اسلئے کہ وہ ان کے ابنِ عم ہیں"

اور کافی اور تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں الکتاب سے مراد

نبوّت اور الحکمۃ سے فہم اور قضا اور **ملکاً عظیماً** سے طاعتِ واجبہ ہے۔

کافی اور تفسیر عیاشی میں حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سے رسولؐ انبیاء اور امام بنائے۔ پھر وہ کس طرح آلِ ابراھیمؑ میں تو اقرار کرتے ہیں۔ لیکن آلِ محمّدؐ میں انکار کرتے ہیں۔ نیز ومن ما یاہ ملکاً عظیماً سے مراد یہ ہے کہ انہیں امام بنائے جس نے انکی اطاعت کی اس نے اصل خدا کی اطاعت کی اور جس نے انکی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی پس یہی ملکِ عظیم ہے کہ انہیں امام بنایا۔ جس نے انکی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی ہے "یا جو خدا نے لوگوں پر اپنے فضل سے دے رکھا ہے اسکا حسد کرتے ہیں تو ہم نے خاندانِ ابراھیمؑ کو کتاب اور دانائی عطا فرمائی تھی، اور سلطنتِ عظیم بھی بخشی تھی۔ پھر لوگوں میں سے کسی نے تو اس کتاب کو مانا اور کوئی اس سے رکا اور ہٹا رہا تو ان نہ ماننے والوں (کے جلانے) کو دوزخ کی جلتی ہوئی آگ کافی ہے" (پ۵ النساء آیت ۵۴-۵۵) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خان صاحب جالندھری کا ہے۔ آپ فرماتے ہیں یعنی ہمیشہ سے اللہ نے ابراہیم علیہ السّلام کے گھر میں بزرگی دی ہے اب بھی اسی گھر میں ہے پھر جو کوئی قبول نہ کرے اسکے لئے دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ تیار ہے۔

"یا حسد کرتے ہیں لوگوں کا اس پر جو دیا انکو اللہ نے اپنے فضل سے؟ سو ہم نے دی ہے ابراہیمؑ کے گھر میں کتاب اور علم اور انکو دی ہم نے بڑی سلطنت۔ پھر انمیں سے کسی نے مانا اور اس سے اٹک رہا۔ اور دوزخ بس ہے جلتی آگ" یہ ترجمہ مولانا شاہ عبد القادر محدّث دہلوی صاحب کا ہے۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں۔ کہ یعنی ہمیشہ سے اللہ نے ابراہیمؑ کے گھر میں بزرگی دی ہے اب بھی اسی کے گھر میں ہے۔ پھر جو کوئی قبول نہ رکھے وہ بے انصاف ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے جنکو علم عطا کیا ہے انکو واضح کر دیا کہ وہ آلِ ابراھیمؑ میں سے ہیں۔ کسی کو نبی کسی کو رسولؐ اور کسی کو امام بنایا۔ ان پر جو ایمان لاتے وہ فلاح پانے والے ہوتے۔ اور جن لوگوں نے انکا انکار کیا اور ایمان نہیں لاتے انکو جلانے کے لئے دوزخ کی آگ تیار ہے۔"

آلِ ابراہیمؑ میں سے جنکو اللہ نے کتاب اور حکمت عطا فرمائی ان کیلئے، حضرت ابراھیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ دعا فرماتے ہیں۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اے ہمارے ربّ ہم دونوں کو اپنا ہی فرمابردار بنائے رہنے دے۔ اور ہماری اولاد میں سے اپنی ہی ذات کی مسلم (فرمابردار) اُمّت اٹھا۔ اور ہمیں ہمارے حج کی جگہیں دکھا دے۔ اور ہماری طرف مہربانی کی توجہ فرما کیونکہ تو بڑا ہی توجہ فرمانے والا ہے۔ نہایت ہی مہربان ہے۔ اے ہمارے ربّ تو ان (اُمّتِ مسلمہ) میں انہی میں سے ایک رسولؐ مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتیں اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے

اور انھیں پاک کرے ۔ بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے ۔ اور کون ہے جو ابراہیم کی ملت سے مُنہ پھیرے سوائے اسکے جسنے اپنے نفس کو احمق بنایا ۔ اور بیشک ہم نے اُسے دُنیا میں منتخب کیا اور بیشک وہ آخرت میں صالحین میں سے ہے" (پ البقرۃ آیت ۱۲۸ تا ۱۳۰) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے "

ربنا واجعلنا ۔ یہ آیتیں بہت اہم ہیں ۔ یہ تو سب مانتے ہیں ۔ کہ حضرت ابراہیمؑ نہ صرف نبیؑ تھے بلکہ امامت کے رجہءِ رفیعہ پر بھی فائز ہو چکے تھے اسلئے ابراہیمؑ اور اسمٰعیل علیہم السّلام کا اپنے لیے مسلمان ہونے کی دُعا کرنا یا مانگنا کیا مطلب رکھتا ہے کیا نبیؑ اور امام مسلمان نہیں ہوتے؟ استغفر اللہ

بات یہ ہے کہ آپنے اللہ تعالیٰ سے بقائے اسلام کی دُعا مانگی تھی کہ ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم ہمیشہ ہمیشہ تیرے ہی خالص مطیع و منقاد رہیں ۔ ابراہیمؑ کا اسلام نبوتی اسلام تھا جس میں کوئی واسطہ نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ ابراہیم سے کہا (وہ وقت یاد کرو) جب کہ اس کے ربّ نے اُسے کہا ۔ کہ اسلام (نبوتی) کا اظہار کر اُسنے کہا میں جہانوں کے ربّ کا فرمانبردار ہو چکا ہوں" (پ البقرۃ آیت ۱۳۱) پھر دُعا کی کہ ہم دونوں یعنی ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی ذرّیت میں سے ایک اپنی اُمّت مُسلمہ بنا ۔ یعنی اسکا اسلام بھی نبوتی اسلام ہو ۔ نہ کہ عام لوگوں کا اسلام ۔ آگے دُعا کی کہ اے ہمارے ربّ اس اُمّتِ مسلمہ میں سے ہی ایک رسول مبعوث فرما ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو ذریتِ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام سے پہلے اور آخری نبیؐ ہیں مبعوث ہوں ۔ تو اُمّتِ مُسلمہ موجود ہونی چاہیے جس میں سے وہ مبعوث ہوں ۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اجداد اور والدین باسلام نبوتی مسلمان تھے ۔ کیونکہ انہی کے گھر آپؐ پیدا ہوتے ۔ اور یہ امتِ مسلمہ کی فرد تھے ۔ یہ ثابت ہو گیا کہ آپؐ کے اجداد مسلمان تھے " مذکورہ بالا آیتوں کے ترجموں اور تفسیروں میں غور و فکر سے کام لیا جائے تو ذیل کے نتائج برآمد ہوتے ہیں ۔

۱ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہم السّلام کی ذُرّیت میں ایک اُمّتِ مُسلمہ چلی آتی ہی تھی لہٰذا آنحضرت کے اجداد مسلمان تھے ، اور اللہ تعالیٰ نے محمّدؐ و آلِ محمّدؐ علیہم السّلام کو کتاب و حکمت عطا فرمائی ۔ اور نبوت اور امامت کے درجوں سے سرفراز کیا جو کہ حضرت ابراہیمؑ و اسماعیل علیہم السّلام کی اولاد ہیں

۲ اللہ تعالیٰ سوال کرتا ہے کہ جنکو ہم نے کتاب و حکمت عطا کی ہے ان سے کون مُنہ پھیرے گا سوائے اسکے جو احمق ہو ، جس نے ان سے حسد کیا اور حسد کی وجہ سے ان سے مُنہ پھیر لیا تو اسکا ٹھکانا دوزخ کی آگ ہے ، جو ان پر ایمان لائے وہی فلاح پانے والے ہیں " ے

ہیں اجر جو پھرے ان سے گئے وہ دو عالم سے   نہ پایا رتبہ سیدؑ کیا دوزخ کا نظارہ

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے لئے اور اپنی ذرّیت میں، آنحضرتؐ کی رسالت کو بھی حاصل کرلیا۔ تو پھر امامت کی خواہش بھی کی۔ اللہ سے درخواست کی۔ تو اللہ نے کہا کہ ابھی صبر کا امتحان دینا پڑیگا، تو حضرت ابراہیمؑ نے کہا اے میرے رب میں امتحان بھی دونگا۔ اللہ نے کہا امتحان دوگے ابراہیم نے کہا اے میرے رب میں صبر کا امتحان بھی ضرور دونگا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا اے میرے خلیل پھر اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کو میری راہ میں قربان کردو۔ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں حضرت اسمٰعیل کی قربانی پیش کردی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانی قبول کرلی۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے اور "(وہ وقت یاد کرو) جبکہ ابراہیمؑ کے رب نے اسکا امتحان لیا چند کلمات سے تو اس نے انھیں پورا کردیا۔ تو خدا نے فرمایا کہ میں تمہیں سب انسانوں کا امام بنانے والا ہوں ابراہیمؑ نے کہا، اور میری اولاد میں سے؟ خدا نے کہا، میرا عہدہ، ظالموں کو نہ پہنچے گا۔"

(پ البقرہ آیت ۱۲۴) وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۔ تفسیر صافی پ ۱ ص ۳۶ اور کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیمؑ کو نبیؑ مقرر کرنے سے پہلے اپنا عبد مقرر کیا، اور رسول بنانے سے پہلے نبوت عطا فرمائی پھر خلیل سے پہلے رسول بنایا اور امام مقرر کرنے سے پہلے خلیل بنایا جب یہ سب مدارج طے ہوگئے۔ تب ارشاد فرمایا۔ انی جاعلک للناس اماما چونکہ یہ ایک بلند درجہ تھا اور آپ کے دل میں اس عہدہ کی بے حد عظمت تھی آپ نے اپنی اولاد کے لئے بھی یہ سوال کیا، قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي کہ کیا میری ذریت میں سے بھی کسی کو یہ درجہ ملیگا؟ خدا نے فرمایا: لاینال عهدی الظالمین۔ میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا، یہاں پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امامت کے ملنے کو عہد الٰہی قائم رکھنے پر معلق کیا ہے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد سے عصمت مطلقہ مراد ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔ الم اعهد ..... "اے اولاد آدمؑ! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا۔ یقیناً وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے" (پ یٰسٓ آیت ۶۰) اسکے کسی امر کی بھی اطاعت نہ کرنا چونکہ ہر گناہ اغوا اور اطاعتِ شیطان ہی سے ہوتا ہے اسلئے گنہگار امام نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ظالمین کی تشریح اور توضیح، فرمادی ہے چنانچہ ارشاد ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے (پ لقمان آیت ۱۳) مشرک ظالم بلکہ بہت بڑے ظالم ٹھہرے۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔ والکافرون هم الظالمون کافر ہی ظالم ہیں (پ البقرہ آیت ۲۵۴) اور ایک مقام پر ارشاد ہے، وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

اَلظّٰلِمُوْنَ اور جو اللہ تعالیٰ کی سرحدوں سے تجاوز کرینگے پس وہی لوگ تو ظالم ہیں"۔ (پ البقرہ آیت ۲۲۹)۔

ان آیاتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ مشرک، کافر اور گنہگار سب ظالم ہیں اسلئے مستحقِ امامت نہیں اور چونکہ قرآنِ مجید میں ظالموں کو لعنت کا مستوجب قرار دیا گیا ہے "اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ کہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے"۔ (پ اعراف آیت) یعنی خدا کی رحمت سے دور کیے گئے ہیں۔ اسلئے جب تک کوئی شخص شرک، کفر یا گناہ میں مبتلا ہے۔ اس پر خدا کی لعنت پڑتی رہتی ہے۔ ایسے لوگ امام نہیں بنائے جا سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ بحکم التائب من الذنب کمالا ذنب لہٗ کہ جو شخص گناہ سے توبہ کر لے وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو تو ایسے لوگ جو پہلے مشرک یا کافر ہے بعد میں اسلام لائے وہ تو امام بن سکتے ہیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے "اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے انکی طرف تم مت جھکو ورنہ تمہیں آگ چھو جائیگی"۔ (پ ھود آیہ ۱۱۳) کہ خبردار ان لوگوں کی طرف مائل نہ ہو جانا جو پہلے کبھی گناہ کر چکے تھے ظلموا صیغۂ ماضی ہے۔ یعنی اسلام لانے سے قبل گناہ کر چکے تھے اگرچہ وہ مسلمان ہوگئے۔ لیکن چونکہ کبھی گناہ، شرک اور کفر کر چکے تھے اسلئے امامت کے اہل نہیں ہے۔ امام وہی ہو سکتا ہے، جو خدا کے عہد پر قائم رہا ہو، یعنی معصوم ہو، غیر معصوم امام نہیں ہو سکتا ہے، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہو کہ امام بنانا خدا کے اختیار میں ہے، لوگ اپنے باہمی مشورہ سے امام مقرر نہیں کر سکتے۔ آنحضرت صلعم کے بعد حضرت علیؑ اور آپ کی ذرّیت سے باقی گیارہ امام منصوص من اللہ ہیں، وہ سب معصوم ہیں"۔

مذکورہ بالا آیات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ انبیاءؑ اور ان کے اوصیاءؑ یعنی آئمہ جنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کیلئے ہی پیدا کیا ہے۔ وہ شیطان کے کسی امر کی اطاعت نہیں کر سکتے۔ اسی لئے ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے وہ معصوم ہوتے۔ اور نہ وہ شرک کرنے والوں میں سے ہوتے ہیں، جو کہ سب سے بڑا ظلم ہے اسلئے بھی انبیاءؑ اور آئمہؑ معصوم ہوتے ہیں۔

انبیاءؑ اور آئمہؑ اللہ کی حدوں کو کبھی تجاوز نہیں کرتے ہیں جو تجاوز کرتے ہیں وہ ظالم ہوتے ہیں۔ اسلئے بھی انبیاءؑ اور آئمہؑ معصوم ہوتے۔ ان کیلئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ وہی چاہتے ہیں جو اللہ چاہتا ہے"۔

جو لوگ گنہگار اور ظالم ہیں انکی اطاعت اور پیروی کرنے سے اللہ تعالیٰ سختی سے منع کرتا ہے یہ بات نہیں ہے کہ ایک دفعہ گنہگار اور ظالم تھا۔ یا کافر اور مشرک اور بعد میں مسلمان اور پارسا ہو گیا، تو وہ قابلِ اطاعت ہو گیا جنھوں نے کبھی بھی ظلم کیا ہو انکی اطاعت و پیروی کرنا تو دور کی بات ہے انکی طرف مائل بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ اتنی سختی کے ساتھ روکتا ہے اور جو ذرا بھی ظالموں کیطرف مائل ہو گا تو اسکا ٹھکانا جہنم ہے"۔ "اور جب پروردگار نے چند باتوں میں ابراہیمؑ کی

آزمائش کی تو وہ انمیں پورے اترے، خدا نے کہا میں تمکو لوگوں کا (امام) پیشوا بناؤنگا۔ انہوں نے کہا کہ پروردگار میری اولادیں سے بھی (امام بنائیو) خدا نے فرمایا کہ ہمارا اقرار ظالموں کیلئے نہیں ہوا کرتا" (پ البقرۃ آیت ۱۲۴) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خان جالندھری صاحب کا ہے۔ اس آیت کی تفسیر مولانا صاحب فرماتے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ یہ آزمائش نبوت سے پہلے تھی یا بعد۔ اور کس امر میں تھی۔ یہ کیسی بھی ہوا اور کسی امر میں بھی ہو وہ اس امر میں پورے اترے اور خدا نے خوش ہو کر ان کو لوگوں کا پیشوا (امام) بنایا مگر یہ بھی فرمایا کہ تمہاری اولادیں ظالم بھی ہونگے، اور جو ایسے ہونگے انکو منصب امامت عطا نہیں ہوگا۔ جو نیک ہونگے وہی امام بنائے جائینگے۔

جنکو اللہ تعالیٰ نے نبی اور امام بنایا وہ حضرت ابراہیمؑ کی ذریت میں امت مسلمہ ہی کی اولاد تھے اور انہی کو کتاب اور حکمت عطا کی گئی تھی۔ جو محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام ہیں جو ہر طرح کے رجس سے پاک و پاکیزہ ہیں اور معصوم ہیں۔ انہی سے لوگوں نے حسد کیا: جنہوں نے ان آئمہ معصومینؑ سے حسد کیا اور ان سے منہ موڑ لیا۔ تو وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا، اور جنہوں نے انکو اپنا نبی اور امام بنایا اور انکی اطاعت اور پیروی کی وہ لوگ ہدایت یافتہ کہلائے اور اللہ و رسولؐ اور آئمہؑ کی ولایت پر ایمان لائے تو انہی مومنین کو اللہ نے بذریعہ اللہ تعالیٰ گروہ کہا ہے، اللہ نے محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کو کتاب و حکمت کے ساتھ ساتھ ملک عظیم کا عطا کرنا ارشاد فرمایا ہے۔ جس سلطنت کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے اس سے مراد مادی سلطنت نہیں ہے بلکہ جسطرح اللہ تعالیٰ ربّ العالمین خود ہے اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رحمت اللعالمین بنایا ہے، اور آئمہ معصومینؑ کو آنحضرتؐ کا وصی و خلیفہ بنایا ہے لہٰذا یہ بھی تمام عالمین کے لئے ہادی اور امام ہیں اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو سب انسانوں کا امام بنایا تھا، لہٰذا آئمہ معصومین حضرت ابراہیمؑ کی ذریت میں سے ہیں جنکو امام بنایا گیا اسلئے وہ بھی سب انسانوں کے امام ہوتے۔ اور سب پر اللہ کی اور رسولؐ کی اور امام کی اطاعت واجب ہے اسی اطاعتِ واجبہ سے مراد ہی ملک عظیم کا عطا فرمانا ہے، اب اطاعت کرنا نہ کرنا ہر انسان کا اپنا فعل ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ بحیثیت انسان کے دنیا کا ہر ذی عقل اور ذی شعور انسان بحیثیت انسان کے بھی محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو انسانیت کا محسنِ اعظم مانتا ہے اور لوگوں کے دلوں پر انکی حکومت ہے یہانتک کہ غیر مسلم بھی انکو مانتا ہے ہندوستان کے ہندوؤں کے بارے میں تو ہم سب کو معلوم ہے۔ اور جوش ملیح آبادی فرماتے ہیں ؎ انسان کو بیدار تو ہو لینے دو۔ ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

اللہ تعالیٰ نے امام جنکو بنایا ہے وہ سارے انسانوں کیلئے امام ہیں اسی وجہ سے انکو ساری انسانیت کا محسن کہا جاتا ہے۔ فرشتے بھی انکی بزرگی اور عظمت کے قائل ہیں۔ اور وہ اپنے پروردگار کے ساتھ، محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا مقصد لوگوں کے جسموں پر ظلم وجبر کی حکومتِ دنیا نہیں۔ بلکہ لوگوں کے دلوں پر حکومت عطا فرمائی ہے جو باقی رہنے والی ہے اور مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی صاحب بھی فرماتے ہیں کہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کے گھر میں بزرگی دی ہے اب بھی اسی گھر میں بزرگی ہے پھر جو کوئی قبول نہ رکھے وہ بے انصاف ہے۔" ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے:۔ وہ جسکو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جسے حکمت دی گئی تو بیشک اُسے بہت زیادہ خیر وبرکت دی گئی۔ حالانکہ سوائے عقلمندوں کے اور کوئی نصیحت حاصل نہیں کرتا۔" (پ۳ البقرۃ آیہ ۲۶۹) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے الحکمۃ:۔ کافی، تفسیر عیاشی اور تفسیر صافی صفحہ پر ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ کی اطاعت اور امامِ وقت کی معرفت اور ان گناہوں سے بچنا جنکے ارتکاب پر اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ واجب کی ہے۔ نیز آپؑ نے فرمایا کہ حکمت سے مراد معرفت اور تفقہ فی الدین ہے پس جس نے تم میں سے علمِ فقہ حاصل کیا وہی حکیم ہے، اور مومنوں میں سے فقیہ کی موت پر شیطان سب سے زیادہ خوش ہوتا ہے، اس آیت سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حکمت اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے گویا اسے خیرِ کثیر دیدیتا ہے۔ اب پڑھیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وہ مشہور حدیث کہ آپؐ نے فرمایا کہ: انا دار الحکمۃ و علیٌّ بابھا میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ ابن ابی طالب اس گھر کا دروازہ ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حکمت کا گھر ہیں تو خیرِ کثیر اسی گھر میں ہوگی اور اسکی تقسیم حضرت علیؑ ہی کے دستِ مبارک سے ہوگی کیونکہ آپؑ خانۂ حکمت کا دروازہ ہیں۔ پس خیرِ کثیر انکے گھر کے علاوہ کہیں نہیں مل سکتی ہے۔"

"وہ جس کو چاہتا ہے دانائی بخشتا ہے اور جس کو دانائی ملی بے شک اسکو بڑی نعمت ملی اور نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہیں۔" (پ۳ البقرۃ آیہ ۲۶۹) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خان، جالندھری صاحب کا ہے۔"

"اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔ اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔" (پ۳ البقرۃ آیہ ۲۶۹)، یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السّلام کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی ہے لہذا

قرآن پاک کی صحیح تفسیر یہی بیان کرسکتے ہیں۔ وہ آئمہ معصومینؑ ہیں جو آنحضرت صلعم کے وصی و خلیفہ ہیں، جو منصوص من اللہ ہوتے ہیں۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "وہی اللہ تعالیٰ ہے جسنے تم پر یہ کتاب نازل کی۔ کچھ اس میں محکم آیتیں ہیں۔ وہی کتاب کی اصل ہیں۔ اور دوسری متشابہات (ایک دوسرے سے ملتی جلتی) ہیں پس وہ لوگ جنکے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ چاہنے اور اسے اپنے مطلب پر ڈھالنے کیلئے ان متشابہ آیتوں کی پیروی کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کا اصلی مطلب سوائے اللہ تعالیٰ کے اور ان لوگوں کے جو علم میں راسخ ہیں۔ اور کوئی نہیں جانتا۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم اس پر ایمان لائے۔ یہ سب محکم اور متشابہ آیات ہمارے ربّ کی طرف سے ہیں۔ اور نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر عقلمند۔" (پ۳ آلِ عمران آیت) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔

مُتشابہ آیتیں:۔ یہ وہ آیتیں ہیں جو ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور ظاہر بین آنکھوں کو انکی ملتی جلتی شکل سے کئی قسم کے احتمالات پیدا ہوتے ہیں اور وہ حقیقتِ حال سے واقف نہیں ہو سکتے۔ انکے مطالبِ حقیقی حاصل کرنے کیلئے بہت غور و خوض اور تفحص درکار ہوتی ہے چونکہ اسقدر محنت اور غور و خوض صرف علماءِ الٰہیہ ہی کرسکتے ہیں اسلئے انکے نازل کرنے کی ایک غرض یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر انکی فضیلت ظاہر ہوجائے کہ وہ کس طرح انکے معانی استنباط کرکے بتلاسکتے ہیں۔ اور انکا تعلق اور ربط محکمات کے ساتھ کس طرح پیدا کرسکتے ہیں۔ اور کسطرح انکے ذریعے سے توحید اور معرفتِ خدا تک رسائی ہوسکتی ہے۔"

وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ:۔ کافی تفسیر عیاشی اور تفسیر صافی ص۷۵ میں ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ رَاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ ہم ہیں اور اسکی پوری پوری تاویل سے ہم واقف ہیں، اور ایک روایت میں آیا ہے کہ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ میں افضل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے ہر اس چیز کا علم اور اس کی تاویل تعلیم فرمادی جو کچھ کہ آپ پر نازل کیا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کوئی چیز آپ پر نازل نہیں کرتا تھا۔ جب تک کہ اسکی تاویل کا علم آپ کو نہیں دیدیتا تھا۔ آپکے بعد آپکے کل اوصیاء الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ ہیں۔

"وہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی۔ جسکی بعض آیتیں محکم ہیں، اور وہ اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ ہیں۔ تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کا اتباع کرتے ہیں۔ تاکہ فتنہ برپا کریں۔ اور مرادِ اصلی کا پتہ لگائیں۔ حالانکہ مرادِ اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم ان پر ایمان لائے یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو عقلمند ہی قبول کرتے ہیں۔" (پ۳ آلِ عمران آیت۷) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خانصاحب جالندھری صاحب کا ہے اور آپ اس آیت کی تفسیر فرماتے ہیں۔ محکمات وہ آیتیں

ہیں۔ جن کے ایک ہی معنی ہیں۔ اور صاف اور کھلے ہوتے اور متشابہات وہ آیتیں ہیں جنمیں کئی معنوں کا احتمال ہو۔ اور مطلب کے کئی پہلو ہوں حقیقت میں مراد تو ایک ہی معنی ہوتے ہیں۔ مگر الفاظ اور انکی ترکیب کچھ ایسی واقع ہوتی ہے کہ۔ دوسرے معنوں کا بھی احتمال ہو جاتا ہے ایسی آیتوں کے معنی اپنی رائے سے نہیں کرنے چاہئیں۔ کیونکہ آیات کے معنی اپنی رائے سے کرنے پر وعید شدید آئی ہے۔ اور لوگ اس سے گمراہ ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا متشابہات وہ آیتیں ہیں جنکے معنی معلوم نہیں ہو سکتے۔ جیسے حروف مقطعات جو سورتوں کے شروع میں آتے ہیں جیسے الٓمٓ اور حٰمٓ وغیرہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ محکمات پر عمل کرو۔ اور متشابہات پر ایمان رکھو۔ افسوس ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی آیت میں فرماتا ہے کہ متشابہات آیات کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اور وہ جو الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ ہیں۔ لیکن مولانا صاحب نے الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ کی کوئی تفسیر بیان نہیں کی۔ کہ وہ کون ہیں جنکو متشابہات آیات کا علم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ کو جاننے کی مولانا صاحب نے کوشش نہیں کی، یا جاننے کی ضرورت نہیں سمجھی، یا پھر جان بوجھ کر الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ۔ کو پہچنوانا مناسب نہیں سمجھا، یہ بھی حق کو چھپانے کی کوشش ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے

"وہ وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری۔ اسکی کچھ آیتیں معنیٰ رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں۔ اور دوسری وہ ہیں جنکے معنیٰ میں اشتباہ ہے۔ وہ جنکے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں۔ گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈنے کو۔ اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اور پختہ علم والے کہتے ہیں۔ ہم اس پر ایمان لائے۔ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے" (پ آلِ عمران آیت) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ہے۔ اور آپ اس آیت میں آیاتِ محکمات کے معنی بیان فرماتے ہیں، جس میں کوئی احتمال اور اشتباہ نہیں اور متشابہ آیتوں کے معنی بیان فرماتے ہیں۔ وہ چند وجوہ کا احتمال رکھتی ہیں۔ انمیں سے کونسی وجہ مراد ہے یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ یا جسکو اللہ تعالیٰ اسکا علم دے جنکے دلوں میں کجی ہے سے مراد گمراہ اور بدمذہب لوگ جو ہوائے نفسانی کے پابند ہیں اور اسکے ظاہر حکم کرتے ہیں۔ یا تاویل باطل کرتے ہیں۔ اور یہ نیک نیتی سے نہیں بلکہ بد نیتی سے شک و شبہ میں ڈالتے ہیں۔ اپنی خواہش کے مطابق، باوجودیکہ وہ تاویل کے اہل نہیں ہیں۔ (حمل و خازن) حقیقت ہیں (جمل) اور اپنے کرم و عطا سے جسکو نوازے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے آپ فرماتے تھے کہ میں راسخون فی العلم میں سے ہوں۔ اور مجاہد سے مروی ہے کہ میں انمیں سے ہوں جو متشابہ کی تاویل جانتے ہیں، حضرت انس بن مالکؓ

سے مروی ہے کہ راسخ فی العلم وہ عالم باعمل ہے جو اپنے علم کا متبع ہو، اور ایک قول مفسرین کا یہ ہے کہ، راسخ فی العلم وہ ہیں جن میں چار صفتیں ہوں۔ تقویٰ اللہ کا، تواضع لوگوں سے، زہد دنیا سے، مجاہد نفس کے ساتھ (خازن)

مولانا صاحب رَاسِخُونَ فِی الْعِلْمِ کو خود نہیں پہچانتے ہیں ان کے بارے میں خود جاننے اور پہچاننے کی کوشش بھی نہیں کی۔ اور جو روایات بیان کی ہیں۔ انکی قرآن پاک سے تائید نہیں ہوتی ہے یہ کوئی عقل میں آنے والی بات ہے کہ تقویٰ، تواضع، زہد اور مجاہدے سے کوئی رَاسِخُونَ فِی الْعِلْمِ بن جائیگا۔ اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ اوصاف بتلا رہا ہے کہ متشابہ آیتوں کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اور دوسرے صحیح رَاسِخُونَ فِی الْعِلْمِ ہیں۔ اور وہ وہی ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے کتاب و حکمت عطا فرمائی ہے اور وہ محمدؐ و آل محمدؐ ہیں۔

مذکورہ بالا آیت میں غور و خوض کیا جائے تو اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے راہ حق کی ہدایت کرنے والے اور جو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا ان کو ظاہر کر دیا ہے درمندرجہ ذیل حقائق کا پتہ چلتا ہے۔

١ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن کے دلوں میں کجی تھی، یا ان کے دل پھرے ہوئے تھے۔ وہ فتنہ چاہنے اور اپنے مطلب پر ڈھالنے کیلئے متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ جو خود بھی گمراہ ہو گئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے تھے یہی منافقین تھے جنہوں نے دین میں شروع دن ہی سے فساد و فتنہ پیدا کیا۔ لہذا سارے اصحاب رسولؐ قرآن پاک کی رو سے مومن نہیں تھے۔ بلکہ دل میں کجی رکھنے والے بھی تھے۔ اور انہوں نے ہی فتنہ پیدا کیا اور دین کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے فرقوں میں بٹ گئے۔

٢ اَلرَّاسِخُونَ فِی الْعِلْمِ کون ہیں تو قرآن پاک بتلائیگا جنکو کتاب اور حکمت اللہ تعالیٰ نے عطا کیا جنکو، من عندہٗ علم الکتاب کہا جن کو اوتوالعلم فرمایا۔ جنکو اللہ نے لوگوں کی ہدایت کیلئے امام بنا کر بھیجا ہے جو راہ حق کی ہدایت اللہ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں کیونکہ یہ حامل علم الٰہی ہیں۔ جو محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام ہیں، اور انہی کا راستہ صراط مستقیم ہے جن لوگوں نے ان سے علم ہی کی وجہ سے حسد کیا۔ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا اسی وجہ سے درباری ملانے جو رَاسِخُونَ فِی الْعِلْمِ ہیں انکو لوگوں سے چھپایا ہے اور یہ بہت بڑا جرم ہے اور انکا ٹھکانا جہنم ہے ۔

محبّی جو پھرے ان سے گئے وہ دونوں عالم سے۔ نہ پایا رتبہ حیدر کیا دوزخ کا نظارہ!

٣ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں جو معصوم تھے ظالم نہیں تھے بلکہ صابر اور شاکر تھے انکو اللہ تعالیٰ نے کتاب اور حکمت عطا فرمائی۔ وہ آل محمدؐ ہیں حضرت علیؑ اور انکی گیارہ اولادیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے امام بنایا ہے یہی رَاسِخُونَ فِی الْعِلْمِ ہیں جو محکم و متشابہ آیات کی اصل حقیقت سے واقف تھے اسی لئے

تو دہ راہ حق کی ہدایت اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرتے تھے۔ انہی آئمہ معصومین کے بارے میں حضور کی حدیث موجود ہے کہ میرے، بارہ خلیفہ ہونگے۔ اس حدیث کو ہر مسلمان جانتا بھی ہے، اور مانتا بھی ہے۔ لیکن کوئی مسلمان عالم سے پوچھتا نہیں ہے کہ سوائے کے وہ بارہ خلیفہ کون ہیں۔ نہ عالم بتلاتا ہے۔ کیونکہ وہ اس بات پر ایمان نہیں رکھتے کہ نبیؐ کا خلیفہ اللہ تعالیٰ بناتا ہے"۔

۴ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو کہتا ہے کہ پورے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اگر پورے پورے سب اسلام میں داخل ہوئے ہوتے۔ تو متشابہ آیات میں کجی تلاش کرنے والے نہ ہوتے۔ وہ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرکے، نہ خود گمراہ ہوتے نہ دوسروں کو گمراہ کرتے۔ لیکن حقائق پر غور و خوض کرکے عقل والے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ اور اندھی تقلید کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہیگا۔ کہ کچھ اندھیرے سے نکل کر نور کی طرف آئینگے۔ اور کچھ بدبخت نور سے نکل کر اندھیرے میں چلے جائیں گے"۔

۵ وہ مومنین جنکے دلوں میں کجی نہیں تھی وہ رَاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ پر بھی ایمان رکھتے تھے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ان پر بھی پورا پورا ایمان رکھتے اور انکی پیروی کرتے تھے۔ ان مومنین کو اللہ تعالیٰ پہچنوا رہا ہے"۔

ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "لیکن انمیں جو علم میں پکے ہیں۔ اور مومن لوگ جو اس پر ایمان رکھتے ہیں جو تم پر نازل کیا گیا۔ اور اس پر بھی جو تم سے پہلے نازل کیا گیا۔ اور نماز قائم کرنے والے اور زکوٰۃ دینے والے۔ اور اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ کہ ہم انہیں عنقریب بہت بڑا اجر دینگے" (پ النسآ آیت) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔

"مگر جو لوگ انمیں سے علم میں پکے ہیں۔ اور جو مومن ہیں۔ وہ اس (کتاب) پر جو تم پر نازل ہوئی۔ اور جو (کتابیں) تم سے پہلے نازل ہوئیں۔ (سب پر) ایمان رکھتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں، اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور خدا اور روزِ آخرت کو مانتے ہیں۔ ان کو ہم عنقریب اجرِ عظیم دینگے" (پ النسآ آیت ۱۶۲) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خانصاحب جالندھری کا ہے۔ مولانا صاحبان نے اس آیت میں رَاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ کی تفسیر بیان نہیں فرمائی ہے۔ لیکن اس آیت میں غور و خوض کیا جائے تو ذیل کے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

۱ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل فرمایا ہے ان پر رَاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ ایمان لاتے ہیں۔ اور قرآن پاک میں محکم اور متشابہات آیات کی صحیح تفسیر بیان کرنے والے ہیں، یہ آنحضرتؐ اور انکے اوصیا ہی ہیں جو حامل علم الٰہی ہوتے ہیں۔

۲ اللہ تعالیٰ ان مومنین کو پہچنوا رہا ہے جنکو اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ وہ مومنین رَاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ پر ایمان لاتے ہیں۔ جو کچھ آنحضرتؐ پر نازل ہوا ہے اس پر بھی ایمان لاتے ہیں، اور جو پہلے نازل ہو چکا اس پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور خدا سے، اور

قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں"

۳ چونکہ مومنین راسخون فی العلم پر ایمان رکھتے ہیں اور انکی اطاعت و پیروی کرتے ہیں جو راہِ حق کی رہبری اللہ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں، اسلئے وہ صراطِ مستقیم پر قائم رہ کر نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ جو اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوتے ہیں اسلئے انکو اجرِ عظیم ملنے کی اللہ تعالیٰ یقین دہانی کراتا ہے۔ کیونکہ صراطِ مستقیم پر رہ کر جو نیک عمل کئے جائینگے وہ قبول ہونگے اور صراطِ مستقیم سے ہٹ کر جو نیک عمل بجالائینگے انکے نیک عمل کا کوئی اجر نہیں ملیگا۔ اللہ تعالیٰ نے جنکو علم دیا ہے انکو طرح طرح سے پہچنواتا ہے۔ لیکن لوگ پھر بھی غافل ہیں کیونکہ ان حاملانِ علم الٰہی سے منافقوں نے انکے علم کی وجہ سے حسد کیا تھا۔ اسلئے حاسد آج بھی راسخون فی العلم کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ انکو ظاہر کرکے پہچنواتا ہے، تاکہ عقلمند نصیحت حاصل کریں"۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اور جو لوگ علم دیئے گئے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ جو کچھ تیرے پروردگار کی طرف سے تیری طرف نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے۔ اور وہ سب پر غالب قابلِ حمد (اللہ تعالیٰ) کے سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے"۔ (پ۲۲ سبا آیت ۶) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ "اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ جو (قرآن) تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے وہ حق ہے۔ خدائے غالب اور سزاوارِ تعریف کا راستہ بتاتا ہے"۔ (پ۲۲ سبا آیت ۶) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خانصاحب جالندھری کا ہے۔ تفسیر فرماتے ہیں یعنی مومن جانتے ہیں کہ قرآن شریف سچا کلامِ الٰہی ہے اس میں کچھ شبہ اور غلط نہیں"۔

"جنہیں علم ملا، جانتے ہیں کہ جو کچھ تمہاری طرف تمہارے ربّ کے پاس سے اترا وہی حق ہے اور عزت والے سب خوبیوں سراہے کی راہ بتاتا ہے"۔ (پ۲۲ سبا آیت ۶) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی کا ہے۔ اور تفسیر اوتوا العلم کی فرماتے ہیں یعنی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا مومنین اہلِ کتاب مثلِ عبداللہ بن سلام اور انکے ساتھیوں کے (جبکہ اوتوا العلم کے معنی انبیاء اور اوصیاء کے پہلے فرما چکے ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کے وصی کو چھپانے کی کوشش کی گئی ہے) مذکورہ بالا آیت کے ترجموں تفسیروں پر غور و خوض کرنے سے ذیل کے نتائج نکلتے ہیں

۱ اوتوا العلم جنکو علم ملا ہے وہ جانتے ہیں۔ کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ پر نازل فرمایا۔ وہ حق ہے۔ اور اوتوا العلم سے مراد آنحضرت اور آپ کے بارہ اوصیاءؑ ہیں جو حاملِ علم الٰہی ہیں

۲ اللہ تعالیٰ نے اوتوا العلم ہی کو آیت میں حق کہا ہے۔ اور اوتوا العلم والوں ہی کے راستے کو اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم فرمایا ہے اور یہی سیدھے راستے کی طرف ہدایت

کرنے والے ہیں جنکو اللہ کی طرف سے علم ملا ہوتا ہے وہی حقدار ہیں کہ انکی اطاعت و پیروی کیجائے۔
جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب ہدایت کرتے ہیں، جنکو اللہ نے امام اور ہادی بنا یا ہے

(۳) لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ حق سے مراد حضرت علیؑ ہی ہیں جو راہ حق کی ہدایت اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب کرتے ہیں۔ حاملِ علمِ الٰہی ہونے کی وجہ سے، نبیؐ کے وصی ہیں۔ حق کا ادراک بغیر علم کے نہیں ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق ہے اس کا رسولؐ حق ہے اور رسولؐ کا وصی اور امام بھی حق ہے اس لئے ان کا ادراک عقل نہیں کر سکتی ہے۔ جو سمجھ نہ سکے تو کسی نے انکار کر دیا اور کسی نے خدا بنا لیا۔ جیسے منافق اور نصیری۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی نے نہیں پہچانا سوائے میرے اور علیؑ کے، اور مجھکو کسی نے نہیں پہچانا سوائے اللہ اور علیؑ کے، اور علیؑ کو کسی نے نہیں پہچانا سوائے اللہ کے اور میرے۔ اس حدیث کی تائید میں اللہ تعالیٰ بھی ارشاد فرماتا ہے "اور انہیں اسکا علم کچھ بھی نہیں۔ وہ نہیں پیروی کرتے مگر گمان کی۔ اور یقیناً گمان حق کے مقابلہ میں کچھ بھی کفایت نہیں کرتا" (پ۲۷ النجم آیت۲۸) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ الحق کی تفسیر صافی ص۴۲۱ پر ہے کہ حق کسی چیز کی حقیقت کو کہتے ہیں۔ اور اسکا ادراک بغیر علم کے نہیں ہو سکتا۔

"اور انہیں اسکی کچھ خبر نہیں۔ وہ نرے گمان کے پیچھے ہیں۔ اور بیشک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا" (پ۲۷ النجم آیت۲۸) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ہے۔ جو اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ امرِ واقعی اور حقیقتِ حال علم و یقین سے معلوم ہوتی ہے۔ نہ کہ وہم و گمان سے۔ گویا حق کا ادراک بغیر علم کے ممکن نہیں۔ مولانا صاحبان کے ترجموں اور تفسیروں میں غور کیا جائے تو ذیل کے نتائج اخذ ہوتے ہیں

(۱) جو لوگ علم نہ ہونے کی وجہ سے حق کا ادراک نہیں کر سکتے ہیں۔ تو وہ راہِ حق کی طرف ہدایت بھی نہیں کر سکتے ہیں۔ لہٰذا جنکو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہے۔ وہی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسولؐ کی رسالت کے گواہ ہیں جو الٰہی علم کے حامل ہونے کی وجہ سے حق کا ادراک رکھتے ہیں لہٰذا راہِ حق کی ہدایت بھی علم والے ہی کرینگے انہی کو اللہ تعالیٰ نے نبیؐ کا وصی اور لوگوں کا امام اور پیشوا بنا یا ہے۔ لیکن جنکو لوگوں نے اپنا امام بنا لیا تو وہ حق کے مقابلے میں کوئی کفایت نہیں کرینگے۔ وہ تو اٹکل پچّو سے کام لیں گے اور اپنے اور اپنے گمان پر چلیں گے اور خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرینگے۔ انکا اپنا علم محض انکے اپنے قیاس اور سوچ کا نتیجہ ہے۔ انسانی عقل اللہ تعالیٰ کی مشیت کا ادراک نہیں کر سکتی ہے۔ سوائے انکے جنکو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہے، اور وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ ہیں جنکے بارے میں ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے " وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ " تم نہیں چاہتے ہو مگر وہی جو اللہ

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے" (پ۲۹ الدھر آیت۳۰) گویا محمدؐ و آلِ محمدؐ کے دل تو اللہ تعالیٰ کی مشیت کی ظرف ہیں۔

پس جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی وہ بھی چاہتے ہیں۔

بہر حال ہر مسلمان بلکہ ہر شخص نے اپنے نفس کیلئے کوئی دین اختیار کر لیا ہے۔ وہ اسی پر خوش ہے اور ان لوگوں کو یہ خوش فہمی ہے کہ جو وہ عقیدہ رکھتے ہیں اسی عقیدے کے لوگ حق پر ہیں۔ حالانکہ وہ حق پر نہیں ہوتے ہیں" ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "پھر ان (امت کے) لوگوں نے اپنے (دین کے) معاملہ کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہر فرقہ والے جو کچھ انکے پاس ہے اسی سے خوش خوش ہیں (پ۱۸ المومنون آیت۵۳) یہ ترجمہ سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے " فَرِحُوْنَ "۔ تفسیر صافی صـ۳۴۲ پر ہے کہ وہ لوگ اپنی خود بینی سے اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ وہ یقیناً حق پر ہیں۔ اور تفسیر قمی میں ہے کہ ہر شخص جس نے اپنے نفس کیلئے کوئی دین اختیار کر لیا اور وہ اسی پر خوش ہے۔

"تو پھر آپس میں اپنے کام کو متفرق کر کے جدا جدا کر دیا جو چیز جس فرقے کے پاس ہے وہ اسی سے خوش ہو رہا ہے" (پ۱۸ المومنون آیت۵۳) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خانصاحب جالندھری کا ہے آپ بہ تفسیر بیان فرماتے ہیں یعنی ان لوگوں نے اپنا جدا جدا دین اختیار کیا اپنی خوشی کا اور اسی دین سے خوش ہیں اور اسی کو سب دینوں سے اچھا جانتے۔ چونکہ ہر شخص اپنے ہی دین کو حق پر سمجھتا ہے اسوجہ سے مزید راہِ حق کی تلاش میں کوشش نہیں کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ تاکید کرتا ہے کہ قرآن پاک کی آیتوں میں غور و خوض کرو۔ قرآن پاک بتلا رہا ہے کہ سارے ایمان لانے والے مومن نہیں تھے بلکہ انمیں مومن بھی تھے اور منافق بھی تھے۔ انہی منافقین نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا کیونکہ انہوں نے رَاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یعنی حاملِ علمِ الٰہی جو تھے جو راہِ حق کی ہدایت اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرنے والے تھے انکو چھوڑ دیا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہیں۔ اور حق کی پیروی کرنے کے بجائے ان سے نفرت کرنے لگے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے:

"یا وہ یہ کہتے ہیں کہ اسے دیوانگی ہے (ایسا نہیں) بلکہ وہ انکے پاس حق کے ساتھ آیا ہے۔ حالانکہ ان میں سے اکثر حق سے نفرت کرنے والے ہیں، اور اگر حق انکی خواہشات کی پیروی کرے۔ تو البتہ آسمان اور زمین اور جو کچھ انمیں ہے سب برباد ہو جائے ہ بلکہ ہم نے تو انکے پاس انکی نصیحت لائے ہیں۔ پھر وہ اپنی ہی نصیحت سے منہ پھیرنے والے ہیں" (پ۱۸ المومنون آیت۷۰-۷۱) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے، اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ تفسیر صافی صـ۳۴۴ پر بحوالہ تفسیر قمی لکھا ہے کہ اس آیت میں حق سے مراد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت علی علیہ السّلام ہیں۔ اور فسادِ آسمان سے مراد ہے کہ اس سے مینہ نہ برسے اور زمین کے فساد سے

مراد یہ ہے کہ اس سے نباتات نہ آگے۔ اور اس صورت میں لوگوں کی خرابی ظاہر ہے۔"

"کیا یہ کہتے ہیں کہ اسے سودا ہے (نہیں) بلکہ وہ انکے پاس حق کو لیکر آتے ہیں اور انمیں سے اکثر حق کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور اگر خدا سے (برحق) انکی خواہشوں پر چلے۔ تو آسمان اور زمین اور جو انمیں ہیں سب درہم برہم ہو جائیں۔ بلکہ ہم نے انکے پاس انکی نصیحت (کی کتاب) پہنچا دی ہے اور وہ اپنی (کتاب) نصیحت سے منہ پھیر رہے ہیں (پ المومنون آیات) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خان جالندھری صاحب کا ہے تفسیر فرماتے ہیں۔ یعنی سنتے نہیں غور سے جو سمجھیں کہ یہ کیا ہے۔

"یا کہتے ہیں اسے سودا ہے کہ وہ تو ان کے پاس حق لائے۔ اور انمیں سے اکثر کو حق برا لگتا ہے اور اگر حق انکی خواہشوں کی پیروی کرتا تو ضرور آسمان اور زمین اور جو کچھ انمیں ہیں۔ سب تباہ ہو جاتے۔ بلکہ ہم تو انکے پاس وہ چیز لائے جس میں انکی ناموری تھی۔ تو وہ اپنی عزت ہی سے منہ پھیرے ہوئے ہیں (پ المومنون آیات) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی کا ہے۔ آپ جناب ان لوگوں کی وکالت کر رہے ہیں۔ نعوذ باللہ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دیوانگی کا الزام لگا رہے تھے۔ فرماتے ہیں "یہ بھی سراسر غلط ہے اور باطل ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ آپ جیسا دانا اور کامل العقل شخص انکے دیکھنے میں نہیں آیا۔ الحق کی تفسیر فرماتے ہیں یعنی قرآن کریم جو توحید الٰہی واحکام دین پر مشتمل ہے لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ۔ کی تفسیر فرماتے ہیں کیونکہ اسمیں انکی خواہشات نفسانیہ کی مخالفت ہے اسلئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انکے صفات وکمالات کو جاننے کے باوجود حق کی مخالفت کرتے ہیں۔ اکثر کی قید سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ حال انمیں سے بیشتر لوگوں کا ہے چنانچہ بعض انمیں ایسے بھی تھے جو آپکو حق پر جانتے تھے۔ اور حق انہیں برا بھی نہیں لگتا تھا لیکن وہ اپنی قوم کی، موافقت یا انکے طعن وتشنیع کے خوف سے ایمان نہ لائے۔ جیسے ابوطالبؑ، حق کے معنی قرآن شریف اس طرح کہ اسمیں وہ مضامین مذکور ہوتے ہیں جنکی کفار خواہش کرتے ہیں۔ جیسے کہ چند خدا ہونا۔ اور خدا کے بیٹے اور بیٹیاں وغیرہ ہونا کفریات۔ اور تمام عالم کا نظام درہم برہم ہو جانا۔

مولانا صاحب کے لیئے میری پروردگار عالم سے یہی دعا ہے کہ مولانا صاحب جنکی اس دنیا میں پیروی کرتے رہے اور انکی وکالت بھی کرتے رہے اللہ تعالیٰ بروز حشر انکو انہیں حضرت کے ساتھ محشور فرمائے۔

جو نبی کریم کو کہتے تھے، سودا ہو گیا ہے انکو تو مولانا صاحب نے چھپانے کی کوشش کی ہے، اور جو نبی کریم کے کھل کر حامی ومددگار تھے وہ انمیں سے ہو گئے۔ اگر حضرت ابوطالب علیہ

السّلام کو کفار کے طعن و تشنیع کا خوف ہوتا۔ تو شعب ابو طالبؑ میں حضورؐ کے ساتھ اذیتیں اور طرح طرح کفار کے ہاتھوں تکالیف کیوں اٹھاتے، لیکن انہوں نے آنحضرتؐ کا ساتھ نہیں چھوڑا تو مومنِ کامل حضرت ابو طالبؑ ہوئے یا وہ لوگ جو مسلمان ہو گئے تھے، لیکن وقتِ جہاد آنحضرتؐ کو دشمنوں میں چھوڑ کر بھاگ جایا کرتے تھے، اب حضرت ابو طالبؑ کے ایمان کو تولو۔ اور جہاد سے بھاگنے والوں کے ایمان کو تولو، اور پھر انصاف کرو کہ ابو طالبؑ افضل الایمان ہیں یا بھاگنے والے۔ قرآن میں ان جہاد سے بھاگنے والوں کو کیا کہا گیا ہے خود دیکھ لو۔ قرآن سے ثابت ہے کہ آنحضرتؐ کے اجداد ملتِ ابراہیمؑ پر تھے، اسلئے انکے ایمان لانے اور نہ لانے کا تو سوال ہی نہیں ہوتا حضرت ابو طالب علیہ السلام نے کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ اے بھتیجے تو میرے خدا کو برا نہ کہہ۔ جیسا کہ کفارِ مکہ کہا کرتے تھے، اور یہ حقیقت ہے کہ سارے قبیلوں کے اپنے اپنے بت تھے، لیکن بنی ھاشم کے قبیلے کا کوئی بت نہیں تھا، لہٰذا یہ بت پرست بلکہ ہمیشہ سے بت شکن تھے، اور ابو طالبؑ ہی کے بیٹے نے خانۂ کعبہ کو بتوں سے پاک کیا کہ اب قیامت تک کیلئے پاک ہوگیا۔ ابو طالب کو خداوند عالم نے ابوالائمہ بنا لیا ہے۔ اور حضرت علیؑ کا خانۂ کعبہ میں پیدا ہونا ہی حضرت ابو طالبؑ کی ایسی فضیلت ہے جو کسی باپ کو میسر نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔

نبیؐ اور امام کے اجداد مشرک نہیں ہوتے ہیں، سیّد کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ اپنے اجداد پر جتنا بھی فخر کرے وہ کم ہے، کیونکہ اس نسل انسانی کا سر سوائے اللہ تعالٰی کے اور کسی کے سامنے نہیں جھکا۔ اسی لئے تو حضرت علیؑ کو کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔"

"یا کہتے ہیں، اسکو سودا ہے، کوئی نہیں وہ لایا ہے انکے پاس سچی بات۔ اور ان بہتوں کو سچی بات بری لگتی ہے۔ اور اگر سچا رب چلے انکی خوشی پر، تو خراب ہوں آسمان اور زمین اور جو کوئی انکے بیچ ہے۔ کوئی نہیں ہم نے پہنچائی ہے انکو انکی نصیحت۔ سو وہ اپنی نصیحت کو دھیان نہیں کرتے۔ (پ مومنون آیات ۷۰-۷۱) یہ ترجمہ شاہ عبد القادر محدث دہلوی صاحب کا ہے، تفسیر فرماتے ہیں یعنی

(۱) یعنی نصیحت کرنے والے ہمیشہ ہوتے رہے ہیں۔ پیغمبر ہوتے یا پیغمبر کے تابع ہوتے"

(۲) یعنی ہمیشہ اس رسول کی خو و خصلت سے واقف ہیں۔ اور اسکو سارا سچا اور نیکی جان رہے ہیں"

(۳) حضرت کی دعا سے ایک بار مکے کے لوگوں پر قحط پڑا تھا۔ پھر حضرت ہی کی دعا سے کھلا۔ شاید اسی کو فرمایا (یہ رحمت العالمین کا کام نہیں ہو سکتا ہے انکو تو اللہ نے بددعا کرنے سے منع کیا ہے) بہرحال مولانا صاحب نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ نصیحت کرنے والے ہمیشہ ہوتے رہے ہیں، پیغمبر ہوتے۔ یا پیغمبر کے تابع ہوتے" بہرحال مولانا صاحبان کے ترجموں اور تفسیروں

میں غور و خوض کیا جائے تو مندرجہ ذیل نتائج نکلتے ہیں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جو حق آیا تھا اس حق کو حضورؐ فرماتے تھے کہ مانو! لیکن اکثر کو یہ بات (حق) بری لگتی تھی اسی وجہ سے وہ کہتے تھے، کہ حضورؐ کو سودا ہو گیا ہے۔ اور وہ حق حضرت علیؑ ہیں۔ اور منافق ہی یہ کہتے تھے کہ محمدؐ تو علیؑ کی محبت میں دیوانے ہو گئے ہیں۔ چونکہ منافقین کو حضرت علیؑ سے بغض و عناد تھا اور حسد بھی رکھتے تھے، اس آیت ہی کی رو سے حق سے مراد قرآن، مجید نہیں ہے، کیونکہ قرآن پاک سے کسی کلمہ گو مسلمان کو نفرت نہیں جبکہ اس آیت کی رو سے اکثر کو حق برا لگتا ہے۔

(۲) حق سے نفرت کرنے والے منافقین تھے۔ اور جس حق سے بغض و عناد رکھتے تھے وہ علیؑ ہیں (صحیح مسلم شریف کی حدیث ۱۴۴ میں حضرت علیؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو چیرا اور جاندار کو پیدا کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ مجھے مومن کے علاوہ اور کوئی محبت نہیں کریگا، اور منافق کے علاوہ اور کوئی شخص بغض و عناد نہیں رکھے گا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے اس آئیہ مبارکہ میں ایک اصول بتلا دیا تاکہ حق کو پہچاننے والے حق کو انکے عمل سے پہچان لیں۔ اور وہ یہ ہے کہ حق لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہیں کریگا۔ بلکہ حق تو صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب راہِ حق کی ہدایت کرتا رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسکی تصدیق کر دی کہ تم وہی چاہتے ہو جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، لہٰذا حق سے مراد محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام ہیں۔

قرآن پاک تو خود کسی کی پیروی کر ہی نہیں سکتا ہے لہٰذا یہاں حق سے مراد قرآن مجید نہیں لیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ مولانا صاحبان نے تحریر کیا ہے۔ ترجمے اور تفسیر میں۔

(۴) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر خدانخواستہ کہیں حق لوگوں کی خواہشات کی پیروی کرنے لگے تو یقیناً آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب برباد ہو جائے۔ کیونکہ نبی اور امام اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہیں جو اللہ تعالیٰ کی منشا کے خلاف کوئی کام کر ہی نہیں سکتے ہیں اسی وجہ سے تو حضرت علیؑ نے سیرتِ شیخین پر چلنے سے صاف انکار کر دیا تھا اور خلافت کی لالچ نہیں کی تھی اور صاف صاف بتلا دیا کہ میں صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے مطابق چلونگا۔ اور لوگوں کی خواہشات پر نہیں چلونگا۔ اور حضرت عثمانؓ نے سیرتِ شیخین پر چلنا فوراً قبول کر لیا۔ کسی بھی امام نے لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہیں کی اور امام حسینؑ علیہ السلام

نے تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو سچ کر دکھایا جسکو جھٹلایا نہیں جا سکتا ہے :-

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

(۵) حق کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی نصیحت کیلئے بھیجا تھا۔ لیکن جو ان کی اپنی نصیحت کیلئے تھا اسی سے منہ پھیر لیا گیا، حق سے منہ پھیرنے والے کافر نہیں تھے بلکہ وہ کلمہ گو مسلمان ہی تھے۔ اسی وجہ سے مسلمان فرقوں فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ حق سے منہ پھیرنے والے منافق ہی تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حق کو اللہ کے حکم کے بموجب ہدایت و نصیحت کرنے کیلئے بھیجا تھا۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "جب تو نے انہیں دیکھا انکے جسم تجھے خوش لگے اور اگر تو انکی باتوں کو سنتا ہے۔ گویا کہ وہ دیوار سے لگی ہوئی لکڑیاں ہیں۔ وہ ہر چیز کو اپنے اوپر گمان کرتے ہیں۔ وہ دشمن ہیں۔ پس تو انسے بچتا رہ۔ اللہ تعالیٰ انہیں قتل کرے وہ کہاں بہکے پھرتے ہیں (پ۲۸ المنفقون آیت ۴) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے اَجْسَامُهُمْ ۔ تفسیر صافی پر ہے کہ اس سے مراد ان لوگوں کے جسموں کی ضخامت اور صباحت ہے۔ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ " تفسیر صافی ص۳۱۶ پر ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ علم اور دقیق نظری سے خالی ہیں۔ گویا کہ وہ صرف دیوار سے لگی ہوئی صورتیں ہی ہیں۔ یُؤفَکُوْنَ۔ تفسیر صافی ص۳۱۶ پر ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ حق سے کس طرح پھر جاتے ہیں "

"اور جب تو انہیں دیکھے تو انکے جسم تجھے بھلے معلوم ہوں۔ اور اگر بات کریں تو تو انکی بات غور سے سنے۔ گویا وہ لکڑیاں ہیں دیوار سے ٹکائی ہوئی۔ ہر بلند آواز اپنے ہی اوپر لے جاتے ہیں وہ دشمن ہیں۔ ان سے بچتے رہو۔ اللہ انہیں مارے کہاں بہکے جاتے ہیں۔ (پ۲۸ منافقون آیہ ۴) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ہے۔ آپ تفسیر بیان فرماتے ہیں :-

(۱) یعنی منافقین کو مثل عبداللہ بن اُبی بن سلول وغیرہ کے (۲) ابن اُبی جسیم صبیح، خوبرو، خوش بیان آدمی تھا۔ اور اسکے ساتھ والے منافقین قریب قریب ویسے ہی تھے۔ نبی کریم کی مجلس شریف میں جب یہ لوگ حاضر ہوتے۔ تو خوب باتیں بناتے جو سننے والے کو اچھی معلوم ہوتیں

(۳) جن میں بے جان تصویروں کی طرح نہ ایمان کی روح، اور نہ انجام سوچنے والی عقل (۴) کوئی

کسی کو پکارتا ہو۔ یا اپنی گمی چیز ڈھونڈھتا ہو۔ یا لشکر میں کسی مقصد کیلئے کوئی بات بلند آواز سے کہیں تو یہ اپنے خبثِ نفس اور سوئے ظن سے یہی سمجھتے ہیں، کہ انہیں کچھ کہا گیا۔ اور انہیں یہ اندیشہ رہتا ہے کہ انکے حق میں کوئی ایسا مضمون نازل ہو جس سے انکے راز فاش ہو جائیں۔ (۵) دل میں شدید عداوت رکھتے ہیں۔ اور کفار کے پاس یہاں کی خبریں پہنچاتے ہیں۔ انکے جاسوس ہیں (۶) انکے ظاہر حال سے دھوکہ نہ کھاؤ (۷)، اور روشن براہین قائم ہونے کے باوجود حق سے منحرف ہوتے ہیں۔

"اور جب تو دیکھے انکو خوش لگیں تجھکو انکے ڈیل اور اگر بات کہیں، سُنے تو انکی بات کیسے ہیں۔ جیسے لکڑی لگادی دیوار سے۔ جو کوئی چیخے جانیں ہم ہی پر بلا آئی، وہی ہیں دشمن۔ ان سے بچتارہ گردن مارے اللہ انکی، کہاں سے پھرے جاتے ہیں۔" (پ۲۸ منافقون آیت۴) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی صاحب کا ہے۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں۔ یعنی دیکھنے کے مرد آدمی اور دل میں دغا باز نامرد، مولانا صاحبان کے مذکورہ بالا ترجموں اور تفسیروں سے ذیل کے نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں:"

(۱) اللہ تعالیٰ منافقین کو انکے قد و قامت اور صباحت سے پہنچنوا رہا ہے جو دیکھنے میں لمبے چوڑے اور خوبرو لگتے ہیں۔ اور ایسی باتیں بناتے ہیں جو سُننے تو بھلی لگیں۔ لیکن وہ لوگ مثل لکڑی کی لٹکی ہوئی سورتیوں کیطرح ہیں نہ تو ان کے دل میں ایمان کی روح ہے اور نہ انجام سوچنے والی عقل ہے، دیکھنے میں مرد آدمی اور دل میں دغا باز اور نامرد تھے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے" اور وہ مُنہ سے کہتے ہیں، کہ ہم فرمانبرداری کرتے ہیں، پھر جب میرے پاس سے وہ نکل جاتے ہیں، تو انمیں سے ایک گروہ تمہاری کہی ہوئی بات کے برخلاف راتوں کو مشورہ کرتے ہیں، اور جو کچھ یہ راتوں کو مشورہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ لکھتا جاتا ہے پس اے رسولؐ ان سے مُنہ پھیر لے اور اللہ پر بھروسہ رکھ اور اللہ تعالیٰ ہی حمایتی کافی ہے۔ (پ۵ النساء آیت۸۱) لہٰذا جو لوگ آنحضرتؐ کے زمانے کے سارے ایمان لانے والوں کو قابل پیروی اور اطاعت سمجھتے ہیں۔ انکی اس سوچ کی مذکورہ بالا آیتیں اور بہت سی دوسری آیتیں نفی کرتی ہیں جنکی اطاعت اور پیروی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے انکی جن ایمان لانے والے لوگوں نے اطاعت و پیروی کی وہی مؤمن تھے اور جن لوگوں نے انکار کیا وہی منافق تھے۔ اور صراطِ مستقیم سے ہٹ گئے گمراہ ہو گئے تھے۔

(۲) روشن براہین قائم ہونے کے باوجود حق سے منحرف ہو گئے، جنکو اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت کیلئے امام بنا کر بھیجا جو حاملِ علمِ الٰہی ہیں انہی کو اللہ تعالیٰ نے ہمارا ولی بنایا ہے اور انکو طرح

طرح طرح سے پہنچو ایا کبھی من عندہٗ علم الکتاب کہا کبھی اُوتوا العلم اور راسخون فی العلم یہی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے گواہ اور رسولؐ کی رسالت کے گواہ ہیں۔ انہی کو اللہ نے حق فرمایا ہے راہِ حق کی ہدایت اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب یہی کرنے والے ہیں، انہی کے راستے کو اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم فرمایا ہے۔ حق سے جو منحرف ہوتے وہی لوگ گمراہ ہوتے۔ وہی لوگ منافق تھے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اور جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ آؤ اسکی طرف جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔ اور رسولؐ کی طرف۔ تو تم دیکھتے ہو کہ منافق تم سے منہ موڑ کر رک جاتے ہیں" (پ۵ النساءؑ آیت ۶۱) جس نے بھی اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کے احکام جو قرآن پاک میں موجود ہیں ان سے انحراف کیا اور منہ موڑا وہی منافق ہیں اور یہی صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اور اللہ سے دُعا کرتے ہیں کہ صراطِ مستقیم دکھا، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صراطِ مستقیم ہی دکھلاتے ہیں اور صراطِ مستقیم کی طرف بلاتے ہیں لیکن منافقین نے صراطِ مستقیم سے منہ موڑ لیا تھا کیونکہ ان کا آخرت پر دل سے ایمان ہی نہیں تھا۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے "اور یقیناً تم انھیں ضرور سیدھے راستے کی طرف بلاتے ہو۔ اور بیشک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے البتہ وہ سیدھے راستے سے ہٹ جانے والے ہیں" (پ۱۸ المومنون آیت ۷۳،۷۴) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰکِبُوْنَ، تفسیر صافی ص۳۴۳ پر ہے کہ آخرت کا خوف اس بات کا زیادہ سبب ہوتا ہے کہ انسان حق کا طلبگار ہو اور حق کے راستے پر چلے یہ تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد امامِ برحق سے پھر جانے والے ہیں، اور کافی میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہتا، تو بندوں کو خود ہی اپنی معرفت عطا کر دیتا۔ لیکن اس نے ہمیں اپنا دروازہ، اپنی صراط اور اپنی سبیل قرار دیا ہے اور وہ وجہ مقرر کر دی، جس سے اس تک پہنچ سکتے ہیں۔ پس جو لوگ ہماری ولایت سے منہ موڑ لیں یا ہم پر کسی دوسرے کو فضیلت دیں۔ انہی کو خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ راہِ راست سے ہٹ جانے والے ہیں جس سیدھے راستے کی طرف رسولؐ اللہ بلاتے تھے۔ گویا حضورؐ نے سیدھا راستہ دکھلا دیا ہے

(۳) اللہ تعالیٰ نے جن کو نبیؐ اور امام بنایا ہے۔ وہی راہِ حق کی ہدایت کرنے والے ہیں۔ لہٰذا نبیؐ اور امام کا پیروکار ہدایت یافتہ گروہ ہے انہی کو اللہ تعالیٰ عقلمند فرماتا ہے لیکن جن لوگوں نے خود اپنا سردار اور پیشوا منتخب کر کے اس کی پیروی شروع کر دی، تو گویا اس نے طاغوت کی پیروی کی، ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ بیشک ہدایت گمراہی سے الگ ہو کر واضح ہو گئی ہے۔ پس جو شخص طاغوت کا منکر ہو جائے اور اللہ پر ایمان لائے

یقیناً اس نے ایسی مضبوط رسّی کو تھام لیا ہے جس کا ٹوٹنا ممکن ہی نہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سُننے والا اور جاننے والا ہے ۔ اللہ تعالیٰ سرپرست ہے ان لوگوں کا جو لوگ ایمان لا چکے ۔ وہ انھیں اندھیروں سے نور کی طرف نکال لیتا ہے اور جو لوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے انکے سرپرست طاغوت ہیں ۔ وہ انہیں نور سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے آتے ہیں (یعنی ہدایت سے گمراہی میں لیجاتے ہیں) وہ تو جہنم کی آگ کے ساتھی ہیں وہ اسمیں ہمیشہ رہنے والے ہیں ۔" (پ۳ البقرہ آیت ۲۵۶،۲۵۷) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی کا ہے

کُرْسِیُّہُ :- یہاں کرسی سے مراد کوئی بیٹھنے والی کرسی نہیں ہے جس پر نعوذ باللہ خدا بیٹھتا ہے بلکہ اسکے معنی علم ہیں ۔ چنانچہ لغت کی مشہور کتاب قاموس میں ہے الکرسی العلم کہ کرسی کے معنی علم ہیں ۔ یا کرسی کے معنی علم و دانش ، یا کرسی کے معنی علم اور اللہ تعالیٰ کی قدرت ۔

لَا اِکْرَاہَ :- یہ اسلام کی خصوصیت ہے کہ وہ دین کے معاملے میں کسی قسم کے جبر یا تشدد یا دباؤ کو جائز نہیں سمجھتا ہے اور جو اعمال یا افعال کسی کے جبر یا تشدد یا دباؤ سے ادا کئے جائیں انہیں جائز قرار نہیں دیتا ۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا کیونکہ جب اسلام نے دین کے بارے میں سختی کو جائز ہی نہیں رکھا تو کسی کو تلوار کے ڈراوے سے مسلمان کرنا بے معنی سی بات ہے ، اگر مسلمان تلوار کے خوف سے ہوے ہوں تو یہ بھی کہا جائیگا ۔ کہ لوگوں نے خدا کے وجود کو موت کے خوف سے تسلیم کیا ۔ اسلام نے تو دین کی قبولیت کو انسان کی آزاد رائے پر موقوف رکھا ہے ۔ چنانچہ متعدد آیات اس مضمون کی وارد ہوئی ہیں کہ ، فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ یعنی پس جو کوئی چاہے ایمان لے آئے اور جو کوئی چاہے کافر ہی رہ جائے (پ۱۵ الکھف آیت ۲۹) طاغوت :- تفسیر قمی میں ہے کہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں ، جنھوں نے آلِ محمدؐ کا حق غصب کیا ۔" مذکورہ بالا آیات کو آیت الکرسی کہتے ہیں ، اور ہر مسلمان آیت الکرسی کے نام سے اچھی طرح واقف ہے لیکن ان آیات میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے اس سے بالکل نابلد و ناواقف ہے ، اس آیت الکرسی میں غور و فکر کرنے سے ذیل کے حقائق کا پتہ چلتا ہے ۔

(۱) اسمیں تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور الوہیت کا بیان ہے ۔ جو واجب الوجود اور تمام عالم کا ایجاد کرنے والا اور تدبیر کرنے والا اور تمام نظام قدرت کا چلانے والا ہے ۔

اللہ کائنات کے خالق کا نام ہے — تخلیق کائنات خود اس کی دلیل ہے
یہ نظم کائنات جو چلتا ہے اک طرح — یکتائی خدا کی یہ مثبت دلیل ہے
حکمت کا اپنی خود وہ حکیم و علیم ہے — خالق ہے کیسی شان کا جو بے مثیل ہے

(۲) اللہ تعالیٰ نے یہ بتلا دیا۔ کہ کوئی شفاعت نہیں کر سکتا سوائے انکے جنکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملی ہے۔ جنکو اللہ نے ہمارا ولی بنایا ہے وہی شفاعت کرینگے اور وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ ہیں۔ وہابی عقیدے کی آیت الکرسی میں نفی موجود ہے، جنکو ہم منتخب کرکے انکی پیروی کرتے ہیں وہ یقیناً شفاعت نہیں کر سکتے ہیں۔"

(۳) کسی کو غیب کا علم نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے یا انکے جنکو اللہ تعالیٰ نے جتنا غیب کا علم دیا۔ تو جنکو دیا ہے، وہ انبیاؑ اور آئمہؑ ہیں اور وہ محمدؐ اور آلِ محمدؐ ہیں جنکو اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں من عندہٗ علم الکتاب اوتو العلم اور راسخون فی العلم فرماتا ہے۔ لہذا آیت الکرسی وہابیوں کے اس عقیدے کی بھی نفی کرتی ہے کہ نبیؐ کو بھی غیب کا علم نہیں۔ اور سورۂ تکویر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اور وہ غیب کی باتوں پر بخیل نہیں" وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ " (پ۳۰ التکویر آیت ۲۴) اسکا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ غیب کی خبر اپنے نبیؐ کو دینے میں بخیل نہیں ہے۔

(۴) دین اسلام کے قبول کرنے یا نہ کرنے کیلئے جبر و تشدد یا دباؤ بالکل جائز نہیں ہے، ہر انسان کی اپنی صواب دید پر ہے کہ وہ اسلام قبول کرے جیسا کہ اسلام کو قبول کرنا چاہیئے۔ ایسوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مؤمن کہا ہے۔ اور جنلوگوں نے اسلام کو پورا پورا قبول نہیں کیا۔ انکو اللہ تعالیٰ نے منافق فرمایا ہے، اور جو ایمان مُرے سے نہیں لاتے ان لوگوں کو کافر اور مشرک کہا ہے۔

(۵) جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت دلانے کا ذریعہ بنایا ہے، وہ نبیؐ اور امامؑ برحق ہیں، انہیں کو اللہ تعالیٰ نے حَبلُ اللہ بھی کہا ہے اور اس آیت میں بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی نہ ٹوٹنے والی رسی فرمایا ہے گویا اللہ اور بندے کے درمیان ایسا وسیلہ ہیں جو ختم ہونے والا نہیں۔ اس وسیلے کے بغیر نہ اللہ ملا ہے نہ ملے گا۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ رسولؐ اور آئمہؑ برحق کو اپنا ولی مانا جیسا کہ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ ۔۔۔۔ الخ کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے؛ گویا اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے اتنا پختہ ہو گیا جو کبھی بھی ٹوٹنے والا نہیں ہے دنیا اور عقبہ دونوں میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛ نحن اولیاکم فِی الدنیا وَفِی الآخرۃ یعنی جیسے دنیا میں ہم تمہارے ولی اور سرپرست ہیں ویسے عقبہ میں بھی ہونگے۔ وہابیوں کے اس عقیدے کی بھی نفی آیت الکرسی کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت بغیر وسیلے کے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جس طرح ابلیسؑ کو اللہ تعالیٰ نہ مل سکا۔ حالانکہ وہ بھی اللہ کی وحدانیت کا پہلے بھی قائل تھا اور اب بھی ہے۔ اسیطرح وہابیوں کو بھی نہ خدا ملا ہے اور نہ ملے گا۔ بروئے قرآنی آیات کے۔

(۶) اللہ تعالیٰ نے دونو گروہوں کو جدا جدا کرکے بتلا دیا، کہ کون ہدایت یافتہ گروہ ہے اور کون گمراہ گروہ ہے۔ ہدایت یافتہ وہ ہیں جو اللہ، رسولؐ اور آئمہؑ کو اپنا ولی مانتے اور انہی کی اطاعت و پیروی کرتے ہیں

تو اللہ تعالیٰ انکو ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لے آتا ہے۔ یعنی گمراہی سے نکال کر ہدایت کیطرف لے آتا ہے۔ اور جو ہدایت یافتہ تھے۔ لیکن بعد میں اللہ، رسولؐ اور آئمہؑ برحق کی اطاعت و پیروی چھوڑ کر طاغوت کی پیروی و اطاعت کرنے لگے گویا انہوں نے طاغوت کو اپنا ولی بنالیا تو انکو نور سے نکالکر ظلمت میں ڈالدیتے ہیں یعنی ہدایت سے نکالکر گمراہی میں ڈالدیتے ہیں، اور طاغوت جہنم کی آگ کے ساتھی ہیں، اور وہ اسمیں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ سورۂ مائدہ میں بھی اللہ تعالیٰ طاغوت کو پہنچنوا رہا ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اے رسولؐ کہدو کیا میں تمہیں بتادوں، کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثواب پانے میں سب سے بدتر کون ہوگا۔ وہ جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی۔ اور اس پر غضبناک ہوا اور انمیں سے بعض کو بندر اور سؤر بنادیا، اور اس نے شیطان کی پوجا کی یہ لوگ درجہ کے لحاظ سے بدتر اور سیدھے راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔" (پ المائدہ آیت ۶۰) اس آیت میں غور و خوض کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ طاغوت وہ ہیں جو خود بھی گمراہ ہوئے، اور پھر دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ ان پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوا ہے اور ان پر لعنت بھی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ بدترین مخلوق ہیں، اور سیدھے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ لہذا جنکی اطاعت و پیروی کرنے کا صریحاً حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے مسلمان کو صرف انہی کی اطاعت و پیروی کرنی چاہیے تاکہ صراطِ مستقیم پر قائم ہوجائے تب ہی اسکو اپنے نیک اعمال و افعال کا ثواب ملے گا اور اگر صراطِ مستقیم پر نہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثواب پانے میں سب سے بدتر ہی ہونگے جو طاغوت کی پیروی میں صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوتے ہیں اور صراطِ مستقیم جنکے راستے کو کہا ہے انکو جاننے اور پہچاننے کی کوشش نہیں کرتے ہیں یہانتک کہ قبر میں پہنچ جاتے ہیں۔"

جن لوگوں نے حق و باطل میں تمیز پیدا کرلی۔ اور انہوں نے طاغوت کی پیروی نہیں کی۔ بلکہ جنکی پیروی کرتے رہے۔ یعنی جنکی اطاعت و پیروی کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور جو راہِ حق کی ہدایت اللہ کے حکم کے بموجب کرتے ہیں ان مؤمنین کے بارے میں، ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اور جو لوگ طاغوت سے بچے رہے کہ اسکی عبادت کریں، اور انہوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا۔ انکے لئے خوشخبری ہے۔ پس تو میرے ان بندوں کو خوشخبری دے، جو بات کو سنتے ہیں، پھر اسکی سب سے اچھی چیز کی پیروی کرلیتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی توفیق دی، اور یہی لوگ صاحبانِ عقل ہیں۔" (پ۲۳ الزمر آیت ۱۷، ۱۸) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ تفسیر صافی صہ ۴۳۶ پر بحوالہ تفسیر مجمع البیان امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جن لوگوں کا اس آیت میں ذکر ہے۔ وہ تم ہو۔ اور جس شخص نے کسی ظالم کی اطاعت کی تو اس نے گویا اسکی پرستش کی۔"

فَبَشِّرْ عِبَادِ: تفسیر صافی صہ ۴۳۶ پر بحوالہ کافی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اہلِ عقل وفہم کو بشارت دی ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ فبشر عباد۔ الخ اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ خوشخبری ان بندوں سے متعلق ہے جو حدیث کو غور سے سنیں اور جیسی سنیں ویسی ہی بیان کردیں، نہ کچھ بڑھائیں اور نہ گھٹائیں۔ صاحب تفسیر صافی کا اپنا قول یہ ہے کہ فَيَتَّبِعُونَ اَحْسَنَهٗ کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ حق و باطل میں تمیز کر لیتے ہیں، اور اطاعت کیلئے افضل کے بعد افضل کو اختیار کرتے ہیں ۔ ”اور وہ جو بتوں کی پوجا سے بچے اور اللہ کی طرف رجوع ہوئے، انہی کیلئے خوشخبری ہے تو خوشی سناؤ میرے ان بندوں کو جو کان لگاکر بات سنیں۔ پھر اسکے بہتر پر چلیں، یہ ہیں جنکو اللہ تعالےٰ نے ہدایت فرمائی اور یہ ہیں جنکو عقل ہے۔“ (پ۲۳ الزمر آیۃ ۱۷-۱۸) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی صاحب کا ہے۔ آپ اس آیت کی شانِ نزول فرماتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایمان لائے تو آپ کے پاس حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبد الرحمٰن بن عوف اور طلحہ و زبیر و سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما آئے اور ان سے حال دریافت کیا۔ انہوں نے اپنے ایمان کی خبر دی۔ یہ حضرات بھی سنکر ایمان لے آئے۔ اور انکے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

مولانا صاحب نے طاغوت کے معنی بُت اپنے ترجمہ میں تحریر کیا ہے حالانکہ طاغوت کے معنی وہ گمراہ گو ہیں جو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ جو مومن طاغوت کی اطاعت و پیروی سے بچے رہے ان مومنین کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے۔ طاغوت کی پیروی ہی اسکی پرستش یا پوجا کے مصداق ہے اس آیت میں بتوں کی پوجا پاٹ چھوڑ کر ایمان لانے والے مسلمانوں کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا اس آیت کا حضرت ابوبکرؓ کے ایمان لانے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ویسے ہر ایک کی اپنی اپنی سوچ و فکر ہے۔ کسی دوسرے مولوی صاحبان نے طاغوت کی پرستش سے مراد بتوں کی پوجا نہیں لیا ہے۔“

اور جو لوگ بچے شیطانوں سے، کہ انکو پوجیں اور رجوع ہوئے اللہ کی طرف۔ ان کو ہے خوشخبری، سو تو خوشی سنا میرے بندوں کو۔ جو سنتے ہیں بات پھر چلتے ہیں اسکے نیک پر۔ وہی ہیں جنکو راہ دی اللہ نے اور وہی ہیں عقل والے“ (پ۲۳ الزمر آیۃ ۱۷-۱۸) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبد القادر محدث دہلوی کا ہے۔ تفسیر بیان کی ہے کہ چلتے ہیں اسکے نیک پہ یعنی حکم پر چلنا۔

”اور جنہوں نے اس سے اجتناب کیا کہ بتوں کو پوجیں۔ اور خدا کی طرف رجوع کیا، تو انکے لئے بشارت ہے، تو میرے بندوں کو بشارت سنا دو، جو بات کو سنتے اور اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنکو خدا نے ہدایت دی اور یہی عقل والے ہیں۔“ (پ۲۳ الزمر آیۃ ۱۷-۱۸) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خان جالندھری صاحب کا ہے۔ آپنے تفسیر فرمائی یعنی جن باتوں کے کرنے کا انکو حکم دیا گیا ہے وہ کرتے ہیں۔ اور جن سے منع کیا گیا ہے وہ نہیں کرتے یہ دونوں اچھی باتیں ہیں۔ موضح القرآن؛ یعنی جو شخص ایمان لایا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری اختیار کی۔

مذکورہ بالا آیتوں کے ترجموں اور تفسیروں سے مندرجہ ذیل حقیقت عیاں ہوتی ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو خوشخبری دیتا ہے جنہوں نے طاغوت کی پرستش نہیں کی یعنی کسی ظالم شخص کی اطاعت و پیروی نہیں کی، گویا ظالم کی اطاعت و پیروی اسکی پرستش کے مترادف ہے۔ اور انہوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا اور جنکی اطاعت و پیروی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے انہی کی اطاعت و پیروی کی اور انہی کو اپنا وَلی اور سرپرست مانا جنکو اللہ نے وَلی و سرپرست ماننے کا حکم دیا ہے۔ یہی مومنین بات کو سنتے اور ایک افضل کے بعد دوسرے افضل کی اطاعت و پیروی کرتے ہیں، نبیؐ کے بعد نبیؐ کے وصی و جانشین کی پیروی کرتے ہیں۔ اور طاغوت کی پیروی نہیں کرتے جن پر اللہ تعالےٰ غضبناک ہوا ہے اور ان پر لعنت کی ہے۔ اور انکی اطاعت کرنے سے منع کیا ہے۔

(۲) جنکی اطاعت و پیروی کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہ نبیؐ اور امامؑ ہیں۔ جو راہِ حق کی ہدایت اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں، لہٰذا نبیؐ اور امام کا پیرو کار ہدایت یافتہ اور وہی اللہ تعالیٰ کی نظر میں عقلمند ہے۔ کیونکہ وہ حق کو اچھا سمجھتا ہے اور باطل کو برا سمجھکر اس کا انکار کرتا ہے ویسے تو باطل پرست بھی حق کو حق جانتا ہے چاہے حق کی پیروی نہ بھی کرتا ہو۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "بلکہ ہم تو حق کو باطل پر دے مارتے ہیں پس وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے، پھر وہ باطل یکایک مٹنے والا ہو جاتا ہے اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اسکے لیے تم پر افسوس ہے۔" (پ۱۷ الانبیاء آیت۱۸) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔

بَلْ نَقْذِفُ، تفسیرِ صافی ص۲۲۶ پر بحوالہ المحاسن امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حق کے مقابل میں جو باطل قائم ہوگا ضرور ہے کہ حق باطل پر غالب آجائیگا، اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے اسی قول سے ظاہر ہے۔

انہی حضرات سے یہ بھی منقول ہے کہ کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے کہ اس پر کسی نہ کسی وقت حق نہ کھل جائے۔ اور اسطرح کھل جائے کہ اس کے دل میں بیٹھ جائے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اسے قبول کرے یا نہ کرے، اور اسی مطلب کو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہی آیت تلاوت فرمائی، بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (پ۱۷ انبیاء آیت ۲۴) "لیکن انمیں سے اکثر حق کو نہیں جانتے ہیں پس وہ روگردان ہوتے ہیں" اسی وجہ سے لوگ باطل پرست ہوتے ہیں۔ کیونکہ مُلّا حق و باطل کو ملا کر پیش کرتا ہے اور پھر حق کو چھپاتا ہے اور باطل کو ابھارتا ہے یہانتک کہ حق و باطل کے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے اسی سبب سے لوگ اندھی تقلید میں لگے رہتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ اندھی تقلید کرنے سے روکتا ہے۔

"بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں۔ تو وہ اُسکا بھیجا نکال دیتا ہے تو جبھی وہ مٹ کر رہ جاتا ہے اور تمہاری خرابی ہے ان باتوں سے جو بناتے ہو۔" (پ۱۷ انبیاء آیت۱۸) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب

کا ہے۔ تفسیر میں فرماتے ہیں یعنی اسکے معنی یہ ہیں کہ ہم اہل باطل کے کذب کو بیان حق کے ذریعہ مٹا دیتے ہیں۔ "یوں نہیں پر ہم پھینک مارتے ہیں۔ سچ کو جھوٹ پر پھر وہ اسکا سر پھوڑتا ہے پھر تب وہ سٹک جاتا ہے اور تم کو خرابی ہے ان باتوں سے جو بتاتے ہو" (پ۱۷ انبیاء آیت۱۸) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی صاحب کا ہے۔ تفسیر فرماتے ہیں یعنی اللہ تعالےٰ غیب سے ایک قدرت کا نمونہ بھیجتا ہے جھوٹ کے مٹانے کو۔ ان کاملوں کو تم کہتے ہو خدا کا بیٹا۔ گو حق اللہ کی طرف سے باطل انسان کا اپنا بنایا ہوا ہوتا ہے۔ مولانا صاحب نے یہی ایک بات ایسی عمدہ کہی ہے جو بالکل سچ اور حق ہے۔ مسلمان مولانا صاحب کے اس ایک جملے کو سمجھ لے تو پھر حق اور باطل کو جدا جدا کرنا کوئی مشکل نہیں۔ کہ اللہ کا بنایا ہوا رسول حق ہے، اللہ کا بنایا ہوا امام حق ہے یہی راہِ حق کی ہدایت کرنے والے ہیں۔ تو انسان کے بنائے ہوئے نبی اور امام باطل ہیں اور باطل کی اطاعت و پیروی گمراہی ہے باطل کے معنی غلط، ناحق، جھوٹ، حق کی نقیض اور ضد ہے جستجو کرنے سے جس چیز کے متعلق پتہ چلے کہ وہ بے ثبات ہے اسی کو باطل کہتے ہیں (لغات القرآن نعمانی جلد۲ ص۱۰۱) باطل کی پیروی و اطاعت اس کی پرستش کے مترادف ہے جس سے نفع پہنچنے کی کوئی امید نہیں ہے۔ جو لوگ حق پر ایمان لائے اور حق کی پیروی کی۔ اللہ تعالیٰ ان مؤمنین کو جنتی ہونے کی بشارت دیتا ہے۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے۔ "پھر ہم اپنے رسولوں کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے نجات دینگے اسی طرح سے ہم پر حق ہے کہ ہم مؤمنوں کو نجات دیں" (پ۱۱ یونس آیت۱۰۳) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ تفسیر صافی میں ص۲۲۱ پر بحوالہ تفسیر مجمع البیان و تفسیر عیاشی حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جو شخص تم میں سے امر پر مر جائے۔ تمہیں کیا چیز مانع ہے کہ تم اسکے جنتی ہونے کی شہادت نہ دو۔ حالانکہ خدا فرماتا ہے، حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ امر سے مراد ہے دینِ خدا، محبتِ رسول اور آلِ رسول۔

جسطرح خداوندِ عالم انبیاء اور آئمہ علیہم السّلام کو نجات دینا اپنے اوپر انکا حق سمجھتا ہے اسی طرح مؤمنین کو بھی اللہ تعالیٰ نجات دیگا اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مؤمنین کی بھی بڑی قدر و منزلت ہے کیونکہ مومنین نے حق کی اطاعت و پیروی کی جنکی اطاعت و پیروی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ لیکن جن لوگوں نے باطل کی پیروی اختیار کی، وہ لوگ اپنے بنائے ہوئے پیشواؤں کی اطاعت و پیروی میں لگ گئے اور اللہ تعالیٰ نے جنکو ہماری ہدایت کیلئے بھیجا تھا اُن سے منہ موڑ لیا، اور حق کو باطل اور باطل کو حق کرنا چاہتے ہیں"

ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے: "اور ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے ہیں مگر خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر اور وہ لوگ جو کافر ہو گئے۔ باطل کو لیکر جھگڑتے ہیں۔ تاکہ اسکے ذریعہ حق کو باطل کر دیں۔ اور انھوں نے ہماری آیتوں کو اور اس چیز کو جس سے ڈرائے گئے تھے۔ ہنسی ٹھٹھا بنا لیا۔ اور اس سے بڑھکر ظالم کون ہے جسے اسکے پروردگار کی آیتوں کے ذریعہ سے نصیحت کی گئی۔ پھر اُسنے انسے منہ پھیر لیا۔ اور جو اسکے ہاتھوں نے آگے بھیجی اُسے بھول گیا یقیناً

ہم نے انکے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں۔ کہ وہ اس (قرآن) کو سمجھتے نہیں ہیں۔ اور انکے کانوں میں گرانی ہے۔ اور اگر تم انہیں ھدایت کیطرف بلاؤ تو اس وقت بھی وہ ہرگز ہدایت نہیں پائیں گے۔" (پ۱۵ کہف آیت ۵۷) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ بالباطل :۔ تفسیر صافی ص۳۰۰ پر ہے کہ یہاں باطل سے مراد ایسی باتیں ہیں، جیسا کہ کفار انبیاء علیہم السّلام سے کہتے تھے کہ تم تو ہم ہی جیسے بشر ہو، یا یہ کہ خدا چاہتا تو کسی فرشتے کو ہی نہ بھیج دیتا، یا معجزات دیکھنے کے بعد کٹ حجتیاں کرنے لگے وغیرہ وغیرہ"

"اور ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر خوشی اور ڈر سنانے والے۔ اور جو کافر ہیں وہ باطل کے ساتھ جھگڑتے ہیں۔ کہ اس سے حق کو مٹا دیں۔ اور انھوں نے میری آیتوں کی اور جو ڈر انہیں سنائے گئے تھے۔ انکی ہنسی بنالی۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جسے اسکے رب کی آیتیں یاد دلائی جائیں تو وہ انسے مُنہ پھیر لے۔ اور اسکے ہاتھ جو آگے بھیج چکے اسے بھول جائے۔ ہم نے انکے دلوں پر غلاف کر دیئے ہیں کہ قرآن نہ سمجھیں اور انکے کانوں میں گرانی۔ اور اگر تم نے انہیں ہدایت کی طرف بلایا۔ تو جب بھی ہرگز کبھی راہ نہ پائیں گے۔" (پ۱۵ الکہف آیت ۵۶،۵۷) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی کا ہے۔ تفسیر فرماتے ہیں (۱) ایمانداروں، اطاعت شعاروں کیلئے ثواب ہے (۲) بے ایمانوں اور نافرمانوں کیلئے عذاب ہے (۳) اور رسُول کو اپنی مثل کہتے ہیں (۴) عذاب کی (۵) اور پند پذیر نہ ہوا اور ان پر ایمان نہ لائے (۶) یعنی معصیت اور گناہ اور نافرمانی جو کچھ اس نے کیا (۷) حق بات نہ سنتے۔ یہ انکے حق میں ہے جو علم الٰہی میں ایمان سے محروم ہیں۔

"اور ہم جو رسُول بھیجتے ہیں۔ سو خوشی اور ڈر سنانے کو۔ اور جھگڑے لاتے ہیں منکر جھوٹے جھگڑے۔ کہ ڈگا دیں اس سے سچی بات اور ٹھہرایا ہے، میرے کلام کو اور جو ڈر سنائے ٹھٹھا۔ کون ظالم ہے اس سے؟ جسکو سمجھایا اس کے رب کے کلام سے۔ پھر مُنہ پھیرا اس کی طرف سے۔ اور بھولگیا جو آگے بھیج چکے ہیں اسکے ہاتھ ہم نے رکھی ہے ان دلوں پر اوٹ، کہ اس کو نہ سمجھیں اور انکے کانوں میں بوجھ اور جو تو بلاوے انکو راہ پر تو ہرگز نہ آویں راہ پر اس وقت کبھی۔" (پ۱۵ الکہف آیت ۵۶،۵۷) یہ ترجمہ مولانا عبدالقادر محدث دہلوی صاحب کا ہے۔ موضح القرآن۔ یعنی کچھ اور انتظار نہیں رہا مگر یہی کہ پہلوں کی طرح ہلاک ہوں، یا قیامت کا عذاب آنکھوں سے دیکھیں۔

مذکورہ بالا آیات کے ترجموں اور تفسیروں سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

(۱) وہ لوگ جو باطل کو لیکر جھگڑتے۔ اور رسُول کو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں۔ اور اس قسم کی باتیں کرنے سے انکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ حق کو باطل کر دیں۔ اس طرح کے لوگ اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب سے بڑے ظالم ہیں۔ ایسے نافرمان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کہدو کہ

تم خوشی سے خرچ کرو یا کراہت کے ساتھ۔ تم سے ہرگز قبول نہ کیا جائیگا۔ بیشک تم نافرمان قوم ہو اور انکے خرچ قبول کئے جانے سے کس چیز نے روکا۔ سوائے اسکے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے ساتھ کفر کیا۔ اور وہ نماز کو نہیں آتے مگر اس حال میں کہ آلکساتے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور وہ خرچ نہیں کرتے مگر اس حال میں کہ وہ ناخوش ہوں ۔ (پ ۱۰ توبہ آیت ۵۳، ۵۴) تفسیر صافی صفحہ ۲۰۹ پر بحوالہ کافی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی عمل ضرر نہیں پہنچاتا۔ اور کفر کے ہوتے ہوئے کوئی فایدہ نہیں دیتا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی نصیحت کیلئے جو جو آیتیں نازل فرمائیں۔ ان آیات قرآنی سے نصیحت حاصل کرنے کے بجائے ان سے منہ موڑلیا۔ اور ان نصیحتوں پر عمل نہیں کیا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ قرآن کیا نہیں سمجھتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ انکے کانوں میں گرانی ہے۔ یعنی وہ ان نصیحتوں کو سننا ہی نہیں چاہتے ہیں۔ اس صورت میں انکو اگر ہدایت کی طرف بلایا بھی جائے تو انکو ہدایت نہیں ملیگی۔

(۳) اصل ہادی تو نبیؐ اور آئمہؑ ہیں جنکو ہدایت کا حق ملا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب راہِ حق کی ہدایت کرتے ہیں، لیکن عام مومنین بھی اگر کسی کو راہ حق کی ہدایت کر دیں تو اسکا بھی بڑا ثواب ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ " وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ط "۔ یعنی اور جس شخص نے ایک جان کو زندہ کردیا۔ پس وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے سب لوگوں کو زندہ کردیا۔ (پ ۶ المایدہ آیت ۳۲) تفسیر صافی صفحہ ۱۳۲ پر بحوالہِ تفسیر قمی لکھا ہے کہ جو شخص کسی کو جلنے یا ڈوبنے یا عمارت کے نیچے دب جانے یا درندہ کے پھاڑے جانے سے بچالے، یا اس کے اخراجات کی کفالت کر کے اسے مستغنی کر دے، یا فقر کی حالت سے اسکو غنا کے درجے پر پہنچا دے۔ افضل یہ ہے کہ گمراہی سے راہ راست پر لے آئے۔ تو ان سب حالتوں میں یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے سب آدمیوں کے ساتھ ہی ایسا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکنے کا بھی حکم دیتا ہے، ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے " اور تم میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہیے۔ جو نیکی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں۔ اور برائی سے منع کریں۔ اور یہی لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں"۔ (پ ۴ آلِ عمران آیت ۱۰۴)، تفسیرِ صافی صفحہ ۹۰ پر بحوالہ کافی لکھا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے دو خلق ہیں۔ جس نے ان دونوں کی نصرت کی۔ اللہ تعالیٰ اسکو عزت دیگا۔ اور جس نے انکو چھوڑا اللہ تعالیٰ اسکو چھوڑ دیگا۔ اور تہذیب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منقول ہے کہ لوگ جب تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیتے رہیں گے نہیں مٹیں گے۔ اور جب ایسا کرنا چھوڑ دینگے۔ تو ان سے برکتیں دور ہو جائیں گی اور وہ ایک دوسرے پر مسلط کر دیئے جائیں گے۔ اور انکا کوئی مددگار نہ زمین پر ہوگا نہ آسمان پر اور نہ دونوں کے درمیان۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمودات پر جو عالم باعمل چلے گا جو

خود حق کا پیروکار ہوگا۔ اور جو خود باطل پرست ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر نہ خود عمل کریگا۔ بلکہ ظالم و جابر حاکم کی اطاعت و پیروی کریگا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو پس پشت ڈال دیگا جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و پیروی کی۔ اور جن لوگوں نے آپکے دشمنوں کی پیروی کی ان لوگوں کے بارے میں ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔

"وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا۔ اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا۔ انکے اعمال اللہ تعالیٰ نے ضائع کر دیئے۔

"اور جو لوگ ایمان لائے، اور انہوں نے نیک عمل کئے، اور اس پر بھی ایمان لائے، جو محمدؐ پر نازل کیا گیا، اور وہ انکے پروردگار کی طرف سے حق ہے۔ اس نے ان سے انکی برائیاں دور کریں، اور انکا حال اچھا کر دیا۔ یہ اسلئے کہ جن لوگوں نے کفر کیا، انہوں نے باطل کی پیروی کی، اور جو لوگ ایمان لائے، انہوں نے اپنے پروردگار کی طرف سے آئے ہوئے حق کی پیروی کی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کیلئے انکی مثالیں بیان کرتا ہے" (پ ۲۶ محمدؐ آیت ۱ تا ۳) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ اتبعوا الباطل کی تفسیر صافی ص ۴۶۴ پر ہے کہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب امیر المومنین علیہ السلام کے دشمنوں کی پیروی کی۔ اتبعوا الحق کی تفسیر صافی ص ۴۶۴ پر بحوالہ تفسیر قمی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ سورۂ محمدؐ میں ایک آیت ہمارے بارے میں ہے، اور ایک آیت ہمارے دشمنوں کے بارے میں ہے۔ اور یہی بات مذکورہ بالا آیات میں پائی جاتی ہے۔

"اور جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا۔ اللہ نے انکے عمل برباد کئے۔ اور ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور اس پر ایمان لائے جو محمدؐ پر اتارا گیا۔ اور وہی انکے رب کے پاس سے حق ہے۔ اللہ نے انکی برائیاں اتار دیں اور انکی حالتیں سنوار دیں، یہ اس لیے کہ کافر باطل کے پیرو ہوئے۔ اور ایمان والوں نے حق کی پیروی کی جو انکے رب کیطرف سے ہے اللہ لوگوں سے انکے احوال یوں ہی بیان فرماتا ہے" (پ ۲۶ محمدؐ آیت ۱ تا ۳) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب کا ہے۔

"جو لوگ منکر ہوئے، اور روکا اللہ کی راہ سے، کھو دیئے اس نے انکے کئے۔ اور جو یقین لائے اور کئے بھلے کام، اور مانا جو اترا محمدؐ پر۔ اور وہی ہے سچا دین، انکے رب کی طرف سے، ان سے اتاریں انکی برائیاں، اور سنوارا انکا حال۔ یہ اس پر کہ جو منکر ہیں وہ چلے جھوٹی بات پر۔ اور جو یقین لائے انھوں نے مانی سچی بات اپنے رب کی طرف سے، یوں بتاتا ہے اللہ لوگوں کو انکے احوال" (پ ۲۶ محمدؐ آیت ۱ تا ۳) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی صاحب کا ہے۔

مذکورہ بالا آیات کے مولوی صاحبان کے ترجمے ایک ہی جیسے ہیں، اور انمیں غور کیا جائے تو ذیل کے حقائق اخذ ہوتے ہیں۔

(۱) چاہے کوئی سرے سے ایمان ہی نہ لایا ہو یا ایمان لانے کے بعد منافق ہوگیا ہو یعنی پورا پورا اسلام

میں داخل نہ ہوا ہو۔ تو یہ دونوں کافر اور منافق کفر کی حد میں اور کفر اختیار کرنے میں برابر ہیں ایک کھل کر کفر اختیار کرتا ہے جبکہ دوسرا کفر کو تو دل میں جگہ دیئے ہوتے ہے لیکن زبان سے انکار کرتا ہے لیکن دین اسلام کے دونوں دشمن ہیں لہٰذا کافر اور منافق دونوں کو اختیار کیئے ہوتے تھے۔ اور انہی لوگوں نے اللہ کے راستے سے دوسرے لوگوں کو روکا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انکے سب اعمال ضائع کر دیئے۔ اللہ کا راستہ انکا راستہ ہے جنکے راستے کو اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کہا ہے اور وہ نبیؐ اور امامؑ ہیں، جو راہِ حق کی ھدایت اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں، اور انہی کی اطاعت و پیروی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ لیکن جو لوگ کفر اختیار کیے ہوتے تھے انہوں نے نبیؐ اور امامؑ کی پیروی سے منہ موڑ لیا، اور خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہ سب سے بڑے ظالم ہیں

(۲) جو لوگ ایمان لاتے اس حق پر جو محمدؐ پر اللہ نے نازل کیا تھا، اور اس حق کی اطاعت و پیروی کی اور صراطِ مستقیم یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے پر قائم رہے۔ لہٰذا ان مؤمنین کے اعمال قبول ہوئے کیونکہ وہ انہی کے تابع فرمان رہے جنکی اطاعت و پیروی کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ اور وہ نبیؐ اور آئمہ معصومینؑ ہیں جو حق ہیں جنکی اطاعت و پیروی کا حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔"

(۳) اللہ تعالیٰ نے اس آیۂ مجیدہ میں ھدایت یافتہ اور گمراہ دونوں گروہوں کو جدا جدا کر کے بتلا دیا۔ کہ ہدایت یافتہ گروہ حق کی پیروی کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور گمراہ گروہ باطل کی پیروی کرتا ہے جو انکی اپنی طرف سے ہوتا ہے۔ جسکی پیروی سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔ گویا اللہ کے نعمت والے بندوں کو چھوڑ کر طاغوت کی پیروی کرتے ہیں اور صراطِ مستقیم سے دور جا پڑے ہیں۔"

(۴) جنہوں نے حق کی پیروی کی اللہ تعالیٰ نے ان سے انکی برائیاں اتار دیں اور انکی حالتیں سنوار دیں۔ اور جن لوگوں نے حق سے منہ موڑا وہ ضلالت اور گمراہی میں پڑے رہے ہے۔"

(۵) آئمۂ کفر یا آئمہ جہنم باطل ہوتے ہیں، جبکہ آئمۂ برحق اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں لہٰذا یہ حق ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں جس کا دل چاہے آئمہ کفر کی اطاعت و پیروی کرے جس کا دل چاہے آئمہ برحق کی اطاعت و پیروی کرے نفع صرف حق کی پیروی میں ہے باطل کی پیروی میں نقصان ہی نقصان ہے، ہاں اس دنیا میں دولتمندوں کو کچھ مزہ ہے، لیکن غریبوں کو یہاں بھی کوئی فایدہ نہیں، اصحابِ جنّت وہ لوگ ہیں جو حق کی پیروی کرتے ہیں، اور اصحابِ جہنم وہ لوگ ہیں جنہوں نے باطل کی پیروی کی، جو انکی اپنی طرف سے ہیں حق اور باطل کے پیروکار اللہ کی نظر میں برابر نہیں ہوتے ہیں طاغوت یعنی باطل کے پیروکاروں کو اللہ بدترین مخلوق فرماتا ہے جو صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوتے ہیں۔ حق کی پیروی کرنے والے جنتی اور باطل کی پیروی کرنے والے دوزخی ہوتے ہیں اور یہ دونوں

دونوں برابر نہیں ہو سکتے ہیں، ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے، "دوزخ کی آگ والے، اور جنّت والے برابر نہیں ہوتے۔ جنّت والے ہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔" (پ۲۸ الحشر آیت ۲۰) گویا حق کام آنے والی چیز ہے، اور باطل کسی بھی کام کا نہیں ہوتا ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔: اس نے آسمان سے پانی اتارا پھر اپنی، اپنی مقدار کے مطابق نالے ندیاں بہہ نکلے۔ پھر سیلاب سے پھولنے والے جھاگ کو اٹھا لیا۔ اور جس چیز کو وہ زیور یا مال بنانے کیلئے آگ میں دھونکتے ہیں۔ اس میں سے بھی اسیطرح جھاگ نکلتا ہے۔ اور اسیطرح اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے۔ پس رہا جھاگ تو وہ سوکھ کر جاتا رہتا ہے اور رہا وہ جو لوگوں کو فایدہ دیتا ہے پس وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے اسیطرح اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتا ہے۔ ان لوگوں کیلئے جنھوں نے اپنے پروردگار کا حکم مانا۔ خیر و خوبی ہے اور جنھوں نے اس کا حکم نہ مانا۔ اگر ان کے پاس وہ سب کچھ ہو۔ جو زمین میں ہے اور اتنا ہی اور بھی ہو کہ وہ ضرور اس سب کو فدیہ میں دیدیں تو بھی وہ یہی ہیں جنکا سخت حساب ہوگا، اور انکا ٹھکانا جہنم ہوگا، اور وہ بُری قرارگاہ ہے ۞ کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے اتارا گیا ہے وہ حق ہے اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جو اندھا ہو۔ سوا اس کے نہیں کہ عقل والے ہی اسسے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔" (پ۱۳ رعد آیت ۱۷، ۱۸، ۱۹) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد الحسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ سُوءُ الحساب، تفسیرِ صافی، ص۲۶۰ پر بحوالہ تفسیر مجمع البیان امام جعفر الصادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ سُوءُ الحساب سے مراد یہ ہے کہ انکی کوئی نیکی قبول نہ کی جائیگی۔ اور کوئی گناہ نہ بخشا جائیگا۔

"اس نے آسمان سے پانی اتارا تو نالے اپنے اپنے لائق بہہ نکلے۔ تو پانی رو اس پر اُبھرے ہوئے جھاگ اُٹھا لائی اور جس پر آگ دہکاتے ہیں۔ گہنا یا اور اسباب بنانے کو اس سے بھی ویسی ہی جھاگ اُٹھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ حق و باطل کی یہی مثال ہے۔ تو جھاگ تو پھک کر دور ہو جاتی ہے اور وہ جو لوگوں کے کام آئے زمین میں رہتا ہے، اللہ یوں ہی مثالیں بیان فرماتا ہے ۞ جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا۔ انہی کیلئے بھلائی ہے۔ اور جنھوں نے اسکا حکم نہ مانا۔ اگر زمین میں جو کچھ ہے۔ وہ سب اور اس جیسا اور انکے ملک ہوتا تو اپنی جان چھڑانے کو دیدیتے یہی ہیں جنکا بُرا حساب ہوگا۔ اور انکا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا ہی بُرا بچھونا ہ تو کیا وہ جو جانتا ہے جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اُترا حق ہے۔ وہ اس جیسا ہوگا جو اندھا ہے۔ نصیحت وہی مانتے ہیں جنھیں عقل ہے۔" (پ۱۳ رعد آیت ۱۷، ۱۸، ۱۹) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی کا ہے تفسیر فرماتے ہیں (۱) ایسے ہی باطل اگرچہ کتنا ہی ابھر جائے اور بعض اوقات، احوال میں جھاگ کی طرح حد سے اونچا ہو جائے مگر انجام کار مٹ جاتا ہے اور حق اصل شے اور جوہرِ صاف طرح باقی و ثابت رہتا ہے۔"

"اُسی نے آسمان سے مینہ برسایا۔ پھر اس سے اپنے اپنے اندازے کے مطابق نالے بہہ نکلے۔ پھر نالے پر پھولا ہوا

جھاگ آگیا۔ اور جس چیز کو زیور یا کوئی اور سامان بنانے کیلئے آگ میں تپاتے ہیں۔ اس میں بھی ایسا ہی جھاگ ہوتا ہے۔ اسطرح خدا حق و باطل کی مثال بیان فرماتا ہے۔ سو جھاگ تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے اور پانی جو زمین کو فایدہ پہنچاتا ہے۔ وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔ اسطرح خدا صحیح اور غلط کی مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو۔ جن لوگوں نے خدا کے حکم کو قبول کیا انکی حالت بہت بہتر ہوگی۔ اور جنھوں نے اس کو قبول نہ کیا۔ اگر روئے زمین کے سب خزانے انکے اختیار میں ہوں۔ تو وہ سب کے سب اور ان کے ساتھ ہی اتنے اور نجات کے بدلے میں صرف کر ڈالیں (مگر نجات کہاں؟) ایسے لوگوں کا حساب بھی برا ہوگا۔ اور انکا ٹھکانا بھی دوزخ ہے۔ اور وہ بری جگہ ہے ٥ بھلا جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے حق ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو اندھا ہے اور سمجھتے تو وہی ہیں جو عقلمند ہیں" (پ۱۳ رعد آیت ۱۷ تا ۱۹) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خان جالندھری صاحب کا ہے۔ تفسیر فرماتے ہیں۔ یعنی آسمان سے دین اترتا ہے تو ہر ایک کو اپنی استعداد کے مطابق فیض دیتا ہے پھر حق و باطل ٹھہرتا اور میل ابھرتا ہے جیسے مینھ کا پانی زمین میں مل کر یا روپے تانبے کو دھکا کر میل ابھرتا ہے۔ آخر جھاگ کو بنیاد نہیں اور کام کی چیز کو بنیاد ہے۔ یہ حق اور باطل ٹھہرنا دنیا کی لڑائی مراد ہے۔ آخر حق غالب ہے یا ہر ایک کے دل میں حق و باطل ٹھہرتا ہے۔ آخر حق اس باطل کو مٹا کر صاف حق رکھتا ہے ؎

مولانا صاحبان کے ترجموں اور تفسیروں میں غور کیا جائے تو مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالے نے حق اور باطل کی مثال بارش کے پانی اور اس پر جو جھاگ ابھر کر اوپر آتا ہے اس سے دی ہے۔ اور دوسری مثال چاندی اور تانبے کو تپایا جاتا ہے، تو بھی جھاگ ابھر کر اوپر آتا ہے، لیکن پانی سے فائدہ پہنچتا ہے اور اس کا جھاگ سوکھ کر ختم ہو جاتا ہے۔ اور چاندی کے مال سے فایدہ ہوتا ہے اور اسکا جھاگ سوکھ کر مٹ جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے حق کی مثال پانی اور چاندی وغیرہ کے مال سے دی ہے۔ اور باطل کی مثال جھاگ سے دی ہے گویا حق کام آتا ہے۔ اور باطل کسی کام نہیں آتا۔ حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے باطل انسان کا اپنا بنایا ہوا ہوتا ہے حق تو اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف رہبری کرتا ہے، باطل گمراہی کا راستہ بتلاتا ہے۔ آئمہؑ علیہم السلام جنکو اللہ تعالیٰ نے بنایا اور انکو علم و حکمت دیا۔ اسلئے وہ راہِ حق کی رہنمائی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں۔ اور آئمہِ جہنم جو خود بنے یا بنا لیے گئے وہ حق کو چھوڑ کر خود بھی گمراہ ہوئے، اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اور خود بھی دوزخ میں جائیں گے۔ اور اپنے ساتھ اپنے ماننے والے پیروکاروں کو بھی لیجائیں گے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ خود بھی حق کا ساتھ دو اور دوسروں کو بھی حق کے ساتھ ہونے کی ترغیب دینی چاہیے۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے" قسم ہے وقتِ عصر کی۔ یقیناً انسان خسارے میں ہے۔ سوائے اُن لوگوں کے۔ جو ایمان لائے۔ اور انہوں نے نیک عمل کیے۔ اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے ہے۔ اور ایک دوسرے کو

صبر کی وصیت کرتے رہے "(پ العصر آیۃ ۱ تا ۳) اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا۔ کہ اگر خسارے سے بچنا ہے تو پہلی شرط تو یہ ہے کہ ایمان لائے۔ اللہ اور رسول پر اور اس پر جو کچھ اللہ نے رسول پر نازل کیا ہے۔ پھر نیک عمل کرے۔ لیکن نیک اعمال کا فایدہ اسی کو پہنچے گا، جو حق کی پیروی کرے اور دوسروں کو بھی حق کیطرف رجوع کرے۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ حق کا ساتھ دینے میں دنیا میں تکالیف اور مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑیگا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا۔ کہ دنیا کے تمام مصائب کے مقابلے سے بچنے کیلئے صبر کا دامن تھامنا پڑے گا۔ اگر حق پر قائم رہنا چاہتے ہو تو پھر خود بھی صبر کا دامن پکڑے رہو اور دوسروں کو بھی وصیت کرو۔ کہ صبر کا دامن نہ چھوٹے۔ جس نے صبر کا دامن چھوڑا۔ اس نے حق کو چھوڑ کر باطل کا دامن تھام لیا اسی لئے جب حق چھٹ گیا تو نیک عمل بھی ضائع ہو گئے اور ایمان لانا اور نہ لانا برابر ہو گیا۔ اسی لئے صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے نبی کے بعد لوگوں کی ہدایت کیلئے امامِ برحق بنایا، اور علم و حکمت دیا تاکہ راہِ حق کی طرف رہبری اللہ کے حکم کیمطابق کریں۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں ہی کو پسند فرماتا ہے۔ افسوس کہ مسلمان امامت پر اختلاف پیدا کر کے فرقوں میں بٹ گئے ہیں کاش کہ سب مسلمان ایک ہوتے اور سب مؤمن بن کر حزب اللہ میں داخل ہو جاتے اور دنیا اور عقبہ دونوں میں فلاح پاتے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس پر ایمان وہی لوگ لائینگے۔ جو حق کے ساتھ ہونگے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر ایمان لائینگے۔ اور انکو دل سے تسلیم کرینگے یہ حق کے ساتھ والوں کیلئے بڑی خیر و خوبی کی بات ہے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور انکے دین اور دنیا دونوں سنور جائینگے۔ یہی لوگ جنّتی ہیں۔

(۳) جن لوگوں نے حق کو چھوڑ دیا۔ اور باطل کی پیروی کی، اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو نہ مانا اور ان سے انحراف کر کے خود بھی گمراہ ہوئے، اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ یقیناً انکے لئے بڑی خرابی ہے اور قیامت کے دن انکی کوئی نیکی قبول نہیں کیجائیگی، اور انکی کوئی برائی معاف نہیں کیجائیگی۔ اور انکا ٹھکانا جہنم میں ہوگا، جو بہت بری جگہ ہے۔ اگر کوئی سارے جہان کے خزانے کا مالک ہو، اور اتنا ہی اسکے پاس اور ہو تو یہ سب کچھ دیکر بھی دوزخ سے نجات حاصل کرنا چاہے۔ تو بھی اسکو نجات نہیں ملیگی۔ اس بات سے حق جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اسکی اہمیت اور افادیت کا اندازہ ہماری ناقص عقل نہیں لگا سکتی ہے۔ لیکن قیامت کیدن پتہ چل جائیگا۔ اس وقت کا حق کا پہچاننا کچھ فایدہ نہ دیگا "

(۴) جو حق کے ساتھ ہیں وہ ہدایت یافتہ۔ اور جو باطل کے ساتھ وہ گمراہ۔ جب یہ حقیقت اللہ تعالیٰ نے بالکل واضح کر دی۔ تو عقلمندوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے بنائے ہوؤں کو جو صریحاً باطل ہے چھوڑ کر حق کے امن

کو تھام لیں یعنی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے راہِ حق کی ہدایت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی نصیحت پر عمل نہیں کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں عقلمند نہیں بلکہ گمراہ ہے۔ اور غیر دانشمند ہے اور اس کا آخرت پر ایمان نہیں ہے" اللہ تعالیٰ نے حق خود کو اُن نعمت والے اور مخلص بندوں کو فرمایا ہے اور وہ مخلص اور نعمت والے بندے نبیؑ اور امامؑ ہیں، جنکو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں بنا سکتا ہے۔ اور جنکو اللہ تعالیٰ نبیؑ اور امام بناتا ہے، وہ معصوم ہوتے ہیں۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ" میرے اس عہد کو (نبوت و رسالت اور امامت) ظالموں میں سے کوئی نہیں پا سکتا ہے۔ چونکہ گنہگار ظالم ہوتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا عہدِ الٰہی رسالت، نبوت اور امامت معصوم کا حق ہے اور انکا انتخاب اللہ تعالیٰ خود کرتا ہے۔ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نبی و رسول اور امام ان تینوں عہدوں پر اللہ نے انکو فائز کیا تھا۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ الٰہی منصب انھیں کو ملتے ہیں جو معصوم ہوتے ہیں کیونکہ شیطان کا اللہ تعالیٰ کے ان مخلص بندوں پہ کوئی زور نہیں چل سکتا ہے اور اس بات کا ابلیسؑ خود اقرار کرتا ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "وہ بولا اے میرے پروردگار اس وجہ سے کہ تو نے مجھے ناامید کر دیا۔ میں بھی انکے لئے زمین میں (خدا کی نافرمانی کو) اچھا کر کے دکھاؤنگا۔ اور ضرور میں ان سب کو (راہِ راست سے) بہکا دونگا، سوائے تیرے ان بندوں کے جو انمیں سے مخلص ہیں۔ (خدا نے) کہا! یہی سیدھا راستہ ہے جو مجھ تک پہنچتا ہے۔ یقیناً جو میرے بندے ہیں۔ ان پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا۔ سوائے انکے جو گمراہ ہونے والوں میں سے تیری پیروی کریں۔" (پ۱۴ الحجرات آیت ۳۹ تا ۴۲) لہٰذا اس مکالمہ سے جو ابلیسؑ مردود نے اللہ تعالیٰ سے کیا اس سے بات واضح ہوگئی اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں پر ابلیسؑ کا کوئی زور نہیں چلے گا اور انہی اللہ کے مخلص بندوں کا راستہ صراطِ مستقیم ہے تو اس آیۂ مجیدہ سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کے پیروکار نہیں ہیں، جو صراطِ مستقیم پر قائم نہیں ہیں۔ بلکہ ابلیسؑ کا زور ان پر چل گیا اور اللہ کے مخلص بندوں کو چھوڑ کر باطل کی پیروی شروع کر دی شیطان کے بہکاوے میں آکر جنکو ان باطل پرستوں نے خود منتخب کر لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مخلص اور نعمت والے بندے رسولؐ، نبیؑ اور امام ہیں جو معصوم ہوتے ہیں جنکا انتخاب اللہ تعالیٰ خود کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے جنکو امام منتخب کیا ہے انکے بارے میں ارشاد ہوتا ہے "اور ہم نے انہیں امام بنایا کہ وہ ہمارے امر کے ساتھ ہدایت کرتے تھے۔ اور ہم نے انکی طرف نیک کاموں اور نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی کی اور وہ سب ہماری ہی عبادت کرنے والے تھے۔" (پ۱۷ انبیاء آیت ۷۳) اس آیۂ مجیدہ میں، امام کی صفات کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ ان صفات کے حامل وہی آئمہ معصومین ہیں جنکو اللہ نے منتخب کیا ہے، وہی اللہ کے حکم کے مطابق ہدایت کرنے والے ہیں۔ انسان کا بنایا ہوا الٰہی امر کے مطابق ہدایت نہیں کر سکتا ہے۔ وہ علم الٰہی کا حامل نہیں ہوتا ہے۔ جن کو اللہ امام بناتا ہے وہ علم الٰہی کے حامل ہوتے ہیں

اور اللہ تعالیٰ انہیں وحی بھی کرتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ جنکی اطاعت و پیروی کا حکم دیتا ہے وہ نبیؐ اور امام ہی ہونگے جو اللہ تعالیٰ کے امر کے ساتھ ہدایت کرنے والے ہیں۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "اے وہ لوگو! جو ایمان لاچکے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، اور رسولؐ کی اطاعت کرو، اور انکی اطاعت کرو جو تم میں (اولی الامر) امر والے ہیں۔ پس اگر تم کسی بات میں جھگڑا کرو تو اسے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ کی طرف لوٹا دو۔ اگر تم اللہ تعالیٰ او قیامت کیدن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی سب سے بہتر اور اچھی تاویل ہے" (پ۵ النسآ آیت ۵۹) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ اُولی الامر، تفسیر صافی ص۱۱۲ پر بحوالہ کافی و تفسیر عیاشی امام محمدؑ الباقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس آیت سے خاص طور پر ہم مراد لئے گئے ہیں۔ اور تمام مؤمنین کو قیامت تک کے لئے ہماری اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ کسی نے پوچھا اوصیا کون ہیں، جنکی اطاعت فرض ہے۔ فرمایا وہی ہیں جنکے بارے میں خدا نے یہ آیت نازل کی ہے اطیعوا اللہ اور انما ولیکم اللہ ...... الخ "اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسولؐ کا اور جو اختیار والے ہیں تم میں پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اسکو رجوع کرو طرف اللہ کے اور رسولؐ کے۔ اگر یقین رکھتے ہو۔ اللہ پر اور پچھلے دن پر۔ یہ خوب ہے اور بہتر تحقیق کرنے ہے" (پ۵ النسآ آیۃ ۵۹) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی صاحب کا ہے آپ نے اولی الامر کی تفسیر فرمائی ہے۔ اختیار والے بادشاہ اور جو کسی کام پر مقرر ہو۔ اسکے حکم پر چلنا ضرور ہے جب تک وہ خلاف خدا اور رسولؐ حکم نہ کرے۔ اگر صریح خلاف کرے۔ تو وہ حکم نہ مانئے۔ اگر دو مسلمان جھگڑتے ہیں۔ ایکنے کہا چل شرع میں رجوع کریں۔ دوسرے نے کہا میں شرع نہیں سمجھتا یا مجھے شرع سے کام نہیں۔ وہ بیشک کافر ہوا

مولانا صاحب کی تفسیر کے مطابق شرع کو نہ ماننے والا کافر ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کا حکم ہی شرع ہے گویا جو بھی ایمان لانے والا اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ کے حکم کو نہ مانے تو وہ کافر ہے۔

مولانا صاحب نے حاکمِ وقت کی اطاعت کو اپنے اور مسلمانوں کے اوپر واجب کر لیا ہے جو کہ صریحاً اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "پس تو اپنے پروردگار کے حکم پر استقلال سے رہ اور انہیں سے کسی گنہگار اور ناشکرے کی اطاعت نہ کرنا" (پ۲۹ الدھر آیت ۲۴) حاکمِ وقت گنہگار اور ناشکرہ دونوں ہوتا ہے۔ اور جنکی اطاعت سے اللہ تعالیٰ منع کرتا ہے۔ لہٰذا مولانا صاحب نے اولی الامر کے معنی غلط لئے ہیں۔ اور بادشاہِ وقت نہیں ہو سکتا ہے بلکہ اولی الامر وہ ہوگا جو معصوم ہوگا۔ اور وہ نبیؐ کے اوصیا اور آئمہ معصومینؑ ہیں۔ جنکی اطاعت ہر ایمان لانے والے پر اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت اور رسولؐ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ واجب قرار دی، اور تینوں کی اطاعت، اطاعتِ مطلقہ ہے یعنی ان تینوں کے کسی بھی حکم سے انحراف کفر ہے جیسا کہ مولانا صاحب نے خود فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن پاک

میں ایک جگہ اور فرماتا ہے۔ "اور جو لوگ طاغوت سے بچے رہے کہ اسکی عبادت کریں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ انکے لیے خوشخبری ہے تو میرے ان بندوں کو خوشخبری دے۔ جو بات کو سنتے ہیں۔ پھر اسکی اچھی چیز کی پیروی کر لیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی توفیق دی۔ اور یہی لوگ صاحبان عقل ہیں" (پ ۲۳ الزمر آیت ۱۷-۱۸) اللہ تعالیٰ نے اس آیہ مجیدہ میں طاغوت کی اطاعت سے بچے رہنے کا حکم دیا ہے۔ اور کسی ظالم و جابر و گنہگار کی اطاعت اسکی پرستش کرنے کے مترادف ہے۔ لہٰذا ان قرآنی احکام کی روشنی میں مسلمانوں کو سوچنا چاہیئے۔ اور قرآن پاک میں غور کرنا چاہیئے۔ اور اندھی تقلید ملاؤں کی نہیں کرنا چاہیئے۔ اور گمراہی سے نکل کر ہدایت کا راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔

جن صاحبانِ حکومت کی مولانا صاحبان اطاعت و پیروی کرتے ہیں، وہ لوگ ایمان لانے کے باوجود اپنے فیصلے طاغوت سے کرواتے تھے۔ اور ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ جو کتاب تم پر نازل ہوئی۔ اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل ہوئیں۔ ان سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنا مقدمہ ایک سرکش (طاغوت) کے پاس لیجا کر فیصلہ کرائیں۔ حالانکہ انکو حکم دیا گیا تھا کہ اس سے اعتقاد نہ رکھیں اور شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انکو بہکا کر رستے سے دور ڈالدے" (پ ۵ النساء آیت ۶۰) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خانصاحب جالندھری کا ہے۔ آپ نے بھی اولی الامر کے معنی صاحبِ حکومت ہی لیا ہے اور مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب نے بھی اُولی الامر کے معنی حکومت والے ہی لیا ہے۔"

ہم نے اوپر قرآنی آیات کی رو سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اُولی الامر کے معنی صاحبانِ حکومت نہیں ہوتے ہیں کیونکہ صاحبانِ حکومت کو اللہ طاغوت سے تعبیر فرماتا ہے پھر یہ گنہگار اور ظالم بھی ہوتے ہیں۔ لہٰذا انکی اطاعت و پیروی سے اللہ تعالیٰ منع کرتا ہے۔ اُولی الامر وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے امر یعنی حکم کے مطابق راہِ حق کی ہدایت کرنے والے ہیں۔ اب اس کا دوسرا پہلو غور طلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جسوقت یہ حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اُولی الامر کی اطاعت کرو تو دیکھنا یہ ہے کہ جسوقت یہ ایک آیت نازل ہوئی تو کوئی اسوقت بھی اُولی الامر تھا؟ اب چونکہ اللہ تعالیٰ اُولی الامر کی بھی اطاعت کا حکم دے رہا ہے تو یہ ماننا پڑیگا کہ ہاں کوئی اُولی الامر ضرور تھا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم عبث ہوجاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ عبث حکم کر ہی نہیں سکتا ہے۔ لہٰذا یہ ماننا پڑیگا کہ وہ اُولی الامر اسوقت بھی موجود تھا جسکی اطاعت کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا۔"

ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "اور جب انکے پاس امن یا خوف کی کوئی بات آئی انہوں نے اسکو مشہور کر دیا اور اگر وہ اسے رسول تک اور انمیں سے جو اللہ کے امر والے ہیں ان تک پہنچاتے، تو جو بات کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ وہ اسکی حقیقت کو جان جاتے۔ اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا، اور اسکی رحمت بھی نہ ہوتی تو بہت تھوڑے کے سوا تم سب شیطان کی پیروی کر لیتے" (پ ۵ النساء آیت ۸۳) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے

يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۔ تفسیرِ صافی ص۱۱ پر بحوالہ مجمع جناب امام محمدؑ الباقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ استنباط کرنے والے ائمہؑ معصومین ہیں ۔ اور تفسیرِ عیاشی میں امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ : انسے آلِ محمدؑ مراد ہیں جو قرآنِ مجید سے استنباط کرتے ہیں ۔ اور حلال و حرام کو پہچانتے ہیں ۔ اور وہی اللہ تعالےٰ کی مخلوق پر حجت ہیں ؏

اور اکمال الدین میں جناب امام محمد الباقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جس نے خدا کی ولایت اور اللہ تعالیٰ کے علم سے استنباط کرنے والوں کو انبیاءؑ کے گھر کے سوا کسی اور جگہ قرار دیا ۔ اسنے اللہ عزوجل کے حکم کی مخالفت کی اور جاہلوں کو اُولی الامر سمجھا جو خود ہدایت یافتہ نہیں ہیں ۔ انکو ھادی مانا اور گمان کرلیا ۔ کہ وہ علمِ خدا سے استنباط کرنے والے ہیں ۔ تو انہوں نے خدا پر بہتان باندھا ۔ اور حکمِ خدا اور اطاعتِ خدا سے دور رہے اور فضلِ خدا کو جہاں خدا نے مقرر فرمایا تھا ۔ وہاں قائم نہ رکھا نتیجہ یہ ہوا کہ خود بھی گمراہ ہوئے ، اور اپنے ماننے والوں کو بھی گمراہ کیا ۔ پس قیامت کے دن خدا کے سامنے انکی کوئی حجت نہ چل سکے گی ۔

" اور جب انکے پاس کوئی بات اطمینان یا ڈر کی آتی ہے اسکا چرچا کر بیٹھتے ہیں ۔ اور اگر اسمیں رسولؐ اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور انسے اسکی حقیقت جان لیتے ۔ یہ جو بعد میں کاوش کرتے ہیں ۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اسکی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم شیطان کے پیچھے لگ جاتے مگر تھوڑے " (پ۵ النساء آیۃ ۸۳) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب کا ہے ۔ تفسیر امن و خوف یعنی فتح اسلام اور مسلمانوں کی ہزیمت کی خبر ۔ جو مفسدے کا موجب ہوتا ہے ۔ کہ مسلمانوں کی فتح کی شہرت سے تو کفار میں جوش پیدا ہوتا ہے ۔ اور شکست کی خبر سے مسلمانوں کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے ۔ گویا صحابہ اکرام کو فتح کی صورت میں کفار میں جوش بڑھ جانے سے بھی خوف پیدا ہوتا تھا اور شکست کی صورت میں تو ، حوصلہ شکنی ہوتی ہی تھی ، اور کفار کا خوف اور زیادہ بڑھ جاتا تھا ، یعنی صحابہ اکرام ، ہر دو حالت میں خوف زدہ ہی رہتے تھے " ایمان کے کس درجہ پر فائز تھے ؟ اسکو اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے کہ اگر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو تھوڑوں کے سوا سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے "

اُولِی الْاَمْرِ کے معنی اس آیت میں ذی اختیار کیا ہے اور تفسیر میں اولی الامر سے مراد اکابر صحابہؓ جو صاحب الرائے ، اور صاحب بصیرت ہیں ۔ چونکہ اسوقت کوئی بادشاہ تھا نہیں اسلئے ، یہاں اکابر صحابہؓ ہوگئے ۔ جو لوگ بعدِ رسول اللہؐ ، حاکم بن گئے ۔ تو پھر اولی الامر کے معنی حاکمِ وقت ہوگیا ۔ وقت اور حالات کے مطابق اُولی الامر کے معنی بدلتے رہتے ہیں ۔ مسئلہ مفسرین نے فرمایا ہے اس آیت میں دلیل ہے ۔ جوازِ قیاس پر اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک علم تو وہ ہے جو بہ نصِ قرآن و حدیث معلوم ہو ، اور ایک علم وہ ہے جو قرآن و حدیث سے استنباط و قیاس کے ذریعے حاصل ہوتا ہے ۔ مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ امورِ دینیہ میں ہر شخص کو دخل دینا جائز نہیں ہے ۔ جو اہل ہو اسکو تفویض کرنا چاہیے ۔ فضل اللہ سے مراد آنحضرتؐ کو لیا ہے ، اور رحمت سے مراد قرآن پاک ۔ بیشک قرآن پاک رحمت ہے لیکن

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے استنباط کرنے والوں کو واضح کیا ہے اس آیت کی رو سے یہاں رحمت سے مراد اُولی الامر کے ہونگے۔ جو نبی کے وصی اور جانشین ہیں۔ جو حاملِ علمِ الٰہی ہیں جسکے ذریعہ وہ ہر چیز کا استنباط کرنے والے تھے۔ تب ہی تو اکابر صحابہؓ نے کہہ دیا کہ علیؑ نہ ہوتے تو ہمیں ہلاک ہو جاتا۔

بہر حال مولانا صاحبان کے مذکورہ بالا دونوں آیتوں کے ترجموں اور تفسیروں سے مندرجہ ذیل حقائق کا پتہ چلتا ہے

(۱) یہ حقیقت بالکل واضح ہوگئی کہ رسُول کے ساتھ ساتھ، اُولی الامر بھی ہوتا ہے، اور علمِ الٰہی کا حامل ہوتا ہے تب ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہر چیز کی حقیقت کا استنباط رسُول اور اُولی الامر کر سکتے ہیں۔ جو رسُول کا وصی اور جانشین ہوتا ہے جسطرح حضرت موسیٰؑ کے حضرت ہارونؑ وصی و وزیر اور خلیفہ تھے۔ اور حضور کی متفقہ علیہ حدیث موجود ہے کہ اے علیؑ مجھ سے تم کو وہی نسبت ہے جو موسیٰؑ سے ہارون کو تھی۔

(۲) اُولی الامر کے معنی اور مطالب میں ہیر پھیر کرنے سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ صحابہ اکرام نے اولی الامر کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کو تمام غیب کا علم ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دیکھو جس چیز میں تم جھگڑو تو اس جھگڑے کا خود فیصلہ اپنی مرضی سے نہ کر لینا۔ بلکہ اس جھگڑے کو اللہ اور رسُول کی طرف رجوع کرنا۔ یعنی جس بات میں تمہارا اختلاف ہوا ہے اسکے بارے میں اللہ اور رسُول کے جو احکام ہیں اسکے مطابق فیصلہ کرنا۔ اگر تم اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ لیکن جن لوگوں نے اللہ کے اس حکم کو نہیں مانا تو وہ اللہ کے نزدیک کیا ہیں اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں جو اللہ اور رسُول اور اُولی الامر تینوں کی اطاعت کرتے رہے وہ اصحابِ رسُول بعدِ رسُول بھی اولی الامر کی اطاعت کرتے رہے۔ اور جن لوگوں نے آنحضرت کی حیات میں اُولی الامر پر اختلاف کیا اور اللہ کے حکم کی نافرمانی کی۔ تو انہی لوگوں نے بعدِ رسُول بھی اُولی الامر کی اطاعت چھوڑ کر، خود اُولی الامر بن بیٹھے۔ اور قرآن پاک میں اُولی الامر کے معنی حاکمِ وقت رکھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو حاکمِ وقت کی اطاعت سے منع کرتا ہے۔ گنہگار اور ظالم کی اطاعت سے اللہ تعالیٰ روکتا ہے چونکہ تمام انسان گنہگار رہتے ہیں چاہے وہ حاکم ہوں، یا رعایا ہوں۔ لہٰذا اصحابِ کرام بھی گنہگار تھے۔ اسلئے وہ خود اُولی الامر نہیں ہو سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جنکی اطاعت کا حکم دیا ہے وہ نبی اور امام ہی ہو سکتے ہیں، اور امام کو اللہ تعالیٰ نے اُولی الامر فرمایا ہے۔ جو راہِ حق کی رہبری اللہ کے امر کے بموجب کرتے ہیں۔ اللہ کے نعمت والے اور مخلص بندے آئمہ ہیں جن پر شیطان کا کوئی زور نہیں چلتا ہے انہی کے راستے کو اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم فرماتا ہے۔ اور ہر مومن نماز میں یہی دعا کرتا ہے۔ کہ اے میرے اللہ تو مجھے صراطِ مستقیم پر قائم رکھ، اور انکے راستے پر چلا جن پر اپنی نعمتیں، نازل فرمائیں ہیں۔ جو لوگ اللہ کے نعمت والے بندوں کو چھوڑ کر حاکم وقت کی اطاعت کرتے ہیں تو ان کو صراطِ مستقیم ملنی ہے نہ ملے گی۔ کیونکہ اللہ کے حکم کی نافرمانی بھی کھُل کر کرتے ہیں۔ صرف ایک ہی صورت ہے

کہ اللہ کے فرمانبردار بندے بن جاؤ۔ اللہ کے نعمت والے بندوں کی اطاعت و پیروی کرو۔ جو بحکم خدا پیروی کئے جانے کے حقدار ہیں۔ تو صراطِ مستقیم ملے گی ورنہ نہیں کیونکہ حاکمِ وقت کا راستہ نہ کبھی صراطِ مستقیم تھا اور نہ کبھی ہوگا۔ صاحبانِ حکومت اور دولت مندوں ہی سے انبیا کی لڑائی ہوتی تھی۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایت کرنے کی حجت کو نبیؑ اور آئمہ علیہم السلام کو بھیج کر پوری کر دی۔ اس لئے قیامت کے دن کوئی انسان بھی کسی قسم کی حجت اللہ تعالیٰ سے نہیں کر سکے گا۔ پہلی آیت میں تو اللہ اور رسولؐ اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم ہے، دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ رسولؐ اور اولی الامر کو ہر چیز کی حقیقت کا استنباط کرنے والا بتلایا ہے۔ جو کوئی بھی حاکمِ وقت نہیں کر سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں رسولؐ کو اپنا فضل اور اولی الامر کو اپنی رحمت کہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنا احسان جتاتا ہے۔ کہ اگر میرا فضل اور رحمت نہ ہوتی یعنی اگر ہمارے بھیجے ہوئے نبیؐ اور امامؑ تمہارے پاس نہ آتے تب تم سب کے سب شیطان کے پیروکار ہو جاتے۔ سوائے تھوڑے لوگوں کے۔"

مذکورہ بالا دونوں آیتوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ رسولِ مقبولؐ کے ساتھ اولی الامر ہوتے تھے جنکی اطاعت کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

(۵) نتیجہ یہ نکلا کہ جو کوئی بھی اولی الامر کی اطاعت چھوڑ دے جنکی اطاعت کا حکم اللہ تعالیٰ دے رہا ہو۔ اور خود اولی الامر بن جائے۔ یا بنا لیا جائے۔ تو ثابت ہوا کہ اولی الامر بننے اور بنانے والے دونوں نے ہدایت کے راستے کو چھوڑ کر گمراہی کا راستہ اختیار کیا۔ اور خود بھی گمراہ ہوئے۔ اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا بلکہ اپنی آئندہ نسلوں کو بھی گمراہ کر گئے چونکہ انسان کا بنایا ہوا اولی الامر حاملِ علمِ الٰہی نہ ہونے کی وجہ سے ہر چیز کا استنباط علم سے تو کر نہیں سکتا ہے لہٰذا قیاس سے کام لیگا جو مزید گمراہی اور گنہگار ہونے کا سبب بنے گا۔

(۶) مولانا صاحبان کے ترجمے کے مطابق اگر حاکمِ وقت کو اولی الامر مان لیا جائے تو پھر مسلمانوں کا اولی الامر، ہندو، عیسائی، یہودی اور دہریہ بھی ہوگا۔ جو ناممکن ہے۔ لہٰذا یہ ماننا پڑیگا۔ جس طرح ہر مسلمان کا اللہ تعالیٰ ایک ہے اور رسولؐ بھی ایک ہے، تو ہر مسلمان کا اولی الامر بھی ایک ہوگا۔ جو اللہ کی طرف سے ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ۔ یہ اسوقت ممکن ہوگا جب اللہ تعالیٰ پر اور روزِ قیامت پر، پورا پورا یقین ہوگا۔ کیونکہ تب ہی وہ اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع ہوگا اور جسکو اللہ نے اولی الامر بنایا ہے اسکی اطاعت اور پیروی کریگا۔ اور اپنے بنائے ہوئے کو چھوڑ دیگا۔ حق جب مل جائیگا تو باطل خود چھوٹ جائیگا۔ لیکن یہ بڑا مشکل کام ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اسکی طرف جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا اور رسولؐ کی طرف۔ تو تم دیکھتے ہو کہ منافق تم سے منہ موڑ کر رک جاتے ہیں۔" (پ۵ النساء آیت ۶۱) باپ دادا کی اندھی تقلید سے نکلنا بڑا مشکل ہے۔

(۷) ظاہر طور پر تو منافق کہتے تھے۔ ہم ایمان لائے جو آنحضرتؐ پر نازل ہوا اور جو آپؐ سے پہلے نازل ہوا لیکن،

ایسا وہ صرف زبان ہی سے کہتے تھے۔ پورا پورا ایمان نہیں لائے تھے۔ اور انکا ایمان لانے کا دعویٰ جھوٹا تھا۔ ایمان کو اپنے دلوں میں جگہ نہیں دی تھی۔ بلکہ کفر ہی کا سکہ انکے دلوں پر لگا ہوا تھا۔ تب ہی تو اللہ کے حکم کی نافرمانی کرتے رہے ہیں۔ اور ابلیس کے بہکاوے میں آگئے۔ اور اللہ کے مخلص بندوں کو چھوڑ کر صراطِ مستقیم سے دور جا پڑے۔ اللہ تعالیٰ سے ابلیس نے صراطِ مستقیم سے بھٹکانے ہی کو کہا تھا۔ اور اپنے اس مقصد میں ابلیس کامیاب رہا۔ اللہ اور رسولؐ اور اولی الامر کی پیروی کرنے کے بجائے۔ ابلیس کے پیروکار ہو گئے۔ اور ھدایت کو چھوڑ کر گمراہی اختیار کی پھر بھی ہر فرقہ اپنے فرقے کو ہدایت یافتہ سمجھتا ہے حالانکہ ہر فرقے کے عالموں اور لوگوں کو اسکی تحقیق قرآن کی روشنی میں کرنی چاہیے کہ آیا وہ حق پرست ہے، یا باطل پرست ہے۔ اور فی زمانہ تو ہمارے لئے قرآن صرف رہنمائی کیلئے موجود ہے۔ اور بیشک قرآن پاک حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔ "ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے وَمِنْ قَبْلُ، هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ (اور اس نے حق و باطل میں فرق کرنے والا قرآن نازل کیا)" (پ۳ آلِ عمران آیۃ ۴)

چونکہ قرآن کے ذریعہ حق اور باطل میں فرق کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کو چاہیے کہ قرآن پاک کی روشنی میں حق اور باطل دونوں کو پہلے پہچان لے اور پھر حق کی پیروی کرے۔ اور باطل کو چھوڑ دے۔ اسی لئے قرآن کی اتباع کا حکم بھی اللہ تعالیٰ دے رہا ہے۔ ارشادِ خداوندِ عالم ہوتا ہے "اور یہ کتاب جو ہم نے اتاری ہے برکت والی ہے۔ پس اسی کی پیروی کرو۔ اور ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے" (پ۸ انعام آیۃ ۱۵۵) اسمیں اللہ تعالیٰ کے جو جو احکام ہیں سب کی پیروی کرو۔ تو راہِ ہدایت مل جائیگی۔ اور گمراہی سے نجات مل جائیگی۔ قرآن پاک کی آیتوں میں، غور و فکر کرو گے تو نصیحت بھی حاصل ہوگی، اور دل میں جو کفر بیٹھا ہے۔ وہ بھی دور ہو جائیگا۔

ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت اور جو سینوں کے اندر امراض ہیں۔ انکے لیے شفا آگئی ہے۔ اور مومنوں کے لئے ہدایت رحمت آچکی ہے" (پ۱۱ یونس علیہ السلام آیۃ ۵۷)

مسلمان اتنے فرقوں میں بٹ چکا ہے کہ یہ زبان سے کہدینا کہ ہم حق پر ہیں مان لینے کی بات نہیں ہے جبتک قرآن پاک اسکے حق پر ہونے کی تصدیق نہ کر دے۔ اگر اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ تو مرنے سے پہلے پہلے اپنے ایمان کی جانچ پڑتال قرآن مجید کے ذریعے کر لو۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ، تم حق پرست ہو اور صراطِ مستقیم پر قائم ہو تو، پھر خوش قسمت ہو اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ باطل پرست ہو، اور راہِ حق سے دور ہو تو پھر باطل کو چھوڑ کر، حق کے پیروکار بن جاؤ۔ میں بھی قرآن پاک ہی کی مدد سے حق اور باطل کی پہچان کر بھی رہا ہوں اور کروا بھی رہا ہوں۔ ھدایت یافتہ بننا اور بنانا افضل ترین عمل ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ مسلمان صرف نام کا مسلمان ہے۔ لیکن اسکے اعمال صریحاً احکامِ الٰہی کے خلاف ہیں۔ اور اس حقیقت کو ہر مسلمان تسلیم بھی کرتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر

پورا پورا ایمان نہیں رکھتا ہے اسلئے دل میں خوفِ خدا نہ ہونے کی وجہ سے ہر طرح کا ظلم اپنے اوپر بھی کرتا ہے۔ اور دوسروں پر بھی کرتا ہے۔ یعنی ایمان میں کامل نہیں ہے۔ کیونکہ علماء دینِ حق کی تبلیغ نہیں کرتے ہیں۔ یہ تو آج کا مسلمان ہے۔ قرآن مجید میں غور کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ، آنحضرت پر لوگ ایمان لانے کو تو لے آئے تھے۔ لیکن جیسا ایمان لانا چاہیئے تھا ویسا ایمان نہیں لائے تھے۔" ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "ماسوا اسکے نہیں ہے کہ تم سے وہی لوگ اجازت مانگتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور انکے شک میں پڑے ہیں۔ پس وہ اپنے شک ہی میں متردد رہتے ہیں۔" (پ۱۰ توبہ آیت ۴۵) یَتَرَدَّدُوْنَ، تفسیر صافی ص۲۰۷ پر بحوالہ الخصال حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص شک میں متردد رہے گا۔ اوّلین اس سے بڑھ جائینگے، اور آخرین اسکو آلینگے۔ اور شیاطین کی ٹاپیں اسکو روند ڈالینگی۔

اللہ تعالیٰ ایسے ایمان لانے والوں کا ذکر سورۃ الحج میں فرماتا ہے "اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی عبادت (دین کے) ایک کنارے پر رہ کر کرتا ہے۔ پس اگر اُسے کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو وہ اس سے مطمئن ہوتا ہے۔ اور اگر اسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے۔ تو اپنا منہ پھیر کر پلٹ جاتا ہے۔ اس نے دنیا اور آخرت دونوں گنوا دیں یہی کھلم کھلا خسارہ ہے۔" (پ۱۷ الحج آیت ۱۱)

مذکورہ بالا آیتوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جیسے ایمان لانے میں اوّلین تھے ویسے ہی ایمان میں انکے آخرین ہیں نہ وہ اللہ تعالیٰ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے تھے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کے احکام پر نہیں چلے۔ تو انکے آخرین اللہ تعالیٰ کے احکام کیسے چلیں گے۔ لیکن اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کھلم کھلا کرتے ہوئے مسلمان کہلاتے ہیں۔ حالانکہ مسلم کے معنی ہی یہ ہیں جو اللہ کے احکامات پر سرِ تسلیم خم کرلے، اور اس سے روگردانی نہ کرے۔ اللہ کے کسی بھی حکم سے روگردانی کرنے والے ابلیس والے ہوتے، اللہ والے نہیں ہوسکتے ہیں۔ مسلمانوں کا ایمان لانا کب فایدہ مند ہوگا۔ اور کب فایدہ مند نہیں ہوگا۔ اسکے بارے میں ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "کیا وہ اس بات کا انتظار کرتے ہیں، کہ انکے پاس فرشتے آئیں۔ یا تمہارا پروردگار ہی آجائے یا تمہارے پروردگار کی کچھ نشانیاں آئیں۔ جس دن تمہارے پروردگار کی بعض نشانیاں آجائینگی، تو کسی نفس کو جو پہلے ایمان نہ لاچکا ہوگا۔ یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی ہوگی اس کا ایمان فایدہ نہیں دیگا۔ کہدو کہ تم انتظار کرو۔ ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں ۰ یقیناً وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ اور وہ گروہ گروہ بن گئے۔ تمہارا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ماسوا اس کے نہیں ہے کہ ان کا معاملہ اللہ ہی کے سپرد ہے۔ پھر وہ انہیں بتائیگا۔ جو کچھ وہ کیا کرتے تھے" (پ۸ انعام آیت ۱۵۸، ۱۵۹) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔

""کا ہے کے انتظار میں ہیں، مگر یہ کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا تمہارے رب کا عذاب یا تمہارے رب کی ایک نشانی آئے۔ جس دن تمہارے رب کی وہ ایک نشانی آئیگی کسی جان کو ایمان لانا کام نہ دیگا۔ جو پہلے ایمان نہ

لائی تھی یا اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی تھی۔ تم فرماؤ رستہ دیکھو۔ ہم بھی دیکھتے [illegible] ہیں وہ جنھوں نے اپنے دین میں جدا جدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہوگئے۔ اے محبوب! تمہیں ان سے کچھ بھی علاقہ نہیں۔ انکا معاملہ اللہ ہی کے حوالے ہے۔ پھر وہ انھیں بتا دیگا جو کچھ وہ کرتے تھے۔" (پ انعام آیت ۱۵۸،۱۵۹) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا ہے۔ مولانا صاحبان کے ترجموں سے ذیل کے نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

① جو لوگ ایمان نہیں لائے تھے۔ یا لائے لیکن منافق تھے۔ اللہ تعالیٰ سوال کرتا ہے کہ جب وحدانیت اور رسالت پر زبردست حجتیں قائم ہو چکی ہیں۔ اور کفر شرک کی نفی کی جا چکی ہے۔ تو پھر انکو ایمان لانے میں کیا رکاوٹ باقی رہتی ہے۔ اور اب یہ کس چیز کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں، کہ جب وہ آوے تب یہ ایمان لائیں۔ اگر وہ اللہ کی نشانی آجائے تو پھر ایمان لانا کسی کام کا نہ ہوگا۔ اس وقت ایمان لانے سے کچھ بھی فایدہ نہیں پہنچے گا جو پہلے سے ایمان لائے ہوتے ہونگے انہی کو ایمان لانے کا فایدہ پہنچے گا۔ اگر غیب پر ایمان ہے۔ تو پھر کسی نشانی کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے سارے کے سارے احکامات پر ایمان لانا چاہیے۔ اور ان پر عمل بھی کرنا چاہیے۔ اور اگر کسی بھی حکم سے انکار کیا تو پھر شیطان کا پیروکار ہوگا۔ جو گمراہی میں صراطِ مستقیم سے دور جا پڑا ہوگا۔

② اگر ایمان لایا ہے تو لازمی ہے کہ اسکے بعد نیک عمل کرے۔ نہیں تو ایسا ایمان لانا بھی فایدہ مند نہیں ہوگا۔ جسطرح بغیر ایمان کے نیک عمل کا کوئی فایدہ نہیں پہنچے گا۔ اسی طرح بغیر نیک عمل کے ایمان لانا بیکار ہے۔"

٣ جو لوگ منافق تھے انھوں نے اللہ کے احکام سے انحراف کیا۔ اور وہ لوگ دین میں جدا جدا راہیں نکال کر فرقوں فرقوں میں بٹ گئے۔ کیونکہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ نے جنکو اولی الامر بنایا۔ انکو چھوڑ کر اپنا اولی الامر خود بنا لیا۔ اور اس کا رسولؐ کی ذات پر کوئی اثر نہیں، رسولؐ کا کام صرف احکام کو پہنچا دینا تھا۔ کوئی ایمان لائے تو اپنے بھلے کو اور ایمان نہ لائے تو اپنے برے کو۔"

④ اللہ تعالیٰ نے جنکو ہمارا ولی بنایا ہے، وہ ایک اللہ تعالیٰ خود ہے، دوسرے رسولِ مقبول ہیں اور تیسرے حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ اور انہی تین کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اللہؐ کی اطاعت اور رسولؐ کی اطاعت کے ساتھ اولی الامر کی بھی اطاعت فرض ہے۔ اور رسولؐ اور اولی الامر چونکہ حاملِ علمِ الٰہی ہوتے ہیں اسلیے یہی دونوں ہر چیز کی حقیقت استنباط کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اولی الامر ہی نبیؐ کا وصی و جانشین اور خلیفہ ہوتا ہے۔ جو نبیؐ کا سب سے بہتر پیروکار اور حامی اور مددگار ہوتا ہے۔ اور اس بات کو ہر مسلمان جانتا ہے۔ کہ ہر مصیبت میں حضرت علیؑ اپنی جان کی بازیاں لگاتے رہے جبکہ دوسرے صحابہؓ

چھوڑ کر بھاگتے رہے۔ بہر حال نبیؐ اور نبیؐ کے وصیؑ و خلیفہ پر ایمان لانا فرض ہے۔ انکی اطاعت، اطاعتِ مطلق ہے۔ انکے کسی حکم سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ اور نہ ہی نبیؐ کے وصی سے منکر ہونے کی کوئی شکل نکل سکتی ہے۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے، "پس کیا وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہو، اور ایک گواہ اسکے پیچھے ہی پیچھے آتا ہو جو اسی کا جز ہو۔ اور اسکے پہلے سے موسیٰؑ کی کتاب پیشوا اور رحمت ہو۔ اسی پر تو ایمان لاتے ہیں۔ اور گروہوں میں سے جو بھی اسکا منکر ہوگا۔ پس آگ اسکا ٹھکانا ہے۔ پھر تم اسکے شک میں نہ رہنا۔ یقیناً یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے لیکن بہت لوگ ایمان نہیں لاتے۔" (ہود آیت ۱۷ یہ ترجمہ مرزا رشید احمد رئیس الکاظمی صاحب کا ہے۔) وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ: تفسیر صافی صفحہ ۲۳۲ پر بحوالہ الکافی جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام، اور امام رضا علیہ السّلام سے منقول ہے۔ کہ امیر المومنین علیہ السّلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت پر شاہد ہیں۔ اور رسولؐ اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل پر ہیں۔ تفسیر مجمع البیان میں امام محمد الباقر علیہ السّلام اور امام علی ابن رضا علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اس آیت میں شاہدٌ منہٗ سے مراد علیؑ ابن ابی طالب علیہ السّلام ہیں۔ جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حق میں گواہی دی۔ اور لفظ مِنْهُ کا یہ مطلب ہے کہ وہ اور جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک ہی نور سے ہیں۔ اور تفسیر عیاشی میں امام محمد الباقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جو اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہیں، وہ جناب رسول اللہ صلعم ہیں۔ اور جو انکے بعد انہی سے ہے اور انکا شاہد ہے۔ وہ اوّل جناب امیر المومنینؑ ہیں پھر انکے بعد دیگر اوصیاء اور خود جناب امیر المومنینؑ سے منقول ہے کہ قریش میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جسکے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ایک یا دو آیتیں نازل نہ کی ہوں حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کی: یا امیر المومنینؑ آپ کے بارے میں کونسی آیت نازل کی گئی ہے؟ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ کہ تو سورہ ھود کی یہ آیتیں نہیں پڑھتا۔ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ ...الخ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو اپنے رب کی طرف سے دلیل پر تھے۔ اور میں وہ شاہد ہوں۔ الامالی میں ہے کہ یہ فرمایا، کہ میں وہ گواہ ہوں۔ اور میں اس رسولؐ سے ہوں۔ اور البصائر میں ہے کہ اس رسولؐ کا گواہ اس بیّنہ دلیل کے بارے میں میں ہوں اور اس رسولؐ کے ساتھ ساتھ اس کے پیچھے پیچھے چلا آتا ہوں۔ مزید منہٗ کی تفسیر صافی ص ۲۳۲ پر بحوالہ تفسیر عیاشی امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ یہاں مِنْهُ سے مراد من ولایت علی ابن ابی طالب علیہم السّلام ہے کہ، تم علیؑ کی ولایت کے بارے میں شک نہ کرنا۔

"تو کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو۔ اور اس پر اللہ کی طرف سے گواہ آئے۔ اور اس سے پہلے موسیٰؑ کی کتاب پیشوا اور رحمت۔ وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جو اس کا منکر ہو۔ سارے گروہوں میں۔ تو آگ اسکا وعدہ ہے۔ تو اے سننے والے تجھے کچھ اس میں شک نہ ہو۔ بیشک وہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے۔ لیکن بہت آدمی ایمان نہیں رکھتے ٥ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ وہ اپنے

رَب کے حضور پیش کیے جائینگے ۔ یہ ہیں جنھوں نے اپنے رَب پر جھوٹ بولا تھا ۔ ارے ظالموں پر خدا کی لعنت ہے"
(پ۱۲ ھود آیت ۱۷) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب کا ہے ۔ تفسیر فرماتے ہیں (۱) اور اسکی صحت کی گواہی دے ۔ یہ گواہ قرآن مجید ہے ۔ (۲) یعنی توریت ۔ (۳) یعنی قرآن پر ۔ (۴) خواہ کوئی بھی ہوں حدیث شریف میں ہے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اُسکی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے ۔ اس اُمت میں جو کوئی بھی ہے یہودی ہو یا نصرانی جسکو بھی میری خبر پہنچے اور وہ میرے دین پر ایمان لائے بغیر مرجائے وہ ضرور جہنمی ہے ۔ "بھلا جو لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل (روشن) رکھتے ہوں ۔ اور انکے ساتھ ایک (آسمانی) گواہ بھی اسکی جانب سے ہو ۔ اور اس سے پہلے موسیٰؑ کی کتاب ہو جو پیشوا اور رحمت ہے ۔ تو کیا وہ قرآن پر ایمان نہیں لائینگے ۔ یہی لوگ تو اس پر ایمان لاتے ہیں ۔ اور جو کوئی اور فرقوں میں سے اس سے منکر ہو ۔ تو اسکا ٹھکانا آگ ہے تو تم اس قرآن سے شک میں نہ ہونا ۔ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے ۔ لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے"
(پ۱۲ ھود آیت ۱۷) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خان صاحب جالندھری کا ہے ۔ تفسیر فرماتے ہیں کہتے ہیں ۔ صاحبِ بینہ مومنان اہلِ کتاب ہیں ۔ یا جو مومن خالص ہوا ۔ اور گواہ پیغمبر ہے اور بعضے کہتے ہیں ۔ صاحبِ بینہ پیغمبر ہے اور اسکے تابع ہے گواہ وہ جبرئیلؑ ہے یا جو فرشتہ کہ اس کا نگہبان ہے ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ یا حضرت علیؓ یا آنحضرتؐ کی صورت مبارک جو آپکو نظرِ انصاف سے دیکھتا تھا ۔ تو اللہ تعالیٰ کے نور اور صدق کی نشانیاں آپکے چہرۂ مبارک سے مشاہدہ کرتا تھا ۔ اور بعضے کہتے ہیں ۔ کہ بینہ قرآن ہے اور لفظ یتلو بمعنی یقرہ یعنی پڑھتا ہے ۔ اور گواہ جبرئیلؑ ہے یا آنحضرتؐ کی زبان مبارک یا قرآن شریف کا نظم اور اعجاز اور یتلون کو اگر بمعنی تبعہ کے رکھیں تو شاید انجیل ہے (قرآن پاک کی آیت میں اللہ تعالیٰ کیا فرماتا تھا اور مولانا صاحب نے کیا ترجمہ تفسیر بیان فرمائی ہے جس سے اس آیت کا کچھ مطلب ہی نہیں نکلتا ہے) ۔

"بھلا ایک شخص جو ہے نظر آتی راہ پر اپنے رَب کی ۔ اور پہنچتی ہے اسکو گواہی اس سے اور پہلے اس کتاب موسیٰؑ کی راہ ڈالتی اور مہربانی ۔ وہی لوگ مانتے ہیں اسکو ۔ اور جو کوئی منکر ہو اس سے سب فرقوں میں ۔ سو آگ ہے وعدہ اسکا ۔ سو تو مت رہ شبہ میں اس سے ۔ یہ تحقیق ہے تیری رَب کی طرف سے ۔ پھر بہت لوگ یقین نہیں رکھتے" (پ۱۲ ھود آیت ۱۷) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبد القادر محدّث دہلوی صاحب کا ہے ۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں ۔ گواہی پہنچتی ہے یعنی دل میں اس دین کا نور اور مزہ پاتا ہے اور قرآن کی حلاوت (اللہ کیا فرماتا ہے کہ بہت لوگ یقین ہی نہیں رکھتے) ۔ مذکورہ بالا آیت کے مولانا صاحبان نے جو ترجمے کئے ہیں ۔ تو غور کرنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ کی رسالت کے گواہ کو پہچنوا رہا ہے اور ذیل کے حقائق ثابت ہوتے ہیں ۔۔۔

(۱) وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہے تو وہ شخص سے مراد تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اور روشن دلیل آپکی رسالت ہے، اب جو رسول کی رسالت کا گواہ ہے وہ بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ وہ اسی کا جز ہے "اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ" یعنی میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں، جو آنحضرت کے پیچھے پیچھے آتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس گواہ کو اسی لئے اپنے گھر میں پیدا کیا، اور انکو اپنی وحدانیت اور رسول کی رسالت کا گواہ بنایا۔ اور حضرت علی علیہ السّلام نے پیدا ہوتے ہی ثابت کر دیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسولؐ کی رسالت کا گواہ ہوں۔ اور لوگوں کا ہادی بھی میں ہوں۔ اور یہ کام اللہ کے گھر سے ہی شروع کیا، رسول اللہ کی رسالت کی گواہی اس طرح دی کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں آئے اس وقت تک اپنی آنکھیں نہیں کھولیں اور جب حضورؐ آئے اور حضرت علیؑ کو آنحضورؐ نے اپنی گود میں لے لیا، تو آنکھیں کھول دیں۔ اور سب سے پہلے آپکے چہرۂ مبارک کی زیارت کی۔ اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی اس طرح دی کہ ابو جہل بتوں کی خاک اپنے رواج کے مطابق حضرت علیؑ کے ماتھے پر لگانا چاہتا تھا کہ آپ نے اسکو ایسا زور دار تھپڑ رسید کیا کہ ابو جہل تلملا گیا۔ اور اسکو یہ بتلا دیا کہ میں بت پرستوں کی ہدایت کیلئے آیا ہوں۔ اور یہ سبق دیا کہ تو ہم پرستی اور بت پرستی کو چھوڑ کر اللہ کی وحدانیت کا اقرار کر۔ اور حضرت علیؑ نے ہی حضورؐ کے دوش مبارک پر سوار ہو کر خانۂ کعبہ سے بتوں کو ہمیشہ ہمیش کیلئے نکال پھینکا۔ حضرت علیؑ کا خانۂ کعبہ میں پیدا ہونا، آنحضرتؐ کی آغوش مبارک میں آکر آنکھیں کھولنا، اور ابو جہل کو تھپڑ رسید کرنا، اور اژدر کو پھاڑنا آپکے بچپن کے معجزات ہیں"۔

حضرت مریمؑ جو خانۂ کعبہ کی مجاور تھیں، اور اسی میں رہتی تھیں۔ لیکن جب حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے پیدا ہونے کا وقت آیا، تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے مریمؑ تم خانۂ کعبہ سے باہر نکل جاؤ کیونکہ یہ زچہ خانہ نہیں ہے۔ لہٰذا حضرت علیؑ کا خانۂ کعبہ میں پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ پنجتنؑ پاک طاہر و مطہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انکی خلقت ہی پاک و پاکیزہ کی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ آیتِ تطہیر میں ارشاد فرماتا ہے، "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا" ماسوا اسکے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ اے اہلبیتِ نبوتؐ وہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور رکھے اور تمہیں ایسا پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے"۔ (پ۲۲ الاحزاب آیہ ۳۳)

(۲) ان شاھد و مشہود کا ذکر موسیٰؑ کی کتاب میں بھی ہے، ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے" وہ لوگ جو اس رسول امّی کی پیروی کرتے ہیں، جس کے وصف کو وہ اپنے یہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں"۔ (پ۹ اعراف آیہ ۱۵۷)۔

گویا آنحضرتؐ اور آپکے بہترین پیروکار جو آپکے اہلبیتؑ پنجتن پاک ہیں ان پاک ذات کا ذکر توریت اور انجیل میں موجود ہے نصارا نے ان پاک ہستیوں کو دیکھکر پہچان لیا۔ کہ یہ صدیقؑ ہیں یہ ایسے سچے ہیں کہ اگر انہوں نے بد دعا کر دی تو پھر روئے زمین پر نصارا باقی نہیں بچینگے اسلئے مباہلہ نہیں کیا۔ رسولؐ کی رسالت کے شاہدوں کو سچا مان لیا، اور اپنی شکست تسلیم کرلی۔ اور

جزیہ دینا قبول کرلیا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے رسولؐ کی رسالت کے شاہد کو رسولؐ کا جز کہہ کر پہنچوا دیا۔ کہ علیؑ کے سواء دوسرا اور کوئی نہیں ہوسکتا ہے۔ اور آنحضرتؐ کی حدیث ہے کہ "انا و علی من نور واحد" میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں۔ رسولؐ کی رسالت کے اس گواہ پر بھی ایمان لانے کا حکم اللہ تعالیٰ اس آیت میں دے رہا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ گروہوں میں سے جو بھی اسکا منکر ہوگا تو آگ اُسکا ٹھکانہ ہے۔ لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ اللہ پر، رسولؐ پر اور اُولی الامر پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جو ایمان لائیگا، وہی اُولی الامر کی اطاعت کریگا۔ اور جو ایمان نہیں لائیگا وہ اطاعت بھی نہیں کریگا۔ اُولی الامرؑ نبیؐ کا وصی و جانشین و خلیفہ اور امام ہے، جو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، اور جو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے وہ حق ہوتا ہے، اور جو لوگوں کا بنایا ہوتا ہے وہ باطل ہوتا ہے، رسولؐ کی رسالت کا شاہد بھی اللہ کی طرف سے ہے اسلئے اللہ تعالیٰ اس شاہد کو بھی حق فرماتا ہے، اور شاہد کے بارے میں، ذرا بھی شک میں نہ پڑنا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پھر بھی اکثر اس حق پر ایمان نہیں لاتے۔ اور یہ مُلّا حق کو چھپاتے ہیں، اور باطل کو اُبھارتے ہیں لیکن باطل کبھی، بھی حق پر غالب نہیں ہوسکتا ہے۔"

(۵) اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے بتلادیا کہ ایک گروہ حق پر ایمان لانے والوں کا ہوگا۔ اور ایک گروہ جو کثرت میں ہوگا حق پر ایمان نہیں لائیگا۔ اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ جو حق کا منکر ہوگا، اُسکا ٹھکانا نارِ جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ طرح طرح سے مثالیں بیان کر کے امام کو پہنچواتا ہے جنکو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کیلئے رسولؐ کے بعد اپنی طرف سے بنایا ہے۔ ان آئمہؑ کو کہیں بحیثیت "نبیؐ" کے کہیں "اُولی الامر" کہیں "حق" کہیں "شاھد" کہیں "علم الکتاب" کہیں "اُوتوا العلم" و "راسخون فی العلم" کہیں اپنی "وحدانیت" کا گواہ اور کہیں "جزءِ رسولؐ" اور نور کہہ کر پہنچوا رہا ہے" ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے: "وہ لوگ جو اس رسولِ اُمّی کی پیروی کرتے ہیں جنکے اوصاف کو اپنے ہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انھیں نیک کاموں کا حکم دیتا ہے اور بُرے کاموں سے روکتا ہے، اور وہ انکے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا ہے، اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتا ہے، اور وہ انکے "بوجھ" اور "طوقوں" کو جو اُن پر تھے اُن سے اُتارتا ہے۔ پس وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور جنھوں نے اسکو قوت پہنچائی، اور اسکی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اسکے ساتھ ہی نازل ہوا ہے۔ وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں" (پ۹ اعراف آیت ۱۵۷) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ تفسیر صافی صفحہ ۱۸۳ پر بحوالہ کافی جناب امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسولؐ وہ ہے جس سے فرشتہ نازل ہو کر کلام کرے۔ اور نبیؐ وہ ہے جسکو خواب میں احکام ملیں اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ نبوت اور رسالت، ایک ذات میں جمع ہو جاتی ہے"

تفسیر عیاشی میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اُمّی کیوں کہا

گیا۔ فرمایا کہ مکہ سے نسبت رکھنے کی وجہ سے جیسا کہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلِتُنذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا ط یعنی تاکہ تم مکہ والوں اور اسکے اردگرد والوں کو ڈراؤ" (پ۷ انعام آیت ۹۲) پس اُمّ القریٰ مکہ ہے اور اسی کی نسبت کے سبب آنحضرت صلعم اُمّی ہوئے "

علل الشرائع میں منقول ہے کہ جناب امام محمد تقی علیہ السلام سے اسکی نسبت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ عام لوگوں کا کیا خیال ہے، عرض کی گئی کہ وہ تو یہ گمان رکھتے ہیں۔ کہ آپ اس لئے اُمّی کہلائے کہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ آپ نے فرمایا، وہ جھوٹے ہیں۔ خدا کی اُن پر لعنت ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ خدا فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ق

یعنی وہ (اللہ تعالیٰ) وہی ہے جس نے اُمّ القریٰ کے رہنے والوں میں انہی میں سے ایک نبی مبعوث کیا جو ان پر اس کی آیتیں (احکام) پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے" (پ۲۸ الجمعہ آیت ۲) پس جب آپ لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے۔ تو اسکی ان کو تعلیم کیونکر دیتے تھے۔ خدا کی قسم! جناب رسول خدا صلعم بہتر یا فرمایا تہتر زبانوں میں لکھ پڑھ سکتے تھے۔ اور آنحضرت کا نام اُمّی تو اس لئے رکھا گیا۔ کہ آپ مکہ کے رہنے والوں میں سے تھے۔ اور مکہ ان بستیوں میں سے ہے جو اُمّ القریٰ کے نام سے موسوم ہیں"

النُّوْرَ۔ تفسیر صافی ص۱۸۲ پر لکھا ہے کہ ایک روایت کے مطابق یہاں نور سے مراد قرآن مجید ہے۔ اور تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ نور سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ اور کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد حضرت علی علیہ السلام اور باقی آئمہ علیہم السلام ہیں"

"وہ جو تابع ہوتے ہیں۔ اس رسول کے جو نبی ہے اُمّی۔ جسکو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس توریت اور انجیل میں بتاتا ہے انکو نیک کام اور منع کرتا ہے بُرے کام سے۔ اور حلال کرتا ہے انکے واسطے سب پاک چیزیں۔ اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک۔ اور اتارتا ہے ان سے بوجھ ان کے۔ اور پھانسیاں جو ان پر تھیں۔ سو جو اس پر یقین لائے اور اسکی رفاقت کی اور مدد کی اور تابع ہوئے اس نور کے جو اسکے ساتھ اترا ہے وہ پہنچے مراد کو" (پ۹ اعراف آیت ۱۵۷) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی صاحب کا ہے۔ تفسیر میں فرماتے ہیں۔ حضرت کو پہلی کتابوں میں نبی اُمّی بتایا تھا۔ دو معنوں سے ایک بن پڑھے تھے اور دوسرے اُمّ القریٰ میں پیدا ہوئے۔ یعنی مکہ سے۔ اور یہود پر سخت احکام تھے۔ اور کھانے کی چیزوں میں تنگی تھی۔ اس دین میں وہ سب آسان ہوئے۔ اسی کو بوجھ اور پھانسی فرمایا ہے اور نور سے مراد قرآن و شریعت ہے

مذکورہ بالا آیت میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے اسکا ذکر پہلے توریت اور انجیل میں کر چکا ہے۔ تو جس نور کا رسول کے ساتھ توریت اور انجیل میں ذکر ہے اس نور سے مراد قرآن پاک کیسے ہے جبکہ اس وقت تو قرآن پاک رسول پر نازل ہی نہیں ہوا تھا۔ تو یہ ماننا پڑے گا کہ وہ نور وہ ہے جسکے لئے آنحضرت فرماتے ہیں، اَنَا وَعَلِيٌّ مِنْ نُورٍ وَاحِدٍ میں

اور علیؑ ایک نور سے ہیں۔ اور رسولؐ کی اطاعت کے ساتھ اس نور کی بھی جو اطاعت کریگا وہ فلاح پائیگا۔ ورنہ فلاح نہیں ملے گی۔"

"وہ جو غلامی کرینگے اس رسولؐ بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائینگے۔ اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔ وہ انھیں بھلائی کا حکم دیگا اور برائی سے منع فرمائے گا۔ اور ستھری چیزیں ان کیلئے حلال فرمائے گا۔ اور گندی چیزیں ان کیلئے حرام فرمائیگا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا۔ تو وہ اس پر ایمان لائیں۔ اور اسکی تعظیم کریں۔ اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اسکے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔" (پ۹ اعراف آیۃ ۱۵۷) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی کا ہے یعنی توریت اور انجیل میں آپکی نعت وصفت و نبوت لکھی پائینگے۔ نور سے مراد قرآن شریف ہے جس سے مومن کا دل روشن ہوتا ہے اور شک و جہالت کی تاریکیاں دور ہوتی ہیں۔ اور علم یقین کی ضیاء پھیلتی ہے

مولانا صاحبان کے ترجموں اور تفسیر میں غور و خوض کیا جائے۔ تو ذیل کے حقائق عیاں ہو جاتے ہیں۔

(۱) اس آیت میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔ ان سب کا ذکر توریت و انجیل میں پہلے ہی بیان ہو چکا ہے توریت و انجیل میں اللہ نے آپ کو رسولؐ فرمایا ہے جبکہ آپؐ کے مبعوث ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ آپکو رسولؐ فرماتا ہے۔ تو پھر یہ کیسے کہا جاتا ہے کہ آپکو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی۔ یہ رسولؐ کی شان میں گستاخی ہے۔ کیونکہ ملاؔ اپنے جیسا بشر مانتا ہے۔ کفار تو نبیؐ کی اپنی ذات کا مقابلہ کرتے تھے۔ لیکن کسی مومن نے نبیؐ کا اپنی ذات سے مقابلہ نہیں کیا۔ اسکا قرآن پاک شاہد ہے۔ سب سے پہلے ابلیسؔ نے حضرت آدم علیہ السلام سے اپنی ذات کا مقابلہ کیا تھا۔ جسکی وجہ سے لعنت کا طوق اسکی گردن میں ڈالدیا گیا۔

(۲) اُمّی سے مراد مولانا صاحبان نے بے پڑھے کے لئے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس آیت میں اس جگہ کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ آنحضرتؐ کو اللہ تعالیٰ اُمّ القریٰ والوں میں مبعوث فرمائے گا۔ سورۂ جمعہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"وہ وہی ہے جس نے اُمّ القریٰ کے رہنے والوں میں انہی میں سے ایک نبی مبعوث کیا۔" (پ۲۸ جمعہ آیۃ ۲)

مذکورہ بالا آیت میں اسی نسبت سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو اُمّی کہا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سورۂ جمعہ کی اسی آیت میں کہ وہ۔ ان پر اسکی آیتیں پڑھتا ہے۔ انبیاءؑ کو اللہ تعالیٰ خود تعلیم دیکر بھیجتا ہے وہ دنیا کی درسگاہ کے پڑھے ہوئے نہیں ہوتے ہیں۔ کوئی بھی یہ ثابت نہیں کر سکتا ہے کہ کسی بھی نبی یا انکے وصی کا کوئی اُستاد رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں لینا چاہیئے کہ انبیاء علیہم السلام یا انکے اوصیا علیہم السلام بے پڑھے تھے۔ یہ تو انبیاءؑ میں ایک نقص نکالنا ہوا۔ بہر حال مومن تو نبیؐ کو بے عیب مانتے ہیں اور انبیاءؑ کے اندر کسی بھی معمولی سے معمولی نقص کا بھی تصور نہیں کر سکتے ہیں۔ ہر ایک کا اپنا اپنا ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ تو انبیاءؑ اور انکے اوصیا کو علم و

حکمت دے کر بھیجتا ہے "۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ واضح کر دیا کہ جو آنحضرت صلعم پر ایمان لائے۔ پھر انکی رفاقت اور مدد بھی کرے اور آپ کی اطاعت و پیروی بھی کرے۔ اور انکے ساتھ ہی ساتھ، اس نور کی بھی پیروی کرے۔ جو انکے ساتھ اترا ہے تب فلاح ملیگی۔ فلاح پانے کیلئے شرط ہے کہ نور کی بھی پیروی کیجائے۔ مولانا صاحبان نے نور سے مراد قرآن، پاک لیا ہے۔ اسکی دلیل کوئی نہیں ملتی ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں جو کچھ بھی اللہ نے ذکر کیا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ توریت اور انجیل میں پہلے ہی بیان کر چکا تھا۔ آنحضرتؐ کے ساتھ جس نور کے اترنے کا ذکر ہے گویا وہ نور اس وقت گویا کے ساتھ تھا لیکن قرآن پاک تو مبعوث ہونے کے چالیس سال کے بعد نازل ہونا شروع ہوا ہے لہذا جس نور کا توریت و انجیل میں ذکر ہے وہ نور وہ ہے جسکے لئے حضورؐ کی حدیث ہے کہ انا و علی من نور واحد میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں، اور سورۂ ھود کی سترھویں آیت میں جزو رسولؐ کہا ہے۔ اور یہ آیت آنحضرتؐ کی حدیث کی تصدیق بھی کرتی ہے۔

جس نور کی پیروی کا حکم اس آیت میں ہے، وہ حضرت علیؑ ہی ہیں۔ جو نبیؐ کے وصی و جانشین ہیں، نبیؐ کا وصی بھی اللہ تعالیٰ بناتا ہے کسی نبی کو اپنا وصی بنانے کا اختیار نہیں ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ دیکھو اگر فلاح روز قیامت چاہتے ہو تو نبیؐ اور نبیؐ کے وصیؑ کی بھی اطاعت و پیروی کرو۔

جسے علیؑ نہ ملا اسکو مصطفےٰؐ نہ ملا | جسے ملا نہ محمدؐ اسے خدا نہ ملا

اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نبیؐ اور امام برحق ہیں، انسان کے بنائے ہوئے نبی اور امام باطل ہوتے ہیں الہیٰ، عہدوں پر انتخاب کرنے کا حق کسی کو بھی نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اور تیرا پروردگار جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور انتخاب کرتا ہے ان (بندوں) کو انتخاب کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پاک و برتر ہے اس چیز سے کہ وہ شرک ٹھہراتے ہیں" (پ۲۰ القصص آیت ۶۸)۔

اللہ تعالیٰ نے جنکو ولی بنایا انکو چھوڑ کر ہم دوسرا کسی کو ولی بنالیں یا جنکو اللہ نے امام بنایا انکو چھوڑ کر ہم کسی دوسرے کو امام بنالیں۔ یا جنکو اللہ تعالیٰ نے اولی الامر بنایا انکو چھوڑ کر کسی دوسرے کو اولی الامر مان لیں، اور انکی اطاعت و پیروی شروع کر دیں۔ تو یہ صریحاً اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی ہوگی اور کوئی گمراہ نبی کا قوتِ بازو نہیں بن سکتا ہے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ گمراہوں کو قوتِ بازو بناتا ہے۔ اور ارشاد ربّ العزت ہوتا ہے: "نہ تو میں نے انہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش (کے وقت) پر شاہد بنایا تھا اور نہ ہی انکی اپنی جانوں کی پیدائش پر۔ اور گمراہوں کو قوتِ بازو بنانے والا نہیں ہوں" (پ۱۵ کہف آیت ۵۱)

اللہ تعالیٰ کے قوتِ بازو انبیاءؑ اور انکے اوصیاءؑ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں جو علم الہیٰ کے حامل ہوتے ہیں، اور وہی اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں۔ زمین و آسمان کی پیدائش

کے گواہ گمراہ نہیں ہوسکتے ہیں۔ بلکہ معصوم ہونگے اور محمدؐ و آلِ محمد علیہم السّلام ہیں جو ہادی اور رہبر ہیں اور جنکے راستے کو اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کہا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی مخلوق ہیں اور وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام ہی ہیں جنکے سامنے زمین و آسمان کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے کی تھی۔ اور لوگوں کی پیدائش پر بھی کوئی دوسرا گواہ نہیں تھا۔ تو یہ بات ماننی پڑےگی وہ گواہ وہی ہوسکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی مخلوق ہیں یعنی جنکو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے خلق کیا تھا، اور وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام ہیں۔ اور انہی کو اللہ نے قوتِ بازو بنایا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا یا انبیا علیہم السّلام کا قوتِ بازو کوئی گمراہ نہیں ہوسکتا ہے۔ بلکہ معصوم ہوگا اور منصوص من اللہ ہوگا، انسان کا اپنا بنایا نہیں ہوگا۔ شبِ ہجرت رسولؐ کے بستر پر سو کر یہ دنیا کو بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان اسطرح دی جاتی ہے اور اپنے قوتِ بازو ہونے کا ثبوت دیا۔" ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے:" وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ۔ (اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کی رضامندیوں کو حاصل کرنے کیلئے اپنی جان کو بیچ دیتا ہے اور خداوند تعالیٰ ایسے بندوں پر بڑا ہی مہربان، شفقت کرنے والا ہے" (پ۲ البقرۃ آیت ۲۰۷) تو اللہ تعالیٰ نے نبیؐ کا اور اپنا قوتِ بازو علیؑ کو بنایا، اور اپنی مرضی سے علیؑ کی جان کا سودا کرلیا۔ اللہ کو علیؑ سے کتنی شفقت او محبت ہوگی۔ اور آنحضرت کی نصرت و مدد تو مبعوث ہونے کے بعد کی لیکن ماسبق انبیاءؑ کی مدد و نصرت تو غیب میں رہ کر کی تھی" ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے:۔ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ۔ اور ہم نے لوہا اتارا۔ کہ اس میں سخت خوف ہے اور لوگوں کیلئے فایدے بھی۔ اور تاکہ اللہ تعالیٰ ظاہر کردے۔ کہ کون اسکی اور اسکے رسولؐ کی بغیر دیکھے مدد کرتا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ طاقت والا زبردست ہے" (پ۲۷ سورہ الحدید آیت ۲۵) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ "اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ":۔ علامہ ابن شہر آشوب فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء میں سے سب نے یہ روایت کی ہے کہ اس آیت میں لوہے سے مراد ذوالفقار ہے، جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے جناب رسولِ خدا پر نازل فرمائی، اور آنحضرت نے جنابِ علیِ مرتضیٰ کو عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے ذوالفقار نازل فرما کر پہنچوا دیا کہ غیب میں رہ کر اللہ کی اور تمام انبیاءؑ علیہم السّلام کی نصرت کرنے والے علیؑ ہیں۔ اور مبعوث ہونے کے بعد ظاہر ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کی۔ اور آپکا قوتِ بازو بنایا یعنی نبیؐ کا وزیر و وصی و خلیفہ بنایا۔ آنحضرت کی ایسی نصرت کی اور راہِ خدا میں اسطرح جہاد کیا جیسا جہاد کرنے کا حق تھا۔ جب جنگِ احد میں سب چھوڑ کر نبیؐ کو، پہاڑوں پر بھاگ گئے، تو ایسا جی داری اور جانفشانی سے لڑے کہ، دشمنوں کو بھگا کر دم لیا تو ہاتفِ غیبی کی آواز آئی ؎ شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوتِ پروردگار۔ لَا فَتٰى اِلَّا عَلِيٌّ لَا سَيْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارِ!

اللہ تعالٰی نے اس آیت میں یہ بتلا دیا۔ کہ نبیؐ کا قوتِ بازو میں بناؤنگا، لیکن گمراہوں میں سے نہیں بناؤنگا کوئی گمراہ نبیؐ کا خلیفہ ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا ہے جسطرح حضرت ہارونؑ کو حضرت موسٰیؑ کا، اللہ نے قوتِ بازو بنایا۔ اسیطرح حضرت علی علیہ السلام کو اللہ نے آنحضرتؐ کا، قوتِ بازو بنایا، اور جو نبیؐ کا قوتِ بازو ہے وہی نبیؐ کا وزیر ہے، وصی و جانشین ہے "ارشادِ ربّ العزّت ہوتا ہے: (خدا نے) فرمایا عنقریب ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی سے مضبوط کرینگے، اور تم دونوں کے لئے ایک حجّت قرار دینگے۔ پس تم دونوں تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ میری نشانیوں کے ساتھ، تم دونوں، اور جنہوں نے تم دونوں کی پیروی کی غالب ہونگے" (پ۲۰ القصص آیت۳۵) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ نبیؐ کا قوتِ بازو بھی اللہ تعالٰی ہی بناتا ہے خود نبیؐ بھی نہیں بناتا۔ دوسرے یہ بھی ثابت ہوا کہ، نبیؐ کا خلیفہ، وزیر، جانشین نبیؐ کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ اور اسکا قوتِ بازو ہوتا ہے اور نبیؐ اور اسکے وصی دونوں کی اطاعت و پیروی لازم ہے۔ اور جو دونوں کی پیروی کرینگے، وہی غالب ہونگے، یعنی فلاح پانے والے ہونگے۔ اسی لئے اللہ تعالٰی حکم دیتا ہے۔ ایمان والوں کو "اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ"۔ یعنی اللہ تعالٰی کی اطاعت کرو، اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور انکی جو تم میں اللہ کے امر والے ہیں۔ تو اللہ تعالٰی رسولؐ کے ساتھ جس اُولِی الامر کی اطاعت کا حکم دیتا ہے وہی تو نبیؐ کا خلیفہ، وصی و جانشین اور قوتِ بازو ہوگا۔ اللہ اور رسولؐ کے ساتھ نبیؐ کے قوتِ بازو کی پیروی واجب ہے جو ایمان لانے والے ہیں، اب ان پر فرض ہے کہ نبیؐ کے وصی کی بھی پیروی کریں، اللہ تعالٰی کے حکم کے بموجب۔ ورنہ اللہ تعالٰی کے نافرمان ہونگے۔ اور ابلیس کے پیروکار ہونگے"۔

بہرحال جو لوگ اللہ اور رسولؐ کے رستے پر چلے اور جنکی اطاعت کا حکم دیا گیا تھا انکی یعنی اُولی الامر جو نبیؐ کے وصی و خلیفہ ہیں، انکی اطاعت سے انکار کیا۔ اور اللہ کے بتائے ہوئے اُولِی الامر کو چھوڑ کر اپنے بنائے ہوئے اُولِی الامر یعنی حاکمِ وقت کی اطاعت کی۔ تو حاکمِ وقت کی اطاعت کرنے والے قیامت کے دن پچھتائینگے "ارشادِ ربّ العزّت ہوتا ہے:" اور جس دن انکے منہ جہنم میں اوندھائے جائینگے وہ کہیں گے اے کاش! ہم نے اللہ تعالٰی کی اطاعت کی ہوتی۔ اور ہم نے رسولؐ کی تابعداری کی ہوتی۔ اور وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! یقیناً، ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی۔ پھر انہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے پروردگار! ان کو عذاب کا دوہرا حصّہ دے۔ اور ان پر لعنت کر بہت بڑی لعنت" (پ۲۲ احزاب آیت ۶۶،۶۷،۶۸) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔

جس دن انکے منہ الٹ الٹ کر آگ میں تلے جائینگے۔ ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا۔ اور رسولؐ

کا حکم مانا ہوتا۔ اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم اپنے سرداروں، اور اپنے بڑوں کے کہنے پر چلے۔ تو انہوں نے ہمیں بہکا دیا۔ اے ہمارے رب! انہیں آگ کا دونا عذاب دے۔ اور ان پر بڑی لعنت کر۔" (دیکھو احزاب آیۃ ۶۶ تا ۶۸) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی صاحب کا ہے۔ تفسیر فرماتے ہیں یعنی قوم کے سرداروں اور بڑی عمر کے لوگوں اور اپنی جماعت کے عالموں نے۔ انہوں نے ہمیں کفر کی تلقین کی کیونکہ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ مولانا صاحب نے یہاں حقیقت کو تسلیم کر لیا ہے۔ یہ ایمان لانے والے سمجھ گئے۔ کافر یہود اور نصاریٰ کا تو ذکر ہی چھوڑ دو۔ وہ تو گمراہ ہیں ہی۔"

مذکورہ بالا آیات کے ترجموں اور تفسیروں سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے اور رسولؐ نے اپنی اطاعت کے ساتھ اُولِی الامر کی بھی اطاعت کا حکم دیا تھا لیکن لوگوں نے اُولِی الامر کی اطاعت سے انکار کیا، اور انکو چھوڑ کر جنکی اطاعت کا حکم اللہ نے نہ دیا تھا اپنے سرداروں، اور اپنے بڑوں کی اطاعت اور پیروی کرنی شروع کر دی۔ وہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے، اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اور ان گمراہ حاکموں نے مُلّاؤں کو خرید کر انکے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کرایا۔ ان درباری عالموں نے حق کو چھپایا اور باطل کو ابھارا۔ اور لوگ خود تو گمراہ ہوئے اور اپنے ساتھ اپنی نسلوں کو گمراہی کے راستے پر ڈالکر چلے گئے۔ لیکن بعد کی نسلیں ان گمراہوں کی پیروکار ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں کیونکہ مُلّا آج بھی حق و باطل کو ملا جلا کر اسطرح بتلاتا ہے کہ حق و باطل میں تمیز ہی نہیں کر پاتے ہیں۔ لیکن مرنے کے بعد ضرور پتہ چلنا ہے۔ کیونکہ عام مسلمان قرآن میں خود تدبّر نہیں کرتا ہے۔ جو کچھ عُلماء بتلاتے ہیں اُنہی کی اندھی تقلید کرتے ہیں۔"

(۲) قیامت کے دن جب اوندھے مُنہ دوزخ کی آگ میں ڈالے جائیں گے تب پتہ چلے گا کہ جن سرداروں اور اپنے بڑوں اور عالموں کی اس دنیا میں پیروی اور اطاعت کی تھی، اور اپنے دل میں انکا عزّت و احترام رکھتے تھے۔ وہ خود گمراہ ہوئے تھے۔ اور انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا تھا۔ ان گمراہوں کے پیروکار اللہ تعالیٰ سے کہیں گے اے کاش ہم نے ان کی اطاعت کی ہوتی جنکی اطاعت کا حکم اللہ تعالیٰ اور رسولؐ نے دیا تھا۔ اور جنکے راستے کو صراطِ مستقیم کہا تھا۔ اے ہمارے پروردگار انہوں نے ہمیں گمراہ کیا اور سیدھے راستے سے بہکایا انکو دوگنا عذاب دے اور ان پر لعنت کر بہت بڑی لعنت۔ لیکن قیامت کے دن افسوس سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ مرنے سے پہلے باطل کو چھوڑ کر حق کے پیروکار بن جاؤ۔"

۳ اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے اور آخرت پر بھی پورا پورا ایمان ہے تو عقلمندی کا تقاضہ یہ ہے کہ قرآنِ پاک میں غور و فکر کرو۔ ارشادِ خداوند عالم ہوتا ہے۔ "کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ٥ اے رسولؐ یہ کتاب جو ہم نے نازل کی ہے برکت والی ہے تاکہ وہ لوگ اسکی آیتوں

میں تدبر کریں اور اسلئے کہ صاحبانِ عقل نصیحت حاصل کریں۔ (پ۲۳ سورہ صٓ آیت ۲۹) قرآن پاک میں جنکی اطاعت کا حکم اللہ نے دیا ہے انکی اطاعت کرو۔ اور جنکے راستے کو صراطِ مستقیم کہا ہے انکے راستے پر چلو، تو قیامت کے دن نہیں پچتاؤگے۔

(۴) آیت سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ باپ دادا کی اندھی تقلید بھی نہیں کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ بھی اندھی تقلید کی مذمت کرتا ہے اور قیامت کے دن اندھی تقلید کرنے والوں کے لئے کوئی معافی نہیں ہے۔ کیونکہ اس دنیا میں تو تم اپنے باپ دادا کو سیدھے راستے پر سمجھ کر انکی تقلید کرتے رہے تھے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے" بلکہ انہوں نے کہا یقیناً ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریق پر پایا۔ اور ہم انہی کے قدموں کے نشانوں پر راہ پائے ہوئے ہیں۔" (پ۲۵ الزخرف آیت ۲۲)

(۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن کے ذریعہ ہدایت کرو جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۔ پس تو قرآن کے ساتھ اس کو نصیحت کرنا وہ جو میرے عذاب سے خوف کھاتا ہے۔" (پ۲۶ قٓ آیت ۴۵) اللہ تعالیٰ نے منافقین کا نام قرآن پاک میں کہیں نہیں لیا، اگر منافقین کا نام قرآن پاک میں آیا ہوتا، تو قرآن میں تحریف ہو جاتی۔ ابھی تو آیتوں میں ہیر پھیر ہوئی ہے۔ اسکی وجہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

بہرحال منافقین قرآن پاک کی ان آیتوں سے انکار کرتے تھے جو آلِ رسولؐ کی شان میں نازل ہوئی تھیں ان آیتوں سے انکار کر دیتے تھے اور مشہور کرنے لگتے کہ محمدؐ نے اپنی طرف سے یہ آیت بنالی ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے دیکھو! میں تمہیں اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لئے ایک امانتدار نصیحت کرنے والا ہوں اور اپنے پروردگار کی طرف سے جو حکم اور نصیحت آتی ہے۔ اسکو میں ہو بہو تم تک پہنچا دیتا ہوں۔ اور میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا ہوں۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "قسم ہے ستارہ کی جب کہ وہ اترا، تمہارے ساتھی (محمدؐ) نہ گمراہ ہوئے اور نہ بہکا اور وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ یہ نہیں ہے مگر وحی جو اسکی طرف کیجاتی ہے۔" (پ۲۷ النجم آیہ ۱ تا ۴)

یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ "وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى"۔ تفسیر صافی ص۴۹۷ پر بحوالہ المجالس حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ایک رات ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نمازِ عشا پڑھی۔ جب آپ سلام سے فارغ ہوئے تو آپ نے روئے مبارک ہماری طرف کیا۔ اور فرمایا! کہ آج رات کو طلوعِ فجر کے وقت ایک ستارہ ٹوٹے گا۔ اور تم میں سے ایک کے گھر گرے گا۔ پس جس گھر میں وہ ستارہ گرے گا، وہی میرا وصی میرا خلیفہ اور میرے بعد امام ہوگا۔ پس جیسے ہی فجر کا وقت قریب ہوا تو ہم میں سے ہر شخص ستارے کے ٹوٹ کر اپنے ہی گھر گرنے کا منتظر تھا اور اسکی سب سے زیادہ خواہش میرے باپ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلبؓ کو تھی۔ پھر جب فجر طلوع ہوئی ستارہ ٹوٹ کر ہوا میں گذرا اور علیؑ ابن ابی طالب علیہما السّلام کے گھر میں گرا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی علیہ السّلام سے فرمایا! کہ یا علیؑ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبوّت کے ساتھ مبعوث کیا ہے وصیّت اور خلافت اور میرے بعد

مخلوقِ خدا کی امامت تمہارے لئے واجب ہوگئی۔ پس منافقوں نے جیسے کہ عبداللہ بن اُبی اور اسکے ساتھی تھے یہ کہنا شروع کیا کہ نعوذ باللہ محمد صلعم اپنے چچازاد بھائی کی محبت میں بہک گئے۔ اور گمراہ ہوگئے۔ اور انکی شان میں جو کچھ بھی کہتے ہیں، خواہشِ نفسانی سے کہتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

"تارے کی قسم جب غائب ہونے لگے۔ کہ تمہارے رفیق (محمدؐ) نہ رستہ بھولے ہیں نہ بھٹکے ہیں۔ اور نہ خواہشِ نفس سے مُنہ سے بات نکالتے ہیں۔ یہ (قرآن) تو حکمِ خدا ہے جو انکی طرف بھیجا جاتا ہے۔" (پ۲۷ النجم آیت ۱) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خاں جالندھری صاحب کا ہے۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں یعنی نہ آپ وہ راہ بھولا ہے اور نہ کسی کے بہکائے سے بہکا ہے (۲) یعنی قرآن اپنے دل سے بنا کر نہیں پڑھتا۔ (۳) یعنی جو کچھ کہلایا بھیجتے ہیں وہی کہتا ہے۔

"قسم ہے تارے کی جب گرے۔ بہکا نہیں تمہارا رفیق۔ اور بے راہ نہیں چلا۔ اور نہیں بولتا اپنی چاؤ سے یہ تو حکم ہے جو بہیجا ہے۔" (پ۲۷ النجم آیت ۱) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی صاحب کا ہے تفسیر فرماتے ہیں (۱) یعنی ڈوبے۔ مذکورہ بالا آیات کے ترجموں اور تفسیروں سے مندرجہ ذیل حقائق عیاں ہوگئے۔

(۱) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھیوں میں ایسے لوگ موجود تھے۔ جو ان قرآنی آیات پر ایمان نہیں لائے تھے۔ جو اِن لوگوں کی مرضی کے خلاف ہوتی تھیں، اور جو حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوتی ہیں۔

(۲) یہ گروہ اپنے کفر کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ دل میں کفر کو بٹھائے ہوئے زبانی مسلمان ہونے کا اظہار کرتے تھے۔ چونکہ دل میں ایمان نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے اُلٹا آنحضرتؐ پر اتہام لگاتے تھے کہ بہک گئے ہیں۔ اور گمراہ ہوگئے ہیں۔ جو احکام دیتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے نہیں بلکہ اپنی طرف سے اپنی خواہشاتِ نفس سے دیتے ہیں اس طرح ان احکام پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ گویا ایمان نہ اللہ پر تھا۔ نہ رسُول پر تھا۔ نہ قرآن پر تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے منکر ہوکر خود بھی گمراہ ہوئے، اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا اور دینِ اسلام کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے یہی منافقین تھے۔ اور احکام خداوندی کی خلاف ورزی کرتے رہے، اور زبانی مسلمان بنے رہے اور اپنے دلوں میں کفر کو جگہ دیتے رہے۔

(۳) منافقین نے ہمیشہ بغض و عناد میں آنحضرتؐ پر اتہام لگایا۔ جب بھی آپؐ نے اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم حضرت علیؑ کے بارے میں پہنچایا۔ تو ان منافقین کی غلط الزام تراشی کی رد میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ والنجم کو نازل فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ ٹوٹتے ہوئے ستارے کی قسم کھا کر یقین دلاتا ہے کہ دیکھو نہ تمہارا رفیق بہکا ہے اور نہ بے راہ ہوا ہے۔ اور وہ تو وہی بولتا ہے جو اللہ کی طرف سے حکم پہنچتا ہے۔ لیکن منافقوں نے اللہ تعالیٰ کی قسم پر بھی یقین نہیں کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر ایمان نہیں لائے۔ خاص طور پر وہ احکام جو منافقوں کی خواہشات کے خلاف تھے۔ اور منافقین کی خواہش تھی کہ جنکو وہ اپنا ولی، اولی الامر۔

امام یا رسولؐ کا خلیفہ بنانا چاہتے ہیں انکو بنایا جائے یا انکو اسکا اختیار ملنا چاہیئے۔ لیکن ان کا انتخاب خود خداوندِ عالم کرتا ہے۔ انبیاً علیہم السّلام کو بھی اپنا وصی و جانشین یا خلیفہ اور امام بنانے کا اختیار نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ منافقین کو یہ اختیار کیسے دیتا۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے "اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے برگزیدہ کر لیتا ہے۔ انکو اسکا اختیار نہیں ہے۔ یہ شرک کرتے ہیں۔ خدا اس سے پاک و بالاتر ہے" (پ قصص آیت ۶۸) انبیاً اور آئمہؑ اللہ تعالیٰ کے بناتے ہوئے ہوتے ہیں جو علم الٰہی کے حامل ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق راہِ حق کی ہدایت کرتے ہیں پہلی اُمتّوں نے بھی انبیاء کے اوصیاء کے بارے میں اختلاف کیا اور فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ وہی حال اس اُمّت کا بھی ہوا ہے۔ اور اپنے بنائے ہوؤں کی پیروی شروع کر دی۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے" کیا تم مجھسے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو۔ جنکو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نامزد کیا، اور اللہ تعالیٰ نے انکے بارے میں کوئی حجت نازل نہیں کی۔ پس تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں ۝ پس ہم نے اسکو اور انکو جو اسکے ساتھ تھے اپنی رحمت سے نجات دی۔ اور جنلوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ مؤمن نہیں تھے۔ انکی ہم نے نسل قطع کر دی" (پ اعراف آیت ۷۱)

مذکورہ بالا آیتوں کے ترجموں کو غور سے پڑھا جائے تو ذیل کے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

(۱) نہ تو پہلے زمانے کے انبیاً علیہم السّلام کی اُمّت کے لوگوں کو حق حاصل تھا۔ کہ الٰہی عہدوں نبوّت اور امامت پر کسی کو خود نامزد کر کے اسکی پیروی کریں اور نہ آنحضرتؐ کی اُمّت کو یہ حق اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ اور جنکو خود نامزد کیا یا باپ دادوں نے نامزد کیا تھا۔ انکے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی سند نہیں دی۔ کہ انکی پیروی کی جائے۔ لہٰذا ایسوں کی پیروی نہیں کرنی چاہیئے۔

(۲) لوگوں کے اپنے نامزد یا باپ دادوں کے نامزد کیئے ہوؤں کی پیروی و اطاعت دین و دنیا، دونوں میں عذاب کا سبب بنے گی۔ اور وہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ احکام خدا کے منکر ہو گئے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے جنکو نبی اور امام بنایا۔ تاکہ وہ لوگوں کی ہدایت راہ حق کی طرف اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق کریں۔ اللہ تعالیٰ نے انکو علم دیکر بھیجا ہے اور انہی کی اطاعت و پیروی کو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے۔ اور انہی کے پیروکار کو اللہ نے مؤمن کہا ہے۔ اور ان مومنین کو اللہ نے حزب اللہ کہا ہے۔ اور یہی طراطِ مستقیم پر قائم ہیں۔ اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم بھی انتظار کرو۔ اور ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔ پھر قیامت کے دن

پتہ چلے گا۔ کہ ہدایت یافتہ گروہ کون ہے، اور گمراہ کون ہے گمراہ اپنے نامزد کیے ہوؤں کی پیروی کرتا ہے اور ہدایت یافتہ اللہ کے منتخب اور نعمت والے بندوں کی پیروی کرتا ہے۔ اور صراطِ مستقیم پر قائم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو صراطِ مستقیم کو دکھلا دیا ہے، اور اپنے منتخب نعمت والے اور مخلص بندوں کو طرح طرح سے پہچنوا دیا ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "پھر اگر روگردانی کریں تو سوا اسکے نہیں کہ تمہارے ذمہ کھول کر پہنچا دینا ہے۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو پہچانتے ہیں۔ پھر اسکا انکار کرتے ہیں، اور انمیں سے اکثر کافر ہیں" (پ۱۴ آیۃ ۸۲-۸۳) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ آپ تفسیر میں فرماتے ہیں تفسیر صافی ط ۲۸۰ پر بحوالہ تفسیر قمی امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ، خدا کی قسم اس آیت میں جو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا ذکر ہوا ہے، وہ نعمت ہم ہیں۔ جو اللہ نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی۔ پس مراد کو وہی پہنچے گا، جو ہمارے ذریعہ سے مراد چاہے گا" اور کافی میں انہی حضرت سے بروایت اپنے آبا و اجداد کے منقول ہے کہ جب آیہٗ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ ... الخ (پ۶ مایدہ آیۃ ۵۵) نازل ہوئی تو کچھ لوگ مسجد میں جمع ہوئے۔ اور ایک دوسرے سے یہ کہنے لگے کہ اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ اس پر ان میں سے، ایک بولا کہ اگر ہم اس آیت سے انکار کرتے ہیں۔ پھر تو سارے قرآن کے ہم منکر ٹھہرتے ہیں، اور اگر ایمان لاتے ہیں تو یہ ذلت ہے۔ کہ اس حالت میں ابو طالبؑ کا بیٹا ہم پر مسلط ہوگا اس پر اوروں نے کہا کہ یہ تو ہم یقیناً جانتے ہیں۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے قول میں سچا ہے۔ لیکن نہ کبھی ہم اسکے دوستدار بنیں گے اور نہ کبھی علیؑ کی اطاعت کرینگے۔ خواہ اس بارے میں ہم کو کچھ ہی حکم دیا کرے۔ اللہ تو دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے" ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: پھر اگر پھر جاویں، تو تیرا کام یہی ہے کھول کر سنا دینا۔ پہچانتے ہیں، اللہ کا احسان پھر منکر ہو جاتے ہیں اور بہت انمیں ناشکرے ہیں" (پ۱۴ نحل آیہ ۸۲-۸۳) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبد القادر محدث دہلوی صاحب کا ہے۔

"اور اگر یہ لوگ اعتراض کریں تو اے پیغمبر تمہارا کام فقط کھول کر سنا دینا ہے۔ یہ خدا کی نعمتوں سے واقف ہیں۔ مگر واقف ہو کر ان سے انکار کرتے ہیں۔ اور یہ اکثر ناشکرے ہیں" (پ۱۴ نحل آیۃ ۸۲-۸۳) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خانصاحب جالندھری کا ہے۔

"پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اے محبوب تم پر نہیں مگر صاف پہنچا دینا ﴿۸۲﴾
اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں۔ پھر اس سے منکر ہوتے ہیں اور انمیں اکثر کافر ہیں ﴿۸۳﴾ (پ۱۴ نحل آیۃ ۸۲-۸۳) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب کا ہے آپ تفسیر فرماتے ہیں (۱) اور جب تم نے پیامِ الٰہی پہنچا دیا تو آپکا کام پورا ہو گیا۔ اور نہ ماننے کا وبال انکی گردن پر رہا (۲) یعنی جو نعمتیں کہ ذکر کی گئیں۔ ان سب کو پہچانتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہیں۔ پھر بھی اسکا شکر بجا نہیں لاتے۔ سدی کا قول ہے کہ اللہ کی نعمت سے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مراد ہیں۔ اس تقدیر پر یعنی یہ ہیں کہ وہ حضور کو پہچانتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ آپکا وجود اللہ تعالیٰ

کی بڑی نعمت ہے۔ اور باوجود اسکے دین اسلام قبول نہیں کرتے۔ معاند کو حسد و عناد سے کفر پر قائم رہتے ہیں۔ (اس آیت میں کفار کا ذکر نہیں ہے بلکہ منافقین کا ذکر ہے)۔ مذکورہ بالا آیتوں اور انکے ترجموں سے اور تفسیروں سے ذیل کے نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی نعمت سے منہ پھیرنے والے کون تھے، آیا وہ کافر تھے۔ یا جو ایمان لائے ہوئے تھے۔ تو مولانا صاحبان کے ترجموں سے صاف ظاہر ہوتا ہے جیسے کہ "پھر اگر وہ منہ پھیریں"۔ "پھر اگر وہ روگردانی کریں" "پھر اگر پھر جاویں"۔ ان فقروں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اللہ کی نعمت سے منہ پھیرنے والے لوگ وہ تھے جو دل سے ایمان نہیں لائے تھے۔ اور ظاہرہ طور پر مسلمان تھے لیکن کفر انکے دل میں اپنا گھر کئے ہوئے تھا۔ یعنی وہ لوگ منافق تھے۔

(۲) ایمان لانے والوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب کھول کر صاف صاف اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچنوا دیا تھا۔ اور انہوں نے جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کیا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ اور اس حقیقت کو عیاں کر دیا کہ ایمان لانے والوں کی اکثریت نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کیا تھا۔ اور اللہ اور رسولؐ کے نافرمابردار ہو گئے تھے۔ اور اللہ کی نعمت کا انکار کفر میں داخل ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اقرار کرے۔ اور اس پر ایمان لائے، اور اللہ کے نعمت والے بندوں کی اطاعت و پیروی کرے جنکی اطاعت و پیروی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور صراطِ مستقیم پر قائم ہو جائے۔

(۳) چونکہ ہر مسلمان خواہ وہ منافق ہی کیوں نہ ہو لیکن آنحضرتؐ کی رسالت کا ظاہری طور پر منکر نہیں۔ لہٰذا اس آیت میں نعمت سے مراد آنحضرت نہیں ہیں بلکہ آئمہ علیہ السلام معصومین ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے علم دیکر بھیجا تھا لوگوں کی ہدایت کیلئے۔ ارشادِ رَبُّ العزت ہوتا ہے۔" اور انکو امام بنایا تاکہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔ اور انکو نیک کام کرنے اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم بھیجا اور وہ ہماری عبادت کیا کرتے تھے (پ۱۷ انبیا آیت۷۳) انہی آئمہ علیہ السلام کا انکار کیا گیا تھا۔ اور جسکی وجہ سے دین اسلام میں اختلاف پیدا ہوا۔ اور مسلمان کہلا کر بھی احکامِ خدا سے روگردانی شروع کر دی گئی۔ اور ہر مسلمان اس حقیقت کا بولتا ہوا ثبوت خود ہے۔

(۴) چونکہ نعمت والے بندوں ہی کے راستے کو صراطِ مستقیم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لہٰذا جس نے اللہ تعالیٰ کی نعمت والے بندوں کو چھوڑ دیا۔ تو وہ گمراہی میں پڑکر صراطِ مستقیم سے بھٹک گیا اور گمراہ ہو گیا۔ جنلوگوں نے اللہ کے نعمت والے بندوں کو اپنا امام تسلیم کیا اور انکی اطاعت و پیروی کی۔ تو وہ مؤمنین صراطِ مستقیم پر قائم ہو گئے۔ جنکو اللہ تعالیٰ نے امام بنایا انکو کھول کر پہچنوایا کبھی ولی۔ کبھی اولی الامر۔ کبھی اوتوالعلم۔ کبھی من عندہٗ علم الکتاب۔ کبھی اپنی خلافت

کاگواہ۔ کبھی رسُولؐ کی رسالت کاگواہ، کبھی حق، کبھی قوتِ بازو کہکر پہچنوایا ہے مذکورہ بالاآیت میں انہی کو اللہ تعالیٰ نے نعمت فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ پہچان کر اور جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کیلئے رسُولؐ اور امامؑ ہر قوم اور ہر زمانے میں بھیجے ہیں۔ اسطرح اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایت کرنے کی حجّت کو پورا کیا ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اور کہتے ہیں منکر کیوں نہ اُتری اس پر کوئی نشانی اسکے رب سے ؟ تُو تو ڈر سُنانے والا ہے۔ اور ہر قوم کو ہوا ہے راہ بتانے والا"۔ (پ۱۳ رعد آیت۷)۔

قوم ھادٍ :۔ تفسیر صافی صفحہ ۲۵۵ پر۔ بحوالہ تفسیر مجمع البیان لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں تو ڈرانے والا ہوں اور علیؑ میرے بعد ھادی ہیں۔ پھر حضرت علی علیہ السّلام سے فرمایا۔ کہ اے علیؑ! میرے بعد ہدایت پانے والے۔ تمہارے ہی ذریعہ سے ہدایت پائینگے"۔

"اور کافر کہتے ہیں ان پر انکی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اُتری۔ تم تو ڈر سُنانے والے ہو اور ہر قوم کے ہادی" (پارہ ۱۳ رعد آیت۷)۔ یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب کا ہے۔ تفسیر فرماتے ہیں اپنی نبوّت کے دلائل پیش کرنے اور اطمینان بخش معجزات دکھا کر اپنی رسالت ثابت کردینے کے بعد، احکام الٰہیہ پہچانے اور خدا کا خوف دلانے کے سوا آپ پر کچھ لازم نہیں۔ اور ہر ہر شخص کیلئے اسکی طلب کردہ جدا جدا نشانیاں پیش کرنا آپ پر ضروری نہیں۔ جیسا کہ آپ سے پہلے ہادیوں انبیا علیہم السّلام کا طریقہ رہا ہے۔

مذکورہ بالاآیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول کو ڈر سُنانے والا فرمایا ہے۔ اور ہدایت کرنا ہادی کا کام فرمایا ہے۔ یہی ہادی ہی امام ہوتے ہیں جو بعد رسُولؐ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے بموجب راہِ حق کی ہدایت کرتے ہیں۔ اور انہی کا راستہ صراطِ مستقیم ہے اور یہی ائمہؑ اللہ کے نعمت والے بندے ہیں۔ جس نے ان سے مُنہ موڑا اور انکا انکار کیا تو وہ گمراہی اور ضلالت میں پڑ کر صراطِ مستقیم سے بالکل دُور جا پڑا"۔

مذکورہ بالاآیت میں اللہ تعالیٰ نے رسُولؐ اور ھادی کا ذکر کیا ہے۔ لیکن مولانا صاحبان نے ہادی کو بھی رسول ہی متصور کیا ہے حالانکہ رسول اور ھادی دو علیحدہ الٰہی عہدے ہیں جنکا انتخاب اللہ تعالیٰ خود کرتا ہے اور ہادی یا امام نبی کا سچا پیروکار ہوتا ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اے رسُولؐ کہدو یہ ہے میرا راستہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں، میں بھی اور وہ بھی جس نے میری پیروی کی ہے بصیرت پر ہیں اور پاک ہے اللہ تعالیٰ اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں"۔ (پ۱۳ یوسف آیت۱۰۸) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے"۔ "کہدو میرا راستہ تو یہ ہے، میں خدا کی طرف بلاتا ہوں (از روئے یقین و برہان) سمجھ بوجھ کر۔ میں بھی لوگوں کو خدا کیطرف کی بلاتا ہوں اور میرے پیرو بھی اور خدا پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں"۔ (پ۱۳ یوسف آیت۱۰۸) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خانصاحب جالندھری

کا ہے۔ تم فرماؤ یہ میری راہ ہے۔ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں اور جو میرے قدموں پر چلیں دل کی آنکھیں رکھتے ہیں۔ اور اللہ کو پاکی ہے اور میں شریک کرنے والا نہیں" (پ۱۳ یوسف آیت۱۰۸) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد رضا خان صاحب بریلوی کا ہے۔ آپ نے تفسیر فرمائی ہے (۱) ہمارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان مشرکین سے کہ توحید الٰہی اور دین اسلام کی دعوت دینا۔ (۲) ابن عباسؓ نے فرمایا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انکے اصحاب احسن طریق پر اور افضل ہدایت پر ہیں، یہ علم کے معدن ایمان کے خزانے رحمٰن کے لشکر ہیں۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا، طریقہ اختیار کرنے والوں کو چاہیئے کہ گذرے ہوؤں کا طریقہ اختیار کریں۔ وہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ جن کے دل اُمت میں سب سے زیادہ پاک علم میں سب سے عمیق تکلف میں سب سے کم ایسے حضرات ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی صحبت اور انکے دین کی اشاعت کیلئے برگزیدہ کیا (۳) تمام عیوب و نقائص اور شر کا واحد اضداد و انداد سے۔

"کہہ یہ میری راہ ہے بلاتا ہوں اللہ کی طرف۔ سمجھ بوجھ کر۔ میں اور جو میرے ساتھ ہے۔ اور اللہ پاک ہے۔ اور میں نہیں شریک بنانے والا" (پ۱۳ یوسف آیت۱۰۸) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی صاحب کا ہے۔

مذکورہ بالا آیت کے مولانا صاحبان کے ترجموں میں غور و فکر کرنے سے مندرجہ ذیل حقیقت عیاں ہوتی ہے۔

(۱) اس آیۂ مجیدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انکا پیرو یہ دو ہیں، جو اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ اور یہ دونوں بصیرت پر ہیں لہٰذا انہی دونوں کا راستہ صراط مستقیم ہے۔ اللہ تعالیٰ آنحضرت سے فرماتا ہے کہ کہہ دو میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ یہاں آنحضرتؐ کی اپنی ذات مراد نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے اجداد مشرک نہیں تھے اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کہہ دو کہ میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

(۲) مولانا صاحبان نے رسولؐ کا پیرو کون ہے اس رسول کے پیرو کو ظاہر نہیں کیا ہے جو اللہ کی راہ کی طرف بلانے والا ہے۔ اور رسولؐ کی طرح بصیرت پر ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب نے سارے اصحاب رسولؐ کو رسولؐ کا پیرو ثابت کیا ہے۔ لیکن یہ ناممکن ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر اسی آیت میں اس کی نفی کر دی کہ رسولؐ کا پیرو جن کا ذکر اس آیت میں کیا ہے۔ وہ رسولؐ کی طرح بصیرت پر ہے۔ لیکن صحابہؓ رسولؐ کی طرح بصیرت پر نہیں ہو سکتے ہیں۔ بلکہ آیت میں تو اللہ تعالیٰ ایمان لانے والے صحابہ کو حکم دے رہا ہے کہ رسولؐ اور اُسکے پیرو کی راہ پر چلو یہی اللہ کی راہ کی طرف بلانے والے ہیں اور انہی کا راستہ صراط مستقیم ہے۔ اور یہی دونوں بصیرت پر ہیں، یعنی یہی دونوں حاملِ علم الٰہی ہیں۔ اور آنحضرتؐ کی مسلمہ حدیث ہے کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اسکے دروازہ ہیں، لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ رسولؐ کے سچے اور اصلی پیرو حضرت علیؑ ہیں۔ جنکو اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں راسخون فی العلم اوتوا العلم اور من عندہٗ علم الکتاب فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ واضح کر دیا کہ بعد رسولؐ انکی اطاعت کرنا جو رسولؐ کا حقیقی پیرو ہے اور رسول کی طرح بصیرت پر ہے۔ اور انہی کو اللہ تعالیٰ نے ہمارا امام اور ہادی

بنا یا ہے۔ ان آیات کا پہلے ہی ذکر آچکا ہے۔ اور رسولؐ کا ہی پیرو ہی اُولی الامر ہوا جسکی اطاعت اللہ اور رسولؐ کے ساتھ واجب ہے۔ پانچ وقت نماز میں ہر عالم اور مولوی اللہ سے یہ دعا کرتا ہے کہ اے میرے اللہ ہم کو سیدھے راستے پر چلا۔ ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو اپنا فضل و کرم کرتا رہا۔ لیکن یہ لوگ اللہ کے نعمت والے بندوں کو نہ خود پہچاننے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ دوسرے عام مسلمانوں کو پہچنواتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ ہمارے نعمت والے بندوں کو جانتے اور پہچانتے ہیں۔ لیکن جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں۔ اس لئے انکو صراطِ مستقیم ملی ہے نہ ملے گی۔ جب تک کہ قرآنِ مجید میں غور و خوض نہیں کرینگے۔ یہ لوگ اللہ کے بنائے ہوئے ھادی اور امام کو چھوڑ کر اپنے بنائے ہوؤں کی اطاعت و پیروی کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں۔ اور انکو دوست رکھتے ہیں لیکن قیامت کے دن یہ دوستی دشمنی میں بدل جائیگی۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ یعنی اس دن بعض دوست بعض کے دشمن ہونگے سوائے پرہیزگاروں کے" (پ۲۵ الزخرف آیت ۶۷) متقی اور پرہیزگار وہ لوگ ہیں جو برحق امام پر ایمان رکھتے۔ اور انہی آئمہ معصومینؑ کی اطاعت و پیروی کرتے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے خیر کا راستہ بتلا دیا کہ وہ رسولؐ کا اور رسولؐ کے پیرو کا ہے۔ اور شر کا راستہ بھی بتلا دیا جو دوسروں کا ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ۔ اور ہم نے اسے دو راستوں کی طرف رہنمائی کی" (پ۳۰ البلد آیت ۱۰) اب جو چاہے خیر کا راستہ اختیار کرے، اور جو چاہے وہ شر کا راستہ اختیار کرے۔ حق کا راستہ خیر کا ہے۔ اور باطل کا راستہ شر کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت جس سے لوگوں نے منہ موڑا اور انکار کیا وہ حضرت علی علیہ السلام اور دوسرے آئمہ علیہم السلام کی ولایت و امامت اور خلافت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو لوگوں نے بدل ڈالا لیکن اللہ تعالیٰ اپنے ان نعمت والے بندوں کو طرح طرح قرآن میں پہچنواتا ہے تاکہ لوگ ان کو پہچان لیں، اور انکو پہچاننے میں کسی شک و شبہ کا احتمال باقی نہ رہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "یہی وہ لوگ ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا کچھ تو آدمؑ کی اولاد سے نبیوں میں سے ہیں۔ اور کچھ انکی اولاد میں سے ہیں جنہیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا۔ اور کچھ ابراہیمؑ اور یعقوبؑ کی اولاد میں سے اور کچھ انہیں سے جنہیں ہم نے ہدایت کی۔ اور چنا ہوا تھا جب ان پر خدائے رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔ تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے ہیں" (پ۱۶ مریم آیت ۵۸) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔

"یہ وہ لوگ ہیں۔ جن پر خدا نے پیغمبروں میں سے فضل کیا یعنی اولادِ آدمؑ میں سے اور انلوگوں

میں سے جن کو ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا اور ابراہیمؑ اور یعقوب کی اولاد میں سے اور ان لوگوں میں سے جنکو ہم نے ہدایت دی۔ اور برگزیدہ کیا جب انکے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو سجدے میں گر پڑتے اور روتے رہتے تھے" (پ۱۶ مریم آیت۵۸) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خانصاحب جالندھری صاحب کا ہے۔ یعنی انبیاؑ اور اولیا اور انکے دوست یہ سب قرآن کو سن کر خدائے تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں۔

"وہ لوگ ہیں۔ جن پر نعمت دی اللہ نے پیغمبروں میں۔ آدمؑ کی اولاد میں۔ اور انمیں جنکو لادلیا ہم نے نوح کے ساتھ، اور ابراہیمؑ کی اولاد میں، اور اسرائیل کی اور انمیں جنکو ہم نے سوجھ دی اور پسند کیا۔ جب انکو سنائے آئیتیں رحمٰن کی گرتے ہیں سجدے میں اور روتے" (پ۱۶ مریم آیت۵۸) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر محدّث دہلوی صاحب کا ہے۔

مذکورہ بالا آیۂ مجیدہ کے مولانا صاحبان کے ترجموں میں غور و فکر کیا جائے تو مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں

(۱) اللہ تعالیٰ کے نعمت والے بندوں کو اس آیۂ مجیدہ میں پہچنوا دیا گیا ہے۔ جو حضرت آدم علیہ السّلام کی اولاد میں نبیؑ گذرے۔ اور کچھ حضرت نوح علیہ السّلام اور جو انکے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے آنکی اولاد میں سے، اور کچھ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے، اور کچھ یعقوبؑ کی اولاد میں سے۔ اور کچھ انمیں سے جنھیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی اور چن لیا۔ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں نبوّت اور امامت کو قرار دیا اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ، نبیؑ اور امام انبیاءؑ کی اولاد میں سے ہی ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ڈرانے والے۔ اور حضرت علیؑ ہدایت کرنے والے ھادی اور امام تھے۔ ارشادِ ربُّ العزّت ہوتا ہے، "اور یاد کرتے رہو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو جو تم پر ہے۔ جبکہ تم دشمن تھے پس اُسنے تمہارے دلوں میں الفت ڈالدی۔ تم اس کی نعمت کے طفیل بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ پھر اُسنے تمھیں اس سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آئیتیں کھولکر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت یافتہ ہوجاؤ" (پ۴ آلِ عمران آیت۱۰۳) نعمت سے مراد نبیؑ اور امامؑ ہیں جنکو اللہ نے ہدایت کیلئے پیدا کیا ہے۔

(۲) حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنی دُعا کے ذریعہ سے اپنی ذُرّیت میں آنحضرتؐ کی رسالت اور آئمہ معصومینؑ کی امامت کو قرار دلوایا۔ اللہ کی نعمتِ عظیم محمدؐ و آلِ محمد علیھم السّلام ہیں جنکے طفیل میں اللہ تعالیٰ نے کائناتِ عالم کی خلقت کی تھی۔ انہی نعمتوں کے طفیل میں ہم مسلمان بنے اور آپس

میں بھائی بھائی بنـ ـ ـیلـ ـ فـ ـ ـ ـیں ہے۔ اور صد افسوس ہے کہ، اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو چھوڑ کر ہم، بھائی بھائی ہونے کے بجائے ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔ کیونکہ ہم ہدایت یافتہ نہیں رہے ہر مسلمان نے ایک دوسرے کے جان و مال کو اپنے لئے خود مُباح کر لیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حرام، قرار دیا ہے۔ اس کا سَبَب یہ ہے کہ، ہم اللہ تعالیٰ، اور نبیؐ اور امامؑ جو اللہ کے نعمت والے بندے ہیں اُنکی یاد سے ہم غافل ہو گئے ہیں۔ اگر انکو یاد کرتے رہتے، اور انکی ہدایات پر عمل کرتے تو آج بھی ہم بھائی بھائی، ہوتے اسی لئے اللہ تعالیٰ، اپنی ان نعمتوں کو یاد کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ارشادِ رَبُّ العزت ہوتا ہے، فَاذْكُرُوٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ پس تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ" (پ اعراف آیۃ ۶۹) نبوت اور امامت وہ نعمتِ عظیم ہیں، کہ اگر ہم انکو یاد کرتے رہیں۔ اور انکے یاد کرتے رہنے کا مطلب یہ ہے کہ انکے بتلائے ہوئے راستوں پر چل کر دنیا اور عقبہ دونوں میں فلاح پائینگے۔ اسی وجہ سے محمدؐ و آلِ محمد علیہم السّلام کو یاد کرنے کے لئے ہم انکے اَیّام مناتے ہیں۔ انکو یاد رکھنے کیلئے ان پر درود و سلام بھیجنا اللہ نے واجب کیا ہے۔ اور امام حُسَین علیہ السّلام کی یاد دنیا کے گوشے گوشے میں منائی جاتی ہے حتیٰ کہ غیر مسلم بھی مناتے ہیں لیکن جو لوگ انکی پیروی کرتے ہیں جنکی اطاعت کرنے کی اللہ کی طرف سے کوئی سَنَد نہیں ہے انکے بارے میں ارشادِ رَبُّ العزت ہوتا ہے "ہم نے ان دونوں کو نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ لیکن انکے اکثر نہیں جانتے ہیں یقیناً ان سب کے فیصلے کا دن مقرر ہے۔ جس دن کوئی دوست کسی دوست سے کچھ کفایت نہ کریگا۔ اور وہ مدد نہ دیئے جائیں گے۔ سوائے اسکے جس پر اللہ تعالیٰ نے رحم کر دیا یقیناً وہ زبردست اور بہت رحم کرنے والا ہے" (پ۲۵ دخان آیۃ ۳۸ تا ۴۲) تفسیر صافی صفحہ ۴۶۷ پر بحوالہ تفسیر قمی لکھا ہے کہ، جو شخص اولیائے خدا کے سوا اوروں کو دوست رکھتے گا۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے کام نہ آئینگے۔ پھر ان لوگوں کو مستثنےٰ فرما دیا جو آلِ محمدؐ سے محبت رکھنے والے ہیں مومنوں سے اولیائے اللہ فرماتے ہیں؛ نحن اولیاؤکم فی الدنیا و فی الآخرۃ، ہم دنیا میں تمہارے ولی و سرپرست ہیں ویسے عقبہ میں بھی ہونگے" (پ۲۴ حٰم سجدہ آیۃ ۳۱) حق کام آتا ہے باطل کام نہیں آتا ہے۔

(۳) یہ بات ایمان لانے والوں کو ماننی پڑے گی۔ کہ وہ نعمت والے بندے نبیؐ اور امامؑ ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی ذریت میں سے ہیں۔ اب اگر کوئی دوسرا نبوت اور امامت کا دعویٰ کرے تو وہ کاذب ہوگا۔ اور یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ وہ نعمت والے بندے نبی اور امام ہیں جو حامل علم الٰہی ہونے کے سبب راہِ حق کی ھدایت اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب کرنے والے ہیں اور صراطِ مستقیم انہی کا راستہ ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انکی اطاعت و پیروی کو فرض کیا ہے تب ہی تو نبوت کے ساتھ امامت پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں کو حکم دیتا ہے کہ، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ اسکا مطلب

یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آنحضرت صلعم کی رسالت پر ایمان لانے کے بعد بھی مسلمان پورا پورا اسلام میں داخل نہیں ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا...... الخ اے ایمان لانے والو داخل ہو مسلمانی میں پورے اور مت چلو قدموں پر شیطان کے وہ تمہارا صریح دشمن ہے"۔ لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ جنکو اللہ نے امام بنایا ہے اور اللہ نے اپنے رسولؐ کے ساتھ انہی کو اُولی الامر کہا ہے اور انکی بھی اطاعت و پیروی کا حکم دیا ہے۔ اس لئے پورا پورا اسلام میں داخل ہونے کیلئے ضروری ہوا کہ امامت پر ایمان لایا جائے۔ ورنہ مسلمان تو کہلاوگے لیکن اللہ تعالیٰ کی نظر میں پوری طرح مسلمانی میں داخل نہیں ہوگے۔ اب جس کا دل چاہے وہ پورا اسلام میں داخل ہو جائے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اور جس کا دل چاہے تو اپنی خواہشاتِ نفسانی کی خوشنودی میں صرف مسلمان بنا رہے اور امامت کو جزوِ ایمان نہ سمجھے۔ اور اپنے بنائے ہوئے امام کی پیروی کرتا رہے انکے بارے میں ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "کیا تو نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا۔ اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر جہنم میں اتار دیا۔ وہ سب اس میں جلیں گے۔ اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے"۔ (پ ابراہیم آیت ۲۸-۲۹) جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ائمہ علیہم السّلام کی جگہ اپنے امام بنا کر انکی اطاعت و پیروی کی جسکی وجہ سے ایمان میں کھوٹ پیدا ہوگئی۔ اور ایمان میں کھوٹ کا ہو جانا، اسکی ہلاکت کے مترادف ہے۔ اور فساد کا سبب بنتا ہے اور جس نے بھی اللہ کی نعمت کو بدل ڈالا اس نے صرف اپنی ہلاکت ہی مول نہیں لی بلکہ اپنی پوری قوم کی ہلاکت کا سبب بنے گا۔ اور ان سب کا ٹھکانا جہنم میں ہوگا۔ اسکے برعکس جس نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آنحضرتؐ کی رسالت اور حضرت علیؑ کی ولایت و امامت کی دل سے تصدیق کی اور زبان سے کھل کر اقرار کیا اور اپنے عمل سے اپنا ایمان لانے اور پھر ان سے اپنی تولّا و محبت کا اظہار کرے تو پھر ایمان لانے کا پورا پورا مزہ ان لوگوں کو ملے گا۔ ؎

جب علیؑ مل گئے تب نبیؐ مل گئے — جب نبیؐ مل گئے تب خدا مل گیا
جب خدا مل گیا تب یہ دل نے کہا — ایسی راحت ملی بس مزہ آ گیا!

یہ بات قابلِ غور ہے کہ ایمان لانے والے وہ کون لوگ تھے جنہوں نے اللہ کی نعمت کو آنحضرت کی زندگی ہی میں بدل ڈالا ہوگا۔ جس سے رسولؐ مقبول کو ضرور دکھ پہنچا ہوگا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ جیسے آپکی اُمت نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدل لیا ہے، تو بنی اسرائیل نے بھی اللہ کی نعمت کو بدل لیا تھا۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "پوچھ بنی اسرائیل سے کہ ہم نے انکیں کتنی کھلی کھلی نشانیاں دیں۔ اور جو بدل ڈالے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بعد اسکے کہ وہ آ چکی ہو، تو یقین کیجیے کہ اللہ تعالیٰ سخت ترین عذاب دینے والا ہے"۔ (پ البقرۃ آیۃ ۲۱۱) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ "(اے محمدؐ) بنی اسرائیل سے پوچھو کہ ہم نے انکو کتنی کھلی نشانیاں دیں اور جو شخص

خدا کی نعمت کو اپنے پاس آنے کے بعد بدل دے ۔ تو خدا سخت عذاب کرنے والا ہے۔" (پ البقرۃ آیت ۲۱۱) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خانصاحب جالندھری کا ہے ۔ ۔ "بنی اسرائیل سے پوچھو۔ ہم نے کتنی روشن نشانیاں انھیں دیں اور اللہ کی آئی ہوئی نعمت کو بدل دے ۔ تو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے" (پ البقرۃ آیت ۲۱۱) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی کا ہے ۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں (۱) کہ انکے انبیا کے معجزات کو انکے صدق نبوت کی دلیل بنایا ان کے ارشاد اور انکی کتابوں کو دین اسلام کی حقانیت کا شاہد کیا۔ (۲) اللہ کی نعمت سے آیات الٰہیہ مراد ہیں جو سبب رُشد و ہدایت ہیں ۔ اور انکی سبب یا بدولت گمراہی سے نجات حاصل ہوتی ۔ انھیں میں سے وہ آیات ہیں جن میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت وصفت اور حضور کی نبوت و رسالت کا بیان ہے یہود و نصاریٰ کی تحریفیں اس نعمت کی تبدیلی ہے ۔

مندرجہ بالا آیۂ کریمہ کے مولانا صاحبان کے ترجموں سے ایک ہی جیسے معنی و مطالب نکلتے ہیں ۔"

(۱) اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کھلی کھلی نشانیاں دیں ، لیکن اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو انھوں نے بدل ڈالا ، جسکی وجہ سے اللہ کے عذاب کے مستحق ہوتے ۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں حضرت ہارونؑ کی اولاد میں بارہ امام پیدا کئے تھے ، لیکن بنی اسرائیل نے ان آئمہ سے غدر بے وفائی کیا تھا ، اور انکو بدل ڈالا تھا ۔

(۲) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اپنے نعمت والے بندوں کو طرح طرح سے پہچنوا تا ہے ۔ لیکن اکثر نے جان پہچان کر اللہ کے ان نعمت والے بندوں سے منہ موڑ لیا ، وہ آلِ رسولؐ میں آئمہ برحق ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کیلئے ہی پیدا کیا ہے ، جو راہِ حق کی ہدایت اللہ تعالیٰ کے حکم کیمطابق کرتے ہیں جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدل ڈالا ان کے پیروکار امامت کے قائل آج بھی نہیں ہیں ۔ حالانکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے امامت کو اچھی طرح سے پہچنوا دیا ہے ۔ اور اللہ کے بناتے ہوئے آئمہ کو چھوڑ کر اپنے بناتے ہوؤں کی پیروی کرتے ہیں ، ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "پھر کیا وہ باطل کے ساتھ ایمان لاتے ہیں ، اور اللہ کی نعمت سے وہ کفر کرتے ہیں" (پ۱۴ النحل آیت ۷۲)

(۳) ایمان لانے والوں نے اللہ کی نعمت یعنی آئمہ کو بدل ڈالا اور اپنے نامزد و منتخب کئے ہوؤں کی اطاعت و پیروی شروع کر دی جسکی کوئی سند انکے پاس نہیں آئی ہے ۔ انسان کے اپنے بنائے ہوتے باطل اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں وہ حق ہیں ۔

(۴) اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہماری نعمت کو جن لوگوں نے بدل لیا ہے تو گویا ان لوگوں نے کفر کیا کیونکہ باطل پر ایمان رکھنا کفر ہے ۔ تو ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے ، کہ یقین جان لو ۔ کہ ہماری نعمت کو بدل لینے والوں کیلئے سخت ترین عذاب ہوگا ۔ لہٰذا مسلمانوں کو مُلّاؤں کی اندھی

تقلید نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ خود قرآن پاک کی آیتوں میں تدبر کرے۔ اللہ کے نعمت والے بندوں کی اطاعت و پیروی کر کے صراطِ مستقیم پر قائم ہوجائیں قرآن اختلاف کو دور کرنے کیلئے ہی آیا ہے۔

"ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے" ترجمہ: یہ کتاب تم پر نازل نہیں کی مگر اسلئے کہ جن باتوں میں انہوں نے اختلاف کیا تو انہیں ان کیلئے کھول کر بیان کردے اور ان لوگوں کیلئے جو ایمان لاتے ہیں ہدایت اور رحمت ہو۔" (پ۱۴ النحل آیت ۶۴)

(۵) جن جن اللہ کی نعمتوں پر ایمان لانا فرض کیا گیا ہے۔ تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انکے بارے میں ضرور پوچھ گچھ کریگا اور لوگ کثرتِ مال و دولت کی لالچ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے غافل پڑے ہیں۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے، "تمہیں مال و دولت کی کثرت نے غافل بنا رکھا ہے۔ یہاں تک کہ تم نے قبروں کی زیارت کی۔ ہرگز نہیں عنقریب جان لوگے۔ ہرگز نہیں تم یقینی طور پر جان لوگے۔ پھر البتہ تم دوزخ کو ضرور دیکھو گے۔ پھر البتہ تم اسے یقین کی آنکھ سے دیکھو گے۔ پھر البتہ تم سے اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور باز پرس ہوگی" (پ۳۰ التکاثر آیات ۱-۸) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ عَنِ النَّعِیم کی تفسیر صافی ص۵۲۶ پر بحوالہ تفسیر عیاشی منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے عام لوگوں کا خیال معلوم کرنے کیلئے حضرت امام ابوحنیفہ سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا۔ اور یہ فرمایا کہ اے نعمان۔ تیرے خیال میں النَّعِیم کیا چیز ہے؟ اس نے عرض کی کہ پیٹ بھر کر کھانا مل جائے اور ٹھنڈا پانی۔ آپؑ نے فرمایا کہ اگر قیامت کے دن تمہیں اس بات کی توفیق مل گئی کہ اللہ کے حضور میں بلا لیا گیا، اور ایک ایک کھانے اور پینے کا سوال کیا گیا۔ تو پورا حساب سمجھانے کیلئے تجھے کئی برسوں کیلئے کھڑا رہنا پڑے گا۔ اس نے عرض کی کہ قربان جاؤں پھر نعیم کیا چیز ہے؟ آپؑ نے فرمایا ہم اہلبیتِ رسولؐ وہ نعیم ہیں جنکی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کیا ہے اور ہماری ہی وجہ سے انمیں اتفاق پیدا کیا ہے بعد اس کے کہ سخت اختلاف تھا، اور ہماری ہی وجہ سے انکے دلوں میں الفت پیدا کردی اور انکو بھائی بھائی بنا دیا ہے۔ بعد اسکے کہ وہ دشمن تھے۔ اور ہماری ہی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انکو اسلام کی ہدایت کی ہے۔ یہی ایسی نعمتِ خدا ہے جو منقطع نہ ہوگی۔ اور اسی نعمت کے حقوق کی بابت اللہ تعالیٰ ان سے سوال کریگا کیونکہ یہی نعمت ایسی ہے جس کے ذریعے اس نے ان پر احسان فرمایا ہے۔ یہ "نعیم" نبی صلعم اور عترتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

"لوگو! تم کو مال کی بہت سی طلب نے غافل کردیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔ دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہوجائیگا۔ پھر دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہوجائیگا۔ دیکھو اگر تم جانتے یعنی علم الیقین رکھتے تو غفلت نہ کرتے۔ تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے۔ پھر اسکو ایسا دیکھو گے کہ عین الیقین آجائے گا۔ پھر اس روز تم سے شکر نعمت کے بارے میں،

پرسش ہوگی۔" (پ التکاثر آیت ۸) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خان صاحب جالندھری کا ہے۔ آپ "نعیم" کی تفسیر فرماتے ہیں، یعنی دنیا میں جو عیش کئے تھے سب کا حساب لیا جائیگا، حضرت امام ابو حنیفہؒ نے جو خیال ظاہر کیا تھا وہ

مذکورہ بالا سورۂ "التکاثر" میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ، انسان اس دنیا میں نعمتِ خدا سے غافل کیوں ہے اس نعمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پوچھ گچھ ضرور کریگا۔ مولانا صاحبان کے ترجموں اور تفسیروں سے ذیل کے نتائج نکلتے ہیں۔

(۱) نعمتِ خدا سے دنیا کے لوگوں کے غافل ہونے کی وجہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں کو دنیا کے مال و دولت کی حرص ہے۔ جو کبھی بھی ختم نہیں ہوتی ہے جب تک کہ موت نہ آجاتے، اور قبر کا منہ نہ دیکھ لے۔

(۲) نعمتِ خدا سے غفلت برتنے کی وجہ اللہ تعالیٰ یہ بتلا رہا ہے۔ کہ لوگوں کا اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن، حساب کتاب پر حق الیقین نہیں ہے اس لئے بھی غافل رہتے ہیں۔ اور نہ جنّت کی خواہش رکھتے ہیں، اور نہ دوزخ کا خوف انکے دل میں ہوتا ہے۔ کیونکہ غیب کی باتوں پر انکا ایمان زبان کی حد تک ہے۔ اگر یقین کی حد تک ہوتا تو خوفِ خدا ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے غافل نہ ہوتے۔

(۳) حق الیقین اگر قیامت کے دن پر نہیں رکھتے ہو، تو نہ رکھو لیکن یقین جان لو کہ قیامت کا دن ضرور آئے گا۔ اور جب دوزخ میں ڈالے جاؤ گے، اور دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے تب تو ضرور یقین آجائیگا لیکن اسوقت یقین لانے کا کوئی فایدہ نہیں ہوگا۔ جن لوگوں کا غیب پر ایمان نہیں ہے ان لوگوں کو حق الیقین حاصل ہی نہیں ہو سکتا ہے۔ لہٰذا جنکو حق الیقین ہے وہ لوگ اللہ کی نعمت سے غافل نہیں ہیں، انہیں کی پیروی کرکے صراطِ مستقیم پر قائم ہیں۔ جن لوگوں کو حق الیقین نہیں ہے وہ لوگ اللہ کی نعمت سے منہ موڑ کر صراطِ مستقیم سے بھٹک گئے ہیں اور مسلمانوں کو فرقوں میں تقسیم کر دیا۔ جب کہ غیر مسلم سارے مسلمانوں کو ایک سمجھ کر ایک جیسا سلوک کرتا ہے۔ لیکن علماء کرام ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں، حالانکہ یہ کہنے کا حق کسی کو نہیں ہے۔

(۴) قابلِ غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وہ کونسی نعمت ہے جس کے بارے میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور بازپرس کریگا۔ مولانا فتح محمد صاحب نے نعمت سے مراد مادی نعمات دنیا لیا ہے اور تفسیر فرماتے ہیں یعنی دنیا میں جو عیش کئے تھے سب کا حساب لیا جائیگا۔ مولوی صاحب نے بالکل اُلٹے معنی لئے ہیں اسکے جو اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں فرمایا ہے مادی نعمت کو حاصل کرنے کی وجہ سے ہی تو لوگ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت سے غافل ہوتے ہیں جس کے بارے میں قیامت کے دن پوچھ گچھ ہوگی۔ مادی نعمات کے حصول میں تو غفلت کی ہی نہیں گئی تھی اس لئے نعماتِ دنیاوی کے بارے میں کیا پوچھ گچھ ہونی ہے۔ بلکہ جس سے غفلت برتی گئی اس کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی، یہاں اس سورہ میں جس نعمت خدا کا ذکر ہے وہ نعمت

عظیم نبیؐ اور آئمہؑ برحق ہیں جن سے غفلت برتی گئی۔ اور انکے راستے کو چھوڑ کر گمراہی اختیار کی گئی تھی چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت کیلئے بھیجا تھا۔ لیکن ان سے غفلت برتی گئی ہے۔ اس لئے غفلت برتنے والوں کا ٹھکانا اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو قرار دیا ہے۔

⑤ چونکہ اللہ تعالیٰ نے گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف لانے کیلئے اپنے نعمت والے بندوں کو بھیجا ہے۔ جو نبیؐ اور آئمہ معصومین علیہم السّلام ہیں۔ جو راہ حق کی ہدایت اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب کرنے والے ہیں۔ لیکن دنیا کی لالچ میں آکر ان نعمت والوں سے غفلت برتی گئی۔ اور نعمتِ خدا ہی کو بدل ڈالا، اور انکے بدلے میں اپنے یا اپنے باپ دادوں کے نامزد کئے ہوؤں کی اطاعت شروع کر دی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نعمتوں کے بارے میں غفلت برتنے پر روزِ قیامت یقیناً بازپرس کریگا۔

⑥ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے ان نعمت والے بندوں کو پہچانیں جنکو قرآن میں اللہ تعالیٰ طرح طرح سے پہنچوایا ہے۔ جنکے راستے کو اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم فرماتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی ذرّیت میں جنکو اللہ تعالیٰ نے نبیؐ اور امام بنایا ہے۔ وہی اللہ کے نعمت والے بندے ہیں۔ اور وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کیلئے خلق کیا ہے۔ ہر نماز میں یہ دعا کرنا کہ اے اللہ تعالیٰ تو ہمیں صراطِ مستقیم پر چلا، سے کام نہیں چلے گا۔ اللہ نے صراطِ مستقیم تو دکھلا دیا۔ اب چلنا اور نہ چلنا انسان کا اپنا فعل ہے:

اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے اسکا علم تو ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جیسے پہلی اُمتوں نے انبیاؑ کے بعد انکے اوصیاؑ سے بے وفائی کی تھی، اور جو راستہ اختیار کیا تھا، اسی پر تم بھی چلوگے، ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "اور ضرور تم ایک حالت سے دوسری حالت پر سوار ہوگے۔ پس انہیں کیا ہو گیا ہے۔ وہ ایمان نہیں لاتے۔" (پ۳۰ الانشقاق آیت ۱۹) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ طَبَق: تفسیر صافی ص۵۲۵ پر ہے کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ تم ایک حالت سے دوسری حالت میں پہلی کے مطابق ہوگے۔ اور الاکمال میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ، جو لوگ تم سے پہلے تھے۔ تم انکی سیرتوں پر چلوگے۔ کہ تم درجہ بدرجہ (رتبہ اعلیٰ پر) چڑھوگے۔ تو ان لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ ایمان نہیں لاتے۔" (پ۳۰ الانشقاق آیت ۱۹،۲۰) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خان جالندھری صاحب کا ہے۔ تفسیر فرماتے ہیں۔ یعنی ایک حال سے دوسرے حال میں ہوگے، جیسے کہ بچے سے جوان پھر بڈھا، پھر مردہ، پھر خاک، پھر قیامت کو دوبارہ زندہ ہوگے۔

اللہ تعالیٰ تو لوگوں کے ایمان نہ لانے پر تعجب کرتا ہے، کہ ہدایت کی تمام حُجت اللہ تعالیٰ کی طرف سے پوری ہو چکی ہے تو ان پر ایمان نہ لانے پر اللہ تعالیٰ تعجب کا اظہار کرتا ہے۔ تو مولانا صاحب کو بتلانا چاہیئے تھا کہ لوگ کس پر ایمان نہیں لا رہے تھے جس پر لوگوں کے ایمان نہ لانے پر اللہ تعالیٰ تعجب کرتا ہے۔ یہاں بچپن

لڑکپن، جوانی، بڑھاپے کی تبدیلی کا کیا ذکر ہے؟ اس تبدیلی پر مسلمان و کافر ہر ایک کا ایمان ہے۔

مذکورہ بالا پورے سورہ کو پڑھو تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سورہ میں اللہ تعالیٰ قیامت قائم ہونے کا واقعہ بیان کرتا ہے۔ جنکا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا وہ جنتی ہونگے۔ اور جنکا نامۂ اعمال پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائیگا۔ وہ دوزخی ہونگے۔ دوزخی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یقیناً وہ اپنے گھر میں خوش تھا، اور وہ سمجھتا تھا کہ اُسے پھرنا نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ان دوزخیوں کے بارے میں قسم کھاکر فرماتا ہے: تو مجھے قسم ہے شام کے اُجالے کی، اور رات کی، اور جو چیزیں اسمیں جمع ہوتی ہیں، اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے "ضرور تم ایک حالت سے، دوسری حالت پر سوار ہوگے، تو کیا ہوا ہے انھیں ایمان نہیں لاتے" یعنی ایمان لانے میں اب کیا عُذر باقی رہا ہے۔ باوجود اسکے کہ ہدایت کی ساری حجتیں پوری ہوچکی ہیں پھر ایمان کیوں نہیں لاتے اور پہلی اُمتوں کی طرح تم کیوں بگڑنے کی بات سوچ رہے ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے مخاطب ہے جن لوگوں کا نامۂ اعمال انکی پیٹھ کے پیچھے دیا جائیگا وہ اسلئے کہ وہ منزل بمنزل بگڑتے جائیں گے، جیسے پہلی اُمتیں بگڑ گئی تھیں اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کے سچا ہونے کی بیّن دلیل مسلمانوں کا فرقوں فرقوں میں تقسیم ہونا ہے۔ جس طرح پہلی اُمتیں انبیاؑ کے اوصیاؑ کے بارے میں اختلاف پیدا کر کے بگڑ گئیں، اسی طرح مسلمانوں نے بھی نبیؐ کے وصیؑ و خلیفہ کے بارے میں اختلاف پیدا کیا اور بگڑ گئے۔ اللہ اور رسولؐ کے قرآن میں جو احکامات ہیں انکو پسِ پشت ڈالدیا۔ اور قرآنی آیات کے معنی اور مطلب بدل دیئے۔ جسکی وجہ سے ہدایت کے بجائے گمراہی کے راستے پر جا پڑے۔

لہٰذا ہر مسلمان کو قرآن پاک میں غور و فکر کرنا چاہیے اور اندھی تقلید میں صرف مُلّا کے کہنے پر یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں۔ جبکہ فرقوں فرقوں میں بٹنا ہی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اُمّتِ مسلمہ عقیدے اور اعمال دونوں کے لحاظ سے بگڑ گئی ہے اور تہتّر فرقوں میں سے ایک فرقہ جنتی اور باقی سب دوزخی ہونگے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ قرآن پاک کو چھوڑ دیا گیا ہے اور اسمیں جو الٰہی احکام ہیں انکو پسِ پشت ڈالکر یا انکو اپنی خواہش کے مطابق توڑ مروڑ کر معنی و مطلب بیان کئے گئے ہیں جسکی وجہ سے اصل مطلب ہی فوت ہوگیا ہے۔ اور آنحضرتؐ کی حیات ہی میں یہ کام شروع کردیا گیا تھا۔ تب ہی ارشادِ ربّ العزّت ہوتا ہے۔ "اور کہہ دو میں تو علانیہ ڈرسنانے والا ہوں (اور ہم ان کفار پر اسی طرح عذاب نازل کرینگے) جس طرح ان لوگوں پر نازل کیا۔ جنھوں نے تقسیم کردیا۔ یعنی قرآن کو دکچھ ماننے اور کچھ نہ ماننے سے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا۔ تمہارے پروردگار کی قسم ہم ان سے ضرور پرسشش کرینگے۔ ان کاموں کی جو وہ کرتے رہے ہے" (پ۱۴ الحجرات آیت ۸۹ تا ۹۳) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خان جالندھری صاحب کا ہے۔ "اور کہہ کہ میں وہی ہوں ڈرانے والا کھولکر جیسا ہم نے بھیجا ہے ان بانٹنے

کرنے والوں پر جنھوں نے کیا ہے قرآن کو بوٹیاں۔ سو قسم ہے تیرے رَبّ کی ہم کو پوچھنا ہے ان سب سے" (پ۱۴ الحجرات آیت ۸۹ تا ۹۲) یہ ترجمہ شاہ عبدالقادر محدّث دہلوی صاحب کا ہے۔ تفسیر فرماتے ہیں۔ کافر سنتے تھے سورتوں کے نام تو آپس میں ٹھٹھے سے بانٹتے کوئی کہتا میں بقرہ لونگا یا مآئدہ، تجھکو عنکبوت دونگا کیا بس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی کیا قرآن اس طرح پاروں اور سورتوں میں مرتب تھا تاریخی شواہد سے اس کا جواب نفی میں ہوگا۔

مذکورہ بالا آیات کے ترجموں سے انکا واضح مفہوم نکلتا ہے، کہ جیسے پہلی کتابیں پہلے انبیاؑ علیہم السّلام پر نازل ہوتی تھیں لیکن بعد میں انکی امّتوں نے ان الٰہی کتابوں کو تکے بوٹی کرلیا، اسی طرح قرآن کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا بہرحال جن لوگوں نے ایسا کیا ہے اللہ تعالیٰ قسم کھاکر فرماتا ہے کہ ان سب سے ضرور انکی باز پرس ہوگی جو وہ کام کرتے تھے۔ ہمارے پاس جو قرآن پاک موجود ہے اسمیں قرآنی آیتیں جس ترتیب سے نازل ہوئی ہیں اس ترتیب سے قرآن میں مُرتب نہیں کی گئی ہیں، اسمیں آیتیں آگے پیچھے کی گئی ہیں۔ بہرحال اللہ بہتر جاننے والا ہے، یا جنہوں نے ہیر پھیر آیتوں کا کیا وہ جانیں۔ کہ اُنکا ایسا کرنے کا کیا مقصد تھا۔ قرآن پاک میں شروع ہی سے الحاد اور کج راہی کرنے لگے تھے۔ ارشادِ رَبُّ العزّت ہوتا ہے "جو لوگ ہماری آیتوں میں کج راہی کرتے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ بھلا جو شخص دوزخ میں ڈالا جاتے وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن سے آئے۔ جو چاہو سو کرلو جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسکو دیکھ رہا ہے۔" (پ۲۴ حٰمٓ السجدہ آیت ۴۰) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خاں جالندھری صاحب

"جو لوگ ٹیڑھے چلتے ہیں ہماری باتوں میں۔ ہم سے چھپے نہیں۔ بھلا ایک جو پڑتا ہے آگ میں بہتر، یا ایک جو آوے گا بچ کر اس سے دن قیامت کے۔ کرتے جاؤ جو چاہو بیشک جو کرتے ہو وہ دیکھتا ہے۔" (پ۲۴ حٰمٓ سجدہ آیت ۴۰)۔ یقیناً وہ لوگ جو ہماری آیتوں میں الحاد کرتے ہیں۔ وہ ہم پر چھپے نہیں رہتے پس کیا وہ اچھا جو آگ میں ڈالا جائیگا۔ یا وہ جو قیامت کے دن امن سے آئیگا۔ عمل کرو۔ جو تم چاہو۔ جو تم کرتے ہو یقیناً وہ دیکھنے والا ہے۔" (پ۲۴ حٰمٓ السجدہ آیت ۴۰) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ جن لوگوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور اسکی آیتوں میں الحاد کیا۔ یہی لوگ وہ ہیں جنہوں نے قرآن میں کج راہ اختیار کی اور آیات کی غلط تاویلیں کرنے لگے تو گویا انہوں نے قرآن پاک کو چھوڑ دیا ہے اور انکے بارے میں، ارشادِ رَبُّ العزّت ہوتا ہے: "اور اس دن ایک خاص ظالم دانتوں سے اپنے دونوں ہاتھوں کو کاٹے گا۔ اور یہ کہے گا اے کاش کہ میں نے رسول کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا ہائے میری خرابی کاش کہ میں نے فلانے کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ یقیناً اس نے مجھے "ذکر" سے بہکا دیا۔ بعد اس کے کہ وہ میرے پاس آچکا تھا۔ اور شیطان تو ہے ہی انسان کو مصیبت کے وقت تنہا چھوڑ دینے والا۔ اور رسول عرض کریگا کہ اے میرے پروردگار بیشک میری قوم نے اس قرآن کو بالکل متروک ٹھہرا لیا۔" (پ۱۹ الفرقان آیت ۲۷ تا ۳۰)۔

"اور جس دن ظالم اپنا ہاتھ چبا چبالے گا کہ ہائے کسی طرح سے میں نے رسولؐ کے ساتھ راہ لی ہوتی۔ وائے خرابی میری ہائے کسی طرح میں نے فلانے کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ بیشک اس نے مجھے ذکر سے، بہکا دیا۔ میرے پاس آئی ہوئی ذکر (نصیحت) سے۔ اور شیطان آدمی کو بے مدد چھوڑ دیتا ہے اور رسول نے عرض کی کہ اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل ٹھہرالیا" (پ۱۹ الفرقان آیت ۲۷-۳۰) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ہے۔

مذکورہ بالا آیات کے ترجموں پر غور و خوض سے مندرجہ ذیل حقیقت واضح ہوتی ہے،

(۱) قیامت کے دن کو جب دیکھ لیں گے تب ظالم افسوس کریگا۔ اور دانتوں سے اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا اور کہے گا اے کاش میں رسولؐ کے بتائے ہوئے راستے پر چلا ہوتا۔ تو آج دوزخ کا منہ نہ دیکھنا پڑتا۔ افسوس کریگا اور کہے گا کاش میں نے فلانے کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ لیکن قیامت کے دن افسوس کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ جسکو حق الیقین نہیں ہے اور غیب پر ایمان نہیں رکھتا ہے وہ اللہ سے اور قیامت کے دن سے نہیں ڈرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جنکی اطاعت و پیروی کا حکم دیا ہے انکو چھوڑ کر اپنے بنائے ہوئے فلاں یعنی سرداروں اور بڑوں، کی پیروی کرتا ہے، گویا حق کی پیروی چھوڑ کر باطل کی پیروی کرتا ہے لیکن اسکی حقیقت تو قیامت کے دن کھلے گی۔ اور یقیناً قیامت کے دن حق کو چھوڑنے پر اور باطل کی پیروی کرنے پر افسوس ہوگا اسلئے زندگانی دنیا میں حق کی پیروی کرلو اور باطل کی پیروی چھوڑ دو۔ باطل سے محبت اور دوستی کچھ کام نہیں آئیگی البتہ حق کام آئیگا دنیا اور عقبیٰ دونوں میں۔ دوست انھیں بناؤ جنکو دوست بنانے کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ اور محبت بھی ان سے کرو، جن سے محبت کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے، اطاعت انکی کرو جنکی اطاعت کا حکم اللہ نے دیا ہے، امام انکو بناؤ جنکو اللہ نے بنایا ہے۔ دنیا کی زندگی میں مرنے سے پہلے پہلے توبہ قبول ہوگی مرنے کے بعد کوئی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ بعد میں افسوس کرنے اور پچھتانے سے کچھ فائدہ نہیں۔"

(۲) ابلیسؑ نے کہا تھا کہ میں لوگوں کو صراطِ مستقیم سے بہکاؤنگا۔ تو شیطان نے "ذکر" سے بہکایا۔ یہاں ذکر سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے نعمت والے بندوں سے بہکا دیا۔ اور انہی کا راستہ صراطِ مستقیم ہے۔ اللہ نے اپنے ان نعمت والے بندوں ہی کو امام بنایا ہے۔ اور انکی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ کبھی وَلی، کبھی اُولی الاَمر، کبھی من عندہٗ علم الکتاب، کبھی رٰسِخُونَ فِی العِلم، کبھی اُوتوا العِلم، کبھی مُخبِر و رسول، کبھی نور، کبھی حَق، وغیرہ فرمایا ہے۔ اور آئمہؑ ہی کو اس آیت میں "ذکر" فرمایا ہے اور "ذکر" سے بہکانے کا مطلب ہی یہ ہوا کہ جنکی اطاعت و پیروی کا حکم دیا گیا تھا اُن سے بہکا دیا گیا۔ اور ابلیسؑ کے بہکانے میں

اگر صراطِ مستقیم سے دور جا پڑے ۔ اور صراطِ مستقیم پر چلانے کی دعا کی جاتی ہے ؎

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی روزِ قیامت اللہ تعالیٰ سے شکایت کرینگے۔ کہ میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل ٹھہرالیا، قرآن کی تاویل میں اکثر احکامات الٰہی سے روگردانی ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہیگی۔ اور ہر مُلّا اپنے عقیدے کے مطابق قرآنی آیات کے معنی و مطلب بیان کرتا ہے جسطرح شیطان نے "ذکر" سے بہکایا تو شیطان ہی کے بہکانے سے اس قرآن کو بھی چھوڑنے کے قابل ٹھہرالیا گیا۔ تو اس قرآن کا مطلب یہ ہوا جنکو اللہ تعالیٰ نے راسخون فی العلم بنایا ہے۔ جو قرآن پاک کی محکم و متشابہات آیات کی حقیقت کو جاننے والے تھے۔ انکو چھوڑ دیا گیا جسکو چھوڑنے سے لوگ ہدایت سے گمراہی میں پڑ گئے۔ اسطرح قرآنِ صامت میں غور و فکر نہیں کیا، اور قرآنِ ناطق جنکو اللہ تعالیٰ نے راسخون فی العلم فرمایا ہے۔ انکو چھوڑ دیا گیا ہے۔ راسخون فی العلم آئمہؑ برحق ہیں جنکو اللہ نے ہدایت کیلئے مجلد کیا ہے۔ اور جو حاملِ علمِ الٰہی ہونے کے ناتے سے راہِ حق کی ہدایت اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے "ذکر" سے روگردانی کرنے والوں کو قیامت کے دن اندھا محشور کریگا۔ جنکے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "پس جب میری ہدایت تمہارے پاس آئے، تو جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کریگا۔ پس وہ گمراہ نہ ہوگا۔ اور نہ ہی وہ بدبخت رہیگا۔ اور جو کوئی (ذکر) میری نصیحت سے روگردانی کریگا۔ تو یقیناً اسکی زندگی تنگی میں بسر ہوگی۔ اور وہ قیامت کے دن اندھا محشور ہوگا۔ وہ کہے گا۔ اے میرے پروردگار جب میں (دنیا میں) دیکھنے والا تھا۔ تو تم نے مجھے اندھا کیوں محشور کیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اسی طرح ہماری آیتیں تیرے پاس آئیں۔ تو تم نے انکا کچھ خیال نہ کیا۔ اسی طرح آج تمہارا بھی کچھ خیال نہ کیا جائیگا (۱) (پ طٰہٰ آیت ۱۲۴ تا ۱۲۶)

(۱) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ تفسیر فرماتے ہیں ذِکْرِیْ تفسیرِ صافی ص۳۲۳ پر بحوالہ کافی اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں منقول ہے کہ ذکری سے مراد ولایت علی ابن ابی طالب علیہم السّلام ہے۔ اَعْمٰی: تفسیرِ صافی ص۳۲۳ پر ہے کہ اس آیت میں اندھے سے مراد آخرت میں آنکھوں سے اندھا اور دنیا میں ولایتِ امیر المومنین علیہ السّلام کی طرف سے دل کا اندھا ہے۔ قیامت کے دن وہ پریشان ہو کر عرض کریگا رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْ اَعْمٰی ..... الخ جواب ملے گا کہ ہماری نشانیاں یعنی آئمہؑ آتے تھے۔ اور تم نے انھیں بھلا دیا تھا یعنی نہ انکا قول سنتا تھا۔ اور نہ انکی اطاعت کرتا تھا۔ یعنی انکو چھوڑ دیا تھا۔ اسی طرح تو بھی جہنم میں چھوڑ دیا جائیگا۔ "پھر اگر تم سب کو میری طرف سے ہدایت آئے۔ تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا۔ وہ نہ بدبخت ہوئے۔ اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بیشک اس کیلئے تنگ زندگانی ہے۔ اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ کہے گا اے میرے رب مجھے تو نے کیوں اندھا اٹھایا۔ میں تو

انکھیارا تھا۔ یونہی تیرے پاس میری آیتیں آئی تھیں تو نے انھیں بھلا دیا۔ اور ایسے ہی آج تیری کوئی خبر نہ لے گا۔" (پ۱۶ طٰہٰ آیت ۱۲۳ تا ۱۲۶) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب کا ہے تفسیر فرماتے ہیں ہدایت یعنی کتاب اور رسولؐ اور ہدایت سے بھٹکنے والے کی بابت "آخرت میں۔ کیونکہ آخرت کی بدبختی دنیا میں طریقِ حق سے بھٹکنے کا نتیجہ ہے۔ تو جو کوئی کتابِ الٰہی اور رسولِ برحق کا اتباع کرے اور انکے حکم کے مطابق چلے۔ وہ دنیا میں بھٹکنے سے اور آخرت میں اسکے عذاب و وبال سے نجات پائیگا۔ ذکرِ یعنی میری ہدایت سے روگردانی کی۔ دنیا میں یا قبر میں یا آخرت میں۔ یا دین میں۔ یا ان سب میں۔ دنیا کی تنگ زندگانی یہ ہے کہ ہدایت کا اتباع نہ کرنے سے عملِ بد اور حرام میں مبتلا ہو، یا قناعت سے محروم ہو کر گرفتارِ حرص ہو جائے اور کثرتِ مال و اسباب سے بھی اسکو فراغِ خاطر اور سکونِ قلب حاصل نہ ہو۔ دل ہر چیز کی طلب میں آوارہ ہو۔ اور حرص کے غموں سے کہ یہ نہیں وہ نہیں حال تاریک اور وقت خراب ہے۔ اور مؤمنِ متوکل کی طرح اُسکو سکون و فراغ حاصل ہی نہ ہو جسکو حیاتِ طیبہ کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیتوں کے ترجموں اور تفسیروں سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ہدایت آئی ہے تو جو کوئی اس ہدایت کی پیروی کریگا۔ تو نہ وہ گمراہ ہوگا اور نہ ہی بدبخت ہوگا۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ اللہ کی اطاعت کرو۔ رسولؐ کی اطاعت کرو۔ اور اُولِی الامر کی اطاعت کرو۔ لہٰذا ہدایت سے مراد رسولؐ اور اُولِی الامر دونوں ہوئے اور اولی الامر سے مراد آئمہ معصومینؑ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنکو ہدایت ہی کیلئے پیدا کیا ہے جو راہِ حق کی ہدایت کرتے ہیں۔ جس نے آئمہ برحق کی پیروی کی وہ ہدایت یافتہ اور متقی ہو گیا اور آئمہ کی دُعا تھی وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ متقی وہ ہوگا جو امامت پر ایمان رکھتا ہوگا نیک عمل بجالاتا ہو۔" (پ۱۹ فرقان آیت ۷۴) (صرف نماز، روزہ، حج، وزکوٰۃ، ادا کرنے والا متقی نہیں ہوگا)

(۲) ہدایت سے روگردانی اور ذکر سے روگردانی کا ایک ہی نتیجہ ہے۔ لہٰذا ہدایت اور ذکر دونوں سے مراد رسولؐ اور آئمہ علیہ السلام ہوئے۔ ان سے جس نے بھی روگردانی کی، اس کو اللہ تعالیٰ نے بدبخت فرمایا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ اس کی زندگانی تنگ رہے گی۔

کیونکہ رسول اللہ اور آئمہؑ کی اتباع نہ کرنے سے عملِ بد اور حرام میں مبتلا ہو جائے گا۔ اور قناعت سے محروم ہو کر حرص کے مرض میں مبتلا ہو جائے گا جو کسی صورت میں بھی پوری نہیں ہوگی نتیجتاً اسکی زندگی تنگ و تاریک ہو جائے گی چونکہ دنیا میں نبیؐ اور آئمہ علیہ السلام کی طرف سے جس کا دل اندھا رہے گا، تو قیامت کے دن اللہ اُس کو آنکھوں کا اندھا

اندھا محشور کرے گا۔ (۳) صرف اَللہ اَللہ کہنے سے اللہ تعالےٰ اُس سے کبھی بھی راضی نہیں ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ اُسکو ملے گا۔ جو نبی اور آئمہؑ کی پیروی کریگا۔ جو اللہ کی طرف سے ہدایت اور نصیحت کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں جب ابلیس کی عبادت جو ہزار ہا سال کی تھی۔ وہ اُسکے کام نہیں آئی، تو انسان کی چند سال کی عبادت کس کام آئیگی اگر دیکھا جائے سب سے پہلا وھابی ابلیس ہی ہے۔ اللہ کے حکم پر جو اسکو براہِ راست ملا اللہ تعالےٰ کے حکم سے اِنکار کیا اور آدم عَلَیہِ السَّلام کو سجدہ نہیں کیا۔ اگر آدمؑ کو سجدہ کرنا شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ شرک کا حکم کبھی نہ دیتا لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ انبیاء اور اولیاء اللہ کی تعظیم اور احترام لازم ہے اور اُن سے محبت و عقیدت مندی کا اظہار فرضِ عین ہے جنکے دِل میں اُنکی محبت اور عزت و احترام نہیں ہوگا۔ وہ اُنکی پیروی بھی نہیں کریگا۔ وہ گمراہ ہوگا۔ ہدایت یافتہ نہیں ہوسکتا ہے:

ایمان لانے والوں کو سکونِ قلب اور دلی اطمینان اُسوقت حاصل ہوتا ہے جب اللہ تعالےٰ کے سارے کے سارے احکامات پر ایمان لائے اور پھر اُن پر عمل بھی کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اور رسولؐ اور آئمہؑ کی پیروی کرے جیسا پیروی کرنے کا حق ہے۔ تب دِل کو اطمینان اور سکون ہوتا ہے۔ اور ایمان اور روح کو حلاوت میسر ہوتی ہے۔ ارشادِ رَبُّ العِزت ہوتا ہے:۔ "جو لوگ ایمان لا چکے ہیں۔ اور اُنکے دِل خدا کے ذِکر سے اطمینان پاتے ہیں آگاہ ہو جاؤ دِل اللہ تعالےٰ کے ذِکر سے ہی اطمینان پاتے ہیں" (پ ۱۳ رعد آیت ۲۸) یہ ترجمہ سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ تفسیر فرماتے ہیں۔ تفسیر صافی صفحہ ۲۶۱ پر بحوالہ تفسیر عیاشی امام جعفر صادق علیہ السَّلام سے منقول ہے کہ دِل جنابِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ذریعے سے مطمئن ہو جائینگے اور وہی ذکر اللہ اور حجاب اللہ ہیں۔" "وہ جو ایمان لائے اور اُنکے دِل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں۔ سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے" (پ ۱۳ رعد آیت ۲۸) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب کا ہے۔ تفسیر فرماتے ہیں۔ اسکے رحمت و فضل اور اُسکے احسان و کرم کو یاد کر کے بے قرار دِلوں کو قرار و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اگرچہ اسکے عدل و عتاب کی یاد دلوں کو خائف کر دیتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے اِس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ مسلمان جب اللہ تعالیٰ کا نام لیکر قسم کھاتا ہے۔ دوسرے مسلمان اُسکا اعتبار کر لیتے ہیں۔ اور ان کے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے انہوں نے ذِکر اللہ سے مُراد اللہ کی یاد لیا ہے۔

مندرجہ بالا آیت میں غور و فکر کرو گے اور ذِکر کے بارے میں اور آیتیں زیرِ غور آئینگی۔ تو ذکر کے معنی وہی یہاں بھی ہیں۔ جو اِس سے پہلے سُورہ طٰہٰ کی آیات میں ذکر کے معنی لیے گئے ہیں۔ ذِکر اللہ کے جو جو فوائد ہیں۔ وہ مختلف آیات میں اللہ تعالےٰ نے بیان فرمائے ہیں اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا کہ دیکھو۔ ذِکر اللہ ہی سے اطمینان اور سکون قلب حاصل ہوتا ہے۔

لیکن شرط کے ساتھ ہر ایک کا نہیں۔ بلکہ ان کے جو ایمان لاچکے ہیں جن ایمان لانے والوں کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ جو پورے اسلام میں داخل ہی نہیں ہیں ان کے قلب کو ذکر اللہ سے اطمینان و سکون نہیں حاصل ہو سکتا جو پورے پورے اسلام میں داخل ہو گئے ہیں انہیں کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایمان لاچکے ہیں۔ اور صرف ان کے قلب کو ذکر اللہ سے اطمینان و سکون حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر اور غیب پر ایمان رکھتا ہو، اللہ تعالیٰ کو عادل مانتا ہو، تاکہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر صدق دل سے ایمان لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو آخری نبی مانے اور تمام انبیاء علیہم السّلام پر بھی ایمان رکھے، امامتِ برحق پر ایمان لاتے، اور ائمہ برحق کی پیروی کرے جنکو اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت کیلئے بھیجا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمت والے مخلص بندے ہیں جنکے راستے کو اللہ نے صراطِ مستقیم فرمایا ہے۔ امامت پر ایمان کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا ہے تب ہی تو اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں سے کہتا ہے کہ پورے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ ثابت ہوا جنکا ایمان مکمل ہوگا، تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے میں مزا آئیگا۔ آنحضرت حضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی نعت و صفت بیان کرنے سے دل کو خوشی و سکون حاصل ہوگا، اور جب امامت کا قصیدہ پڑھا جائیگا، تو دل کو خوشی اور سرور حاصل ہوگا۔ اور محمد و آلِ محمد علیہم السلام کا ذکر تو اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے درود کی شکل میں کرتے رہتے ہیں، اور جو ایمان لاچکے ہیں وہ بھی درود و سلام محمد و آلِ محمد پر بھیجتے رہتے ہیں، جس سے قلب کو سکون حاصل ہوتا ہے جناب القا فیض آبادی نے خوب قطع کہا ہے ؎

جب علیؑ مل گئے تب نبیؐ مل گئے — جب نبیؐ مل گئے تب خدا مل گیا
جب خدا مل گیا تب یہ دل نے کہا — ایسی راحت ملی بس مزہ آ گیا

اللہ تعالیٰ نے ذکر کو بھی طرح طرح سے سمجھایا ہے کہ ذکر کے معنی صرف اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے معنی میں نہیں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں واضح طریقے سے آنحضرت صلعم کو ذکر فرماتا ہے ۔۔ "اللہ تعالیٰ نے انکے لئے سخت عذاب تیار کیا۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہو۔ اے عقل والو! جو ایمان لاچکے ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ذکر کو اتارا ہے جو رسول ہے وہ تم پر اللہ تعالیٰ کی واضح آیتیں پڑھتا ہے۔ تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لاچکے، اور انھوں نے عمل نیک کئے۔ اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لیجائے" (پ ۲۸ الطلاق آیت ۱۰، ۱۱) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔۔ ذِکۡرًا رَّسُوۡلًا کی تفسیر صافی ص ۵۰۰ پر بحوالہ "عیون اخبار الرضا، امام رضا علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے قول "پس اگر تم نہیں جانتے ہو۔ اہلِ الذکر سے پوچھو" (پ ۱۴ النحل آیت ۴۳) کی تفسیر میں منقول ہے کہ "الذکر" آنحضرت صلعم ہیں۔ اور اہلِ الذکر ہم آلِ رسول ہیں۔ اور اس بات کو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت سورۂ طلاق میں مزید واضح فرما دیا ہے)

"رکھی ہے اللہ نے انکے واسطے سخت مار سو ڈرتے رہو اللہ سے۔ اے عقل والو! جن کو یقین ہے۔ اللہ نے اتاری ہے تم پر سمجھوتی۔ رسول ہے۔ جو پڑھتا ہے تم پاس آیتیں اللہ کی کھلی سنانے والی۔ کہ نکالے انکو جو یقین لاتے اور کئے بھلے کام اندھیروں سے اُجالے میں" (پ ۲۸ الطلاق آیت ۱۰، ۱۱) یہ ترجمہ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی صاحب کا ہے۔

"اللہ نے انکے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، تو اللہ سے ڈرو۔ اے عقل والو! جو ایمان لائے ہو۔ بیشک اللہ نے تمہارے لئے عزت اتاری ہے وہ رسول ہے کہ تم پر اللہ کی روشن آیتیں پڑھتا ہے تاکہ انھیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اندھیروں

سے اجالے کی طرف بیجاتے ہے" (پ الطلاق آیت ۱۱) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب کا ہے۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں ذکر یعنی وہ حضرت رسولِ کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم۔ ظُلُمَات سے مراد کفر و جہل۔ نور سے مراد ایمان و علم کے۔

مذکورہ بالا آیات کے ترجموں سے ذیل کے نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے نزدیک عقل والے وہ لوگ ہیں جو ایمان لا چکے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور عذاب حشر پر یقین رکھتے ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے ذکر کے معنی واضح کر دیئے کہ ذکر سے مراد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم ہیں اور سورۂ نحل میں اہلِ الذکر سے مراد آلِ محمد میں آئمہ معصومین ہیں، جو راہِ حق کی ہدایت اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب کرتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کہا جو نہیں جانتے ہو اہلَ الذِّکرِ سے پوچھو۔ لہٰذا یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ ہی اندھیروں سے نکال کر اجالے کی طرف لانے والے ہیں یعنی کفر و جہل سے نکال کر ہدایت کی طرف لانے والے ہیں۔ اُمت کو اس بات پر آمادہ کیا گیا ہے کہ جو کچھ وہ نہ جانتے ہوں آلِ رسولِ خداؐ صلعم سے دریافت کرلیں اور آئمہ ہی کو راسخون فی العلم فرمایا گیا ہے۔ افسوس کہ اللہ کے اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں نے کی لیکن اُمت مسلمہ عقیدے اور عمل کے لحاظ سے تباہی میں پڑ گئی اس مادی دنیا کے سیلاب میں سادات بھی بہہ گئے۔ اور انکے ایمان و عمل میں یکسانیت باقی نہیں رہی۔ اور صبر و شکر جو سادات کو ورثہ میں ملا ہے اس صبر کے لبادہ کو اُتار کر ظلم کا لبادہ اُوڑھ لیا ہے جو سادات کو ہرگز زیب نہیں دیتا۔ ایمان لانے کے ساتھ نیک عمل بھی ضروری ہے۔ بغیر ایمان کے نیک عمل بیکار اور بغیر نیک عمل کے ایمان بیکار، ایمان اور نیک عمل لازم اور ملزوم ہیں، اور یہ آلِ رسولِ خدا ہی کی اطاعت و پیروی کرنے سے حاصل ہوگا۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے:

" اور ہم تم سے پہلے مردوں ہی کو رسولؐ بنا کر بھیجا کرتے تھے انکی طرف ہم وحی کیا کرتے تھے۔ پس اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل الذکر (آلِ محمدؐ) سے پوچھ لو، ہم نے انکو روشن دلیلوں، اور کتابوں کے ساتھ بھیجا تھا اور ہم نے تمہاری طرف یہ قرآن نازل کیا تاکہ تو لوگوں کے لئے اس چیز کو جو انکی طرف نازل کی گئی ہے کھولکر بیان کردے۔ اور تاکہ وہ غور و فکر کریں" (پ النحل آیت ۴۳، ۴۴)

یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔

اہلَ الذکر کی تفسیر صافی صفحہ ۲ پر بحوالہ کافی و تفسیر عیاشی اور تفسیر قمی آئمہ معصومین علیہم السلام سے بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ کہ الذکر سے مراد رسول اللہ صلعم ہیں اور اہل الذکر سے مراد آلِ رسولؐ ہیں۔ اور اُمت اس بات پر مامور کی گئی ہے کہ جو کچھ وہ نہ جانتے ہوں آلِ رسولِ خدا صلعم سے دریافت کرلیں۔ اور عیون اخبار الرضا میں امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے قد انزل اللّٰہ الیکم ذکراً رسولاً (پ الطلاق آیت ۱۰)۔

باتحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ذکر یعنی رسولؐ کو اُتارا ۔ جو تم کو خدا کی آیتیں،

پڑھ کر سناتا ہے پس ذکر تو رسولِ خدا صلعم ہیں اور ہم اُنکے اہل ہیں۔

اُور ہم نے تم سے پہلے نہ بھیجے مگر مرد جن کی طرف ہم وحی کرتے۔ تو اے لوگوں! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں ہے۔ روشن دلیلیں اور کتابیں لیکر اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اُتاری کہ تم لوگوں سے بیان کر دو۔ جو انکی طرف اترا اور کہیں وہ دھیان کریں۔" (پ۱۴ نحل آیت ۴۳، ۴۴) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی کا ہے آپ تفسیر فرماتے ہیں۔ حدیث شریف ہے بیماری جہل کی شفا علماء سے دریافت کرنا ہے لہٰذا علماء سے دریافت کرو۔ وہ تمہیں بتا دینگے کہ سنتِ الٰہیہ یونہی جاری رہی کہ اُس نے مردوں کو رسول بنا کر بھیجا۔

مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ معنی یہ ہیں کہ روشن دلیلوں اور کتابوں کے جاننے والوں سے پوچھو اگر تم کو دلیل و کتاب کا علم نہ ہو مسئلہ تقلیدِ آئمہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے

اُور تجھ سے پہلے بھی ہم نے یہی مرد بھیجے تھے۔ کہ حکم بھیجے تھے انکی طرف۔ سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے اگر تم کو نہیں معلوم بھیجے تھے نشانیاں لے کر اور ورق اور تجھکو اتاری ہم نے یہ یادداشت کہ تو کھول لوگوں پاس جو اندر اُن کیطرف اور شاید وہ دھیان کریں" (پ۱۴ نحل آیت ۴۳، ۴۴) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی صاحب کا ہے۔ آپ اہل الذکر کی تفسیر میں اسکے معنی یاد رکھنے والے یعنی اہل کتاب اگلے احوال جانتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیات کے ترجموں اور تفسیروں پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کیئے جا سکتے ہیں۔

(۱) ہو سکتا ہے کہ رسولؐ سے یہ سوال کیا گیا ہو کہ عورتوں کو نبی کیوں نہیں بنایا جاتا تو اُس کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ سنتِ الٰہیہ یہی رہی ہے کہ مردوں ہی کو ہم نبی بناتے ہیں۔ اور انپر وحی بھیجتے ہیں اور وہ حامل علمِ الٰہی ہوتے ہیں اور اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔

(۲) جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اُس کو تم ذکر یعنی رسول اللہ صلعم اور اہل الذکر یعنی آلِ محمدؐ میں آئمہ معصومینؑ سے پوچھو جو حاملِ علمِ الٰہی ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں من عندہٗ علم الکتاب، اوتو العلم، راسخون فی العلم، اولی الامر اور اس آیت میں اہل الذکر فرمایا ہے اور یہ واضح او کھول کر بیان کر دیا وہ علم کتاب کا رکھنے والے رسول اللہ صلعم اور آپکے اہل میں آئمہ معصومینؑ ہیں جو آلِ ابراہیمؑ ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے کتاب اور حکمت عطا فرمائی ہے اور انکو نبی اور امام بنایا ہے جو راہِ حق کی ہدایت اللہ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں اور انہی کا راستہ صراطِ مستقیم ہے

(۳) اہل الذکر سے مراد علماء نہیں ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ علماء کو کسبی علم ہوتا ہے جو وہ دوسرے لوگوں سے سیکھتے ہیں اور اپنی محنت سے جتنا علم حاصل کرتے ہیں وہ انکو ہوتا ہے۔ لیکن اہل الذکر علمِ الٰہی کے حامل ہوتے ہیں جو راسخون فی العلم ہیں جو قرآن مجید کی محکم اور متشابہات آیتوں سے استنباط کرنے والے ہوتے ہیں اور

انہی کو اللہ تعالیٰ نے من عندہٗ علم الکتاب بھی فرمایا ہے جو تمام الٰہی کتابوں کا علم رکھتے ہیں لہٰذا وہ علماء جو اہل الذکر کی اطاعت و پیروی کرتے ہیں اور انکے علم سے استنباط کرتے ہیں وہ علماء تو دین کا صحیح علم رکھتے ہیں اور وہ کسی قدر دین کی صحیح خدمت اور دین کے معاملے میں رہبری کر سکتے ہیں۔ اور جن علماء کا علم اپنے قیاس یا دوسرے قیاس کرنے والے علماء یا خود ساختہ آئمہ کے علم پر مبنی ہے اور جو انکے علم سے استنباط کرتے ہیں وہ دین کے معاملے میں صحیح رہنمائی نہیں کر سکتے ہیں۔ اور ان علماء اور خود ساختہ آئمہ کا باہمی اختلاف ہی انکے ناقص علم رکھنے کی دلیل ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے امام بنایا ہے آنپر ایمان لانا اطاعت و پیروی کرنا ہر ایمان لانے والے پر فرض اور واجب کیا ہے اور جو علماء آئمہ برحق کے علم سے استفادہ حاصل کرتے ہیں انکی تقلید کرنی چاہیئے وہی علماءِ حق ہیں جنکے بارے میں ارشاد ربّ العزت ہوتا ہے۔ "ما سوا اسکے نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے اسکے بندوں میں سے عالم لوگ ہی ڈرتے ہیں"۔ (پ۲۲ فاطر آیت ۲۸) علماء سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے قول کی تصدیق اپنے فعل سے کردیں اور جس شخص کا قول اسکے فعل کی تصدیق نہ کرتا ہو وہ عالم نہیں ہے۔ پس جنکو خدا کی معرفت حاصل ہوگی اور خدا کا خوف بھی ہوگا اور وہ خوف خدا کی وجہ سے اسکے سارے احکام کی پیروی کرکے پورا پورا اسلام میں داخل ہوجائیگا۔ چونکہ صاحبانِ علم اور انکے پیروکار معرفتِ خدا رکھتے تھے لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کیلئے نیک اعمال بجالاتے تھے۔ صاحبان علم سے مراد آئمہ معصومینؑ ہیں اور انکے پیروکار علماء ہی علمائے حق ہیں۔

④ اہل الذکر کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے انکو روشن دلیلوں اور کتاب کے ساتھ بھیجا ہے اسکا یہ واضح مطلب ہوا کہ اہل الذکر سے مراد عالم نہیں ہیں بلکہ یہ وہی آئمہ معصومینؑ ہیں جنکو اللہ تعالیٰ من عندہٗ علم الکتاب راسخون فی العلم اور اوتو العلم فرماتا ہے اور یہ صرف آئمہ معصومینؑ ہیں جنکو اللہ نے رسولؐ کے بعد ہماری ہدایت کے لیے علم دے کر بھیجا۔

⑤ اللہ تعالیٰ اس بات سے آگاہ تھا کہ لوگ آئمہ برحق پر اختلاف کریں گے لہٰذا اللہ تعالیٰ انکو قرآن پاک میں طرح طرح سے پہچنواتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتا ہے کہ یہ کتاب اس لیے نازل کی گئی ہے تاکہ تم ہمارے احکامات جو ہم نے انسانوں کیطرف بھیجے ہیں۔ ان کو تم کھول کھول کر بیان کردو تاکہ لوگ غور و فکر کریں اور ہمارے ان احکامات پر چلیں اگر اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر یقین رکھتے ہیں اور جو پورے پورے اسلام میں داخل نہیں ہیں وہ روز قیامت پر حق الیقین نہیں رکھتے ہیں۔ اسی لیے وہ اپنی خواہشات کو اللہ کے احکام پر ترجیح دیتے ہیں اور وہ ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی میں پڑے رہیں گے۔ اندھی تقلید کریں گے اور قرآن میں غور و فکر نہیں، کریں گے۔

⑥ اللہ تعالیٰ نے جنکے راستے کو صراطِ مستقیم فرمایا ہے انہی کی اطاعت و پیروی کا حکم دیتا ہے اور انہی کو

اپنے اور رسولؐ کے ساتھ ولی بنایا ہے نیز انہی کو اپنے رسولؐ کیساتھ اولی الامر بنایا ہے اور انکی اطاعت و پیروی کا حکم دیا ہے اور وہ آئمہ معصومین ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے روشن دلیلوں کے ذریعے پہچنوا رہا ہے جن میں سے جنکی بہت سی قرآنی آیتوں کی دلیلیں پیش کی ہیں اور ابھی بہت سی کرنی ہیں۔ اور یہی آئمہ معصومین اللہ کے وہ نعمت والے بندے ہیں جن کے راستے کو صراط مستقیم فرمایا ہے۔ یہی ظلمت سے نور کیطرف لاتے ہیں۔

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ مسلمان قرآن پاک ہی کو اپنا امام سمجھتا ہے لیکن عملی زندگی میں اُنکو دیکھو تو قرآن مجید میں جو الٰہی احکامات ہیں اسکے اعمال اور عقائد الٰہی احکام کے بالکل برخلاف ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے تھا لیکن ایسا ہے تو کیوں ہے اس سوال کا جواب بھی قرآن پاک ہی میں مل جاتا ہے قرآن پاک کا غور سے مطالعہ کرو تو پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ہی میں اسلام کے دائرے میں داخل ہونے والے دو گروہوں میں بٹ گئے تھے ایک گروہ ایمان لانے والوں کا وہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات پر ایمان بھی لایا تھا اور انکے احکامات کی اطاعت و پیروی بھی کرتا تھا۔ اور دوسرا گروہ منافقین کا تھا جن لوگوں کے دلوں میں کفر بیٹھا رہا۔ اور ایمان نے انکے دلوں میں جگہ نہیں پائی تھی وہ صرف زبان سے اقرار کرتے تھے۔ اور اللہ کے اُن احکامات پر ایمان نہیں رکھتے تھے جو انکی خواہشات کے بالکل خلاف ہوتے تھے اسی وجہ سے شروع ہی سے عمل اور عقیدے کے لحاظ سے مسلمان یکساں نہیں تھے جو یقیناً غلط بات تھی جسکی وجہ سے ایمان لانے والوں کے درمیان نفاق پیدا ہونے کا قوی امکان تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ہدایت فرماتا ہے ارشاد رب العزت ہوتا ہے اے وہ لوگو! جو ایمان لا چکے ہو۔ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور تم ہرگز نہ مرو سوائے اس حالت کے کہ تم مسلمان ہو۔ اور تم سب لوگ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط پکڑے رکھو۔ اور متفرق نہ ہو۔ اور یاد کرتے رہو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو جو تم پر ہے۔ جبکہ تم دشمن تھے۔ پس اس نے تمہارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی۔ تم اسکی نعمت کے طفیل بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ پھر اس نے تمہیں اس سے بچا لیا اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ۔ (پ۴ آل عمران آیت ۱۰۲، ۱۰۳) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔

حَقَّ تُقٰتِهٖ:۔ تفسیر صافی صفحہ ۹۰ میں بحوالہ معانی الاخبار و تفسیر عیاشی لکھا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ فرمایا کہ اسکی اطاعت کیجائے اور نافرمانی نہ کیجائے۔ اور اسکا ذکر کیا جائے پھر اسے بھلایا نہ جائے۔ اور اسکا شکر کیا جائے کفر نہ کیا جائے بِحَبْلِ اللّٰهِ۔ تفسیر صافی صفحہ ۹۰ میں ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ حبل اللہ سے مراد دین اسلام ہے یا قرآن۔ تفسیر قمی میں ہے کہ حبل اللہ سے مراد توحید اور ولایت ہے اور تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آل محمدؐ حبل اللہ المتین ہیں جن کے ساتھ اعتصام کرنے کا حکم خداوند عالم نے

دیا ہے۔ اور فرمایا ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً۔ اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ حبل اللہ المتین سے حضرت علی علیہ السلام مراد ہیں۔ اور امالی میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم حبل ہیں۔ اور معانی الاخبار میں امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام ہم میں ہی سے ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ معصوم ہوتا ہے۔ اور عصمت ایسی شے نہیں ہے۔ جو پیدائش میں ظاہر بظاہر ہو جس سے پہچان ہو سکے۔ اس لیے امام صرف وہی ہوتا ہے جو منصوص من اللہ ہو۔ آپؑ سے پوچھا گیا کہ یا ابن رسول اللہ! معصوم کے معنی کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ وہ حبل اللہ سے اعتصام رکھتا ہے اور حبل اللہ قرآن ہے اور قرآن امام کیطرف رہنمائی کرتا ہے اور یہی قول ہے اللہ تعالےٰ کا۔ اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ۔ کہ یقیناً یہ قرآن اس راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا ہے (پ۱۵ بنی اسرائیل آیت ۹) قرآن مجید امام کی طرف رہبری کرتا ہے۔ کیونکہ انہی کا راستہ صراط مستقیم ہے۔

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔ اور اللہ تعالےٰ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر۔ اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔ اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو۔ جب تم میں بیر تھا اور اسنے تمہارے دلوں میں ملاپ دیا۔ تو اس کے فضل سے تم بھائی بھائی ہوگئے۔ اور تم ایک غار دوزخ پر کھڑے تھے تو اسنے تمہیں اس سے بچا دیا۔ اللہ تم سے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم ہدایت پاؤ" (پ۴ آل عمران آیت ۱۰۲) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی کا ہے حبل اللہ کی تفسیر میں مفسرین کے چند اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں قرآن مراد ہے۔ مسلم کی حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ قرآن پاک حبل اللہ ہے۔ جس نے اسکا اتباع کیا وہ ہدایت پر ہے۔ اور جس نے اس کو چھوڑا گمراہی پر۔

مولانا صاحب کے بقول قرآن پاک ہی حبل اللہ ہے۔ اور قرآن پاک کی اتباع کرنے والا ہدایت پر ہے تو اس قرآن کی رو سے اللہ تعالیٰ نے جنکو نبی اور امام بنایا ان پر ایمان لانا فرض ہے۔ اور انکی اطاعت اور پیروی کرنا ہی قرآن کی پیروی ہوتی۔ لیکن قرآن کی پیروی نہیں کی گئی۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے۔ "اس وقت رسول بارگاہِ الٰہی میں عرض کرینگے اے میرے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو بیکار بنا دیا" (پ۱۹ الفرقان آیت ۳۰)، اب مُلّا لاکھ کہے کہ ہم قرآن کی پیروی کرتے ہیں۔ تو اس آیت کی رو سے وہ جھوٹا ہے۔ قرآن انکے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو پورا پورا یقین رکھتے ہیں، ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "یہ قرآن لوگوں کی ہدایت کیلئے دلیلوں کا مجموعہ ہے۔ اور یقین کرنے والوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے" (پ۲۵ الجاثیہ آیت ۲۰) قرآن پاک بیشک ان لوگوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے جو قرآنی آیات میں غور و خوض کرتے ہیں، اور قرآن کی رو سے جو حق ہے اسکو مانتے ہیں جو باطل ہے اسکو چھوڑ دیتے ہیں، اور قرآن حق اور باطل میں فرق کرنے والا ہے، ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "اے رسول! اس نے تم پر سچی برحق کتاب نازل کی۔ جو آسمانی کتابیں پہلے سے اسکے سامنے

موجود ہیں۔ انکی تصدیق کرتی ہے۔ اُسنے اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے واسطے توریت و انجیل نازل کی۔ اور حق و باطل میں تمیز کرنے والی کتاب قرآن نازل کی" (پ۳ آلِ عمران آیت۳) لہٰذا قرآن کے ذریعہ حق و باطل میں تمیز پیدا کرکے حق کے ساتھ ہوجانا چاہیئے۔ ورنہ پھر قیامت کے دن پچھتانے اور افسوس کرنے سے نجات نہیں ملیگی!

مذکورہ بالا آیات کے ترجموں سے مندرجہ ذیل حقائق اخذ کیئے جا سکتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالےٰ ایمان لانے والوں کو مخاطب کرتا ہے کہ اللہ سے ڈرو جیسا کہ اللہ سے ڈرنے کا حق ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیجائے اور اُسکی نافرمانی نہ کیجائے۔ اُسکا ذِکر کیا جائے پھر بھلایا نہ جائے اور اُسکا شکر کیا جائے کفر نہ کیا جائے۔ اِسی صورت میں صرف مسلمان ہوکر مروگے۔ جب اللہ تعالیٰ کے احکامات جو قرآن پاک میں ہیں اُن سب پر ایمان بھی لائے اور اُن پر عمل بھی کرے۔

(۲) اگر اللہ تعالیٰ کے ایک بھی حکم سے رُوگردانی کی تو مسلمان ہوکر نہ مروگے جسکی مثال ابلیس موجود ہے کہ ایک حکم نہ مانا تو پھر راندۂ درگاہ ہوگیا اور اللہ کی نظر میں وہ کافر ہوگیا۔ اللہ سے جیسا ڈرنا چاہیئے تھا ویسا نہیں ڈرا اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی۔ جسکے کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔

(۳) اللہ تعالےٰ نصیحت فرماتا ہے کہ آپس میں نفاق پیدا نہ کرنا۔ اور نفاق نہ پیدا ہونے کا گر بھی بتلاتا ہے کہ دیکھو حبل اللہ کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رہوگے تو نفاق پیدا نہیں ہوگا اور آپس میں متفرق نہیں ہوگے گویا حبل اللہ کو پکڑے رہنے میں اتحاد اور چھوڑ دینے میں نفاق۔ مسلمانوں کا فرقوں فرقوں میں بٹ جانا اس بات کی دلیل ہے کہ حبل اللہ کو چھوڑ دیا گیا اور اللہ کے حکم کی نافرمانی کی گئی۔ حبل اللہ سے مراد قرآن ہے اور قرآن پاک نفاق یا اختلاف دور کرنے آیا ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اور ہم نے تم پر کتاب تو اسی لیے نازل کی تاکہ جن باتوں میں یہ لوگ جھگڑا کیئے ہیں اُنکو صاف صاف بیان کردو یہ کتاب ایمانداروں کیلئے ہدایت و رحمت ہے" (پ۱۴ نحل آیت۶۴) اِس آیت میں ارشادِ تعالیٰ نے بتلادیا۔ تمہارے اختلافات کا حل قرآن پاک میں بتلا دیا گیا ہے۔

(۴) اگر قرآن پاک ہی کو حبل اللہ تسلیم کرلیا گیا ہوتا۔ اور پھر قرآنی احکامات کی پیروی کی گئی ہوتی تو اتحاد و اتفاق مسلمانوں میں باقی رہا ہوتا۔ لیکن متفرق ہونے کی وجہ یہ ہوئی ہے۔ کہ الٰہی احکامات جو قرآن پاک میں ہیں اُن کی پیروی نہیں کی گئی اور خواہش نفسانی کی پیروی کی گئی۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "اور جو کچھ اللہ تعالےٰ نے نازل کیا تم اُس کے ساتھ انکے درمیان حکم کرو۔ اور انکی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔ اور اُنسے اس بات سے ڈرتا رہ کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اُس کے کسی حصّے سے تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ پس اگر وہ رُوگردانی کریں تو تم جان لو کہ ماسوا اس کے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ ان بعض گناہوں کے سبب انہیں مصیبت پہنچائے اور یقیناً آدمیوں میں سے اکثر ضرور نافرمان ہیں"۔ (پ۶ مائدہ آیت۴۹) تفسیر الفاسقون، تفسیر صافی صفحہ ۱۲۶ پر ہے کہ اس آیت

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے۔ چونکہ آنحضرت صلعم کی قوم نبوت کے اقرار سے رکتی تھی اور اسلام کی دعوت قبول کرنے میں جلدی نہ کرتی تھی۔ اس لیے خدا نے جتلا دیا کہ ان لوگوں میں ایماندار بہت کم ہیں۔ اور نافرمان بہت زیادہ پس یہ بات تم پر گراں نہ گزرے۔

(۵) جو لوگ نافرمان تھے انہوں نے اپنی خواہش نفسانی کی پیروی میں الہٰی احکام سے روگردانی کی۔ لیکن جو مومن تھے انہوں نے الہٰی احکام کو سنا اور دل سے مان لیا۔ ارشادِ ربُ العزت ہوتا ہے۔ "مسلمانوں کا قول جبکہ انہیں اللہ تعالےٰ اور اسکے رسول کیطرف بلایا جائے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے۔ یہ ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں" (پ۱۸ النور آیۃ۵۱) اگر سب مسلمان ایسے مومن ہوئے ہوتے تو متفرق نہ ہوئے ہوتے۔ اور سب فلاح پانے والے ہوتے۔ کاش! ایمان لانے والے متفرق نہ ہوئے ہوتے تو سب مومن ہوتے اور مسلمان ہو کر مرتے اور جنتی ہوتے

(۶) حبل اللہ کو تھام لینے سے متفرق نہیں ہونگے تو اللہ تعالےٰ ان کو بھی اسی آیت میں نعمت کہہ کر جتلاتا ہے جنکی وجہ سے مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق پیدا ہوا۔ اور مسلمان بھائی بھائی ہو گئے اس نعمت سے مراد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو حبل اللہ سے مراد بھی نبی اور امام ہی ہوئے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت کیلئے بھیجا ہے اور جنکی اطاعت و پیروی کا حکم دیا ہے جو راہِ حق کی رہبری اللہ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں۔ اور اللہ اور بندے کے درمیان یہی وسیلہ ہیں۔ اور اللہ نے اس وسیلے کو تلاش کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشادِ ربُ العزت ہوتا ہے "اے وہ لوگو! جو ایمان لا چکے ہو۔ خدا سے ڈرو۔ اور اسکی طرف پہنچنے کیلئے وسیلہ تلاش کرو۔ اور اسکی راہ میں جہاد کرو۔ تاکہ تم فلاح پا جاؤ" (پ۶ مایدہ آیۃ۳۵) ۔ یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے مل کر حبل اللہ کو نہیں تھاما جنکی اطاعت و پیروی کا حکم تھا انکے بجائے دوسروں کی پیروی کی۔ جس کی وجہ سے متفرق ہو گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ حبل اللہ کو کسے چھوڑا۔ تو اسکی وجہ ان لوگوں کو معلوم ہو گی جنہوں نے حبل اللہ کو چھوڑا تھا۔ یا پھر تو اللہ تعالیٰ ہے ہی سب چیزوں کا جاننے والا۔

ارشادِ ربُ العزت ہوتا ہے "اور انہوں نے پھوٹ ڈالی مگر بعد اسکے کہ انہیں علم آچکا تھا آپس کے حسد سے اور اگر تمہارے رب کی ایک بات نہ گذر چکی ہوتی۔ ایک مقررہ میعاد تک تو کب کا ان میں فیصلہ کر دیا ہوتا۔ اور بیشک وہ جو انکے بعد کتاب کے وارث ہوئے۔ وہ اس سے ایک دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں" (پ۲۵ شوریٰ آیۃ۱۴) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب کا ہے۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں۔ یعنی اہل کتاب نے اپنے انبیاء علیہم السّلام کے بعد دین میں اختلاف ڈالا کہ کسی نے توحید اختیار کی۔ کوئی کافر ہو گیا۔ وہ اس سے پہلے جان چکے تھے۔ کہ اس طرح اختلاف کرنا اور فرقہ فرقہ ہو جانا گمراہی ہے۔ لیکن باوجود اسکے انہوں نے یہ سب کچھ کیا۔ (۲) اور ریاست وناحق کی حکومت کے شوق میں (۳) عذاب کے موخر فرمانے کی (۴) یعنی روزِ قیامت تک (۵) کافروں پر

دنیا میں عذاب نازل فرما کر۔ (۶) یہود و نصاریٰ (۷) یعنی اپنی کتاب پر مضبوط ایمان نہیں رکھتے یا یہ معنی ہیں کہ وہ قرآن کی طرف سے یا سید عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

"اور پھوٹ جو ڈالی۔ سو سمجھ آچکنے پیچھے۔ آپس کی ضد سے۔ اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو نکل گئی ہے۔ تیرے رب سے ایک ٹھہرے وعدے تک۔ تو فیصلہ ہو جاتا ان میں۔ اور جس کو ہاتھ لگی ہے کتاب ان کے پیچھے۔ وہ دھوکے میں ہیں۔ اس سے جو چین نہیں دیتا" (پ۲۵ شوریٰ آیت ۱۴) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی صاحب کا ہے آپ تفسیر فرماتے ہیں۔ یعنی پہلے لوگ تو ضد سے اپنی بات ثابت کرنے کو کتاب کے معنی بدل گئے۔ اور پیچھے والے مختلف باتیں دیکھتے ہیں تو حیران ہوتے ہیں کہ معنی اس طرح یا اسکی طرف اختلاف بُرا ہے جن معنوں میں خلاف نکلتا ہو اور اگر کوئی طرح معنی کیئے جس میں خلاف نہیں نکلتا ہے اسکا معنیٰ نہیں۔ (جس طرح آپ کے ترجمے اور اور تفسیر سے کوئی کچھ نہیں سمجھ سکتا ہے) اور انہوں نے تفرقہ نہیں کیا مگر آپس کی ضد کی وجہ سے بعد اسکے ان کے پاس علم آگیا اور اگر تیرے پروردگار کی طرف سے ایک مقررہ مدت کے لیئے (مہلت دیئے جانے کا) حکم نہ آچکا ہوتا تو ضرور انکے درمیان فیصلہ کر دیا گیا ہوتا۔ اور یقیناً وہ لوگ جو انکے بعد کتاب کے وارث بنا دیئے گئے۔ وہ ضرور اس سے قلق میں ڈالنے والے شک میں پڑے ہوئے ہیں" (پ۲۵ شوریٰ آیت ۱۴) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ تفسیر صافی ص۴۵۱ پر بحوالہ تفسیر قمی منقول ہے کہ یہ کنایہ ان لوگوں سے ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کو توڑ دیا یعنی نافرمانی کی لاریب فیہ اس میں کوئی شک نہیں۔ اعتراض:۔ سوال یہ ہے کس کو شک نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس کے پڑھنے والوں کو شک نہیں تو غلط ہے کیونکہ خدا خود فرماتا ہے "وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ اور اگر تم اس سے شک میں ہو جو کچھ ہم نے اپنے بندے پر اتارا تو تم بھی ویسی ہی ایک سورت لے آؤ (پ۱ البقرۃ آیت ۲۳) اسی آیت سے کچھ آگے پھر یہ کس طرح صحیح ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ کتاب اللہ سے جن لوگوں کا خاص تعلق تھا۔ ان کو کبھی اس میں شک ہوا ہی نہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا ماسوا اسکے نہیں کہ مؤمن وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک نہ کیا" (پ۲۶ الحجرات آیت ۱۵)۔ یہ وہی مؤمنین تھے جو قرآن کے حقیقی وارث تھے۔ البتہ جو لوگ حقیقی وارث نہ تھے۔ لیکن خواہ مخواہ زبردستی وارث بن بیٹھے وہ ہمیشہ شک میں پڑے رہے چنانچہ خدا فرماتا ہے اَلَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝ (پ۲۵ شوریٰ آیت ۱۴) یعنی جو لوگ انکے بعد خواہ مخواہ زبردستی وارث بنائے گئے۔ وہ قرآن کے متعلق ہمیشہ شک میں پڑے رہے۔

مندرجہ بالا آیتوں کے ترجموں اور تفسیر میں غور و خوض کرنے سے ذیل کے نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالے کا حکم ہے کہ جبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رہو تو متفرق نہیں ہو گے۔ لیکن مسلمان متفرق ہو گئے۔ لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ مسلمان جبل اللہ کو چھوڑ کر متفرق ہوئے۔ مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ حسد کی وجہ سے فرقوں فرقوں میں مسلمان تقسیم ہو گئے۔ جن سے حسد کیا گیا وہی حبل اللہ ہیں۔ جبل اللہ سے حسد کیوں کیا گیا۔

ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ کیا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے۔ یقیناً ہم نے آلِ ابراہیمؑ کو کتاب و حکمت عطا فرمائی اور انہی کو ایک بہت بڑی سلطنت دی۔ (پ۵ النسأ آیت۵۴) تو گویا اللہ تعالے نے ابراہیم کی اولاد میں جنکو نبی اور امام بنایا۔ اور انکو کتاب و حکمت عطا فرمائی ان پاک ذات سے مسلمانوں نے حسد کیا اور ان کو چھوڑ کر متفرق ہو گئے۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوا آئمہ معصومین ہی جبل اللہ ہیں انکے پاس علم آچکا تھا کہ یہ جبل اللہ ہیں۔

اللہ تعالے نے حضرت علی علیہ السلام کو قرآن پاک میں طرح طرح سے کھول کھول کر پہچنوایا ہے۔ کبھی وَلی کبھی اولی الامر کبھی من عندہٗ علم الکتاب۔ کبھی راسخون فی العلم کبھی اوتوا العلم کبھی عروۃ الوثقیٰ کبھی جبل اللہ کبھی ہادی اور کبھی امام کبھی حق کبھی نعمت اور کبھی ذکر کے ناموں سے پہچنوا رہا ہے۔ اور رسولؐ نے کھول کھول کر انکو بیان کر دیا تھا۔ اور مسلمانوں نے جان بوجھ کر آن کو چھوڑ کر اللہ کے نافرمان بن گئے۔ اور متفرق ہو گئے۔

(۲) اللہ تعالے کے اِس حکم کی نافرمانی۔ اللہ تعالے کے نزدیک ناقابلِ معافی و تلافی ہے۔ تب ہی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر پہلے سے ایک مدت مقررہ کے لئے مہلت کا حکم نہ آچکا ہوتا تو انکی نافرمانی کی سزا انکو فی الفور مل جاتی۔

(۳) اللہ تعالیٰ اُن نافرمان لوگوں کو پہچنوا رہا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو خود ساختہ قرآن کے وارث بن بیٹھے اور قرآن کے بارے میں شک میں پڑے رہے۔ اس وجہ سے اللہ کے حکم سے رُوگردانی کر کے جبل اللہ کو چھوڑ کر متفرق ہو گئے۔ اور ان سے حسد کیا۔ اور حزب اللہ کے بنائے ہوئے اُولی الامر تھے۔ انکی اطاعت و پیروی کو چھوڑ کر خود اولی الامر بن بیٹھے۔ ریاست اور ناحق حکومت کے شوق میں جیسا کہ مولانا شاہ احمد رضا خانصاحب نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ قرآن پاک کے حقیقی وارث وہ ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے پھر ہم نے کتاب کا وارث اُن لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے مصطفےٰ کیا پس ان میں کچھ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ اور کچھ ان میں سے میانہ رو ہیں اور کچھ انہیں سے اللہ تعالیٰ کے اذن سے نیکوں میں آگے بڑھنے والے ہیں۔ یہ اللہ تعالے کا بہت بڑا فضل ہے۔ (پ۲۲ فاطر آیت ۳۲) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ اور ثنا الکتب کی تفسیر صافی صفحہ ۴۱۹ پر بحوالہ البصائر۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ پوری آیت اولادِ علیؑ اور فاطمہؑ (سادات) کی شان میں ہے۔ اور کافی

میں انہی حضرت سے منقول ہے کہ سابق بالخیرات تو امام ہیں۔ اور مقتصد وہ جو امام کی معرفت رکھتا ہے اور ظالم لنفسہٖ وہ جو معرفت امام سے بے بہرہ ہے۔ اور روایات میں یہ تینوں قسمیں موجود ہیں۔ جو اس آیت کی حقانیت کی دلیل ہے جنکو اللہ تعالیٰ نے من عندہٗ علم الکتاب، اوتوا العلم اور راسخون فی العلم فرمایا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندے ہیں اور وہ محمد و آل محمد علیہم السلام ہیں۔ لہٰذا یہی قرآن پاک کے وارث اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں وہ آئمہ معصومینؑ ہیں جنکو کتاب کا علم دیا گیا ہے۔ وہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہدایت کرنے والے ہیں۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "کہہ دو کہ گواہی کے لیے سب سے بڑی چیز کونسی ہے۔ کہہ دو میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔ اور یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اسکے ذریعے تمہیں ڈراؤں اور میرے بعد وہ ڈرائے جسکو یہ قرآن پہنچے" (پ۷ انعام آیت ۱۹) تفسیر و من بلغ تفسیر صافی صفحہ ۱۵۲ پر بحوالہ تفسیر مجمع البیان و کافی و تفسیر عیاشی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ من بلغ آلِ محمدؐ میں سے امام ہوتا رہیگا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد قرآن پاک کے ذریعے لوگوں کو اسی طرح ڈرائے گا۔ جس طرح آنحضرت صلعم ڈرایا کرتے تھے۔ اور احکامِ خدا اسی طرح پہنچاتا رہیگا جس طرح آنحضرت صلعم پہنچاتے تھے۔

جو قرآن پاک کے وارث اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنائے گئے ہیں وہی آنحضرتؐ کے بعد قرآن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق ہدایت کرنے والے ہوئے لہٰذا وہی نبی کے وصی و جانشین اور خلیفہ ہیں جو حاملِ علم الٰہی ہیں۔ ایک جاہل نبی کا وصی و جانشین اور خلیفہ نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ نہ رسول جتنی وہ بصیرت رکھتا ہے اور نہ ہی علم رکھتا ہے۔ لہٰذا ایسا شخص کارِ رسالت انجام نہیں دے سکتا ہے۔ قرآن میں نبی کے وصی و جانشین و خلیفہ کو طرح طرح سے پہچنوایا جا رہا ہے۔ صراطِ مستقیم قرآن کا وارث دکھلاتا ہے۔ ارشاد ربّ العزت ہوتا ہے۔ "اور وہ لوگ جو علم دئے گئے ہیں۔ کہ جو کچھ تیرے پروردگار کی طرف سے تیری طرف نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے اور وہ سب پر غالب قابل حمد اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے" (پ۲۲ سبا آیت ۶) اللہ تعالیٰ نے بتلادیا کہ جنکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم عطا ہوتا ہے۔ وہی بعد رسول ڈرانے والے ہیں یعنی رسول کے وصی و جانشین اور خلیفہ ہیں۔ اور وہی اللہ کے سیدھے راستے کی طرف ھدایت کرنے والے ہیں۔ اور یہ علم والے محمدؐ و آل محمد علیہم السلام ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کیطرف سے تو آنحضرت صلعم کے خلیفہ حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ اب یہ دعا کرنا عبث ہے کہ اے اللہ ہمیں صراطِ مستقیم دکھا۔ اللہ تعالیٰ نے نعمت والے بندے کو بھی دکھلادیا اور کھلم کھلا طرح طرح سے پہچنوادیا اب اللہ تعالیٰ کے نعمت والے بندوں کو پہچانکر جو صراطِ مستقیم پر نہیں آتا ہے تو یہ اسکا ذاتی فعل ہے۔ جس کی اس کو جزا اور سزا ملتی ہے۔

جنکو اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت عطا کیا انسے لوگوں نے حسد کیا اور انکو چھوڑکر دین الٰہی میں نیا رستہ

نکالا۔ تو دیکھنا چاہیئے کہ کہیں ہم ایسے نافرمان بندوں کی پیروی تو نہیں کر رہے ہیں۔ ایسی کھلی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی کیوں لوگوں نے کی۔ تو اس سوال کا جواب مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب فرماتے ہیں کہ ریاست اور ناحق حکومت کے شوق میں اُنکا یہ شوق تو پورا ہو گیا لیکن خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ انہی لوگوں کے بارے میں ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "پس اندیشہ ہے کہ اگر تم حاکم ہو گئے تو تم زمین میں فساد کرو گے۔ اپنے رشتوں کو قطع کرو گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔ پھر انکو بہرا کر دیا اور انکی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ پس کیا وہ قرآن میں تدبّر نہیں کرتے یا انکے دل پر قفل ہیں" (پ ۲۶ محمد آیۃ ۲۲ تا ۲۴) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے تفسیر فرماتے ہیں۔ عَسَیْتُمْ۔ ادہ۔ توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔ عسیٰ جو افعال مقاربہ میں سے ہے اُسکا ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر قاضی شوکانی نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اس پر حرفِ استفہام (یعنی ھل) کو امر متوقع کے ثبوت کے لیئے داخل کیا گیا ہے یعنی یہ بتلانا ہے کہ یہ بات ہو کر رہے گی (فتح القدیر جلد ۵ ص ۲۳۶ طبع مصر ۱۳۴۹ھ لغات القرآن نعمانی جلد ۴ ص ۳۱۰ اور تفسیر صافی ص ۴۶۲ پر بحوالہ تفسیر قمی امام زین العابدین علیہ السلام سے ایک حدیث کے ضمن میں منقول ہے کہ تمہیں قطع رحم کرنے والے کی دوستی سے بچنا چاہیئے کہ میں نے کتاب خدا میں اس پر تین موقعوں پر لعنت پائی ہے ایک تو یہی آیت ہے اور دوسری اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ ...... الخ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پختہ ہونے کے بعد توڑ ڈالتے ہیں اور جسکو ملائے جانے کا حکم دیا ہے اُسے قطع کرتے ہیں۔ اور زمین میں فساد کرتے ہیں یہی ہیں جنکے لیئے لعنت ہے اور انکے لیئے آخرت کے گھر کی خرابی ہے" (پ ۱۳ رعد آیۃ ۲۵) اور تیسرے فرمایا اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ ...... الخ جو لوگ خدا کے عہد و پیمان کو مضبوط ہو جانے کے بعد توڑ ڈالتے ہیں۔ اور توڑ ڈالتے ہیں اس رشتے کو جسکے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں۔ یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں" (پ ۱ البقرہ آیۃ ۲۷) تو کیا تمہارے یہ لچھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ۔ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔ اور انہیں حق سے بہرہ کر دیا۔ اور اُن کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ تو کیا وہ قرآن کو سوچتے نہیں۔ یا بعض دلوں پر انکے قفل لگے ہیں" (پ ۲۶ محمد آیۃ ۲۲ تا ۲۴) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب کا ہے۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں (۱) رشوتیں لو ظلم کرو۔ آپس میں لڑو۔ ایک دوسرے کو قتل کرو۔ (۲) مفسد (۳) کہ راہِ حق نہیں دیکھتے (۴) جو حق کو پہچانیں (۵) کفر کے کہ حق کی بات انہیں پہنچنے ہی نہیں پاتی۔ تو پھر تم سے یہ بھی توقع ہے۔ اگر تم کو حکومت ہو۔ کہ خرابی ڈالو ملک میں اور توڑو اپنے ناطے۔ ایسے لوگ وہی ہیں جن کو پھٹکارا اللہ نے پھر کر دیا ان کو بہرے اور اندھی کی انکی آنکھیں۔ کیا دھیان نہیں

کرتے قرآن میں؟ یا دلوں پر زنگ رہے ہیں انکے قفل۔" (پ ۲۶ محمد آیت نمبر ۲۲ تا ۲۴) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی صاحب کا ہے۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں (۱) یعنی آرزو کرتے ہو جہاد کی جان سے تنگ ہو کر۔ اور اگر اللہ تم ہی کو غالب کرے تو فساد نہ کریو۔ (۲) یعنی حکومت کے غرور میں ظلم کرنے لگے۔ پھر کسی کا سمجھایا نہ سمجھے۔ (۳) یعنی منافق قرآن کو نہیں سمجھے کہ جہاد میں کتنے فایدے ہیں۔ اور اقرار ایمان سے پھرے جاتے ہیں کہ لڑائی میں نہ جاویں گے دیر تک جیویں گے

"اے منافقو! تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں خرابی کرنے لگو۔ اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے۔ اور انکے کانوں کو بہرا اور انکی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔ بھلا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے۔ یا ان کے دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔ (پ ۲۶ محمد آیت ۲۲ تا ۲۴) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خانصاحب کا ہے آپ تفسیر فرماتے ہیں (۱) یعنی اگر تم کو مقدور ہو تو حق اور دوستی اپنے کنبہ کو موقوف کرو۔ اور لڑائی اور دشمنی شروع کر دو (۲) یعنی وہ لوگ بُرے ہیں جو سچی بات نہیں سنتے اور اندھے ہیں دل کی آنکھوں سے جو معجزے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیکھتے ہیں اور یقین نہیں لاتے۔

مندرجہ ذیل بالا آیتوں کے ترجموں اور تفسیروں سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں۔

(۱) وہ منافقین لوگ جو اللہ تعالیٰ کے واضح احکامات کی نافرمانی کرنے لگے تھے۔ اور حسد کی وجہ سے حبل اللہ کو چھوڑ دیا تھا۔ جسکو مضبوطی سے تھامے رکھنے کا حکم تھا تاکہ متفرق نہ ہو۔ تو ان لوگوں کو اللہ تعالےٰ مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تم جس ریاست اور ناحق کی حکومت کے شوق میں گرے ہوئے ہو۔ تو وہ جب تم لوگوں کو مل جائیگی تو تم لوگ ضرور ملک میں فساد برپا کرو گے اور باہم صلہ رحمی کا جو حکم دیا گیا ہے وہ توڑ دو گے اللہ تعالےٰ تو غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ اور وہ منافقوں کے دلی ارادوں اور منصوبوں سے اچھی طرح آگاہ تھا۔ لہذا ان کے دلوں میں جو چھپا ہوا تھا راز اُس کو اللہ تعالےٰ نے ظاہر کر دیا۔ تاکہ اپنے بُرے ارادوں سے باز آجائیں۔ اور نصیحت پکڑنے والے نصیحت پکڑ لیں۔"

(۲) پس جن لوگوں نے نصیحت نہیں پکڑی۔ اللہ تعالےٰ کی نافرمانی صرف دنیاوی جاہ و حشم کے لیے ریاست اور ناحق کی حکومت قائم کرنے کے شوق میں بہرے اور اندھے ہو گئے کہ نہ حق بات سنتے اور نہ حق کو دیکھتے۔ تو اللہ تعالےٰ ایسی زبردستی کی ریاست اور نہ حق کی حکومت قائم کرنے والوں پر لعنت کرتا ہے۔ انہی کو اللہ تعالیٰ نے طاغوت کہا ہے جو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا گویا لوگوں کو ہدایت سے نکال کر گمراہی میں ڈالتے ہیں۔ جس حاکم وقت پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے تو پھر اللہ تعالےٰ ایسے حاکموں کی اطاعت کو مسلمانوں پر کیسے فرض کر سکتا ہے۔ اللہ کی نظر میں اس آیت کی رو سے حاکم وقت کو اولی الامر نہیں کہا جا سکتا ہے جیسا کہ درباری ملاؤں نے ترجمہ کیا ہوا ہے۔

(۳) اس آیت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے جن کو اُولی الامر بنایا تھا اور فرمایا تھا کہ اللہ کی اطاعت کرو۔ رسول کی اطاعت کرو اور اُولی الامر کی اطاعت کرو۔ تو منافقوں نے اس اُولی الامر کی اطاعت توڑ دی اور بعد رسول زبردستی کی سیاست اور حکومت قائم کرکے خود حاکم بن کر بیٹھ گئے اور اُولی الامر کا ترجمہ قرآن پاک میں درباری ملاؤں نے حاکم وقت کردیا جس کی کوئی دلیل یا سند نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ تعالیٰ تو سب کا خالق ہے۔ اور ربّ العالمین ہے۔ رسول کو اللہ نے رحمۃ العالمین بنایا اور جن و انس کا رسول بنایا۔ تو اوُلی الامر بھی تو نبی کا وصی و جانشین یا خلیفہ ہوگا جو رسول کی زندگی میں ہوتا ہے وہی نبی کا سچا پیرو اور ناصر و مددگار ہوتا ہے تو کوئی اُولی الامر تھا جس کی اطاعت کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا تو یہ ماننا پڑے گا کہ بعد رسول مقبول لوگوں نے اُولی الامر کی اطاعت سے انکار کرکے خود حاکمِ وقت بن کر بیٹھ گئے۔ جو اللہ تعالیٰ کے کلام کی حقانیت کی دلیل ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کی باتوں کا جاننے والا ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کو منافقوں کی سوجھ بوجھ پر تعجب ہوتا ہے اور سوال کرتا ہے کہ کیا یہ لوگ قرآن پاک میں غور و تدبر نہیں کرتے۔ یعنی قرآن پاک میں غور و فکر کرتے تو گمراہ نہ ہوتے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انکے دلوں پر قفل لگا ہوا ہے۔ یعنی گمراہی سے نکل کر ہدایت کی طرف یہ لوگ آہی نہیں سکتے ہیں۔ اگر قرآن پاک کی آیتوں میں تدبر کرتے تو انکو حق و باطل میں فرق نظر آجاتا۔ اور حق کے ساتھ ہوجاتے اور باطل کو چھوڑ دیتے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ط یعنی اور اس نے حق و باطل میں فرق کرنے والا قرآن نازل کیا (پ آل عمران آیت) کافی میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ قرآن تو ساری کتاب ہے اور فرقان اس کا وہ حصہ ہے جو محکم اور واجب العمل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جنکی اطاعت و پیروی کا حکم دیا ہے انکی اطاعت و پیروی کرنی چاہیئے۔ کسی غیر کی پیروی نہیں کرنی چاہیئے۔ ارشاد ربّ العزت ہوتا ہے۔ "جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا اسکی پیروی کرو اور اُسکو چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو تم میں بہت تھوڑے ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں۔" (پ اعراف آیت) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔

"اے وہ لوگو! اس پر چلو جو تمہاری طرف تمہارے ربّ کے پاس سے آتا ہے۔ اور اسے چھوڑ کر اور حاکموں کے پیچھے نہ جاؤ بہت ہی کم سمجھتے ہیں"۔ (پ اعراف آیت) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب کا ہے

مذکورہ بالا آیت اللہ تعالیٰ نے بتلادیا کہ جنکی اطاعت و پیروی کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری طرف آیا ہے اُسی کی اطاعت و پیروی کرو خود ساختہ حاکم کی اطاعت و پیروی نہ کرو۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتلادیا کہ میری اس نصیحت کو بہت تھوڑے سمجھتے ہیں اللہ کی نصیحت کو سمجھنے والوں اور نہ سمجھنے

والوں کا جو حشر قیامت کے دن ہوگا اُنکے بارے میں ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے۔ جس دن بعض چہرے سفید نورانی ہونگے اور کچھ مُنہ کالے ہو جائینگے۔ پس وہ لوگ جن کے چہرے کالے ہو جائینگے (اُنسے کہا جائیگا) کیا تم اپنا ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے۔ پس اب عذاب کا مزہ چکھو اُس کے بدلے میں جو تم کفر کرتے تھے۔ اور رہے وہ لوگ جن کے چہرے سفید نورانی ہونگے۔ پس وُہ اللہ تعالےٰ کی رحمت میں ہونگے وہ ہمیشہ اُسی میں رہنے والے ہیں"۔ (پ۴ آلِ عمران آیت ۱۰۶-۱۰۷) قیامت کے دن اُولی الامر کے پیروکار کے چہرے نورانی اور حاکمِ وقت کی پیروی کرنے والوں کے چہرے سیاہ ہونگے۔ اللہ تعالےٰ ایمان لانے والوں کو جنکی اطاعت و پیروی کا حکم دیتا ہے انکو ہی ہماری ھدایت کے لئے اپنی طرف سے بھیجا ہے اور اِن پاک ہستیوں کو طرح طرح سے پہچنوایا ہے۔ اِس آیت میں اللہ تعالےٰ انکی صفات کے ذریعے سے پہچنواتا ہے۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے" تم بہترین اُمت ہو۔ جو لوگوں کی ہدایت کے لیے پیدا کی گئی ہو۔ تم اچھے کاموں کے کرنے کا حکم دیتے ہو۔ اور برائی سے منع کرتے ہو۔ اور اللہ تعالےٰ پر ایمان لاتے ہو۔ اور اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آئے ہوتے تو اُنکے لیے بہت اچھا ہوتا۔ اور اُن میں سے کچھ مومن ہیں اور بہت زیادہ نافرمان ہیں"۔ (پ۴ آلِ عمران آیت ۱۱۰) تم بہتر ہو ان سب اُمتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اور اگر کتابی ایمان لاتے تو اُنکا بھلا تھا۔ ان میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ کافر۔ (پ۴ آلِ عمران آیت ۱۱۰) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب کا ہے آپ تفسیر فرماتے ہیں۔

(۱) اے اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شانِ نزول یہودیوں میں سے مالک بن صیف اور وہب ابن یہودا نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہم تم سے افضل ہیں۔ ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے جسکی تم ہمیں دعوت دیتے ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ترمذی کی حدیث حدیث میں ہے۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ میری اُمت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ تعالےٰ کا دستِ رحمت جماعت پر ہے۔ جو جماعت سے جدا ہوا دوزخ میں گیا۔ (یہ حدیث قرآنی آیات کے خلاف ہے) مندرجہ بالا آیت کے ترجموں اور تفسیر سے ذیل کے حقائق عیاں ہوتے ہیں۔

(۱) خداوندِ عالم نے جس بہترین جماعت کا اِس آیۂ مجیدہ میں ذکر فرمایا ہے اس بہترین اُمت یا جماعت سے مراد پوری اُمتِ مسلمہ نہیں ہے کیونکہ پوری اُمت مسلمہ ہدایت کے لیے پیدا نہیں کی گئی ہے ان میں مومن اور منافق دونوں شامل ہیں بلکہ اُمت مسلمہ کی ھدایت کے لئے جنکو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اس سے مراد آئمہ معصومینؑ ہیں جنکو اللہ تعالےٰ نے پیدا ہی کیا ہے ھدایت کرنے کیلئے۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے "اور ہم نے اُن کو امام (پیشوا) بنایا کہ ہمارے حکم سے اُنکی ھدایت کرتے ہیں۔ اور ہم نے اُنکے پاس نیک

کام کرنے اور زکواۃ دینے کی وحی بھیجی تھی اور یہ سب ہماری عبادت کیا کرتے تھے" (پ۱۷ انبیاء آیت ۷۳) لہٰذا وہ بہترین اُمّت یا گروہ یا جماعت آئمہ معصومینؑ ہیں جو حامل علم الٰہی ہونے کی وجہ سے لوگوں کی ھدایت اللہ تعالیٰ کے حکم کیمطابق کرتے ہیں۔ امام کے پاس بھی فرشتے احکامات لے کر آتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ اس آیت میں فرماتا ہے۔ اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ شب قدر والی رات کو فرشتے اللہ تعالےٰ کے احکام لیکر نازل ہوتے رہتے ہیں یہانتک کہ فجر کا وقت آجاتا ہے۔ لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ کوئی امام وقت موجود ہے جس کے پاس فرشتے احکام خدا لے کر آتے ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے غیب میں رکھا ہوا ہے اور وہ امام مہدی آخرالزمان علیہ السّلام ہیں جنکو ہر مسلمان قیامت کی نشانی سمجھتا ہے۔ ابلیس غیب میں رہ کر لوگوں کو گمراہ کر سکتا ہے تو اسی طرح امام برحق بھی غیب میں رہ کر لوگوں کی ھدایت کرتے ہیں۔ جو غیب پر ایمان رکھنے والے ہیں وہی اللہ تعالےٰ کی غیب کی باتوں پر ایمان لائیں گے اور انہی کو بغیر دیکھے حق الیقین حاصل ہوگا۔

(۲) آئمہ معصومین علیہم السّلام ہی وہ بہترین اُمّت یا جماعت ہیں۔ جو نیکی کا حکم کرتے ہیں اور بُرائی سے روکتے ہیں۔ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب ترمذی شریف کی ایک حدیث کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ اس بہترین جماعت پر اللہ تعالےٰ کا دستِ رحمت ہے اور جو جماعت سے جدا ہوا دوزخ میں گیا۔ لیکن مولانا مذکور نے جماعت سے مُراد پوری اُمّت مسلمہ لیا ہے۔ جو ممکن ہی نہیں ہے۔ اُنہی میں مومن و منافق فاسق و فاجر سب موجود ہیں۔ ساری اُمّت ہادی نہیں ہوسکتی ہے۔

جن کو اللہ تعالےٰ نے بہترین اُمّت پیدا کیا ہے لوگوں کی ھدایت کے لیئے۔ اور وہ اللہ تعالےٰ کے حکم کیمطابق راہِ حق کی ھدایت کرنے والے ہیں۔ لہٰذا وہی امام برحق حکومتِ الٰہیہ قائم کرسکتے ہیں۔ جسمیں اللہ تعالےٰ کے احکام کی حکمرانی ہو۔ غیر تو جیسی حکومت ناحق کی قائم کرتے ہیں انکا ذکر میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔ الٰہی حکومت قائم کرنے والوں کے بارے میں ارشاد ربّ العزت ہوتا ہے۔ "یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر انھیں زمین پر تمکین دیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکواۃ دیں اور نیک کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور معاملات کا انجام تو اللہ تعالےٰ ہی کے لیے ہے" (پ۱۷ الحج آیت ۴۱) ترجمہ سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ کی تفسیر صافی ص۳۳۱ پر بحوالہ تفسیر قمی امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ یہ ساری آیت آلِ محمدؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور امام مہدی آخرالزماں علیہ السلام اور آنکے اصحاب کو اللہ تعالےٰ زمین کے مشرق و مغرب کا مالک کردیگا۔ اور دین کو غلبہ دے گا اور انکے اور انکے اصحاب کے ذریعے بدعت اور باطل کو مٹادے گا جس طرح ان بدعتیوں نے حق کو مٹانا چاہا تھا۔ یہاں تک کہ دکھائی نہ دیگا کہ ظلم کہاں ہے وہ نیکیوں کا حکم دیں گے اور بُرائیوں سے روکیں گے۔

وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیں۔ تو نماز برپا رکھیں اور زکواۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں۔ اور اللہ ہی کے لیے سب کاموں کا انجام ہے "۔ (پ۱۷ الحج آیت ۴۱) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب کا ہے۔ تفسیر فرماتے ہیں۔ (۱) اور انکے دشمنوں کے مقابل انکی مدد فرمائیں۔ (۲) اسمیں خبر دی گئی ہے کہ آئندہ مہاجرین کو زمین میں تصرف عطا فرمانے کے بعد انکی سیرتیں ایسی پاکیزہ رہینگی اور وہ دین کے کاموں میں اخلاص کیساتھ مشغول رہینگے اس میں خلفائے راشدین محدثین کے عدل اور انکے تقوی و پرہیزگاری کی دلیل ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمکین و حکومت عطا فرمائی اور سیرتِ عادلہ عطا کی۔

مذکورہ بالا آیت کے ترجموں اور تفسیروں سے ذیل کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔

(۱) آیت میں تو اللہ تعالیٰ اس بہترین جماعت کا ذکر کر رہا ہے جو آئمہ معصومین ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ھدایت کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔ جو نماز قائم کرنے والے ہیں اور زکواۃ دینے والے ہیں۔ اور جو بھلے کام کا حکم کرنے والے ہیں اور برے کاموں سے منع کرنے والے ہیں۔ نہ تو مہاجرین میں سے کوئی ان پاکیزہ صفات کے حامل تھے اور نہ یہ آیت مہاجرین کی حکومت کے بارے میں ہے۔ مہاجرین میں صاحبان ایمان بھی اور منافقین بھی تھے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جنکو اللہ تعالیٰ نے ھدایت کے لیے پیدا کیا تھا اور نہ ہی اسکے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن پاک میں کوئی سند ہی موجود ہے۔

(۲) مہاجرین نے تو خود بڑی عجلت میں سقیفہ میں جمع ہو کر اپنا سردار چن لیا اور اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ اور حکومت قائم کرنے کے چکر میں ایسا الجھے کہ آنحضرتؐ کے کفن دفن میں بھی شریک نہ ہوئے۔ اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو ایمان لانے والوں کو حکم پہلے ہی دے دیا تھا کہ اللہ کی اطاعت کرو رسول کی اطاعت کرو۔ اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔ اللہ تعالیٰ نے جس اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا ہے وہی نبی کا وصی جانشین اور خلیفہ ہوتا ہے نبی کی حیات میں موجود ہوتا ہے نبی کا خلیفہ بھی اللہ ہی منتخب کرتا ہے یہ اختیار امت کو نہیں ہے۔ جیسا اس سے پہلے آچکا ہے۔ بہر حال نبی کی زندگی میں اولی الامر موجود تھا لیکن منافقین اس پر ایمان نہیں لائے۔ اس لیے آنحضرتؐ کی زندگی میں ہی اولی الامر کی اطاعت و پیروی نہیں کرتے تھے۔

ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ اور جب انکے پاس امن اور خوف کی کوئی بات آئی۔ انہوں نے اسکو مشہور کر دیا۔ اور اگر وہ اسے رسول تک اور اولی الامر (اللہ کے امر والے ہیں) اُن تک پہنچاتے تو وہ بات کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ وہ اسکی حقیقت کو جان جاتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل نہ ہوتا اور اسکی رحمت بھی نہ ہوتی تو بہت تھوڑوں کے سوا تم سب شیطان کی پیروی کر لیتے "۔ (پ۵ النسا آیت ۸۳) تو اس

آیت سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اللہ کیطرف سے بھیجا ہوا اوُلی الامر موجود تھا دوسرے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ نبیؐ اور نبیؐ کا وصیؐ یا اوُلی الامر دونوں حامل علم الٰہی ہوتے ہیں جو ہر چیز کی حقیقت کا استنباط کرسکتے ہیں۔ تیسرے، آنحضرتؐ کی حیات ہی میں لوگ اوُلی الامر کی اطاعت و پیروی سے گریزاں تھے۔ چوتھے یہ کہ اللہ کے اس حکم سے جس نے بھی انکار کیا اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کو شیطان کا پیروکار کہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جس اوُلی الامر کی اطاعت کا حکم دیا تھا بعد رسولِ مقبولؐ کے سقیفہ بنی ساعدہ میں کھل کر انکار کیا گیا۔ اور آج علماء جان بوجھ کر اور عام مسلمان انجان میں اللہ کے بنائے ہوئے اوُلی الامر کا انکار اور حاکم وقت کی اطاعت و پیروی کا اقرار کرتے ہیں۔ حاکم وقت کی اطاعت آہستہ آہستہ غلامی میں بدل دی گئی۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ نے اپنے اسی خیال کو اپنے شعر میں بیان فرمایا ہے۔ وہ بھی خلافت کو منصوص من اللہ ہی سمجھتے تھے۔ ؎

چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت
حریت را زہر اندر کام ریخت۔

(۳) زور اور زبردستی کی حکومت قائم کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورہ محمدؐ (آیت ۲۲ تا ۲۴) میں بیان کر دیا ہے جو اس سے پہلے ہی زیر بحث آچکی ہے۔

(۴) یہ آیت آئمہ معصومینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور وہی اللہ تعالیٰ کے مصطفیٰ بندے ہیں جو حاملِ علمِ الٰہی ہوتے ہیں۔ اور اللہ کے حکم کے بموجب راہِ حق کی ہدایت کرتے ہیں۔ اور وہی ان صفات کے حامل ہیں اور ایسی حکومت الٰہیہ جیسی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ویسی حکومت اللہ کے لئے، اوُلی الامر جو نبیؐ کے وصی و خلیفہ ہیں وہی قائم کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی خواہشِ نفس کی پیروی نہیں کرتے ہیں بلکہ وہ وہی چاہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔ "اور تم نہیں چاہتے ہو۔ مگر وہی جو اللہ تعالیٰ جہانوں کا پروردگار چاہتا ہے۔" (پ۳۰ التکویر آیۃ ۲۹) گویا محمدؐ و آلِ محمدؐ صرف اللہ تعالیٰ کے احکام کے تابع تھے اپنی یا دوسرں کی خواہشات کے تابع نہ تھے۔ جو اپنی اور لوگوں کی خواہشات کے تابع ہو گا وہ ہرگز ہرگز حکومت الٰہیہ قائم نہیں کر سکتا۔ حضرت علی علیہ السلام کا حضرت عمرؓ کے بعد انکارِ خلافت اسکا بیّن ثبوت ہے کہ آئمہ معصومین اللہ کی مرضی کے تابع ہیں وہ نہ اپنی خواہشات کے تابع تھے اور نہ ہی دوسروں کی خواہشات کے تابع تھے۔ حضرت علی علیہ السلام کی خاموشی کو حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے حق میں متصور کیا جاتا ہے۔ حضرت علیؑ کی خاموشی مشیت ایزدی کے تحت تھی۔ کیونکہ یہ اپنی یا کسی دوسرے کی خواہش کی پیروی

کرنے والے ہی نہ تھے۔ اللہ تعالےٰ نے انکو امام ہی اس لیے بنایا کہ یہ صبر کرنے والے تھے۔ دوسرے اللہ تعالےٰ نے انکو حکم دیا کہ تم معاف کرتے رہو۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "(اے رسول) کہہ دو اُن لوگوں سے جو ایمان لاچکے کہ وہ ان لوگوں کو معاف کرتے رہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے تاکہ وہ (اللہ تعالیٰ) اُن لوگوں کو اس کا بدلہ دے جو وہ کمایا کرتے تھے" (پ ۲۵ الجاثیہ آیہ ۱۴) محمدؐ وآلِ محمدؐ کے خاموش رہنے یا صبر کرنے یا معاف کرتے رہنے کو دوسرے کے حق بجانب ہونے کی دلیل نہیں ٹھہرا سکتے اس سے تو صرف اتنا ہے دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے فیصلہ تو حق و باطل کا قیامت کے دن ہوگا۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "اللہ تعالےٰ تمہارے درمیان قیامت کے دن اِن باتوں کے بارے میں فیصلہ کر دیگا جن میں تم اختلاف کرتے تھے" (پ ۱۷ الحج آیہ ۶۹) اس لئے قرآن کی رُو سے جو حق ہے اسکو حق مانو۔ اور قرآن کی رو سے جو باطل ہے اسکو باطل مانو۔ اپنی خواہشات کو اپنی عقل کے تابع کرلو۔ اور اپنی عقل کو اپنی یا غیر کی خواہشات کے تابع نہ ہونے دو۔ تب ہی حق و باطل کو جدا جدا پہچان سکوگے۔ ورنہ اندھی تقلید سے باہر نہیں نکل سکوگے۔

اللہ تعالےٰ تو خود کتنا بڑا رحمٰن اور رحیم ہے اور اپنی مخلوق کی بُرائیوں بداعمالیوں اور اپنے احکام کی خلاف ورزیوں سے درگزر کرتا چلا آرہا ہے۔ اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں لیا جاسکتا کہ اللہ کے نافرمان بندے اگر ہماری نظر میں اچھے ہیں تو اللہ کی نظر میں بھی اچھے ہیں ان لوگوں کے بارے میں ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "بیشک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور ظلم کیا۔ اللہ تعالےٰ کا یہ کام نہیں ہے کہ ان کو بخشے اور نہ یہ کہ انہیں کسی راستے پر پہنچائے سوائے جہنم کے راستہ کے جس میں وہ ہمیشہ رہینگے" (پ ۶ النساء آیہ ۱۶۸،۱۶۹) ایمان لانے والوں کو اللہ کے نافرمان بندوں کی اطاعت و پیروی نہیں کرنی چاہئے۔ جو اپنی اور دوسروں کی خواہشات کے تابع ہوکر اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی کرتے ہیں۔ جو ایسوں کی پیروی کرے گا قیامت کے دن اُنہی کے ساتھ محشور ہوگا۔

حضرت علی علیہ السّلام نے اپنے چند سالہ دورِ حکومت میں حکومتِ الٰہیہ قائم کی۔ آپؑ نے جو مکتوب تحریر کیئے تھے اُن سے یہ واضح ہے کہ الٰہی حکومت وہی قائم کرسکتے ہیں جنکو خدا کا خوف ہوگا۔ جو اللہ کے احکام پر خود بھی چلیں اور دوسروں کو بھی چلائیں جنمیں اپنی یا دوسروں کی خواہشات کو قطعی عمل دخل نہ ہو وہ وہی چاہتے ہوں جو اللہ تعالےٰ چاہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ آئمہ برحق کے لیے فرماتا ہے کہ اگر انہیں زمین پر تمکین دیں یعنی قابو دیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ اور نیک کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں۔ آپ حضرت علی علیہ السّلام کے خطبات، مکتوبات کو نہج البلاغہ میں پڑھیں تو اللہ تعالےٰ نے اُن پاک ہستیوں کی جو صفات قرآن میں بیان کی ہیں۔ انکی تصدیق انکے قول و فعل سے ہو جاتی ہے اور جو علین

اللہ تعالیٰ کی منشا اور حکم کے مطابق ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت مالک اشترؓ گورنر مصر کو ایک خط تحریر کیا تھا اس خط کو میں نقل ذیل کرتا ہوں جو کہ مملکت پاکستان خداداد کے سربراہان حکومت اور بڑے بڑے حاکموں کیلئے مشعلِ راہ ہے۔ چونکہ سب کے دل و دماغ پر مادیت کا اتنا دبیز پردہ پڑا ہوا ہے، کہ اس عہد نامے کے بموجب حکومت چلانا ممکن نہیں ہے۔ ہاں اس عہد نامہ کو پڑھ کر خدا کا خوف غالب آجائے۔ جو مادیت کے پردے کو چاک کر ڈالے تو کچھ اُمید کی جاسکتی ہے۔" (عہد نامہ ۵۳) اس دستاویز کو د مالکِ اشتر نخعی رحمۃ اللہ کیلئے تحریر فرمایا ہے، جبکہ محمدؐ بن ابوبکرؓ کے حالات بگڑ جانے پر انھیں مصر اور اسکے اطراف کی حکومت سپرد کی۔ یہ سب سے طویل عہد نامہ اور امیر المومنینؑ کے توقیعات میں سب سے زیادہ محاسن پر مشتمل ہے۔:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

یہ ہے وہ فرمان جس پر کاربند رہنے کا حکم دیا ہے۔ ایک اسلامی مملکت کے گورنر کو، تاکہ وہ ان ھدایت کے مطابق حکومت چلائے، تاکہ دنیا اور عقبہ دونوں جہاں میں اپنے معبود کی خوشنودی حاصل کر سکے "خدا کے بندے علیؑ امیر المومنین نے مالک بن حارث اشترؓ کو جب "مصر" کا انھیں والی بنایا۔ تاکہ وہ خراج جمع کریں۔ دشمنوں سے لڑیں، رعایا کی فلاح و بہبود اور شہروں کی آبادی کا انتظام کریں۔:۔ انہیں حکم ہے کہ، اللہ کا خوف کریں۔ اُسکی اطاعت کو مقدم سمجھیں۔ اور جن فرائض و سنن کا اُس نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے اُنکا، اتباع کریں، کہ انھی کی پیروی سے سعادت اور انھی کے ٹھکرانے اور برباد کرنے سے بدبختی دامنگیر ہوتی ہے۔ اور یہ کہ اپنے دل اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے اللہ کی نصرت میں لگے رہیں۔ کیونکہ خدائے بزرگ و برتر نے ذمہ لیا ہے کہ جو اسکی نصرت کریگا۔ وہ اسکی مدد کریگا۔ اور جو اسکی حمایت کیلئے کھڑا ہو، وہ اُسے عزت و سرفرازی بخشے گا۔

اس کے علاوہ انھیں حکم ہے کہ وہ نفسانی خواہشوں کے وقت اپنے نفس کو کچلیں اور اسکی مُنہ زوریوں کے وقت، اُسے روکیں۔ کیونکہ نفس برائیوں ہی کی طرف لے جانے والا ہے۔ مگر یہ کہ خدا کا لطف و کرم شاملِ حال ہو۔

"اے مالکؓ! اس بات کو جانے رہو کہ تمھیں ان علاقوں کی طرف بھیج رہا ہوں کہ جہاں تم سے پہلے عادل اور ظالم کئی حکومتیں گذر چکی ہیں۔ اور لوگ تمہارے طرزِ عمل کو اُسی نظر سے دیکھیں گے

جس نظر سے تم اپنے اگلے حکمرانوں کے طور طریقے کو دیکھتے رہے ہو، اور تمہارے بارے میں بھی وہی کہیں گے جو تم ان حکمرانوں کے بارے میں کہتے ہو۔ یہ یاد رکھو کہ خدا کے نیک بندوں کا پتہ چلتا ہے اسی نیک نامی سے جو انہیں بندگانِ الٰہی میں خدا نے دے رکھی ہے۔ لہٰذا ہر ذخیرے سے زیادہ پسند تمہیں نیک اعمال کا ذخیرہ ہونا چاہیئے۔ تم اپنی خواہشوں پر قابو رکھو۔ اور جو مشاغل تمہارے لیے حلال نہیں ہیں۔ ان میں صرف کرنے سے اپنے نفس کیساتھ بخل کرو۔ کیونکہ نفس کے ساتھ بخل کرنا ہی اُسکے حق کو ادا کرنا ہے۔ چاہے وہ خود اسے پسند کرے یا ناپسند۔ رعایا کے لیے اپنے دل کے اندر رحم و رافت اور لطف و محبت کو جگہ دو۔ انکے لیے پھاڑ کھانے والا درندہ نہ بن جاؤ۔ کہ انہیں نگل جانا غنیمت سمجھتے ہو اس لیے کہ رعایا میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو تمہارے دینی بھائی اور دوسرے تمہارے جیسی مخلوق خدا۔ انکی لغزشیں بھی ہونگی۔ خطاؤں سے بھی انہیں سابقہ پڑے گا۔ اور انکے ہاتھوں سے جان بوجھ کر یا بھولے چوکے سے غلطیاں بھی ہونگی۔ تم ان سے اسی طرح عفو و درگزر سے کام لینا۔ جس طرح اللہ سے اپنے لیے عفو و درگزر کو پسند کرتے ہو۔ اس لیے کہ تم ان پر حاکم ہو۔ اور تمہارے اوپر تمہارا امام حاکم ہے اور جس (امام) نے تمہیں والی بنایا ہے اس کے اوپر اللہ ہے اور اُس نے تم سے ان لوگوں کے معاملات کی انجام دہی چاہی ہے۔ اور انکے ذریعہ تمہاری آزمائش کی ہے اور دیکھو، خبردار اللہ سے مقابلہ کے لیے نہ اترنا اس لیے کہ اُسکے غضب کے سامنے تم بے بس ہو۔ اور اسکے عفو و رحمت سے بے نیاز نہیں ہو سکتے تمہیں کسی کو معاف کر دینے پر پچھتانا اور سزا دینے پر اترانا نہیں چاہیئے۔ غصہ میں جلد بازی سے کام نہ لو جبکہ اسکے ٹال دینے کی گنجائش ہو کبھی یہ نہ کہنا کہ میں حاکم بنایا گیا ہوں، لہٰذا میرے حکم کے آگے سر تسلیم خم ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ دل میں فساد پیدا کرنے۔ دین کو کمزور بنانے۔ اور بربادیوں کو قریب لانے کا سبب ہے۔ اور کبھی حکومت کی وجہ سے تم میں غرور یا تمکنت پیدا ہو۔ تو اپنے سے بالاتر اللہ کے ملک کی عظمت کو دیکھو۔ اور خیال کرو کہ وہ تم پر وہ قدرت رکھتا ہے کہ جو خود تم اپنے آپ پر نہیں رکھتے ہو۔ یہ چیز تمہاری رعونت و سرکشی کو دبا دے گی۔ اور تمہاری طغیانی کو روک دے گی۔ اور تمہاری کھوئی ہوئی عقل کو پلٹا دے گی۔

خبردار! کبھی اللہ کے ساتھ اُسکی عظمت میں نہ ٹکراؤ۔ اور اُسکی شان اور جبروت سے ملنے کی کوشش نہ کرو۔ کیونکہ اللہ ہر جبار و سرکش کو نیچا دکھاتا ہے۔ اور ہر مغرور کے سر کو جھکا دیتا ہے۔ اپنی ذات کے بارے میں اور اپنے خاص عزیزوں اور رعایا میں سے اپنے دل پسند افراد کے معاملے میں حقوق اللہ اور حقوق الناس کے متعلق بھی انصاف کرنا۔ کیونکہ اگر تم نے

ایسا نہ کیا تو ظالم ٹھہرو گے۔ اور جو خدا کے بندوں پر ظلم کرتا ہے تو بندوں کے بجائے اللہ اس کا حریف اور دشمن بن جاتا ہے۔ اور جس کا وہ حریف و دشمن ہو اس کی ہر دلیل کو کچل دے گا۔ اور وہ اللہ سے برسرِ پیکار رہے گا۔ یہاں تک کہ باز آئے اور توبہ کرے۔ اور اللہ کی نعمتوں کو سلب کرنے والی اور اس کی عقوبتوں کو جلد بلاوا دینے والی کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ ظلم پر باقی رہا جائے۔ کیونکہ اللہ مظلوموں کی پکار سنتا ہے۔ اور ظالموں کے لیے موقع کا منتظر رہتا ہے۔

تمہیں سب طریقوں سے زیادہ وہ طریقہ پسند ہونا چاہیئے جو حق کے اعتبار سے بہترین انصاف کے لحاظ سے سب کو شامل اور رعایا کے زیادہ سے زیادہ افراد کی مرضی کے مطابق ہو کیونکہ عوام کی ناراضگی خواص کی رضامندی کو بے اثر بنا دیتی ہے۔ اور خاص کی ناراضگی عوام کی رضامندی کے ہوتے ہوئے نظر انداز کی جا سکتی ہے۔ اور یہ یاد رکھو کہ رعیت میں خاص سے زیادہ کوئی ایسا نہیں کہ جو خوشحالی کے وقت حاکم پر بوجھ بننے والا مصیبت کے وقت امداد سے کترا جانے والا۔ انصاف پر ناک بھوں چڑھانے والا۔ طلب و سوال کے موقعے پر پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ جانے والا۔ بخشش پر کم شکر گزار ہونے والا۔ محروم کر دیئے جانے پر بمشکل عذر سننے والا۔ اور زمانے کی ابتلاؤں پر بے صبری دکھانے والا ہو اور دین کا مضبوط سہارا۔ مسلمانوں کی قوت اور دشمن کے مقابلے میں سامان دفاع یہی امت کے عوام ہوتے ہیں۔ لہٰذا تمہاری پوری توجہ اور تمہارا پورا رخ انہی کی جانب ہونا چاہیئے۔ اور تمہاری رعایا میں تم سے سب سے زیادہ دور اور سب سے زیادہ تمہیں ناپسند وہ ہونا چاہیئے جو لوگوں کی عیب جوئی میں زیادہ لگا رہتا ہو۔ کیونکہ لوگوں میں عیب تو ہوتے ہی ہیں، حاکم کیلئے انتہائی شایان یہ ہے کہ ان پر پردہ ڈالے۔ لہٰذا جو عیب تمہاری نظروں سے اوجھل ہوں انہیں نہ اچھالنا کیونکہ تمہارا کام انہی عیبوں کو مٹانا ہے کہ جو تمہارے اوپر ظاہر ہوں اور جو چھپے ڈھکے ہوں انکا فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے جہاں تک بن پڑے عیبوں کو چھپاؤ تاکہ اللہ بھی تمہارے ان عیبوں کی پردہ پوشی کرے۔ جنہیں تم رعیت سے پوشیدہ رکھنا چاہتے ہو۔ لوگوں سے کینہ کی ہر گرہ کو کھول دو اور دشمنی کی ہر رسی کو کاٹ دو۔ اور ہر ایسے رویے سے جو تمہارے لیے مناسب نہیں بے خبر بن جاؤ اور چغلخور کی جھٹ سے ہاں میں ہاں نہ ملاؤ۔ کیونکہ وہ فریب کار ہوتا ہے۔ اگرچہ خیر خواہوں کی صورت میں سامنے آتا ہے

اپنے مشورہ میں کسی بخیل کو شریک نہ کرنا۔ کہ وہ تمہیں دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے سے روکے گا۔ اور فقر و افلاس کا خطرہ دلائے گا۔ اور نہ کسی بزدل سے مہمات میں مشورہ لینا

کہ تمہاری ہمت پست کر دیگا۔ اور نہ کسی لالچی سے مشورہ کرنا کہ وہ ظلم کی راہ سے مال بٹورنے کو تمہاری نظروں میں سج دے گا۔ یاد رکھو! کہ بخل، بزدلی، اور حرص اگرچہ الگ الگ خصلتیں ہیں۔ مگر اللہ سے بدگمانی ان سب میں شریک ہے۔ تمہارا سب سے بدتر وزیر وہ ہوگا جو تم سے پہلے بدکرداروں کا وزیر۔ اور گناہوں میں انکا شریک رہ چکا ہے اس قسم کے لوگوں کو تمہارے مخصوصین میں سے نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ گنہگاروں کے معاون اور ظالموں کے ساتھی ہوتے ہیں۔ انکی جگہ تمہیں ایسے لوگ مل سکتے ہیں۔ جو تدبیر و رائے اور کارگردگی کے اعتبار سے انکے مثل ہونگے مگر ان کی طرح گناہوں کی گرانباریوں میں دبے ہوئے نہ ہوں۔ جنھوں نے نہ کسی ظالم کی اسکے ظلم میں مدد کی ہو۔ اور نہ کسی گنہگار کا اس کے گناہ میں ہاتھ بٹایا ہو انکا بوجھ تم پر ہلکا ہوگا اور یہ تمہارے بہترین معاون ثابت ہونگے۔ اور تمہاری طرف محبت سے جھکنے والے ہونگے اور تمہارے علاوہ دوسروں سے ربط ضبط نہ رکھیں گے۔ انہی کو تم خلوت و جلوت میں اپنا مصاحب خاص ٹھہرانا۔ پھر تمہارے نزدیک ان میں زیادہ ترجیح ان لوگوں کو ہونا چاہیئے کہ جو حق کی کڑوی باتیں تم سے کھل کر کہنے والے ہوں۔ اور ان چیزوں میں کہ جنھیں اللہ اپنے مخصوص بندوں کے لیئے ناپسند کرتا ہے۔ تمہاری بہت کم مدد کرنے والے ہوں چاہے وہ تمہاری خواہشوں سے کتنی ہی میل کھاتی ہوں۔ پرہیزگاروں اور راستبازوں سے اپنے کو وابستہ رکھنا پھر انہیں اس کا عادی بنانا کہ وہ تمہارے کسی کارنامے کے بغیر تمہاری تعریف کر کے تمھیں خوش نہ کریں کیونکہ زیادہ مدح سرائی غرور پیدا کرتی ہے۔ اور سرکشی کی منزل سے قریب کر دیتی ہے۔ اور تمہارے نزدیک نیکوکار اور بدکردار دونوں برابر نہ ہوں۔ اس لیے کہ ایسا کرنے سے نیکوں کو نیکی سے بے رغبت کرنا ہے۔ اور بدوں کو بدی پر آمادہ کرنا ہے۔ ہر شخص کو اسی کی منزل پر رکھو۔ جس کا وہ مستحق ہے اور اس بات کو یاد رکھو کہ حاکم کو اپنی رعایا پر پورا اعتماد اسی وقت کرنا چاہیئے جب کہ وہ ان سے حسن سلوک کرتا ہو۔ اور ان پر بوجھ نہ لادے۔ اور انہیں ایسی ناگوار چیزوں پر مجبور نہ کرے جو انکے بس میں نہ ہوں تمہیں ایسا رویہ اختیار کرنا چاہیئے کہ اس حسن سلوک سے تمہیں رعیت پر پورا اعتماد ہو سکے۔ کیونکہ یہ اعتماد تمہاری طویل اندرونی الجھنوں کو ختم کر دیگا۔ اور سب سے زیادہ تمہارے اعتماد کے مستحق وہ ہیں جنکے ساتھ تم نے اچھا سلوک کیا ہو۔ اور سب سے زیادہ بے اعتمادی کے مستحق وہ ہیں جن سے تمہارا برتاؤ اچھا نہ رہا ہو۔

اور دیکھو! اس اچھے طور طریقے کو ختم نہ کرنا کہ جس پر اس اُمت کے بزرگ چلتے رہے ہیں۔ اور جس سے اتحاد و یکجہتی پیدا اور رعیت کی اصلاح ہوتی ہے اور ایسے طریقے ایجاد نہ کرنا کہ جو پہلے طریقوں کو کچھ ضرر پہنچائیں اگر ایسا کیا تو نیک روش کے قائم کر جانے والوں

کو ثواب تو ملتا رہے گا۔ مگر انہیں ختم کر دینے کا گناہ تمہاری گردن پر ہو گا۔ اور اپنے شہروں کے اصلاحی امور کو مستحکم کرنے اور ان چیزوں کے قائم کرنے میں کہ جن سے اگلے لوگوں کے حالات مضبوط رہے تھے۔ علماء اور حکماء کے ساتھ باہمی مشورہ اور بات چیت کرتے رہنا۔ اور تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ رعایا میں کئی طبقے ہوتے ہیں جنکی سود و بہبود ایک دوسرے سے وابستہ ہوتی ہے وہ ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ ان میں سے ایک طبقہ وہ ہے جو اللہ کی راہ میں کام آنے والے فوجیوں کا ہے۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جو عمومی اور خصوصی تحریروں کا کام انجام دیتا ہے۔ تیسرا انصاف کرنے والے قضاۃ کا ہے۔ چوتھا حکومت کے وہ عمال جن سے امن اور انصاف قائم ہوتا ہے۔ پانچواں خراج دینے والے مسلمان اور جزیہ دینے والے ذمیوں کا چھٹا تجارت پیشہ و اہل حرفہ کا۔ ساتواں فقراء و مساکین کا وہ طبقہ ہے کہ جو سب سے پست ہے اور اللہ نے ہر ایک کا حق معین کر دیا۔ اور اپنی کتاب یا سنتِ نبوی میں اسکی حد بندی کر دی اور وہ مکمل دستور ہمارے پاس محفوظ ہے۔

(پہلا طبقہ) فوجی دستے یہ بحکم خدا رعیت کی حفاظت کا قلعہ فرمارواؤں کی زینت دین و مذہب کی قوت اور امن کی راہ ہیں۔ رعیت کا نظم و نسق انہی سے قائم رہ سکتا ہے۔ اور فوج کی زندگی کا سہارا وہ خراج ہے جو اللہ نے اس کے لیے معین کیا ہے کہ جس سے وہ دشمنوں سے جہاد کرنے میں تقویت حاصل کرتے اور اپنی حالت کو درست بناتے اور ضروریات کو بہم پہنچاتے ہیں۔ پھر ان دونوں طبقوں کے نظم و بقا کیلئے تیسرے طبقے کی ضرورت ہے کہ جو قضاۃ، عمال اور منشیانِ دفاتر کا ہے۔ کہ جنکے ذریعے باہمی معاہدوں کی مضبوطی اور خراج اور دیگر منافع کی جمع آوری ہوتی ہے اور معمولی اور غیر معمولی معاملوں میں انکے ذریعے وثوق اور اطمینان حاصل کیا جاتا ہے۔ اور سب کا دارومدار سوداگروں اور صناعوں پر ہے کہ وہ انکی ضروریات کو فراہم کرتے ہیں۔ بازار لگاتے ہیں۔ اور اپنی کاوشوں سے انکی ضروریات کو مہیا کر کے انہیں خود مہیا کرنے سے آسودہ کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد پھر فقیروں اور ناداروں کا طبقہ ہے جنکی اعانت و دستگیری ضروری ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ان سب کے گزارے کی صورتیں پیدا کر رکھی ہیں۔ اور ہر طبقے کا حاکم پر حق قائم ہے۔ کہ وہ ان کے لیے اتنا مہیا کرے جو انکی حالت درست کر سکے اور حاکم خدا کے ان تمام ضروری حقوق سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ مگر اسی صورت میں کہ پوری طرح کوشش کرے۔ اور اللہ سے مدد مانگے

اور اپنے کو حق پر ثابت و برقرار رکھے اور چاہے اُسکی طبیعت پر آسان ہو یا دُشوار بہرحال اس کو برداشت کرے۔ فوج کا سردار اُس کو بنانا جو اپنے اللہ کا اور رسُول کا اور تمہارے امام کا سب سے زیادہ خیر خواہ ہو۔ سب سے زیادہ پاک دامن ہو۔ اور بردباری میں نمایاں ہو۔ جلد غصّے میں نہ آجاتا ہو۔ عذر معذرت پر مطمئن ہو جاتا ہو۔ کمزوروں پر رحم کھاتا ہو۔ طاقتوروں کے سامنے اکڑ جاتا ہو۔ نہ بدخوئی اُسے جوش میں لے آتی ہو اور پست ہمتی اُسے بٹھا دیتی ہو۔ پھر ایسا ہونا چاہیئے کہ تم بلند خاندان نیک گھرانے اور عمدہ روایات رکھنے والوں اور ہمت و شجاعت اور جود و سخاوت کے مالکوں سے اپنا ربط و ضبط بڑھاؤ کیونکہ یہی لوگ بزرگیوں کا سرمایہ اور نیکیوں کا سرچشمہ ہوتے ہیں۔ پھر انکے حالات کی اس طرح دیکھ بھال کرنا، جس طرح ماں باپ اپنی اولاد کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ اگر انکے ساتھ کوئی ایسا سلوک کرو۔ کہ جو انکی تقویت کا سبب ہو تو اسے بڑا نہ سمجھنا اور اپنے کسی معمولی سلوک کو بھی غیر اہم نہ سمجھ لینا کہ اُسے چھوڑ بیٹھو کیونکہ اس حسن سلوک سے انکی خیر خواہی کا جذبہ ابھرے گا۔ اور حسنِ اعتماد میں اضافہ ہوگا۔ اور اس خیال سے کہ تم نے انکی بڑی ضرورتوں کو پورا کر دیا ہے کہیں انکی چھوٹی ضرورتوں سے آنکھ بند نہ کر لینا کیونکہ یہ چھوٹی قسم کی مہربانی کی بات بھی اپنی جگہ فائدہ بخش ہوتی ہے اور وہ بڑی ضرورتیں اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہیں۔ اور فوجی سرداروں میں تمہارے یہاں وہ بلند منزلت سمجھا جائے جو فوجیوں کی اعانت میں برابر کا حصّہ لیتا ہو اور اپنے روپے پیسے سے اتنا سلوک کرتا ہو کہ جس سے انکا اور انکے پیچھے رہ جانے والے بال بچّوں کا بخوبی گزارا ہو سکتا ہو تاکہ وہ ساری فکروں سے بے فکر ہو کر پوری یکسوئی کے ساتھ دشمن سے جہاد کریں اس لئے کہ فوجی سرداروں کے ساتھ تمہارا مہربانی سے پیش آنا انکے دلوں کو تمہاری طرف موڑ دیگا۔

حکمرانوں کیلئے سب سے بڑی آنکھوں کی ٹھنڈک اسمیں ہے کہ شہروں میں عدل و انصاف برقرار رہے۔ اور رعایا کی محبت ظاہر ہوتی رہے۔ اور انکی محبت اسی وقت ظاہر ہوا کرتی ہے کہ جب انکے دلوں میں میل نہ ہو۔ اور انکی خیر خواہی اسی صورت میں ثابت ہوتی ہے کہ وہ اپنے حکمرانوں کے گرد حفاظت کا گھیرا ڈالے رہیں۔ اور انکے اقتدار کو سر کا بوجھ نہ سمجھیں اور نہ انکی حکومت کے خاتمے کیلئے گھڑیاں گنیں۔ لہٰذا انکی امیدوں میں وسعت و کشائش رکھنا۔ انھیں اچھے لفظوں سے سراہتے رہنا۔ اور ان میں کے اچھی کارکردگی دکھانے والوں کے کارناموں کا تذکرہ کرتے رہنا۔ اس لئے کہ انکے اچھے کارناموں کا ذکر بہادروں کو جوش میں لے آتا ہے اور پست ہمتوں کو اُبھارتا ہے۔ انشاءاللہ جو شخص جس کارنامے کو انجام دے اُسے پہچانتے رہنا اور ایک کا کارنامہ دوسرے کی طرف منسوب نہ کر دینا۔ اور اسکی حُسن کارکردگی کا صلہ دینے میں کمی نہ کرنا۔ اور کبھی ایسا نہ کرنا کہ کسی شخص کی بلندی و رفعت کی وجہ سے اسکے معمولی کام کو بڑا سمجھ لو۔ اور کسی کے بڑے کام کو اسکے خود پست ہونے کی وجہ سے معمولی قرار دے لو۔ جب ایسی مشکلیں تمہیں پیش آئیں کہ جن کا حل نہ ہو سکے اور ایسے معاملات کہ جو مشتبہ ہو جائیں۔ تو ان میں اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو۔ کیونکہ خدا نے جن لوگوں کو ہدایت کرنا چاہی ہے ان کیلئے

فرمایا ہے: "اے ایماندارو! اللہ کی اطاعت کرو اور اسکے رسول کی اور انکی جو تم میں صاحبانِ امر ہیں" تو اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسکی کتاب کی محکم آیتوں پر عمل کیا جائے اور رسول کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپکے ان متفق علیہ ارشادات پر عمل کیا جائے جنمیں کوئی اختلاف نہیں۔"

پھر یہ کہ لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرنے کیلئے ایسے شخص کو منتخب کرو جو تمہارے نزدیک تمہاری رعایا میں سب سے بہتر ہو جو واقعات کی پیچیدگیوں سے ضیق میں نہ پڑ جاتا ہو۔ اور نہ جھگڑا کرنے والوں کے رویے سے غصہ میں آتا ہو۔ نہ اپنے کسی غلط نقطہ نظر پر اڑتا ہو۔ اور نہ حق کو پہچان کر اُسکے اختیار کرنے میں طبیعت پر بار محسوس کرتا ہو۔ نہ اسکا نفس ذاتی طمع پر جھک پڑتا ہو۔ اور نہ بغیر پوری طرح چھان بین کئے ہوئے سرسری طور پر کسی معاملہ کو سمجھ لینے پر اکتفا کرتا ہو۔ شک وشبہ کے موقعہ پر قدم روک لیتا ہو اور دلیل وحجت کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہو۔ فریقین کی بحثا بحثی سے اُکتا نہ جاتا ہو۔ معاملات کی تحقیق میں بڑے صبر وضبط سے کام لیتا ہو۔ اور جب حقیقت آئینہ ہو جاتی ہو تو بے دھڑک فیصلہ کر دیتا ہو۔ وہ ایسا ہو جسے سراہنا مغرور نہ بنائے اور ناتا جنبہ داری پر آمادہ نہ کرے۔ اگرچہ ایسے لوگ کم ہی ملتے ہیں۔ پھر یہ کہ تم خود اُنکے فیصلوں کا بار بار جائزہ لیتے رہنا دل کھول کر انہیں اتنا دینا کہ جو اُنکے ہر عذر کو غیر مسموع بنا دے۔ اور لوگوں کی انہیں کوئی احتیاج نہ رہے۔ اپنے یہاں انہیں ایسے باعزت مرتبہ پر رکھو کہ تمہارے دربار میں لوگ انہیں ضرر پہنچانے کا کوئی خیال نہ کر سکیں تاکہ وہ تمہارے التفات کی وجہ سے لوگوں کی سازش سے محفوظ رہیں۔ اس بارے میں انتہائی بالغ نظری سے کام لینا۔ کیونکہ (اس سے پہلے) یہ دین بدکرداروں کے پنجے میں اسیر رہ چکا ہے جس میں نفسانی خواہشوں کی کارفرمائی تھی، اور اُسے دنیا طلبی کا ایک ذریعہ بنالیا گیا تھا۔

پھر اپنے عہدہ داروں کے بارے میں نظر رکھنا انکو خوب آزمائش کے بعد منصب دینا کبھی صرف رعایت اور جانبداری کی بناء پر انھیں منصب عطا نہ کرنا۔ اس لئے کہ یہ باتیں ناانصافی اور بے ایمانی کا سرچشمہ ہیں۔ اور ایسے لوگوں کو منتخب کرنا جو آزمودہ وغیرت مند ہوں۔ ایسے خاندانوں میں سے جو اچھے ہوں۔ اور جنکی خدمات اسلام کے سلسلہ میں پہلے سے ہوں۔ کیونکہ ایسے لوگ بلند اخلاق اور بے داغ عزت والے ہوتے ہیں۔ حرص وطمع کی طرف کم جھکتے ہیں۔ اور عواقب ونتائج پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔ پھر انکی تنخواہوں کا معیار بلند رکھنا۔ کیونکہ اس سے انھیں اپنے نفوس کے درست رکھنے میں مدد ملے گی۔ اور اس مال سے بے نیاز رہیں گے۔ جو انکے ہاتھوں میں بطورِ امانت ہوگا اسکے بعد بھی وہ تمہارے حکم کی خلاف ورزی یا امانت میں رخنہ اندازی کریں تو تمہاری حجت اُن پر

قائم ہوگی پھر انکے کاموں کو دیکھتے بھالتے رہنا اور سچے اور وفادار مخبروں کو ان پر چھوڑ دینا۔ کیونکہ خفیہ طور پر انکے امور کی نگرانی انھیں امانت کے برتنے اور رعیت کے ساتھ نرم رویہ رکھنے کی باعث ہوگی، خائن مددگاروں سے اپنا بچاؤ کرتے رہنا۔ اگر ان میں سے کوئی خیانت کی طرف ہاتھ بڑھاتے اور متفقہ طور پر جاسوسوں کی اطلاعات تم تک پہنچ جائیں۔ تو شہادت کیلئے بس اسے کافی سمجھنا۔ اسے جسمانی طور پر سزا دینا اور جو کچھ اس نے اپنے عہدہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سمیٹا ہے۔ اُسے واپس لینا۔ اور اسے ذلت کی منزل پر کھڑا کر دینا۔ اور خیانت کی رسوائیوں کے ساتھ اُسے روشناس کرانا اور ننگ و رسوائی کا طوق اسکے گلے میں ڈالدینا۔"

مالگذاری کے معاملہ میں مالگذاری ادا کرنے والوں کا مفاد پیش نظر رکھنا، کیونکہ "باج" اور باجگذاروں کی بدولت ہی دوسروں کے حالات درست کئے جاسکتے ہیں۔ سب اسی خراج اور خراج دینے والوں کے سہارے پر جیتے ہیں۔ اور خراج کی جمع آوری سے زیادہ زمین کی آبادی کا خیال رکھنا، کیونکہ خراج بھی تو زمین کی آبادی ہی سے حاصل ہوسکتا ہے۔ اور جو آباد کئے بغیر خراج چاہتا ہے وہ ملک کی بربادی اور بندگانِ خدا کی تباہی کا سامان کرتا ہے۔ اور اسکی حکومت تھوڑے دنوں سے زیادہ نہیں رہ سکتی۔"

اب اگر وہ خراج کی گراں باری یا کسی آفتِ ناگہانی یا نہری و بارانی علاقوں میں ذرائع آب پاشی کے ختم ہونے یا زمین کے سیلاب میں گھر جانے یا سیرابی کے نہ ہونے کے باعث اسکے تباہ ہونے کی شکایت کریں تو خراج میں اتنی کمی کردو، جس سے تمہیں انکے حالات سدھرنے کی توقع ہو۔ اور انکے بوجھ کو ہلکا کرنے سے تمہیں گرانی نہ محسوس ہو۔ کیونکہ انہیں زیرباری سے بچانا ایک ایسا ذخیرہ ہے کہ جو تمہارے ملک کی آبادی اور تمہارے قلمرو حکومت کی زیب و زینت کی صورت میں تمہیں پلٹا دینگے۔ اور اسکے ساتھ تم ان سے خراجِ تحسین اور عدل قائم کرنے کی وجہ سے مسرت بے پایاں بھی حاصل کرسکو گے۔ اور اپنے اس حسن سلوک کی وجہ سے کہ جسکا ذخیرہ تم نے انکے پاس رکھدیا ہے تم (آڑے وقت پر) انکی قوت کے بل بوتے پر بھروسہ کرسکو گے اور رحم و رافت کے جلو میں جس سیرت عادلانہ کا تم نے انھیں خوگر بنایا ہے اس کے سبب سے تمہیں ان پر وثوق و اعتماد ہوسکے گا۔ اسکے بعد ممکن ہے کہ ایسے حالات بھی پیش آئیں کہ جن میں تمہیں ان پر اعتماد کرنے کی ضرورت ہو تو وہ انہیں بطیب خاطر جھیل لیجائینگے۔ کیونکہ ملک آباد ہے تو جیسا بوجھ اس پر لادو گے وہ اٹھا لیگا۔ اور زمین کی تباہی تو اس سے آتی ہے کہ کاشتکاروں کے ہاتھ تنگ ہوجائیں اور انکی تنگ دستی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ حکام مال و دولت کے سمیٹنے پر تل جاتے ہیں۔ اور انھیں اپنے اقتدار کے ختم ہونے کا کھٹکا لگا رہتا ہے اور عبرتوں سے کم فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔"

پھر یہ کہ اپنے منشیانِ دفاتر کی اہمیت پر نظر رکھنا، اپنے معاملات انکے سپرد کرنا جو انمیں بہتر ہوں۔ اور اپنے ان فرامین کو جنمیں مخفی تدابیر اور (مملکت کے) رموز و اسرار درج ہوتے ہیں، خصوصیت کے ساتھ انکے حوالے کرنا جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے مالک ہوں۔ جنھیں اعزاز کا حاصل ہونا سرکش نہ بنائے۔ کہ وہ بھری محفلوں میں تمہارے خلاف کچھ کہنے کی جرأت کرنے لگیں، اور ایسے بے پرواہ نہ ہوں کہ لین دین کے بارے میں جو تم سے متعلق ہوں تمہارے کارندوں کے خطوط تمہارے سامنے پیش کرنے اور انکے مناسب جوابات روانہ کرنے میں کوتاہی کرتے ہوں۔ اور وہ تمہارے حق میں جو معاہدہ کریں انمیں کوئی خامی نہ رہنے دیں۔ اور نہ تمہارے خلاف کسی ساز باز کا توڑ کرنے میں کمزوری دکھائیں۔ اور وہ معاملات میں اپنے صحیح مرتبہ اور مقام سے ناآشنا نہ ہوں۔ کیونکہ جو اپنا صحیح مقام نہیں پہچانتا وہ دوسروں کے قدر و مقام سے اور بھی زیادہ ناواقف ہوگا۔ پھر یہ کہ انکا انتخاب تمہیں اپنی فراست خوش اعتمادی اور حسن ظن کی بناء پر نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ لوگ تصنع اور حسن خدمات کے ذریعہ حکمرانوں کی نظروں میں سما کر تعارف کی راہیں نکال لیا کرتے ہیں۔ حالانکہ انمیں ذرا بھی خیر خواہی اور امانتداری کا جذبہ نہیں ہوتا۔ لیکن تم انھیں ان خدمات سے پرکھو جو تم سے پہلے وہ نیک حاکموں کے تحت رہ کر انجام دے چکے ہوں، تو جو عوام میں نیک نام اور امانتداری کے اعتبار سے زیادہ مشہور ہوں انکی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ کرو۔ اس لئے کہ ایسا کرنا انکی دلیل ہوگا۔ کہ تم اللہ کے مخلص اور اپنے امام کے خیر خواہ ہو۔ تمہیں ہر محکمہ تحریر کے ہر شعبہ پر ایک ایک افسر مقرر کرنا چاہیئے جو اس شعبہ کے بڑے سے بڑے کام سے عاجز نہ ہو۔ اور کام کی زیادتی سے بوکھلا نہ اٹھے۔ یاد رکھو! کہ ان منشیوں میں جو بھی عیب ہوگا اور تم اس سے آنکھ بند رکھوگے۔ اسکی ذمہ داری تم پر ہوگی۔

پھر تمہیں تاجروں اور صناعوں کے خیال اور انکے ساتھ اچھے برتاؤ کی ہدایت کی جاتی ہے اور تمہیں دوسروں کو انکے متعلق ہدایت کرنا ہے۔ خواہ وہ ایک جگہ رہ کر بیوپار کرنے والے ہوں یا پھیری لگا کر بیچنے والے ہوں یا جسمانی مشقت (مزدوری) یا دستکاری سے کمانے والے ہوں۔ کیونکہ یہی لوگ منافع کا سرچشمہ ہیں۔ اور ضروریات کے مہیا کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں یہ لوگ ان ضروریات کو خشکیوں، تریوں، میدانی علاقوں اور پہاڑوں ایسے دور افتادہ مقامات سے درآمد کرتے ہیں اور ایسی جگہوں سے کہ جہاں لوگ پہنچ نہیں سکتے اور نہ وہاں جانے کی ہمت کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ امن پسند اور صلح جو ہوتے ہیں ان سے کسی فساد اور شورش کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ یہ لوگ تمہارے سامنے ہوں یا جہاں جہاں دوسرے شہروں میں پھیلے ہوتے ہوں تم انکی خبرگیری کرتے رہنا، ہاں اسکے ساتھ یہ بھی یاد رکھو کہ انمیں ایسے بھی ہوتے ہیں جو انتہائی تنگ نظر اور بڑے کنجوس ہوتے ہیں۔ جو نفع اندوزی کیلئے مال روک رکھتے ہیں۔ اور اونچے نرخ معین کر لیتے ہیں۔ یہ چیز عوام کے لئے،

نقصان دہ اور حکام کی بدنامی کا باعث ہوتی ہے، لہٰذا ذخیرہ اندوزی سے منع کرنا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے اور خرید و فروخت صحیح ترازوؤں اور مناسب نرخوں کے ساتھ بسہولت ہونا چاہیئے کہ نہ بیچنے والے کو نقصان ہو، اور نہ خریدنے والے کو خسارہ ہو، اسکے بعد بھی کوئی ذخیرہ اندوزی کے جرم کا مرتکب ہو۔ تو اسے مناسب حد تک سزا دینا۔ پھر خصوصیت کے ساتھ اللہ کا خوف کرنا، پسماندہ و افتادہ طبقہ کے بارے میں جنکا کوئی سہارا نہیں ہوتا۔ وہ مسکینوں، محتاجوں، فقیروں اور معذوروں کا طبقہ ہے۔ ان میں کچھ تو ہاتھ پھیلا کر مانگنے والے ہوتے ہیں۔ اور کچھ کی صورت ہی سوال ہوتی ہے۔ اللہ کی خاطر ان بے کسوں کے بارے میں اسکے اس حق کی حفاظت کرنا جسکا اس نے تمہیں ذمہ دار بنایا ہے۔ انکے لئے ایک حصہ بیت المال سے معین کر دینا۔ اور ایک حصہ ہر شہر کے اس غلے میں سے دینا جو اسلامی غنیمت کی زمینوں سے حاصل ہوا ہو۔ کیونکہ ان میں دور والوں کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا نزدیک والوں کا ہے۔ اور تم ان سب کے حقوق انکی نگہداشت کے ذمہ دار بنائے گئے ہو لہٰذا تمہیں دولت کی سرپرستی ان سے غافل نہ کر دے۔ کیونکہ کسی معمولی بات کو اس لئے نظرانداز نہیں کیا جا ئیگا۔ کہ تم نے بہت سے اہم کاموں کو پورا کر دیا ہے۔ لہٰذا اپنی توجہ ان سے نہ ہٹانا اور تکبر کے ساتھ انکی طرف سے اپنا رُخ نہ پھیرنا۔ اور خصوصیت کے ساتھ خبر رکھو۔ ایسے افراد کی جو تم تک پہنچ نہیں سکتے۔ جنھیں آنکھیں دیکھنے سے کراہت کرتی ہونگی اور لوگ انہیں حقارت سے ٹھکراتے ہونگے۔ تم انکے لئے اپنے کسی بھروسے کے آدمی کو جو خوف خدا رکھنے والا اور متواضع ہو مقرر کر دینا کہ وہ انکے حالات تم تک پہنچاتا رہے۔ پھر انکے ساتھ وہ طرزِ عمل اختیار کرنا جس سے کہ قیامت کے روز اللہ کے سامنے حجت پیش کر سکو کیونکہ رعیت میں دوسروں سے زیادہ یہ انصاف کے محتاج ہیں اور یوں تو سب ہی ایسے ہیں کہ تمہیں انکے حقوق سے عہدہ برآ ہو کر اللہ کے سامنے سُرخرو ہونا ہے۔ اور دیکھو، یتیموں اور سال خوردہ بوڑھوں کا خیال رکھنا کہ جو نہ کوئی سہارا رکھتے ہیں۔ اور نہ سوال کے لئے اُٹھتے ہیں۔ اور یہی وہ کام ہے جو حکام پر گراں گذرتا ہے۔ ہاں خدا ان لوگوں کیلئے جو عقبیٰ کے طلبگار رہتے ہیں اسکی گرانیوں کو ہلکا کر دیتا ہے وہ اسے اپنی ذات پر جھیل لیجاتے ہیں اور اللہ نے جو ان سے وعدہ کیا ہے اسکی سچائی پر بھروسا رکھتے ہیں۔

اور تم اپنے اوقات کا ایک حصہ حاجتمندوں کیلئے معین کر دینا۔ جس میں سب کام چھوڑ کر انہی کیلئے مخصوص ہو جانا اور انکے لئے ایک عام دربار کرنا۔ اور اس میں اپنے پیدا کرنے والے اللہ کیلئے تواضع و انکساری سے کام لینا اور فوجیوں، نگہبانوں اور پولیس والوں کو ہٹا دینا تاکہ کہنے والے بے دھڑک

کہہ سکیں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کئی موقعوں پر فرماتے سُنا ہے کہ "اس قوم میں، پاکیزگی نہیں آسکتی جسمیں کمزوروں کو کھُل کر طاقتوروں سے حق نہیں دلایا جاتا" پھر یہ کہ اگر انکے تیور، بگڑیں یا صاف صاف مطلب نہ کہہ سکیں تو اسے برداشت کرنا اور تنگ دلی۔ اور نخوت کو انکے مقابلہ میں پاس نہ آنے دینا۔ اسکی وجہ سے اللہ تم پر اپنی رحمت کے دامنوں کو پھیلا دیگا۔ اور اپنی فرمانبرداری کا تمہیں ضرور اجر دیگا۔ اور جو حُسنِ سلوک کرنا اس طرح کہ چہرے پر شکن نہ آئے۔ اور نہ دینا تو اچھے طریقے سے عذر خواہی کرلینا"

پھر کچھ امور ایسے ہیں۔ کہ جنھیں خود تم ہی کو انجام دینا چاہیئیں انمیں سے ایک حکام کے ان مراسلات کا جواب دینا ہے جو تمہارے منشیوں کے بس میں نہ ہوں۔ اور ایک لوگوں کی حاجتیں جب تمہارے سامنے پیش ہوں۔ اور تمہارے عملے کے ارکان ان سے جی چرائیں تو خود انہیں انجام دینا ہے۔ روز کا کام اسی روز ختم کر دیا کرو کیونکہ ہر دن اپنے ہی کام کیلئے مخصوص ہوتا ہے۔ اور اپنے اوقات کا بہتر و افضل حصہ اللہ کی عبادت کیلئے خاص کر دینا۔ اگرچہ وہ تمام کام بھی اللہ کیلئے ہیں جب نیت بخیر ہو اور ان سے رعیت کی خوش حالی ہو۔

ان مخصوص اشغال میں سے کہ جس کے ساتھ تم خلوص کے ساتھ اللہ کیلئے اپنے دینی فریضہ کو ادا کرتے ہو، ان واجبات کی انجام دہی ہونا چاہیئے جو اسکی ذات سے مخصوص ہیں۔ تم شب و روز کے اوقات میں اپنی جسمانی طاقتوں کا کچھ حصہ اللہ کے سپرد کر دو اور جو عبادت بھی تقرب الٰہی کی غرض سے بجالانا ایسی ہو کہ نہ اسمیں کوئی خلل ہو اور نہ کوئی نقص چاہے اسمیں تمہیں کتنی جسمانی زحمت اٹھانا پڑے۔ اور دیکھو! جب لوگوں کو نماز پڑھانا تو ایسی نہیں کہ (طول دیکر) لوگوں کو بیزار کر دو۔ اور نہ ہی ایسی مختصر کہ نماز برباد ہو جائے۔ اس لئے کہ نمازیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں۔ اور ایسے بھی جنھیں کوئی ضرورت درپیش ہوتی ہے۔ چنانچہ جب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کی طرف روانہ کیا تو میں نے آپؐ سے دریافت کیا کہ انھیں نماز کس طرح پڑھاؤں؟ تو فرمایا کہ جیسی انمیں کے سب سے زیادہ کمزور و ناتواں کی نماز ہو سکتی ہے اور تمہیں مومنوں کے حال پر مہربان ہونا چاہیئے۔

اسکے بعد یہ خیال رہے کہ رعایا سے عرصہ تک روپوشی اختیار نہ کرنا۔ کیونکہ حکمرانوں کا رعایا سے چھپ کر رہنا ایک طرح کی تنگ دلی۔ اور معاملات سے بے خبر رہنے کا سبب ہے اور یہ روپوشی انہیں بھی ان امور پر مطلع ہونے سے روکتی ہے۔ کہ جن سے وہ ناواقف ہیں جسکی وجہ سے بڑی چیز انکی نگاہ میں چھوٹی اور چھوٹی چیز بڑی۔ اچھائی برائی اور برائی اچھائی ہو جایا کرتی ہے اور حق باطل

کے ساتھ مل جل جاتا ہے۔ اور حکمراں بھی آخر ایسا ہی بشر ہوتا ہے جو نا واقف رہیگا۔ ان معاملات سے جو لوگ اس سے پوشیدہ کریں۔ اور حق کی پیشانی پر کوئی نشان نہیں ہوا کرتے۔ کہ جسکے ذریعے جھوٹ سے سچ کی قسموں کو الگ کرکے پہچان لیا جائے اور پھر تم دو ہی طرح کے آدمی ہو سکتے ہو، یا تو تم ایسے ہو کہ تمہارا نفس حق کی ادائیگی کیلئے آمادہ ہے تو پھر واجب حقوق ادا کرنے اور اچھے کام کر گزرنے سے منہ چھپانے کی ضرورت کیا؟ اور یا تم ایسے ہو کہ لوگوں کو تم سے کورا جواب ہی ملتا ہے، تو جب لوگ تمہاری عطا سے مایوس ہو جائینگے۔ تو خود ہی بہت جلد تم سے مانگنا چھوڑ دیں گے۔ اور پھر یہ کہ لوگوں کی اکثر ضرورتیں ایسی ہونگی۔ جن سے تمہاری جیب پر بار نہیں پڑتا جیسے کسی کے ظلم کی شکایت یا کسی معاملہ میں انصاف کا مطالبہ۔ اسکے بعد معلوم ہونا چاہیئے کہ حکام کے کچھ خواص اور سر چڑھے لوگ ہوا کرتے ہیں جن میں خود غرضی، دست درازی اور بدمعاملگی ہوا کرتی ہے تم کو ان حالات کے پیدا ہونے کی وجوہ ختم کرکے اس گندے مواد کو ختم کر دینا چاہیئے اور دیکھو! اپنے کسی حاشیہ نشین اور قرابت دار کو جاگیر نہ دینا۔ اور اسے تم سے توقع نہ بندھنا چاہیئے کسی ایسی زمین پر قبضہ کرنے کی جو آبپاشی یا کسی مشترکہ معاملہ میں اس کے آس پاس کے لوگوں کیلئے ضرر کی باعث ہو۔ یوں کہ اس کا بوجھ دوسرے پر ڈالدے اس صورت میں اسکے خوشگوار مزے تو اسکے لئے ہونگے نہ تمہارے لئے۔ مگر اسکا بدنما دھبہ دنیا اور آخرت میں تمہارے دامن پر رہ جائیگا۔

اور جس پر جو حق عاید ہوتا ہو اس پر اس حق کو نافذ کرنا چاہیئے وہ تمہارا اپنا ہو یا بیگانہ ہو۔ اور اسکے بارے میں تحمل سے کام لینا۔ اور ثواب کے امید وار رہنا چاہیئے۔ اسکی زد تمہارے کسی قریبی عزیز یا کسی مصاحب خاص پر کیسی ہی پڑتی ہو۔ اور اس میں تمہاری طبیعت کو جو گرانی محسوس ہو تو اسکے آخری نتیجہ کو پیش نظر رکھنا کہ اسکا انجام بہر حال اچھا ہوگا۔

اور اگر رعیت کو تمہارے بارے میں کبھی بدگمانی ہو جائے کہ تم نے اس پر ظلم و زیادتی کی ہے تو اپنے عذر کو واضح طور پر پیش کرو اور عذر واضح کرکے انکے خیالات کو بدل دو۔ اس سے تمہارے نفس کی تربیت ہوگی اور رعایا پر مہربانی ثابت ہوگی۔ اور اس عذر آوری سے انکو حق پر استوار کرنے کا مقصد تمہارا پورا ہوگا۔

اگر دشمن ایسی صلح کی تمہیں دعوت دے۔ کہ جس میں اللہ کی رضامندی ہو۔ تو اسے کبھی ٹھکرا نہ دینا کیونکہ صلح میں تمہارے لشکر کیلئے آرام و راحت خود تمہارے لئے فکروں سے نجات اور شہروں کیلئے امن کا سامان ہے لیکن صلح کے بعد دشمن سے چوکنا اور خوب ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے،

کہ دشمن قرب حاصل کرتا ہے تاکہ تمہاری غفلت سے فایدہ اُٹھائے۔ لہٰذا احتیاط کو ملحوظ رکھو اور اس بارے میں حسنِ ظن سے کام نہ لو۔ اور اگر اپنے اور دشمن کے درمیان کوئی معاہدہ کرو۔ یا اُسے اپنے دامن میں پناہ دو۔ تو پھر عہد کی پابندی کرو۔ وعدہ کا لحاظ رکھو۔ اور اپنے قول و قرار کی حفاظت کیلئے اپنی جان کو سپر بنادو۔ کیونکہ اللہ کے فرائض میں سے ایفائے عہد کی ایسی کوئی چیز نہیں کہ جسکی اہمیت پر دنیا اپنے الگ الگ نظریوں اور مختلف رایوں کے باوجود یکجہتی سے متفق ہو اور مسلمانوں کے علاوہ مشرکوں تک نے اپنے درمیان معاہدوں کی پابندی کی ہے۔ اسلئے کہ عہد شکنی کے نتیجہ میں انھوں نے تباہیوں کا اندازہ کیا تھا لہٰذا اپنے عہد و پیمان میں غداری اور قول و قرار میں بدعہدی نہ کرنا۔ اور اپنے دشمن پر اچانک حملہ نہ کرنا۔ کیونکہ اللہ پر جرأت جاہل بدبخت کے علاوہ دوسرا نہیں کرسکتا۔ اللہ نے عہد و پیمان کی پابندی کو امن کا پیغام قرار دیا ہے کہ جسے اپنی رحمت سے بندوں میں عام کردیا ہے۔ اور ایسی پناہ گاہ بنایا ہے کہ جسکے دامنِ حفاظت میں پناہ لینے اور اسکے جوار میں منزل کرنے کیلئے وہ تیزی سے بڑھتے ہیں۔ لہٰذا اس میں کوئی جعلسازی، فریب کاری اور مکاری نہ ہونا چاہیئے۔ اور ایسا کوئی معاہدہ کرو ہی نہ جس میں تاویلوں کی ضرورت پڑنے کا امکان ہو۔ اور معاہدہ کے پختہ اور طے ہو جانے کے بعد اس کے کسی مبہم لفظ کے دوسرے معنی نکال کر فایدہ اُٹھانے کی کوشش نہ کرو۔ اور اس عہد و پیمانِ خداوندی میں کسی دشواری کا محسوس ہونا تمہارے لئے اسکا باعث نہ ہونا چاہیے کہ تم اسے ناحق منسوخ کرنے کی کوشش کرو کیونکہ ایسی دشواریوں کو جھیل لے جانا کہ جن سے چھٹکارے کی اور انجام بخیر ہونے کی امید ہو۔ اس بدعہدی کرنے سے بہتر ہے جس کے بُرے انجام کا تمہیں خوف اور اسکا اندیشہ ہو کہ اللہ کے یہاں تم سے اس پر جواب دہی ہوگی۔ اور اسطرح تمہاری دنیا، اور آخرت دونوں کی تباہی ہوگی۔

دیکھو! ناحق خونریزیوں سے دامن بچائے رکھنا کیونکہ عذاب الٰہی سے قریب اور پاداش کے لحاظ سے سخت، اور نعمتوں کے سلب ہونے اور عمر کے خاتمہ کا سبب، ناحق خونریزی سے زیادہ کوئی شے نہیں ہے۔ اور قیامت کے دن اللہ سبحانہ سب سے پہلے جو فیصلہ کریگا وہ انہیں خونوں کا جو بندگانِ خدا نے ایک دوسرے کے بہائے ہیں۔ لہٰذا ناحق خون بہا کر اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کی کبھی کوشش نہ کرنا۔ کیونکہ یہ چیز نہ صرف اقتدار کو کمزور اور کھوکھلا کردینے والی ہوتی ہے۔ بلکہ اسکی بنیادوں سے ہلا کر دوسروں کو سونپ دینے والی ہے۔ اور

اور جان بوجھ کر قتل کے جرم میں اللہ کے سامنے تمہارا کوئی عذر نہ چل سکے گا نہ میرے سامنے کیونکہ اسمیں قصاص ضروری ہے۔ اور اگر غلطی سے تم اسکے مرتکب ہو جاؤ اور سزا دینے میں تمہارا کوڑا یا تلوار یا ہاتھ حد سے بڑھ جاتے اسلئے کہ کبھی گھونسا اور اس سے بھی چھوٹی ضرب ہلاکت کا سبب ہو جایا کرتی ہے تو ایسی صورت میں اقتدار کے نشے میں بے خود ہو کر مقتول کا خوں بہا اسکے وارثوں تک پہنچانے میں کوتاہی نہ کرنا۔ اور دیکھو خود پسندی سے بچتے رہنا اور اپنی جو باتیں اچھی معلوم ہوں ان پر اترانا نہیں اور نہ لوگوں کے بڑھا چڑھا کر سراہنے کو پسند کرنا۔ کیونکہ شیطان کو جو مواقع ملا کرتے ہیں۔ ان میں یہ سب سے زیادہ اسکے نزدیک بھروسے کا ذریعہ ہے کہ وہ اس طرح نیکوکاروں کی نیکیوں پر پانی پھیر دے۔

اور رعایا کے ساتھ نیکی کر کے کبھی احسان نہ جتانا اور جو انکے ساتھ حسن سلوک کرنا اسے زیادہ نہ سمجھنا اور ان سے وعدہ کر کے بعد میں وعدہ خلافی نہ کرنا کیونکہ احسان جتانا نیکی کو اکارت کر دیتا ہے، اور اپنی بھلائی کو زیادہ خیال کرنا حق کی روشنی کو ختم کر دیتا ہے۔ اور وعدہ خلافی سے اللہ بھی ناراض ہوتا ہے اور بندے بھی۔ چنانچہ اللہ سبحانہ خود فرماتا ہے "خدا کے نزدیک یہ بڑی ناراضگی کی چیز ہے کہ تم جو کہو اسے کرو نہیں"

اور دیکھو! وقت سے پہلے کسی کام میں جلد بازی نہ کرنا۔ اور جب اسکا موقع آجائے تو پھر کمزوری نہ دکھانا اور جب صحیح صورت سمجھ میں نہ آئے تو اس پر مصر نہ ہونا اور جب طریقۂ کار واضح ہو جائے تو پھر سستی نہ کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کو اسکی جگہ پر رکھو اور ہر کام کو اسکے موقع پر انجام دو۔

اور دیکھو! جن چیزوں میں سب لوگوں کا حق برابر ہوتا ہے اسے اپنے لئے مخصوص نہ کر لینا اور قابل لحاظ حقوق سے غفلت نہ برتنا جو نظروں کے سامنے نمایاں ہوں کیونکہ دوسروں کیلئے یہ ذمہ داری تم پر عاید ہے اور مستقبل قریب میں تمام معاملات پر سے پردہ ہٹا دیا جائیگا اور تم سے مظلوم کی دادخواہی کر لی جائیگی۔ دیکھو! غضب کی تندی، سرکشی کے جوش، ہاتھ کی جنبش اور زبان کی تیزی پر ہمیشہ قابو رکھو! اور ان چیزوں سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ جلد بازی سے کام نہ لو اور سزا دینے میں دیر کرو۔ یہاں تک کہ تمہارا غصہ کم ہو جائے اور تم اپنے اوپر قابو پا لو۔ اور کبھی یہ بات تم اپنے نفس میں پورے طور پر پیدا نہیں کر سکتے جب تک اللہ کی طرف اپنی بازگشت کو یاد کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ ان تصورات کو قائم نہ رکھو۔ اور تمہیں لازم ہے کہ گذشتہ زمانے کی چیزوں کو یاد رکھو خواہ کسی عادل حکومت کا طریقۂ کار ہو یا کوئی اچھا عمل درآمد ہو یا رسول اللہ صلعم کی کوئی حدیث ہو یا کتاب اللہ میں درج شدہ کوئی فریضہ ہو۔ تو ان چیزوں کی پیروی کرو جن پر عمل کرتے ہوئے ہمیں دیکھا ہے۔ اور ان ہدایات پر عمل کرتے رہنا جو میں نے اس عہد نامہ میں درج کی ہیں اور انکے ذریعہ سے میں نے اپنی حجت تم پر قائم کر دی ہے تاکہ تمہارا نفس اپنی خواہشات کی طرف بڑھے تو تمہارے

پاس کوئی عذر نہ ہو۔ اور میں اللہ تعالیٰ سے اسکی وسیع رحمت اور ہر حاجت کے پورا کرنے پر عظیم قدرت کا واسطہ دیکر اس سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تمہیں اسکی توفیق بخشے جس میں اسکی رضامندی ہے کہ ہم اللہ کے سامنے اور اسکے بندوں کے سامنے ایک کھلا ہوا عذر قائم کر کے سرخرو ہوں۔ اور ساتھ ہی میں نیک نامی اور ملک میں اچھے اثرات اور اسکی نعمت میں فراوانی اور روز افزوں عزت کو قائم رکھیں اور یہ کہ میرا اور تمہارا خاتمہ سعادت و شہادت پر ہو بیشک ہمیں اسی کی طرف پلٹنا ہے والسّلام علیٰ رسولہٖ صلی اللہ علیہ وآلہٖ الطیّبین الطاھرین وسلم تسلیماً کثیراً۔ والسّلام

اسلام کا یہ دستورِ اساسی اس پاک ہستی کا ترتیب دیا ہوا ہے جو راسخون فی العلم، من عندہٗ علم الکتاب اور اُوتُوا العلم کے حامل ہونے کی وجہ سے قانونِ الٰہی کے سب سے بڑے واقف اور سب سے زیادہ اس پر عمل پیرا تھے۔"

(۱) آپؑ کے نزدیک صرف قانونِ الٰہی کا نفاذ اور اصلاح معاشرت تھا ورنہ کہ امن عامہ میں خلل ڈالنا، لوٹ کھسوٹ سے خزانوں کا منہ بھرنا، اور توسیع سلطنت کیلئے جائز و ناجائز وسائل سے آنکھ بند کر کے سعی و کوشش کرنا۔ جیسا کہ دنیوی حکومتیں کیا کرتی ہیں اور وہ ایسے قوانین بناتی ہیں جس میں حکومت ہی کا مفاد مدِ نظر رکھا جاتا ہے۔ اور غریبوں کے مفادات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

(۲) دستورِ اسلامی میں ہر دفعہ مفاداتِ عمومی کی نگہبان اور نظامِ اجتماعی کی محافظ ہے، اور اسکے نفاذ و اجراء میں نہ خود غرضی کا لگاؤ ہے اور نہ مفاد پرستی کا شائبہ۔

(۳) اس دستور میں اللہ کے فرائض کی نگہداشت اور بلا تفریق مذہب و ملت حقوقِ انسانیت کی حفاظت اور شکستہ حال و فاقہ کش افراد کی خبر گیری اور پسماندہ و افتادہ طبقہ کے ساتھ اچھے حسنِ سلوک کی ہدایت کی گئی ہے۔ گویا اسلامی فلاحی حکومت قائم کرنے کیلئے تمام بنیادی اصولوں کو بیان کر دیا گیا ہے اور خوفِ خدا اگر فرمارواوں اور حاکموں کے دل میں ہو گا تب ہی فلاحی اسلامی حکومت قائم ہو گی۔ اللہ کی بھیجی ہوئی شریعت موجود تھی اور موجود ہے اور موجود رہیگی شریعتِ الٰہی احکامات ہی تو ہیں الٰہی احکام سے منکر ہو کر ہی تو مسلمان بگڑے ہیں شریعت بل سے قوم نہیں سدھرے گی۔ جب تک خدا کا خوف جیسا کرنا چاہیے ویسا نہ کیا جائے۔

:- (مکتوب نمبر ۴۵) :-

جب حضرت علیؑ کو یہ خبر پہنچی کہ والیٔ بصرہ عثمان ابن حنیف کو وہاں کے لوگوں نے کھانے کی

دعوت دی ہے اور وہ اسمیں شریک ہوتے ہیں۔ تو انھیں تحریر فرمایا:

لے ابنِ حنیف! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ بصرہ کے جوانوں میں سے ایک شخص نے تمہیں کھانے پر بلایا۔ اور تم لپک کر پہنچ گئے کہ رنگا رنگ کے عمدہ عمدہ کھانے تمہارے لئے چُن چُن کر لائے جا رہے تھے۔ اور بڑے بڑے پیالے تمہاری طرف بڑھائے جا رہے تھے۔ مجھے امید نہ تھی کہ تم ان لوگوں کی دعوت قبول کر لو گے جن کے یہاں سے فقیر و نادار دھتکارے گئے ہوں۔ اور دولت مند مدعو ہوں جو لقمے چباتے ہو۔ انہیں دیکھ لیا کرو۔ اور جسکے متعلق شبہ بھی ہو اُسے چھوڑ دیا کرو اور جسکے پاک و پاکیزہ طریق سے حاصل ہونے کا یقین ہو اسمیں سے کھاؤ۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہر مقتدی کا ایک پیشوا ہوتا ہے جسکی وہ پیروی اور جسکے نورِ علم سے کسبِ ضیا کرتا ہے دیکھو تمہارے امام کی حالت تو یہ ہے کہ اس نے دنیا کے ساز و سامان میں سے دو پھٹی پرانی چادروں، اور کھانے میں سے دو روٹیوں پر قناعت کر لی ہے۔ میں مانتا ہوں کہ تمہارے بس کی یہ بات نہیں۔ لیکن اتنا تو کرو کہ پرہیزگاری، سعی و کوشش، پاکدامانی اور سلامت روی میں میرا ساتھ دو۔ خدا کی قسم میں نے تمہاری دنیا سے سونا سمیٹ کر نہیں رکھا اور نہ اسکے مال متاع میں سے انبار جمع کر رکھے ہیں۔ اور نہ ان پرانے کپڑوں کے بدلہ میں (جو پہنے ہوئے ہوں) اور کوئی پرانا کپڑا مہیا کیا ہے۔ بیشک اس آسمان کے سایہ تلے لے دے کے ایک فدک ہمارے ہاتھوں میں تھا۔ اس پر بھی کچھ لوگوں کے منہ سے رال ٹپکی، اور دوسرے فریق نے اسکے جانے کی پرواہ نہ کی، اور بہترین فیصلہ کرنے والا اللہ ہے۔ بھلا میں فدک یا فدک کے علاوہ کسی اور چیز کو لے کر کروں ہی گا کیا۔ جب کہ نفس کی منزل کل قبر قرار پانے والی ہے۔ کہ جسکی اندھیاریوں میں اس کے نشانات مٹ جائینگے۔ اور اسکی خبریں ناپید ہو جائینگی، وہ تو ایک ایسا گڑھا ہے کہ اگر اس کا پھیلاؤ بڑھا بھی دیا جائے اور گورکن کے ہاتھ اُسے کشادہ بھی رکھیں جب بھی پتھر اور کنکر اُس کو تنگ کر دینگے اور مسلسل مٹی کے ڈالے جانے سے اسکی دراڑیں بند ہو جائینگی میری توجہ تو صرف اس طرف ہے کہ میں تقویٰ الٰہی کے ذریعہ اپنے نفس کو بے قابو نہ ہونے دوں۔ تاکہ اس دن کہ جب خوف حد سے بڑھ جائیگا۔ وہ مطمئن رہے اور پھسلنے کی جگہوں پر مضبوطی سے جمع رہے۔ اگر میں چاہتا تو صاف ستھرے شہد، عمدہ گیہوں اور ریشم کے بُنے ہوئے کپڑوں کیلئے ذرایع مہیا کر سکتا تھا۔ لیکن ایسا کہاں ہو سکتا ہے۔ کہ خواہشیں مجھے مغلوب بنا لیں۔ اور حرص مجھے اچھے اچھے کھانوں کے چُن لینے کی دعوت دے۔ جب کہ "حجاز" و "یمامہ" میں شاید ایسے لوگ ہوں کہ جنھیں ایک روٹی کے ملنے کی بھی آس نہ ہو۔ اور انھیں پیٹ بھر کر کھانا کبھی نصیب نہ ہوا ہو۔ کیا میں شکم سیر ہو کر پڑا رہا کروں؟ درآنحالیکہ میرے گرد و پیش بھوکے پیٹ اور پیاسے جگر

تڑپتے ہوں۔ یا میں ویسا ہو جاؤں جیسا کہنے والے نے کہا ہے کہ تمہاری بیماری یہ کیا کم ہے کہ تم پیٹ بھر کر لمبی تان لو۔ اور تمہارے گرد کچھ ایسے جگر ہوں جو سوکھے چمڑے کو ترس رہے ہوں کیا میں اسی میں مگن رہوں کہ مجھے امیر المؤمنین کہا جاتا ہے مگر میں زمانے کی سختیوں میں مومنوں کا شریک و ہمدم اور زندگی کی بدمزگیوں میں انکے لئے نمونہ نہ بنوں۔ میں اس لئے تو پیدا نہیں ہوا ہوں کہ اچھے اچھے کھانوں کی فکر میں لگا رہوں۔ اس بندھے ہوئے چوپائے کی طرح جسے صرف اپنے چارے ہی کی فکر لگی رہتی ہے۔ یا اس کھلے ہوئے جانور کی طرح کہ جس کا کام منہ مارنا ہوتا ہے وہ گھاس سے پیٹ بھر لیتا ہے اور جو اس سے مقصد پیش نظر ہوتا ہے اس سے غافل رہتا ہے۔ کیا میں بے قید و بند چھوڑ دیا گیا ہوں ؟ یا بیکار کھلے بندوں رہا کر دیا گیا ہوں کہ گمراہی کی رسیوں کو کھینچتا رہوں اور بھٹکنے کی جگہوں میں منہ اٹھائے پھرتا رہوں ۔ میں سمجھتا ہوں تم میں سے کوئی کہے گا۔ کہ جب ابن ابی طالبؑ کی خوراک یہ ہے تو ضعف و ناتوانی نے اسے حریفوں سے بھڑنے اور دلیری سے ٹکرانے سے بٹھا دیا ہوگا۔ مگر یاد رکھو کہ جنگل کے درخت کی لکڑی مضبوط ہوتی ہے اور تر و تازہ پیڑوں کی چھال کمزور اور پتلی ہوتی ہے اور صحرائی جھاڑ کا ایندھن زیادہ بھڑکتا ہے اور دیر میں بجھتا ہے۔

مجھے رسولؐ سے وہی نسبت ہے جو ایک ہی جڑ سے پھوٹنے والی دو شاخوں کو ایک دوسرے سے اور کلائی کو بازو سے ہوتی ہے خدا کی قسم اگر تمام عرب ایکا کر کے مجھ سے بھڑنا چاہیں تو میدان چھوڑ کر پیٹھ نہ دکھاؤنگا۔ اور موقع پاتے ہی انکی گردنیں دبوچ لینے کیلئے لپک کر آگے بڑھونگا اور کوشش کرونگا۔ کہ اس الٹی کھوپڑی والے بے ہنگم ڈھانچے (معاویہ) سے زمین کو پاک کر دوں تاکہ کھلیان کے دانوں سے کنکری نکل جائے۔

اے دنیا میرا پیچھا چھوڑ دے۔ تیری باگ ڈور تیرے کاندھے پر ہے میں تیرے پنجوں سے نکل چکا ہوں تیرے پھندے سے باہر ہو چکا ہوں۔ اور تیری پھسلنے کی جگہوں میں بڑھنے سے قدم روک رکھے ہیں۔ کہاں ہیں وہ لوگ جنھیں تو نے کھیل تفریح کی باتوں سے چکمے دیئے۔ کدھر ہیں وہ جماعتیں جنھیں تو نے اپنی آرائشوں سے ورغلائے رکھا۔ وہ قبروں میں جکڑے ہوئے اور خاک لحد میں دبکے ہوئے پڑے ہیں۔ اگر تو دکھلائی دینے والا مجسمہ اور سامنے آنے والا ڈھانچہ ہوتی تو بخدا میں تجھ پر اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں جاری کرتا کہ تو نے بندوں کو امیدیں دلا دلا کر بہکایا۔ قوموں کی قوموں کو (ہلاکت کے) گڑھوں میں لا پھینکا اور تاجداروں کو تباہیوں کے حوالے کر دیا۔ اور سختیوں کے گھاٹ پر لا اتارا جن پر اسکے بعد نہ سیراب ہونے کیلئے اترا جائیگا۔ اور نہ

سیراب ہوکر پلٹا جائیگا۔ پناہ بخدا جو تیری پھسلن پر قدم رکھے گا۔ وہ ضرور پھسلے گا۔ جو تیری موجوں پر سوار ہوگا وہ ضرور ڈوبے گا۔ اور جو تیرے پھندوں سے بچ کر رہیگا وہ توفیق سے ہمکنار ہوگا۔ تجھسے دامن چھڑا لینے والا پرواہ نہیں کرتا۔ اگرچہ دنیا کی وسعتیں اس کیلئے تنگ ہوجائیں۔ اسکے نزدیک تو دنیا ایک دن کے برابر ہے کہ جو ختم ہوا چاہتا ہے مجھسے دور ہو... میں تیرے قابو میں آنے والا نہیں کہ تو مجھے ذلتوں میں جھونک دے اور نہ میں تیرے سامنے اپنی باگ ڈھیلی چھوڑنے والا ہوں کہ تو مجھے ہنکالے جائے۔ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں ایسی قسم جسمیں اللہ کی مشیت کے علاوہ کسی چیز کا اِستثنا نہیں کرتا کہ میں اپنے نفس کو ایسا سدھاؤں گا کہ وہ کھانے میں ایک روٹی کے ملنے پر خوش ہوجائے اور اسکے ساتھ صرف نمک پر قناعت کرلے اور اپنی آنکھوں کا سوتا اسطرح خالی کردونگا جسطرح وہ چشمۂ آب جسکا پانی تہ نشین ہوچکا ہو۔ کیا جسطرح بکریاں پیٹ بھر لینے کے بعد سینے کے بل بیٹھ جاتی ہیں۔ اور سیر ہوکر اپنے باڑے میں گھس جاتی ہیں۔ اسیطرح علیؑ بھی اپنے پاس کا کھانا کھالے اور بس سو جائے اُسکی آنکھیں بے نور ہوجائیں۔ اگر وہ زندگی کے طویل سال گزارنے کے بعد کھلے ہوئے چوپاؤں اور چرنے والے جانوروں کی پیروی کرنے لگے۔

خوش نصیب اس شخص کے کہ جس نے اللہ کے فرائض کو پورا کیا۔ سختی اور مصیبت میں صبر کیئے پڑا رہا۔ راتوں کو اپنی آنکھوں کو بیدار رکھا اور جب نیند کا غلبہ ہوا تو ہاتھ کو تکیہ بنا کر ان لوگوں کے ساتھ فرشِ خاک پر پڑا رہا کہ جنکی آنکھیں خوفِ حشر سے بیدار، پہلو بچھونے سے الگ اور ہونٹ یادِ خدا میں زمزمہ سنج رہتے ہیں۔ اور کثرتِ استغفار سے جن کے گناہ چھٹ گئے ہیں، یہی اللہ کا گروہ ہے، اور بیشک اللہ کا گروہ ہی کامران ہونے والا ہے۔"

اے ابن حنیف! اللہ سے ڈرو اور اپنی ہی روٹیوں پر قناعت کرو۔ تاکہ جہنم کی آگ سے چھٹکارا پاسکو۔

اس دنیا میں انکی اطاعت و پیروی کرنی چاہیے جنکی اطاعت و پیروی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے ان سے مسلمان غافل رہا، اور انکی پیروی کو چھوڑ کر، دوسروں کی پیروی کرتا رہا ہے، اور جو انکے پیروکار ہیں انکی ہنسی اڑاتا رہا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ہنسی اڑانے والے لوگ قیامت کے دن اپنی غفلت پر افسوس کرینگے۔

ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "اور تم اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو۔ اور پیشتر اسکے کہ تمہیں عذاب آلے اُسکے فرماں بردار ہو، ورنہ تم پھر مدد نہیں دیئے جاؤگے۔ اور اس سے بہترین (قرآن) کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا پیشتر اسکے کہ تمہیں عذاب اچانک آلے اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔ کہ کوئی نفس یہ کہدے کہ ہائے افسوس اس کمی پر جو میں نے "جنب اللہ" کے بارے میں

میں کی۔ اور میں یقیناً ہنسی اڑانے والوں میں سے تھا۔ (پ۲۴ الزمر آیت ۵۵ تا ۵۶) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے تفسیر صافی صفحہ ۴۴۳ پر بحوالہ "المجالس" امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ حسرت کرنے والے وہ لوگ ہونگے جنھوں نے عدل کے اوصاف بیان کئے اور پھر انکی مخالفت کی۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ۔

اور کافی میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں منقول ہے کہ "جنب اللہ" جناب امیرالمومنین علیہ السلام ہیں اور اسی طرح انکے بعد انکے اوصیا میں سے ہر وہ جو اس بلند مقام پر فائز ہو حتیٰ کہ یہ امر انکے آخر کو پہنچے یعنی امام مہدی قائم آلِ محمدؐ علیہم السلام کو۔

"الاکمال" اور تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جنب اللہ ہم ائمہ علیہم السلام ہیں۔ اور "المناقب" میں انہی حضرت سے اور انکے والد بزرگوار سے اور انکے فرزند امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں وارد ہے کہ "جنب اللہ" جناب علی علیہ السلام ہیں۔ اور وہی قیامت کے دن مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہونگے، اور جناب امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ ولایت علیؑ کے بارے میں ہے، اور جناب امیرالمومنینؑ سے منقول ہے کہ "جنب اللہ" میں ہوں۔ اور "احتجاج طبرسی" میں انہی حضرت سے ایک حدیث منقول ہے کہ اللہ جل جلالہٗ نے کھول کھول کر بیان کرنے اور اثبات حجت کیلئے اپنے اس قول سے جو اس نے اپنے اوصیا اور اولیا کے بارے میں فرمایا ہے زیادہ توضیح کی ہے اور وہ قول یہ ہے اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ اس غرض سے اپنے خلیفہ کی تعریف کر کے اسکی قرب منزلت ظاہر کرتا ہے کیا تم نہیں، دیکھتے کہ تم یہ کہا کرتے ہو کہ فلاں شخص فلاں شخص کے پہلو میں بیٹھنے والا ہے۔ اور اس سے غرض اس کے ساتھ اس کے قرب کو ظاہر کرنا ہوتا ہے ماسوا اسکے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ایسے رموز قائم کر دیئے کہ انکو سوائے اُسکے اور اسکے انبیا علیہم السلام کے اور اسکی زمین پر جو اسکی حجتیں ہیں اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ بدلنے والے اس کتاب میں کئی طرح کے احداث کرینگے۔ اور اسکی حجتوں کے ناموں کو اس میں سے گرا دینگے، اور انکے امر کو اسکی امت پر ملتبس کر دینگے، تاکہ اُسکے ذریعہ باطل کو تقویت دیں، پس اُسنے اس کتاب میں رموز کو قائم کیا، اور انکے دشمنوں کے دلوں، اور انکی بصارتوں کو ایسا اندھا کر دیا۔ کہ انہوں نے ان رموز کو چھوڑ دیا۔ اور ان لوگوں کو تحریف کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی، البتہ انکے معنی اپنے مطلب کے مطابق گڑھ لیے۔

"اور اپنے رب کی طرف رجوع لاؤ۔ اور اسکے حضور گردن رکھو۔ قبل اس کے کہ تم پر عذاب آئے۔ پھر تمہاری مدد نہ ہو۔ اور اسکی پیروی کرو۔ جو اچھی سے اچھی تمہارے رب کی طرف سے

تمہاری طرف اتاری گئی ہے۔ قبل اسکے کہ عذاب تم پر اچانک آجائے اور تمہیں خبر نہ ہو۔ کہ کہیں کوئی جان یہ نہ کہے کہ ہائے افسوس ان تقصیروں پر جو میں نے اللہ کے بارے میں کیں اور بیشک میں ہنسی بنایا کرتا تھا۔ (پ۲۴ الزمر آیت ۵۵ تا ۵۶) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی کا ہے۔ تفسیر فرماتے ہیں (۱) تائب ہو کر (اللہ کی طرف رجوع) (۲) اور اخلاص کے ساتھ اطاعت بجالاؤ۔ (۳) اللہ کی طرف سے (وہ اللہ کی کتاب قرآن مجید ہے) (۴) تم غفلت میں پڑے رہو۔ اس لئے چاہئے کہ پہلے سے ہوشیار رہو۔ (۵) کہ اسکی اطاعت بجا نہ لایا۔ اور اسکے حق کو نہ پہچانا۔ اور اسکی رضا جوئی کی فکر نہ کی۔ (مولانا صاحب نے جَنْبُ اللہ کے معنی "اللہ کے بارے میں کیا ہے۔")

مندرجہ بالا آیات کے ترجموں اور تفسیروں سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نہایت رحمٰن اور رحیم ہے اور اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہے اللہ تعالیٰ آگاہ کرتا ہے کہ دیکھو ہمارے عذاب کے آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرو اور اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بن جاؤ۔ اور قرآن پاک میں جنکی اطاعت و پیروی کا حکم دیا ہے اسکی اطاعت و پیروی کرو۔ تو جب اللہ کے فرماں بردار ہو جاؤ گے۔ تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیگا۔ ورنہ مرنے کے بعد نہ تو توبہ قبول ہوگی اور نہ معافی ہی ملے گی۔

(۲) اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ قرآن پاک کی پیروی کرو یعنی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جنکی اطاعت کا حکم دیا ہے انکی اطاعت کرو۔ اور کسی دوسرے کی اطاعت نہ کرو انکو چھوڑ کر۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نعمت والے بندے ہیں جنکا راستہ صراطِ مستقیم ہے۔ وہ راہِ حق کی ہدایت اللہ تعالیٰ کے حکم بموجب کرتے ہیں اور زیادہ حقدار ہیں کہ انکی اطاعت و پیروی کیجائے۔ اور وہ نبیؐ اور آئمہ برحق ہیں۔ جنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کیلئے پیدا کیا ہے۔ اور کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا ہے یہ اچھی طرح سے جان لو۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے اپنی اور رسولِ مقبول کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اُولی الامر کی بھی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا اولی الامر اللہ کے نعمت والے بندے ہوتے جن کے راستے کو اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم فرماتا ہے، اور وہ آئمہ برحق ہیں۔ جو نبیؐ کے وصی و جانشین اور خلیفہ ہیں۔ جو نبیؐ کے پیچھے پیرو کار اور مددگار رہیں۔ مسلمانوں نے اولی الامر کے معنی حاکم وقت اور بادشاہ کر لیا لہٰذا لوگ آئمہ برحق کو چھوڑ کر حاکمِ وقت کی اطاعت کرنے لگے، اور آئمہ برحق سے غافل ہو گئے۔ دین کے معاملے میں بادشاہِ وقت بے بس تھا اس لئے دینی پیشوا کی ضرورت اور اہمیت کا اندازہ ہوا

تو علماء میں سے امام بنالئے گئے۔ اور آئمہ برحق سے مکمل غفلت برتی گئی۔ اس آیت میں جَنْبُ اللہ سے مراد آئمہ برحق ہی ہیں انکو اللہ تعالیٰ نے صاف اور انکے ناموں کے ذریعہ سے نہیں پہچنوایا ہے بلکہ ان آئمہ برحق کو پہچنوانے کیلئے مختلف اسلوب اختیار کیا ہے۔ قرآن میں نعمت، ہدایت، حق، آیت اللہ، حبل اللہ جَنْبَ اللہ، وَلی، اولی الامر، امام، ہادی، اوتوالعلم، راسِخُونَ فِی العِلم، من عندہ علم الکتاب وغیرہ وغیرہ فرماتا ہے تاکہ انکا انکار کرنے والے قرآن میں تحریف نہ کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جَنْبَ اللہ یعنی آئمہ برحق سے غفلت برتنے کا پتہ قیامت کے دن چلے گا، اور پھر افسوس ہوگا، آئمہ برحق سے غفلت کرنے اور ہنسی اڑانے کا۔ قیامت کے دن ہر شخص اسی کے ساتھ محشور ہوگا جسکی اس دنیا میں اطاعت و پیروی کرتا رہا ہے اور انکو اپنا امام مانتا تھا۔ جو آئمہ برحق ہیں وہ اپنے پیروکاروں کو جنت میں لیجائینگے۔ آئمہ جہنم اپنے پیروکاروں کو دوزخ میں لیجائینگے۔ ارشادِ رَبُّ العِزّت ہوتا ہے:۔ یَوْمَ نَدْعُوا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ جس دن ہم ہر جماعت کو اسکے امام کے ساتھ بلائینگے (پ۱۵ بنی اسرائیل آیت۷۱) جس کا امام جہاں جائیگا وہیں وہ بھی جائیگا۔

(۴) اسی لئے اللہ تعالیٰ اندھی تقلید کرنے سے منع کرتا ہے اور ہدایت کرتا ہے کہ قرآن پاک کی آیتوں میں، غور و تدبر کرو تو حق اور باطل کو پہچاننا مشکل کام نہیں ہے، پھر حق کی پیروی کرو۔ اور باطل کو باطل جان کر چھوڑ دو۔ باطل کی پیروی سے اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے، قرآن پاک حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے ارشادِ رَبُّ العِزّت ہوتا ہے: "اور اس نے حق و باطل میں فرق کرنے والا قرآن نازل کیا ہے بیشک وہ لوگ جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا انکار کیا، ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب و انتقام لینے والا ہے" (پ۳ آل عمران آیت۴) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ "یعنی لوگوں کی ہدایت کیلئے (پہلے تورات اور انجیل اتاری) اور پھر قرآن جو حق اور باطل کو الگ الگ کردینے والا ہے) نازل کیا۔ جو لوگ خدا کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں انکو سخت عذاب ہوگا۔ خدا زبردست اور بدلہ لینے والا ہے" (پ۳ آل عمران آیت۴) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خانصاحب جالندھری کا ہے۔

مذکورہ بالا آیت کے ترجموں سے ذیل کی حقیقت عیاں ہوتی ہے۔

(۱) حق و باطل میں اگر فرق معلوم کرنا ہے تو پھر قرآن مجید کے ذریعہ حق اور باطل کو پہچانو۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جسکو حق فرمایا ہے اسکو حق مانو۔ اور جسکو باطل فرمایا ہے اسکو باطل مانو۔ اور پھر باطل کو چھوڑ کر حق کا ساتھ دو، حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، باطل انسانوں کا بنایا ہوا ہوتا ہے جنکو اللہ نے ہماری ہدایت کیلئے امام بنایا وہ حق ہیں۔ اور جنکو لوگوں نے امام بنایا وہ باطل ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کی نشانیوں کا انکار عذاب خدا کو مول لینے کے مترادف ہے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے مراد معجزات انبیاءؑ، اور کتابیں ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں، اور انبیاءؑ اور انکے اوصیاءؑ کی تعریفیں، جو اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں میں نازل فرمائی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ معصومینؑ جو منصوص من اللہ ہیں، یہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نشانیاں ہیں انہی سے اللہ تعالیٰ کی معرفت ہوتی ہے، اور انہی کو ہدایت کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ لہٰذا ان کا انکار یا ان کی جو تعریفیں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نازل فرمائی ہیں، انکا انکار عذاب الٰہی کو دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "اور وہ غضبِ خدا میں آگئے تھے - یہ نتیجہ اسکا تھا کہ وہ خدا کی نشانیوں کا انکار کیا کرتے تھے" (پ۱ البقرہ آیت ۶۱) تو گویا اللہ تعالیٰ کے نعمت والے بندے اللہ کی نشانیاں ہیں اور جنھوں نے ان نشانیوں کا انکار کیا وہ مغضوب ہوئے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے نعمت والے بندے حق ہوئے اور جو مغضوب ہیں وہ باطل ہوئے۔ حق صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے باطل گمراہی کی طرف لیجاتا ہے۔ جو خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ انکو ٹھکانہ جہنم فرماتا ہے۔ اور ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے: "جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا انکو ہم عنقریب آگ میں داخل کریں گے" (پ۵ النساء آیت ۵۶) اللہ کی نشانیوں سے انکار کفر ہے۔ اور قیامت کے دن دوزخ میں دھکیلے جائیں گے۔

(۴) جہاں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہو۔ اور مزاق اڑایا جا رہا ہو۔ تو وہاں بیٹھنے سے بھی اللہ تعالیٰ روکتا ہے۔ اور اگر کوئی ان لوگوں میں بیٹھے اور سُنے تو اسکا شمار انہی انکار کرنے والوں اور مزاق اڑانے والوں میں ہوگا۔ لہٰذا ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا بھی نہیں چاہیے۔ جب وہ ایسا کر رہے ہوں۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے، "اور یقیناً وہ کتاب میں یہ حکم نازل کر چکا ہے کہ جسوقت تم یہ سنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا جاتا ہے اور انکا ٹھٹھا اڑایا جاتا ہے تو تم ان لوگوں کے پاس نہ بیٹھو تا اینکہ وہ اسکے سوا کسی اور بات میں غور کریں ورنہ تم بھی اسوقت انہی جیسے ہوگے۔ بیشک اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں ایک جگہ اکٹھا کرنے والا ہے" (پ۵ النساء آیت ۱۴۰) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات واضح کر دی۔ کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں یعنی نشانیوں کا انکار منافق اور کافر دونوں کرتے ہیں۔ منافق کی پہچان ہی یہ ہے جو حضرت علی علیہ السلام سے بغض و عناد رکھے۔ منافق ولایتِ علیؑ سے انکار کرتا ہے اور کافر تو نبوت اور امامت کا ظاہرہ طور پر انکار کرتا ہے، لیکن منافق اپنی زبان سے نبوت کا اقرار کرتا اور دل سے انکار کرتا ہے اس لئے کافر اور منافق دونوں اللہ کی نشانیوں کا انکار بھی کرتے ہیں اور ہنسی مزاق بھی اڑاتے ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مزاق اڑایا جا رہا ہو۔ انکے درمیان میں بیٹھنے سے اللہ منع فرماتا ہے

اور جو انمیں بیٹھا ہے تو اسکا بھی شمار انھیں میں ہوگا۔ منافقوں اور کافروں کا ایک جیسا حشر ہوگا اور دونو دوزخ میں ایک ساتھ ہونگے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے نزدیک منافق و کافر میں کوئی فرق نہیں ہے۔

یقیناً اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے انکار تو ایمان لانے والے نہیں کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نشانی انبیاؑ اور انکے اوصیاؑ ہیں۔ جن کو اللہ نے ہماری ہدایت کیلئے پیدا ہی کیا ہے جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو انسان نے پہچانا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انبیاؑ اور انکے اوصیاؑ کے ذریعہ سے انسان کی ہدایت کی حجت کو پورا کیا ہے لیکن پھر بھی کافر اللہ کی نشانیوں سے انکار کرتے ہیں۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے:

"اور اسی طرح ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل کی۔ پس جنکو ہم نے (پہلے) کتاب عطا کی وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ان (عربوں) میں سے بھی بعض وہ ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیتوں کا انکار سوائے کافروں کے کوئی نہیں کرتا۔" (پ۲۱ عنکبوت آیت ۴۷) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔

یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ:- تفسیر صافی صفحہ ۳۸۶ پر بحوالہ تفسیر قمی لکھا ہے کہ اس سے مراد آلِ محمدؐ علیہم السّلام ہیں۔

اِلَّا الْکٰفِرُوْنَ: تفسیر صافی صفحہ ۳۸۶ پر بحوالہ تفسیر قمی لکھا ہے کہ جناب امیرالمومنین اور آئمہ معصومین علیہم السّلام کا انکار سوائے کافروں کے کوئی نہ کریگا۔

"اور اے محبوب یونہی تمہاری طرف کتاب اتاری۔ تو وہ جنھیں ہم نے کتاب عطا فرمائی اس پر ایمان لاتے ہیں اور کچھ ان میں سے ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ اور ہماری آیتوں سے منکر نہیں ہوتے مگر کافر۔" (پ۲۱ عنکبوت آیت ۴۷) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ہے۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں۔ (۱) قرآن پاک جیسے انکی طرف توریت وغیرہ اتاری تھیں۔ (۲) یعنی جنھیں توریت دی۔ جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور انکے اصحاب فائدہ یہ سورت مکی ہے اور حضرت عبداللہ بن سلام اور انکے اصحاب مدینہ میں ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے انکی خبر دی یہ غیبی خبروں میں سے ہے (۳) اہل مکہ میں سے (۴) جو کفر میں نہایت سخت ہیں جحود (وَمَا یَجْحَدُ) اس انکار کو کہتے ہیں۔ جو معرفت کے بعد ہو۔ یعنی جان بوجھ کر مکرنا۔ اور واقعہ بھی یہی تھا۔ کہ یہود خوب جانتے پہچانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے نبیؐ ہیں اور قرآن حق ہے یہ سب کچھ جانتے ہوئے انہوں نے عناداً انکار کیا۔ مولانا صاحب نے اللہ کی جن نشانیوں سے انکار کیا گیا۔ وہ نشانیاں کونسی ہیں انکی تفسیر بیان نہیں کی جنکو کتاب عطا کی اس سے مراد یہود و نصاریٰ نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ کسی یہودی کو اللہ نے کتاب عطا نہیں کی ہے جیسے کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجھ کو عطا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کتاب انبیاؑ اور انکے اوصیاؑ کو اپنی طرف سے عطا فرماتا ہے جیسے حضرت ابراہیمؑ کی ذرّیت میں کتاب و حکمت جنکو عطا فرمائی ہے وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام ہیں اور اسی وجہ سے ان سے حسد کیا گیا۔ (پ۵ النساء آیت ۵۴) اللہ تعالیٰ کی انہی نشانیوں سے انکار کیا گیا اسکی وجہ یہ تھی کہ ان سے حسد کیا گیا۔ مذکورہ بالا آیت کے ترجموں اور تفسیروں سے ذیل کے نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

(١) سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں (نشانیوں) سے انکار کرنے والوں سے کون لوگ مراد ہیں۔ آیا وہ لوگ جو سرے سے ہی اللہ اور رسول اور قرآن پاک کے منکر تھے یا وہ لوگ ہیں جو ظاہراً ایمان لائے تھے۔ اور بعض قرآنی آیتوں پر ایمان رکھتے تھے، اور بعض سے انکار کرتے تھے۔ اور وہ لوگ منافق تھے۔ جیسا کہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب فرماتے ہیں، "جحود (یَجْحَدُ) اس انکار کو کہتے ہیں جو معرفت کے بعد ہو۔ یعنی جان بوجھ کر مکر کرنا۔ اللہ تعالیٰ جس طرح سے ان آیتوں سے انکار کرنے والوں کو ظاہر کر رہا ہے اس سے تو یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ ایمان تو لائے ہوئے تھے۔ اور ان ایمان لانے والے لوگوں میں سے ہی لوگوں نے اللہ کی آیتوں سے انکار کیا۔ اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نظر میں کفر میں داخل ہو گئے اور جو اللہ کی آیتوں پر ایمان لائے اور اس پر قائم رہے، وہ مومن ہو گئے۔ اگر کوئی مسلمان آج بھی اللہ کی کسی آیت سے انکار کرے تو اللہ کی نظر میں وہ کفر میں داخل ہو جائیگا جسکی مثال ابلیس ہے صرف ایک انکار سے کافر ہو گیا۔ ابلیس بھی اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود جانتا ہے۔ ارشادِ رَبُّ العِزّت ہوتا ہے: "یقیناً تمہارا پروردگار انکو خوب جاننے والا ہے جو اسکے راستے سے بھٹکتے ہیں۔ اور ہدایت پائے ہوؤں کو بھی خوب جاننے والا ہے۔" (پ انعام آیت ۱۱۷)

ایمان لانے والے پہلے ہی سے دو گروہوں میں بٹے ہوئے تھے اللہ کی راہ سے بھٹکے ہوؤں منافقوں کا گروہ۔ اور دوسرا ہدایت پائے ہوؤں مومنوں کا گروہ تھا، ان دونوں گروہوں کو اللہ جاننے والا ہے، ہدایت پانے والا اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اقرار اور پھر اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کریگا۔ تو اللہ تعالیٰ اسکو اور بڑھا دیگا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کیا، اور شکر ادا نہ کیا تو گویا اُسنے کفر کیا۔ اور اللہ کے عذاب کا مستحق ہوا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کسی بھی آیت سے انکار کرنے سے، ایمان والے بھی کافر ہو جاتے ہیں اب اگر اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان ہے تو پھر ہر ایمان لانے والے کو اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی کسی بھی آیت سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ بعض آیت کو مانو اور بعض سے انکار کرو اس بات کی گنجائش اسلام میں نہیں ہے۔

(٢) جیسے ایمان لائے ہوؤں میں سے اللہ تعالیٰ راہ سے بھٹکے ہوؤں کو بھی جانتا ہے اور ہدایت پائے ہوؤں کو بھی جانتا ہے۔ اسی طرح اللہ کی نشانیوں پر ایمان لائے ہوؤں کو بھی جانتا ہے اور اللہ کی نشانیوں سے انکار کرنے والوں کو بھی جانتا ہے۔ ایمان لائے ہوئے ہدایت یافتہ اور انکار کرنے والے راہ سے بھٹکے ہوئے، گمراہ ہو گئے۔ کیونکہ انہوں نے اُنکی پیروی کی جنکی پیروی سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اور اسکے اپنے فعل و عمل سے اللہ کی آیتوں کا اقرار اور انکار ثابت ہوتا ہے جس نے انکار کیا اس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے بجائے اسکی ناراضگی خریدی جسکی وجہ

سے اسکے سارے اعمال اکارت ہوگئے ۔ ارشادِ رَبُّ العِزّت ہوتا ہے، "یہ اس لئے کہ انہوں نے اس چیز کی پیروی کی جس نے اللہ تعالیٰ کو بیزار کر دیا ۔ اور اسکی رضامندی کو ناپسند کیا پس اس نے (اللہ تعالیٰ) نے انکے اعمال اکارت کر دیئے ۔" (پ۲۶ محمدؐ آیت ۲۸) اس آیۂ مجیدہ سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے جنکی اطاعت و پیروی کا حکم دیا ہے، انکی پیروی کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی پیروی کیجاتے، تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتا ہے، اور اس نے اللہ تعالیٰ کو راضی نہیں کیا بلکہ ناراض کیا اسلئے اسکے سارے نیک اعمال نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ اکارت ہوجائینگے جسطرح ابلیس کی ہزار ہا سال کی عبادت اکارت ہوگئی ؎

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے سے
ہزاروں سال گر سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

اللہ تعالیٰ کے نعمت والے بندوں کی پیروی میں صراطِ مستقیم پر قائم رہ کر جو بھی نیک اعمال بجالائے جائینگے وہ قبول ہونگے اور انکا اجر اللہ کے وہاں ملے گا ۔ لیکن جو لوگ اپنے سرداروں اور بڑوں کی اندھی تقلید و پیروی میں جو اعمال بجالائے جائینگے وہ اکارت ہوجائینگے ۔ اللہ نے اندھی تقلید کی مذمت کی ہے تمام انبیاؑ کو اپنے اپنے زمانے میں سرداروں اور دولتمندوں ہی کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا تھا یا جو حاکمِ وقت ہوتے تھے، اسلئے اللہ بھلا انکی اطاعت کا حکم دے سکتا ہے ؟ نہ یہ اُولی الامر ہو سکتے ہیں ۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے، "جبکہ انہوں نے کہا یقیناً ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریق پر پایا ۔ اور ہم انہی کے قدموں کے نشانوں پر راہ پائے ہوئے ہیں ۔ اور اسی طرح ہم نے تجھ سے پہلے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا ۔ مگر یہ کہ اسکے دولتمندوں نے کہا یقیناً ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریق پر پایا ۔ اور یقیناً ہم انکے قدموں کے نشانوں کی پیروی کرنے والے ہیں ۔" (پ۲۵ الزخرف آیت ۲۲-۲۳)

یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسینؒ الکاظمی صاحب کا ہے ۔

تَبلیغ :۔ تفسیر صافی ص۴۵۵ پر ہے کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دینے کیلئے نازل ہوئی اور یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اسطرح کی تقلید گمراہی ہے اور دولتمندوں کی تخصیص سے غرض یہ ہے کہ ناز و نعمت میں پرورش پانا ۔ اور باطل چیزوں سے محبت رکھنا انھیں اس بات کی طرف مائل کرتا ہے کہ وہ تقلید میں غور نہ کریں ۔ اور اس سے نہ پھریں ۔

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ دولت کی کثرت کے جو بُرے اثرات ہیں ۔ وہ تو سب ایک طرف ہیں صرف ایک

اثر کو واضح کرتا ہے اور وہ یہ کہ دولتمند اندھی تقلید میں غور نہیں کرتا ہے اسی وجہ سے تمام انبیأ علیہم السّلام کی مخالفت دولتمند لوگ ہی کرتے رہے ہیں انہی دولتمندوں سے نبرد آزما ہونا پڑتا تھا۔ اور تاریخ شاھد ہے کہ آنحضرتؐ کو بھی عرب کے سرداروں اور دولتمندوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ تب ہی یہ آیت آپکی تسلّی کیلئے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔ اور یہ لوگ آنحضرتؐ سے اس وقت تک جنگیں کرتے رہے جب تک اپنے اندر دم خم سمجھا۔ لیکن جب انکی طاقت ختم ہوگئی تو فتح مکّہ کے بعد ایمان ظاہراً طور پر لے آئے۔ اور ابو سفیان کا ایک تاریخی جملہ ہے کہ اے عباسؓ! آپکا بھتیجا تو پورے عرب کا بادشاہ ہوگیا۔ تو گویا وہ بدبخت آنحضرتؐ کو رسولؐ سمجھ کر ایمان نہیں لایا تھا۔ بلکہ مغلوب ہو کر حکم وقت تسلیم کرلیا تھا وہ لوگ تو ظاہرہ اسلام لے آئے تھے انہی منافقوں کے بارے میں ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے:۔ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ بدّوؤں نے کہا ہم ایمان لائے (اے رسولؐ) کہہ دو تم ایمان نہیں لائے لیکن تم یہ کہو کہ ہم اسلام لائے اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔" (پ۲۶ الحجرات آیت۱۴) اور یہ لوگ چونکہ دل سے ایمان نہیں لائے تھے اس لئے آنحضرتؐ کا احسانمند ہونے کے بجائے اُلٹا اپنا احسان جتاتے تھے انہی کے بارے میں ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے: "وہ (لوگ)، تم پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے (اے رسولؐ) کہہ دو تم مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کیلئے ہدایت کی اگر تم سچے ہو۔" (پ۲۶ الحجرات آیت۱۷) یہ لوگ ایمان لانے میں بالکل سچے نہ تھے کیونکہ یہ لوگ سرگوشی میں آپس میں ساز باز کی باتیں کرتے رہتے تھے وہ سرگوشی کی باتیں گناہ کی اور زیادتی اور رسولؐ کی نافرمانی کی ہوتی تھیں۔

ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے، "اے وہ لوگو! جو ایمان لاچکے جب تم باہم سرگوشی کرتے ہو تو تم گناہ اور زیادتی اور رسولؐ کی نافرمانی کے بارے میں سرگوشی نہ کیا کرو۔ اور تم نیکی اور پرہیزگاری کے بارے میں سرگوشی کیا کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو جسکے حضور میں اکٹھے کئے جاؤ گے۔" (پ۲۸ المجادلہ آیت۹) یہ منافقین اسقدر اللہ تعالیٰ کے منع کرنے پر بھی اپنی غلط حرکات سے باز نہیں آئے تھے۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے: "کیا تو نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جو سرگوشی سے منع کئے گئے۔ پھر جس چیز سے وہ منع کئے گئے وہی کرتے۔ اور وہ گناہ اور زیادتی اور رسولؐ کی نافرمانی کے بارے میں سرگوشی کرتے ہیں۔" (پ۲۸ المجادلہ آیت۸) ان دونوں آیتوں میں سے جو آیت پہلے نازل ہوئی اس کو بعد میں کردیا اور جو بعد میں نازل ہوئی اس کو پہلے قرآن پاک میں ترتیب دیا ہے ایسا کیوں کیا وہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے یا وہ جنہوں نے ترتیب دیا ہے۔

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں تاریخ اسلام کا مطالعہ کرو۔ تو رسولؐ کے نافرمان منافقوں کا پہچاننا کوئی مشکل کام نہیں۔ اور اندھی تقلید سے نکلنا بھی مشکل نہیں بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کا اور روزِ قیامت

کا خوف ہو اور عقل کا خواہشاتِ نفسانی پر غلبہ ہو ۔ انسان تب ہی صحیح معنی میں غور و خوض کر سکتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ والدین کی بھی اندھی تقلید کرنے سے منع کرتا ہے ۔ ویسے والدین کی عزت و احترام کرنے کا حکم دیتا ہے ۔ لیکن والدین بھی اگر اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کے خلاف اپنا حکم دیں تو والدین کا بھی حکم نہ مانو ۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے " اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کا حکم دیا ہے ۔ اور فرمایا اگر وہ دونوں تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ شریک قرار دے ۔ جس کا تجھے علم نہ ہو ۔ پس تو ان دونوں کی اطاعت نہ کر ۔ تم سب کی بازگشت میری ہی طرف ہے ۔ پھر جو کچھ عمل تم کیا کرتے تھے ۔ میں تمہیں بتلا دونگا ۔ اور جو لوگ ایمان لا چکے اور انہوں نے نیک عمل کیئے ۔ ہم ضرور انہیں صالحین میں داخل کرینگے " (پ۲ عنکبوت آیۃ ۹،۸) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے ۔ تفسیر فرماتے ہیں ۔ بِوَالِدَیۡہِ :۔ تفسیر صافی صـ۳۸۲ پر بحوالہ تفسیر قمی لکھا ہے کہ وَالِدَیۡہِ سے مراد وہ ماں باپ ہیں جن سے کہ وہ پیدا ہوا ہے ۔

مَا لَیۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ :۔ تفسیر صافی صـ۳۸۳ پہ ہے کہ نفی علم کا نتیجہ یہ ہے کہ جس چیز کے صحیح ہونے کا علم نہ ہو ۔ اسکی پیروی کرنا جائز نہیں ۔ اگرچہ اسکے باطل ہونے کا بھی علم نہ ہو ۔ اور جب اسکے باطل ہونے کا علم ہو تو اسکی پیروی نہیں کرنی چاہیئے ۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سیدھے اور جاہل مسلمانوں کو تو شاید معاف بھی کردے کیونکہ علماء جیسا انکو بتلاتے ہیں ان پر ایمان بھی رکھتے ہیں ۔ اور عمل بھی کرتے ہیں ۔ لیکن وہ علماء جو حق کو چھپاتے ہیں یا حق و باطل کو ملاتے ہیں یا باطل کو اجاگر کرتے ہیں اور حق کو چھپائے رکھتے ہیں جان بوجھ کر ایسے علماء کو اللہ تعالیٰ ہرگز معاف نہیں کریگا ۔ کیونکہ یہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں ۔ اسلئے ان پر دُگنا عذاب ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ کے جو احکام ہیں انکی اطاعت و پیروی تو لازم ہے ۔ اللہ اور رسولؐ کے احکام کے خلاف والدین کے حکم کو بھی ماننے سے اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ والدین کی ہر طرح کی دلجوئی کا حکم فرماتا ہے ۔ زندگی میں بھی انکی خدمت کرنا ہے اور مرنے کے بعد بھی اگر مومن ہیں تو انکے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہے ۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے :

" وَقُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيۡ صَغِيۡرًا " اور کہو اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ بچپن میں میری پرورش کی تھی " (پ۱۵ بنی اسرائیل آیۃ ۲۴) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے ۔ جبکہ خداوندِ عالم ہمیں اپنے مومن والدین کی مغفرت کیلئے دعا کا طریقہ خود سکھلا رہا ہے تو مومن والدین کی خاطر جو بھی خیر اور خیرات کی جائیگی اس کا ثواب انکو ضرور ملے گا ۔ اور انکے لیے مغفرت کی جو دعا کی جائیگی ۔ تو وہ دعائیں ضرور قبول ہونگی ۔ لیکن وہابی اسکا قائل نہیں ہے باقی سب مسلمان اسکے قائل ہیں ۔ اسی لیئے وہابی اپنے والدین کے مرنے کے بعد انکے لیئے خیر خیرات

کرنا بیکار سمجھتے ہیں۔ انھی کیلئے شاید کہا گیا ہے کہ مر گئے مردود جنکا فاتحہ نہ درود۔ یہ درود و سلام کو بھی عبث سمجھتا ہے اسلئے اسکی مخالفت کرتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ ہر ایمان لانے والے کو حکم دیتا ہے

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ؁

یقیناً اللہ اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ نبیؐ اور اسکی آلؑ پر۔ اے لوگو! جو ایمان لا چکے ہو۔ تم بھی اس پر اور اسکی آلؑ پر درود بھیجو اور تسلیم کرو جیسا کہ تسلیم کرنے کا حق ہے ٥ یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ کو ایذا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور انکے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہوا ہے۔" (پ۲۲ احزاب آیت ۵۶) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ تفسیر صافی ص۴۰۲ پر بحوالہ ثواب الاعمال منقول ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے پوچھا گیا کہ اللہ اور اسکے فرشتوں اور مؤمنوں کی صلوات سے کیا مراد ہے۔ آپؑ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی صلوٰت اسکا رحمت نازل کرنا ہے اور فرشتوں کی صلوٰت انکا طہارت و پاکیزگی کا اعلان ہے۔ اور مؤمنوں کی صلوٰت انکے لئے دُعا ہے۔ اب رہی بات اللہ تعالیٰ کے قول وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ انکی شان میں وارد ہوا ہے اسے بلا چوں چرا تسلیم کر لیں۔ پھر پوچھا گیا کہ ہم محمدؐ و آلِ محمدؐ پر کس طرح صلوٰت پڑھیں۔ آپؑ نے فرمایا یوں کہو۔ صَلَوٰتُ اللّٰہِ صَلَوٰتُ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ اَنْبِیَآئِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَ جَمِیْعِ خَلْقِہٖ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ السَّلَامُ عَلَیْہِ وَ عَلَیْھِمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ پھر پوچھا گیا اس چیز کا کیا ثواب ملیگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپکی آلؑ پر اسطرح صلوٰت بھیجے آپؑ نے فرمایا کہ وہ گناہوں سے اسطرح نکل جائیگا جسطرح کہ آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

اعتراض ۱:- آیۂ صلوٰت میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آیا ہے یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ پھر آلؑ کو کیوں شامل کر دیا جاتا ہے؟

الجواب ۱:- اس آیۂ مجیدہ میں یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ آیا ہے یُصَلُّوْنَ عَلٰی نَبِیٍّ نہیں ہے بلکہ نبی پر الف لام داخل ہے یعنی النَّبِیِّ ہے۔ اور اہلِ علم جانتے ہیں کہ الف لام کی بے شمار اقسام ہیں۔ جن میں سے ایک الف لام جنسی بھی ہے دیکھئے قرآن مجید میں ارشاد ہے: "اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ کیا وہ نہیں جانتا کہ جب مردے قبروں سے نکالے جائینگے۔ (پ۳۰ عادیات آیت ۹) اس پر سوال ہوتا ہے کہ از روئے قرآن صرف قبروں سے ہی مردے نکالے جائینگے۔ تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو آگ میں جلا دیئے گئے۔ اور انکی راکھ گنگا دریا میں بہا دی گئی۔ یا وہ جنھیں شیر یا بھیڑیا کھا گیا یا دریا میں غرق ہو گئے۔ اور انکے بدن کو ہزاروں مچھلیاں چٹ کر گئیں؟ اسکا جواب قرآن نے دیا ہے کہ آیۂ مجیدہ میں مَحْض فِیْ قُبُوْرٍ نہیں فرمایا بلکہ قبور پر الف لام لگا دیا۔ یعنی القبور۔ الف لام جنسی ہے مطلب یہ ہوا کہ قبر یا اسکی مثل، پس جہاں اور جس جگہ بھی جسمِ انسانی مرنے کے بعد پوشیدہ ہو جائیگا۔ خواہ وہ کسی درندے کا پیٹ ہو، یا دریا کی مچھلیاں یا آگ وغیرہ اللہ تعالیٰ وہاں سے بھی اسے نکال لیگا۔ اسی طرح نبی پر الف لام جنسی داخل ہے۔ یعنی نبیؐ پر بھی صلوٰت ہے اور اسکی جنس پر بھی۔ اور ظاہر ہے کہ نبیؐ کی جنس صرف اسکی آلؑ ہے، کیونکہ جسطرح نبی پر صدقہ حرام ہے اسیطرح آپکی آلؑ پر بھی صدقہ حرام ہے جسطرح

نبیؐ طاہر و مطہر ہے اسی طرح آپؐ کی آلؑ بھی آیۂ تطہیر میں داخل ہے جسطرح آپکی خلقت نوری ہے اسی طرح آپکی آلؑ کی خلقت بھی نوری ہے لہذا آپکی آلؑ آپؐ کی جنس سے ہے۔ اسی لئے آپکے ساتھ آپؐ کی آلؑ پر بھی صلوات پڑھنا واجب ہے۔ عیون اخبار الرضا میں ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے مامون کے دربار میں فرمایا تھا۔ کہ یٰسٓ سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہیں۔ الیاسین سے مراد آلِ محمدؐ ہیں"

" بیشک اللہ اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اس غیب بتانے والے نبیؐ پر۔ اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اسکے رسولؐ کو۔ ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ دنیا اور آخرت میں" پ۲۲ احزاب آیۃ ۵۶) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ہے۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں۔ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر درود و سلام بھیجنا واجب ہے ہر ایک مجلس میں آپکا ذکر کرنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی ایک مرتبہ اور اس سے زیادہ مستحب ہے۔ یہی قول معتمد ہے اور اس پر جمہور متفق ہیں۔ اور نماز کے قعدۂ اخیر میں بعد تشہد درود شریف پڑھنا سنّت ہے۔ اور آپؐ کے تابع کرکے آپؐ کے آلؑ و اصحابؓ و دوسرے مؤمنین پر بھی درود بھیجا جاسکتا ہے یعنی درود شریف میں آپؐ کے نامِ اقدس کے بعد انکو شامل کیا جاسکتا ہے۔ (بغیر کسی دلیل کے) اور مستقل طور پر حضور کے سوا ان میں سے کسی پر درود بھیجنا مکروہ ہے۔ مسئلہ درود شریف میں آلؑ و اصحاب کا ذکر متوارث ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے آلِ محمدؐ کے ذکر کے بغیر مقبول نہیں۔ درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی تکریم ہے علما نے اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمدؐ کے معنی یہ بیان کئے ہیں۔ درود شریف کی بہت برکتیں ہیں اور فضیلتیں ہیں۔ حدیث شریف میں ہے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب درود بھیجنے والا مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے اسکے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ مسلم کی حدیث شریف میں ہے کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار بھیجتا ہے۔ ترمذی کی حدیث شریف میں ہے بخیل وہ ہے جسکے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ درود نہ بھیجے۔

" خدا اور اسکے فرشتے پیغمبرؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ مومنو! تم بھی ان پر درود بھیجا کرو۔ جو لوگ خدا اور اسکے پیغمبرؐ کو رنج پہنچاتے ہیں۔ ان پر خدا دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے۔ اور انکے لئے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے" (پ۲۲ احزاب آیۃ ۵۶) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خان صاحب جالندھری کا ہے۔ تفسیر فرماتے ہیں۔ حکم ادا ہوتا ہے نماز میں السّلام علیک ایّھا النّبی اور اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّد۔ اللہ تعالیٰ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبرؐ پر اور انکے ساتھ انکے گھرانے پر بڑی قبولیت رکھتی ہے ان پر انکے لائق رحمت اترتی ہے اور دس رحمتیں اترتی ہیں مانگنے والے پر ہے جتنا چاہے حاصل کرے۔

مذکورہ بالا آیۂ مجیدہ کے ترجموں سے اور تفسیر سے ذیل کے نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

(۱) تمام علماٗ نے درود شریف میں نبیؐ کے ساتھ آپ کی آلؑ کی شمولیت کو ضروری سمجھا ہے۔ لہٰذا محمدؐ وآلِ محمدؐ پر درود بھیجنا واجب ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے جنکو ہماری ہدایت کیلئے پیدا کیا ہے اور جو راہِ حق کی ہدایت کرنے والے ہیں۔ اور وہ محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السّلام ہیں اس آیۂ مجیدہ کو نازل کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں محمدؐ وآلِ محمدؐ کا کیا مقام اور عظمت ہے۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ خود محمدؐ وآلِ محمدؐ پر درود بھیجتا ہے اور اسکے فرشتے بھی محمدؐ وآل محمدؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو حکم دیتا ہے کہ تم بھی محمدؐ وآلِ محمدؐ پر درود بھیجو لیکن انکی عظمت و بزرگی کو تسلیم کرتے ہوئے۔ اگر دل کے اندر انکی عظمت اور بزرگی نہیں ہے تو زبان سے درود ادا بھی کرے تو اسکو کچھ بھی ثواب نہ ملیگا جنکے دل میں انکی عظمت و بزرگی ہے وہ محمدؐ وآلِ محمدؐ دونوں پر درود بھیجتے ہیں۔ جو انکی عظمت و بزرگی کے دل سے قائل نہیں ہیں وہ صرف نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں اور آلِ محمدؐ کو چھوڑ دیتے ہیں جو قبول نہیں ہوتا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کو محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السّلام سے کتنی الفت اور محبت ہے اس کا اندازہ کرنا انسانی عقل و فہم کے ادراک سے بالاتر ہے

(۳) اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں کو حکم دیتا ہے کہ محمدؐ وآلِ محمدؐ کی عظمت اور بزرگی کو ویسا ہی دل سے تسلیم کرو جیسا تسلیم کئے جانے کا حق ہے تب تم انکی اطاعت و پیروی کروگے۔ اور اگر ویسا تسلیم نہیں کیا جیسا تسلیم کیا جانا چاہیے تھا۔ تو انکی اطاعت و پیروی چھوڑ دوگے۔ تو گمراہ ہو جاؤگے۔ اللہ تعالیٰ کے بہترین نعمت والے بندے تو محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام ہیں جو اس آیت سے بھی ثابت ہے۔ انہی کا راستہ صراطِ مستقیم ہے اور یہی اللہ کے حکم کے بموجب راہِ حق کی ہدایت کرنے والے ہیں۔ جنلوگوں نے انکی عظمت و بزرگی کو دل سے جیسا تسلیم کرنا چاہیئے تھا۔ ویسا تسلیم نہیں کیا تھا انہوں نے اللہ کے بنائے ہوئے اولی الامر کو چھوڑ کر بعدِ رسولِ مقبولؐ اپنا اولی الامر بنا لیا انہی نے درود سے آلؑ کو نکالنے کی کوشش کی اور انکے پیرو کار آج بھی آلؑ کو درود میں شامل نہیں کرتے ہیں جو اللہ کے حکم کی کھلی نافرمانی ہے۔ جس سے یقیناً اللہ اور رسولؐ کو ایذا اور رنج پہنچتا ہے۔ اور جس نے اللہ اور رسولؐ کو ایذا و رنج دیا۔ ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں۔ اور اللہ تعالیٰ نے انکے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ جس سے نجات ناممکن ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے تو وہ باطل کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے نعمت والے بندوں کی اطاعت و پیروی کریگا۔

(۴) جیسا درود پڑھنے کا حکم ہے ویسا ہی درود جب پڑھا جائیگا تو ایسا درود بھیجنے کا یقیناً بڑا ثواب ہے ادھورا درود پڑھنا ثواب کے بجائے عذاب کا باعث ہوگا آلؑ کو نکال کر درود بھیجنا اللہ اور رسولؐ کو ایذا اور رنج پہنچانے کے مترادف ہے۔ اور انکے لئے دنیا اور آخرت میں لعنت ہے۔ اور قیامت کے دن ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا اس آیۂ مجیدہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السّلام اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں یہی

لئے جو مؤمنین اللہ اور رسولؐ اور علیؑ کو اپنا ولی مانتے ہیں اور ان سے محبت بھی کرتے ہیں تو ان مؤمنین کو اللہ تعالیٰ حزب اللہ فرماتا ہے۔ اور یہی مؤمنین فلاح پانے والے ہیں آیۂ انّما اس پر شاہد ہے۔

ایمان لانے والوں نے باہم مشورہ کیا ہوگا کہ ہمیں اجرِ رسالت ادا کرنا چاہیے یہ سوچ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہونگے۔ مجمع البیانؒ میں حضرت امام زین العابدین جناب امام محمد باقر علیہما السّلام سے اور کافی میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب جنابِ رسولِ خداؐ حجِ آخر سے مدینۂ منوّرہ تشریف لائے تو انصار آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور عرض کرنے لگے کہ خدائے تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا ہے اور حضورؐ کی یہاں تشریف آوری اور ہمارے درمیان قیام کرنے سے ہمکو عزت بخشی ہے اور یہ مزید عنایت ہے کہ ہمارے دوستوں کو خوش اور ہمارے دشمنوں کو ذلیل کر دیا ہے، حضورؐ کی خدمت میں جا بجا سے لوگ یہاں آتے ہیں۔ اور ان پر بخشش کرنے کا آپؐ کے پاس سرمایہ نہیں۔ لہٰذا ہماری درخواست ہے کہ ہمارے مال کا بٹا آپؐ لے لیں۔ حضرتؐ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور منتظرِ وحی رہے چنانچہ جبرئیلِ امین آئے اور یہ آیت لائے۔ "یہ وہی ہے جسکی اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو خوشخبری دیتا ہے جو ایمان لاچکے اور انھوں نے عملِ نیک کئے۔ اے رسولؐ کہہ دو کہ میں اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اسکے کہ میرے اقربا سے محبت رکھو اور جو نیکی کمائیگا۔ ہم اس کے لئے اس میں نیکی زیادہ کرینگے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور بڑا قدرداں ہے۔" (پ۲۵ شوریٰ آیت۲۳) جسے سن کر منافقوں نے کہا یہ حکم اللہ کا نہیں ہے بلکہ خود محمدؐ اپنے چچازاد بھائی کا بازو پکڑ کر پھر بلند کریں اور اپنے اہلبیتؑ کو ہمارا افسر بنا دیں، کل تو یہ کہہ چکے ہیں مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ اور آج کہہ دیا قُلْ لَّآ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ط۔ قرب الاسناد میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے کھڑے ہو کر فرمایا لوگو! خدا نے میری خاطر سے تم پر ایک فریضہ واجب کیا ہے آیا تم اسکو بجا لاؤ گے۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ اور حضرتؐ تشریف لے گئے۔ دوسرے دن مسجد میں پھر یہی سوال کیا، پھر کسی نے جواب نہ دیا۔ تیسرے دن پھر ایسا ہی ہوا۔ تب بھی کوئی نہ بولا تو فرمایا؛ لوگو! وہ فریضہ نہ سونے سے متعلق ہے نہ چاندی سے نہ کھانے سے نہ پینے سے تب تو سب بول اٹھے کہ حضورؐ بیان فرمائیں فرمایا خدا نے مجھ پر یہ آیت نازل کی ہے یہ سُن کر بہت نے پختہ وعدہ کیا کہ ہم اسکی تعمیل کو حاضر ہیں۔ یہ وعدہ صرف سات آدمیوں نے پورا کیا۔ سلمانِ فارسیؓ، ابو ذرِ غفاریؓ، عمارِ یاسرؓ، مقدادؓ ابن اسودِ کندی، جابرؓ بن عبداللہ انصاری، اور آنحضرتؐ کا ایک غلام ثبیتہؓ۔

تفاسیر میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا جو شخص آلِ محمدؐ کی دوستی میں مرے

"... شہید مرتا ہے، جو آلِ محمدؐ کی دوستی پر مرا وہ مغفور ہے، جو آلِ محمدؐ کی دوستی پر مرا وہ کامل الایمان مرا، جو آلِ محمدؐ کی دوستی پر مرا اسکو ملک الموت اور منکر و نکیر بہشت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ جو آلِ محمدؐ کی محبت پر مرا اسکی قبر فرشتوں کی زیارت گاہ ہوگی، جو آلِ محمدؐ کی دشمنی پر مرا قیامت میں اسکی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ یہ خدا کی رحمت سے مایوس ہے، جو دشمنیٔ آلِ محمدؐ پر مرا وہ بہشت کی بو نہ سونگھے گا، کسی نے پوچھا جنکی محبت کو اللہ نے واجب کیا ہے وہ کون ہیں۔ فرمایا علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ۔ فرمایا جو شخص اہلِ بیت پر ظلم کریگا وہ مجھے میری عترت کے بارے میں اذیت دیگا، اور اس پر بہشت حرام ہوگا۔"

"یہی وہ (انعام ہے) جسکی خدا اپنے ان بندوں کو جو ایمان لائے، اور نیک عمل کرتے ہیں۔ بشارت دیتا ہے۔ کہہ دو کہ میں اسکا تم سے صلہ نہیں مانگتا۔ مگر تم کو قرابت کی محبت تو چاہیے اور جو نیکی کریگا۔ ہم اسکے لیئے اسمیں ثواب بڑھائیں گے۔ بیشک اللہ بخشنے والا قدر دان ہے۔" (پ ۲۵ شوریٰ آیت ۲۳) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خان صاحب جالندھری کا ہے آپ تفسیر فرماتے ہیں۔ یعنی اگر مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو قرابت کا پاس تو کرنا چاہیئے، اور مجھے ایذا نہیں دینی چاہیئے، بعض نے یہ معنی کیئے ہیں۔ کہ خدا کا قُرب حاصل کرنے کیلئے اس سے محبت رکھو" (اس آیت کو پڑھو اور مولانا صاحب کی تفسیر کو پڑھو۔ تو صاف پتہ چلتا ہے کہ مولوی صاحب نے وہ اجرِ رسالت ادا نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ نے آیت میں اجرِ رسالت مانگا ہے۔ مولانا صاحب نے جو ترجمہ بیان کیا وہ تو ایک طرف ہے لیکن تفسیر میں تو کمال کی جرأت دکھائی ہے، ترجمہ میں تو اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں سے کہہ رہا ہے۔ اور تفسیر میں آنحضرتؐ کفار سے اپنی قرابت کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ یہ تحریر فرماتے ہوئے ذرا بھی خوفِ خدا ہوتا۔ تو اس طرح ترجمہ اور تفسیر نہ بیان کرتے۔ بہرحال مولوی صاحب نے تو اجرِ رسالت ادا نہیں کیا۔ لیکن جو ترجمہ اور تفسیر بیان کر گئے ہیں۔ اس کا اجر انکو ضرور مل رہا ہوگا، حق کو اسی طرح ترجمہ اور تفسیر بیان کر کے چھپایا گیا ہے، قیامت کے دن پتہ چلے گا۔

"یہ خوشخبری دیتا ہے اللہ اپنے ایماندار بندوں کو جو کرتے ہیں بھلے کام۔ تو کہہ میں نہیں، مانگتا تم سے اس پر کچھ نیگ مگر دوستی چاہیئے ناتے میں۔ اور جو کوئی کماوے گا نیکی ہم اسکو بڑھا دینگے اسکی خوبی۔ بے شک اللہ معاف کرتا ہے حق مانتا۔" (پ ۲۵ شوریٰ آیت ۲۳) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبد القادر محدث دہلوی صاحب کا ہے۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں یعنی قرآن پہنچانے پر نیگ نہیں چاہتا۔ مگر قرابت کی دوستی یعنی میں تمہارا بھائی ہوں ذات کا۔ مجھ سے بدی نہ کرو۔ انشاء اللہ مولانا صاحب کو ویسا ہی اجر اس ترجمہ اور تفسیر کرنے کا مل رہا ہوگا۔ جیسا انہوں نے ترجمہ اور تفسیر بیان فرمایا ہے۔

"یہ ہے وہ جسکی خوشخبری دیتا ہے اللہ اپنے بندوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے، تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا۔ مگر قرابت کی محبت۔ اور جو نیک کام کرے۔ ہم اس کیلئے اس میں اور خوبی بڑھا دینگے۔ بیشک اللہ بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے۔" (پ ۲۵ شوریٰ آیت ۲۳) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان بریلوی صاحب کا ہے۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں (۱) یعنی تبلیغ رسالت اور ارشاد و ہدایت (۲) اور تمام انبیا کا یہی طریقہ ہے۔ شانِ نزول حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوتے اور انصار نے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذمے مصارف بہت ہیں۔ اور مال کچھ بھی نہیں ہے۔ تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور حضورؐ کے حقوق و احسانات یاد کر کے حضورؐ کی خدمت میں پیش کرنے کیلئے بہت مال جمع کیا اور اسکو لیکر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ حضورؐ کی بدولت ہمیں ہدایت ہوئی۔ ہم نے گمراہی سے نجات پائی۔ ہم دیکھتے ہیں حضورؐ کے مصارف بہت زیادہ ہیں۔ اس لئے ہم یہ مال خدام آستانہ کی خدمت میں نذر کیلئے لائے ہیں۔ قبول فرما کر ہماری عزت افزائی کیجائے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ اور حضورؐ نے وہ اموال واپس فرما دیئے۔ (۳) تم پر لازم ہے کیونکہ مسلمانوں کے درمیان مودّت، محبّت واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ المومنو والمومنات بعضہم اولیاءُ بعض، اور حدیث شریف میں ہے کہ مسلمان مثل ایک عمارت کے ہیں جسکا ہر ایک حصّہ دوسرے حصّے کو قوت اور مدد پہنچاتا ہے جب مسلمانوں میں باہم ایک دوسرے کے ساتھ محبّت واجب ہوئی تو، سیّد العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کسقدر محبّت فرض ہوگی معنی یہ ہیں کہ میں ہدایت و ارشاد پر کچھ اجرت نہیں چاہتا۔ لیکن قرابت کے حقوق تم پر واجب ہیں۔ انکا لحاظ کرو۔ اور میرے قرابت والے تمہارے بھی قرابتی ہیں۔ انہیں ایذا نہ دو۔ (مولانا صاحب کو حق بیان کرنے کا بھی اجر ملے گا انہوں نے اجر رسالت ادا کیا ہے اور دوسروں کو بھی تلقین کی ہے اللہ تعالیٰ اپنے جوار رحمت میں جگہ دے)

حضرت سعیدؓ بن جبیر سے مروی ہے کہ قرابت والوں سے مراد حضورؐ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آلِ پاک ہے۔ (بخاری) مسئلہ اہلِ قرابت سے کون کون مراد ہیں۔ اسمیں کئی قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ، اس سے مراد حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنین کریمین ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک قول یہ ہے کہ آلِ علیؓ آلِ عقیلؓ و آلِ جعفرؓ و آلِ عباسؓ مراد ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حضورؐ کے وہ اقارب مراد ہیں۔ جن پر صدقہ حرام ہے۔ اور مخلصین بنی ہاشمؓ و بنی مُطّلب ہیں۔ حضورؐ کی ازواج مطہرات حضورؐ کے اہلِ بیتؓ میں داخل ہیں مسئلہ حضورؐ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبّت، اور حضورؐ کے اقارب کی محبّت دین کے فرائض میں سے ہے (۴) یہاں نیک کام سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اور آپؐ کی آل پاکؓ کی محبّت ہے یا

تمام امورِ خیر۔ (اللہ تعالیٰ آپکو اپنے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے صدقے میں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین ثم آمین) ۔ مولانا صاحب نے جو کچھ حق تحریر فرمایا ہے اس سے آلِ پاک رسولؐ سے مودّت اور محبت صاف عیاں ہے ۔ اور آپ نے مسلمانوں کی رہنمائی حق کی طرف فرمائی ہے ۔ اللہ تعالیٰ انکی نیکی کی قدر دانی ضرور فرمائیگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے:

مذکورہ بالا آیت کے ترجموں اور تفسیر سے ذیل کے نتائج اخذ ہوتے ہیں ۔

(۱) جو ایمان لا چکے اور نیک عمل کیے۔ انکو اللہ تعالیٰ خوشخبری سنا رہا ہے۔ کہ اجرِ رسالتؐ کے ادا کرنے کیلئے مال اور دولت دنیا نہیں چاہیے ۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قربا سے مودّت کو اجرِ رسالتؐ قرار دیا ہے اور یہ ایسا اجرِ رسالت ہے کہ اسکے لئے کچھ خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس سے اپنی ذات ہی کو فائدہ ہے ۔ جو امیر و غریب دولتمند اور مفلس ہر ایک ادا کر سکتا ہے اسی لئے ہر مسلمان پر واجب ہے اب اگر کسی نے اللہ کے حکم کے بموجب اجرِ رسالتؐ ادا نہیں کیا تو گویا اس نے اللہ اور رسولؐ کو ایذا دی اور اسکا ٹھکانا جہنم ہے ۔ اللہ کو وہ لاکھ یاد کرتا ہے اللہ نہیں مل سکتا جس طرح ابلیسؔ کو اللہ تعالیٰ نہیں ملا ۔ جتنا ابلیسؔ نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے اتنی عبادت تو کوئی انسان کر بھی نہیں سکتا ہے جو کبھی بھی اللہ کی وحدانیت کا منکر نہیں ہوا ۔ سہ

جسے علیؑ نہ ملا اسکو مصطفیٰؐ نہ مِلا   جسے مِلا نہ محمدؐ اُسے خدا نہ مِلا

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جن کو آیۂ مباہلہ میں اللہ تعالیٰ نے بھجوا دیا ۔ علیؑ، فاطمہؑ زہرا، امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہم السلام ہیں ۔ ان پنجتن پاک سے مودّت کرنا اللہ تعالیٰ نے نیکی قرار دیا ہے اور جو کوئی ان پاک ذات سے محبّت کریگا ۔ تو وہ نیکی کمائے گا ، اور جو وہ نیکی کمائے گا اسمیں اللہ تعالیٰ اور اضافہ کریگا ۔ جسطرح محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجنے پر ۔ ثواب میں تین گن کا اضافہ ہوتا ہے ۔ اسیطرح ان سے مودّت کرنے کا صلہ بھی اللہ تعالیٰ نے بہت رکھا ہے ۔ کہ تمام بداعمالیوں کے باوجود روزِ محشر چہرہ سیاہ نہیں ہوگا ۔ اور جنکو ان سے بغض و عناد ہے انکا چہرہ سیاہ ہوگا ۔

(۳) آلِ پاک رسولؐ خدا سے محبت کرنے والے کی اس نیکی کو اللہ تعالیٰ کتنی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے ۔ کہ جو یہ نیکی کمائے گا اسکو اللہ تعالیٰ بخشش بھی دیگا ۔ یعنی اسکے گناہوں کو معاف بھی کر دیگا ۔ گویا ان سے مودّت کرنے میں اپنا ہی فائدہ ہے ، اور نہ کرنے میں نقصان ہے ۔

(۴) چونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ رسولؐ پاک کی آلِ پاکؑ سے مودّت کرو ۔ اور ان سے مودّت کرنے کا اظہار انکی اطاعت و پیروی سے ہوگا ۔ اس لئے اولی الامر بنا کر ان کی اطاعت کو بھی

واجب قرار دیا۔ لہذا جو مودت کریگا وہ اطاعت بھی کریگا اور جو مودت نہیں کریگا وہ اطاعت بھی نہیں کریگا۔ اور اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم سے انکار وہی کریگا۔ جو ابلیسؑ کا پیروکار ہوگا۔ اور صراط مستقیم سے بھٹکا ہوا ہوگا۔"

۵ اللہ تعالیٰ کے نعمت والے بندے محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السّلام ہیں۔ لہذا انکی محبت و اطاعت کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے انہی کے راستے کو اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم فرمایا ہے۔ انکو چھوڑکر نہ کسی کو صراطِ مستقیم ملی ہے اور نہ کسی کو ملے گی اور جو صراط مستقیم پر نہیں ہوگا تو اس کے سارے نیک اعمال بھی اللہ تعالیٰ اکارت کردیگا۔

اجر رسالتؐ کی جب مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی تو جو منافقین تھے انہوں نے چہ میگوئیاں شروع کردیں اس لیے کہ منافقین کو حضرت علیؑ سے بغض و عناد تھا۔ کیونکہ ان منافقین کے بڑے بڑے سردار اور بہادر حضرت علیؑ کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ تھک ہار کر وہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ اور اسلام کو دل سے قبول نہیں کیا تھا۔ اس لیے حضرت علیؑ سے بغض و عناد انکے دلوں میں بھرا ہوا تھا۔ اور محمدؐ وآلؑ محمدؐ کی عظمت و بزرگی جو اللہ تعالیٰ نے انکو عطا کی تھی اسکو وہ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اجرِ رسالت کی بابت دوسری آیت نازل فرمائی۔ "اے رسولؐ کہہ دو کہ میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور میں تکلیف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں، یہ قرآن نہیں ہے مگر تمام جہانوں کیلیے نصیحت اور کچھ مدت کے بعد ضرور تمہیں اسکی خبر کا علم ہو جائیگا۔" (پ۲۳ ص آیت ۸۸،۸۷،۸۶) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ تفسیر فرماتے ہیں:۔

مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ:۔ تفسیر صافی ۲۳ پر ہے کہ اسکا یہ مطلب ہے کہ میں متکلف اس صورت میں ہوتا جبکہ میں تم سے ایسی بات چاہتا جس کے تم اہل نہ ہوتے۔ اس پر منافقین نے ایک دوسرے سے کہا کہ کیا محمدؐ کیلیے یہ کافی نہیں ہوا کہ بیس برس سے ہمیں دبائے رکھا ہے، اب یہ چاہتا ہے کہ اپنے اہلبیتؑ کو ہماری گردنوں پر سوار کردے۔ پھر وہ کہنے لگے کہ خداوند تعالیٰ نے یہ نازل نہیں کیا ہے یہ اسکی اپنی بنائی ہوئی بات ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے اہلبیت کو ہماری گردنوں پر بلند کرنا چاہتا ہے، اگر محمدؐ قتل کر دیئے گئے یا اپنی موت سے مر گئے تو ہم انکے اہلبیت سے ضرور جھگڑا کرینگے۔ اور خلافت انمیں ہرگز نہ جانے دینگے۔ انہی منافقین کے بارے میں ارشادِ ربّ العزّت ہوتا ہے:۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔا ۭ "اور نہیں محمدؐ مگر

ایک رسول۔ یقیناً اس سے پہلے بہت رسول گذر چکے۔ پھر کیا اگر وہ مرجائے یا قتل کیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو شخص اپنی ایڑیوں پر پھر جائیگا۔ وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔" (پ۴ آلِ عمران آیت ۱۴۴) قرآن پاک میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کی شان میں جتنی آیتیں نازل ہوئی ہیں منافقین ان پر ایمان نہیں لائے یہ کہہ کر کہ یہ محمدؐ نے اپنی طرف سے گھڑلی ہیں۔ اور احکامِ خداوندی کو ماننے سے انکار کر دیا۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کے بارے میں فرمایا ہے بعد رسولؐ مقبولؐ منافقین نے وہی کچھ کیا۔ جو کچھ انکے دلوں میں تھا۔ اور جو اللہ تعالیٰ نے انکے بارے میں مذکورہ آیت میں فرمادیا ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ پڑھو۔ تو انکی اپنی حقیقت کا پتہ چل جائیگا کہ وہ مسلمان اللہ اور رسولؐ کے کتنے، فرمانبردار تھے قرآن پاک کے کتنے بڑے پیروکار تھے۔ اسی لئے مسلمان، قرآن کو اللہ کی کتاب تو مانتا ہے لیکن اسکی اطاعت نہیں کرتا ہے، اور نہ ہی غور و خوض ہی کرتا ہے۔ تاکہ حق و باطل میں تمیز پیدا کرسکے یہ حالانکہ خود قرآن کا منکر ہے اور دوسروں کو قرآن کا منکر گردانتا ہے

اللہ تعالیٰ نے جب اجرِ رسالتؐ آنحضرتؐ کے اقربا کی مودت کو قرار دیا۔ تو منافقین اس آیت پر ایمان نہیں لائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت نازل فرمائی کہ " سب سے تم فرماؤ میں اس قرآن پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا۔ اور میں بناوٹ والوں میں نہیں۔ وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کے لئے۔ اور ضرور ایک وقت کے بعد تم جان لوگے۔" (پ۲۳ صٓ آیت ۸۶ تا ۸۸) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب کا ہے۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ موت کے بعد اور ایک قول یہ ہے کہ قیامت کے روز۔

" تو کہہ میں مانگتا نہیں۔ تم سے اس پر کچھ نیگ اور میں نہیں آپ کو بنانے والا۔ یہ تو ایک سمجھوتی ہے سارے جہان والوں کو۔ اور معلوم کرلوگے اسکا حال تھوڑی دیر کے پیچھے۔" (پ۲۳ صٓ آیت ۸۶ تا ۸۸) یہ ترجمہ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی صاحب کا ہے۔

" اے پیغمبر کہہ دو۔ کہ میں تم سے اسکا صلہ نہیں مانگتا۔ اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں، یہ قرآن تو اہلِ عالم کے لئے نصیحت ہے۔ اور تم کو اسکا حال ایک وقت کے بعد معلوم ہو جائیگا۔" (پ۲۳ صٓ آیت ۸۶ تا ۸۸) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خان جالندھری صاحب کا ہے۔

مذکورہ بالا آیتوں کے ترجموں سے ذیل کی حقیقت عیاں ہوتی ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ سے فرماتا ہے کہ تم ان لوگوں سے کہہ دو۔ کہ میں نے تم سے کوئی ایسا اجر نہیں مانگا ہے جس سے تم تکلیف میں پڑتے اور تم وہ اجر ادا نہ کرسکتے۔ اور تم اسکے

اہل نہ ہوتے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ میں نے اپنی طرف سے تو نہیں مانگا ہے۔ جیسا تمہارا اپنا خیال ہے "

(۳) قرآن پاک تو سارے جہانوں کیلئے نصیحت ہے قرآن سے نصیحت وہی حاصل کریگا جس کا قرآن پر پورا پورا ایمان ہوگا جسکا ایمان ہی نہ ہوگا وہ خاک نصیحت حاصل کریگا۔ منافقین تو بعض آیات پر ایمان نہیں رکھتے تھے جو انکی خواہشات نفسانی کے خلاف ہوتی تھیں خصوصاً ان آیات کے تو وہ سرے ہی سے منکر ہوتے تھے جو آلِ محمدؐ کی شان میں نازل ہوتی تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو دلوں کے بھید بھی جاننے والا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ جو اجر رسالتؐ قرار دیا ہے اس اجر کو ادا کرنے کا کیا فایدہ، اور کیا نقصان ہے، اس کا پتہ تو مرنے کے بعد اور پھر قیامت کے دن یقیناً ہو جائیگا۔ کیونکہ یہ قیامت کے دن پر پورا پورا ایمان نہیں رکھتے تھے۔ تب ہی تو اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے تھے "

اللہ تعالیٰ نے پھر تیسری آیت نازل فرمائی۔ کہ دیکھو یہ جو اجر مانگا ہے اس کا فایدہ تم کو پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ یا محمدؐ و آلِ محمدؐ کی ذات پر تمہارے ماننے اور نہ ماننے کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اجر رسالتؐ ادا کرو تو تم کو فایدہ پہنچے گا۔ اور اجر جو مانگا ہے نہیں ادا کرو گے تو تمہاری ذات کو نقصان پہنچے گا۔ جس کا پتہ مرنے کے بعد ہی چل جائیگا۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "کہہ دو کہ میں نے تم سے کچھ صلہ مانگا ہو تو وہ تمہی کو مبارک ہے۔ میرا صلہ خدا ہی کے ذمے ہے، اور وہ ہر چیز سے خبردار ہے ٥ کہدو کہ میرا پروردگار اوپر سے حق اتارتا ہے، اور وہ غیب کی باتوں کو جاننے والا ہے " (پ۲۲ سبا آیت ۴۷، ۴۸) ۔ یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خانصاحب جالندھری کا ہے۔

" تم فرماؤ میں نے تم سے اس پر کچھ اجر مانگا ہو۔ تو وہ تمہیں کو۔ میرا اجر تو اللہ ہی پر ہے۔ اور وہ، ہر چیز پر گواہ ہے۔ تم فرماؤ بیشک میرا رب حق کا القا فرماتا ہے۔ بہت جاننے والا سب غیبوں کا " (پ۲۲ سبا آیات ۴۷، ۴۸) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی کا ہے۔ تفسیر یعنی میں نصیحت و ہدایت اور تبلیغ رسالت پر تم سے کوئی اجر نہیں طلب کرتا۔ (۲) اپنے انبیاءؑ کی طرف)

" اے رسولؐ کہدو۔ میں نے جو تم سے اجر مانگا ہے۔ وہ تمہارے ہی لئے ہے۔ میرا اجر تو صرف اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ اے رسولؐ کہدو یقیناً میرا، پروردگار حق کو میرے دل میں ڈالتا رہتا ہے۔ اور وہ پوشیدہ باتوں کو بہت جاننے والا ہے " (پ۲۲ سبا آیت ۴۷، ۴۸) ۔ یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے

مِنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ :- تفسیر صافی صفحہ ۴۶۱ پر بحوالہ کافی امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مودّت کا اجر جس کا میں نے تم سے سوال کیا تمہیں ہی ملے گا اس کے ذریعہ تم ہدایت پاؤ گے اور قیامت کے دن عذاب سے نجات پاؤ گے۔

مذکورہ آیہ مجیدہ کے ترجموں سے ہم ذیل کے نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔

(۱) جن دونوں آیتوں کو اللہ تعالیٰ نے بعد میں نازل فرمایا ہے ان سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ پہلی اجرِ رسالت کی آیت پر سب لوگ ایمان نہیں لائے تھے۔ اسلئے یہ دونوں آیتیں اللہ تعالیٰ کو مزید نازل کرنی پڑیں تھیں۔ اور جو ان آیتوں پر ایمان نہیں لاتے وہی منافقین تھے۔ اللہ تو آلِ محمدؐ سے مودت اور محبت کا حکم دیتا ہے اسکے برعکس منافقین نے ان سے حسد کیا اور دشمن بن گئے۔ اور انکی دشمنی رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھ بند ہوتے ہی کھل کر سامنے آ گئی۔ اور پھر اللہ کے احکام کی کھل کر خلاف ورزیاں آہستہ آہستہ شروع ہوئیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے بعد رسولؐ مقبول اللہ کے اس قول کی تصدیق ہو گئی

(۲) اللہ تعالیٰ تو خود ارحم الرّاحمین ہے اور رسولؐ اور انکے وصی کو بھی اپنی رحمت و فضل بنا کر ہماری ہدایت کیلئے بھیجا ہے۔ اور حقیقت میں محمدؐ و آلِ محمدؐ ایمان لانے والوں کیلئے رحمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اجرِ رسالت انکی مودّت اور محبّت کو قرار دیکر ان کو ہماری نجات کا ذریعہ بنا دیا۔ اگر ایمان لانے والے اپنی نجات چاہتے ہیں۔ تو ان سے محبت کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ اسمیں تمہارا اپنا فایدہ ہے۔ جو مسلمان آلِ رسولؐ پاک سے محبت کرتے ہیں تو انکو ضرور نجات ملے گی۔ جو لوگ تہِ دل سے ان سے مودت کرتے ہیں تو وہ صرف انہی کی اطاعت و پیروی بھی کرتے ہیں۔ اور وہی صراطِ مستقیم پر قائم ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہی کے راستے کو صراطِ مستقیم فرمایا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے اجرِ رسالتؐ ایسا مانگا ہے جسکو ہر ایمان لانے والا ادا کر سکتا ہے چاہے وہ امیر ہو چاہے غریب اور مفلس و نادار ہو جہاں کہیں بھی ہو۔ اور جس زمانے میں بھی ہو یہ اجر ادا کر سکتا ہے اور ہر ایمان لانے والے پر واجب ہے، اجرِ رسالتؐ کو ادا کرتے میں کوئی زحمت نہیں ہے، تاکہ ان سے مودّت و محبّت کا جو فایدہ اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے وہ فایدہ ہر کوئی اٹھا سکے اور اگر باطل کے خوف سے آلِ رسولؐ کی مودّت کا اظہار نہ کر سکے تو تقیہ کرتے ہوتے دل میں انکی محبّت رکھے تو اللہ تعالیٰ نے انکی

بھی اجازت دے رکھی ہے۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے: "مومن لوگ مومنین کو چھوڑ کر کافروں کو سرپرست نہ بنالیا کریں۔ اور جو ایسا کریگا۔ اسے کسی چیز میں خدا کے ساتھ واسطہ نہ رہے گا۔ سوائے اسکے کہ تم انکے شر سے ڈر کر کچھ بچاؤ کرلو۔ اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔ اور اللہ کی طرف بازگشت ہے" (پ۳ آلِ عمران آیت ۲۸) تفسیر تقیہ تفسیرِ صافی ص۸۱ میں احتجاج طبرسی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جنابِ امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا۔ خداوند تعالیٰ تمہیں اپنے دین میں تقیہ استعمال کرنے کا حکم دیتا ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے، مومن لوگ مومنین کو چھوڑ کر کافروں کو سرپرست نہ بنالیا کریں...... الخ پھر فرمایا خبردار! خبردار! ایسا نہ کرنا کہ تم تقیّہ چھوڑ دو۔ جس کا میں نے تم کو حکم دیا ہے اور اپنے آپکو معرض ہلاکت میں ڈالو۔ کیونکہ تقیّہ کا چھوڑنا تمہارے اور تمہارے بھائیوں کے خون کا بہانے والا اور انکی نعمتوں کا زائل کرنے والا۔ اور انکو دشمنانِ خدا کے ہاتھوں سے ذلّت پہنچانے والا ہے حالانکہ تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ اپنے بھائیوں کی عزت کرو۔

اور تفسیر عیاشی میں ہے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو شخص تقیّہ کا منکر ہے وہ ایماندار نہیں ہے، اور فرماتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً کیونکہ اعمال کی اچھائی کا بُرائی کا مدار نیت پر ہے۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے: جو کوئی اپنا ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے۔ سوائے اسکے جس پر جبر کیا جائے۔ حالانکہ اسکا دل ایمان سے مطمئن ہو۔ لیکن جسنے کفر پر سینہ کھول دیا تو ان پر اللہ تعالیٰ کا قہر ہے اور انکے لئے بہت بڑا عذاب ہے" (پ۱۴ نحل آیت ۱۰۶) اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ تفسیر صافی ص۲۸۱ پر ہے۔ یہ آیت حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کی شان میں نازل ہوئی۔ واقعہ یوں ہے کہ قریش نے حضرت عمارؓ بن یاسرؓ اور انکے والد یاسرؓ اور انکی والدہ سمیّہؓ کو مرتد ہو جانے پر مجبور کیا۔ انکے ماں باپ نے تو انکار کیا اور وہ دونوں قتل کر دیئے گئے۔ اور یہ دونوں اسلام میں پہلے شہید ہیں۔ اور عمارؓ نے مجبوراً جو کلمہ وہ کہلوانا چاہتے تھے محض زبان سے کہدیا کسی نے اطلاع کی کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عمارؓ کافر ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ عمار سر سے پاؤں تک ایمان سے مملو ہے، اور اسکے گوشت اور پوست میں ایمان مخلوط ہے۔ وہاں سے رہائی پاکر حضرت عمارؓ روتے ہوتے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے انکی آنکھوں کے آنسو پونچھ دیئے۔ اور فرمایا: تمہارا کیا نقصان ہوا۔ اگر پھر

وہ لوگ تم کو تکلیف دیں۔ تو پھر وہی کہہ دینا جو پہلے کہہ چکے۔

المترجم: ۔یہی تقیہ ہے کہ دل میں ایمان ہو۔ اور جان جانے کے خوف سے یا مجبوری اظہار اسکے خلاف کرے۔ تقیہ اور نفاق میں یہ فرق ہے کہ تقیہ کی حالت میں دل کے اندر کامل ایمان ہوتا ہے۔ لیکن بامر مجبوری جان کے خوف سے زبان سے اظہار اسکے خلاف کیا جاتا ہے۔ لیکن نفاق میں دل میں تو کفر ہی کفر ہوتا ہے مگر ظاہر داری اور فریب کاری کیلئے زبان سے ایمان کا اظہار کیا جاتا ہے پس فرق ظاہر ہے۔ گویا جس کے دل میں ایمان ہے۔ وہ مومن ہوا اور جسکے دل میں نفاق ہے وہ منافق ہوا

(۴) اللہ تعالیٰ نے جسکو اجرِ رسالت قرار دیا ہے وہ آلِ رسولؐ کی مودّت، اور محبت ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لہٰذا یہ حق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس میں مودّت کرنے والے کا اپنا ذاتی فائدہ ہے۔ اور کوئی ان سے مودّت نہ کرے تو اس میں اسکا اپنا نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسولِ خداؐ صلعم اور انکی آلِ پاک پر انکے کسی عمل کا کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ جو مودّت کریگا فائدہ اٹھائے گا مودّت نہیں کریگا تو عذابِ طلا کا مستحق بنے گا۔

(۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ احسان کا بدلہ احسان سے دو تو ہر ایک ایمان لانے والے پر واجب ہوا کہ آنحضرتؐ کے احسان کا بدلہ احسان سے دے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو اجرِ رسالتؐ طے کیا ہے۔ وہ اجرِ رسالت ادا کرے اور وہ بھی اپنی اپنی ذات کے فائدے کیلئے۔ ہر چیز پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا سوال ضرور کریگا۔ کہ تم نے اجرِ رسالتؐ ادا کیا یا نہیں۔ اور جنہوں نے اجرِ رسالت ادا نہیں کیا پھر انکا مقام جہنم ہوگا۔

جو مادہ پرست ہیں یا جو طاقت کے پجاری ہیں۔ وہ پہلے زمانے میں بھی اور آج بھی اسی سوچ کے مالک ہیں جو جتنا زیادہ دولتمند اور صاحبِ اختیار ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ انکی نظر میں عزت دار سمجھا جائیگا، جو جتنا زیادہ غریب و مفلس ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ ذلیل سمجھا جائے گا۔ اور جو منافقین تھے وہ بھی اسی سوچ کے مالک تھے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "وہ کہتے ہیں کہ ہم مدینہ کی طرف پلٹ گئے تو جو زیادہ عزت دار ہے وہ اس سے زیادہ ذلیل کو ضرور بالضرور نکال دے گا۔ اور عزت اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ اور مؤمنوں کے لیئے ہی ہے لیکن منافق لوگ نہیں جانتے ۸ (پ۲۸ منافقون آیۃ۸) اے وہ لوگو! جو ایمان لاچکے تمھیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کریں اور جو ایسا کریگا۔ پس وہ لوگ ہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔" (پ۲۸ منافقون آیۃ۹) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب

کا ہے۔ مذکورہ بالا آیتوں کے ترجموں سے غور کرو تو ذیل کے نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) اسلام میں مال و دولت اور اولاد کی کثرت سے عزت حاصل نہیں ہوتی ہے اور ایسوں کی عزت بھی نہیں کرنی چاہیے، اسلام نے جو حریت کا سبق دیا تھا اسکو بھلا دیا گیا۔ اور پھر دولتمندوں اور سرداروں کی اطاعت و پیروی شروع کردی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے جنکی اطاعت و پیروی کا حکم دیا تھا انکو چھوڑ دیا۔ جس کی وجہ سے مسلمان متفرق ہوکر گروہوں میں بٹ گئے اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرکے فرقوں فرقوں میں تقسیم ہوگئے یہ وہی منافقین تھے جنھوں نے اسلام جو دینِ مبین ہے اسمیں فتنہ بویا۔ اور انصارانِ مدینہ کو انہوں نے اتنا ذلیل کیا ہے اور اتنا اُن پر بعد میں ظلم کیا ہے۔ جو ایک عام مسلمان سوچ بھی نہیں سکتا ہے لیکن مسلمانوں کی تاریخ اسکی شاہد ہے۔

(۲) ان ظالم بادشاہوں کو مُلّا نے اُولِی الامر کا خطاب دیکر اُسکی اطاعت و پیروی کو واجب کردیا۔ اور انکی عزت و تعظیم کرنا فرض سمجھتا ہے، اور اولیأ اللہ کی عزت و تعظیم کرنے کو شرک کہتا ہے۔ جو کہ منافقانہ سوچ کی پیداوار ہے۔ قیامت کے روز اپنے بڑوں، سرداروں کی، اطاعت و پیروی کرنے پر کفِ افسوس ملنا پڑے گا، اور قیامت کے روز انہی کی دوستی دشمنی میں بدل جائیگی۔ لیکن جو اولیأ اللہ کی عزت و تعظیم کرتے ہیں اور انکی اطاعت و پیروی کرتے ہیں وہ یہاں بھی انکے مددگار رہیں اور عقبہ میں بھی ہونگے " ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے "نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَۃِ۔ جیسے ہم، دنیا میں تمہارے ولی و سرپرست ہیں ویسے عقبہ میں بھی ہونگے "۔ (پ ۲۴ حٰمٓ السجدۃ آیت ۳۱) "

(۳) عزت اگر کسی کو حاصل ہے تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ اور مؤمنوں کیلئے ہے یہاں مؤمنوں سے مراد وہی مؤمنین ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسولؐ کے ساتھ ایمان لانے والوں کا ولی بنایا ہے، پھر انہی تینوں سے تولّا یعنی محبت کا حکم دیا ہے، اور مذکورہ بالا آیت میں پھر انہی تینوں کی عزت کرنے کا حکم دیتا ہے اللہ تعالیٰ صرف انہی تین کو عزت دار فرماتا ہے یہاں مؤمنوں سے مراد عام مؤمنین اور مسلمین نہیں۔ بلکہ یہ وہ مؤمنون ہیں جنکو اللہ نے ہماری ھدایت کیلئے امام بنا کر بھیجا ہے جنکو راسخونَ فِی العِلم، اُوتوا العلم، مِنۡ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ الۡکِتَابِ، وَلِی، اُولِی الامر، حَبۡلُ اللہ، جَنۡبُ اللہ، آیتَ اللہ، اھلُ الذکر، وغیرہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جنکی اطاعت، محبت اور عزت و تعظیم کو واجب قرار دیا ہے اور انکی مودّت کو اَجرِ رسالتؐ قرار دیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسولؐ کی رسالتؐ کے گواہ ہیں۔ عام

مومن یا مسلمان کو اللہ اور رسولؐ جیسی عزت کہاں حاصل ہوسکتی ہے۔ قیامت کے دن جو اللہ اور رسولؐ اور آلِ رسولؐ سے محبت رکھتا ہے انکے چہرے نورانی ہونگے اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہونگے۔ اب اگر کوئی انکے جیسا عزت دار بنے یا بنایا جائے تو وہ ابلیس کا پیروکار ہی ہوسکتا ہے، مسلمان تو نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا جو ایمان لاچکے ہیں۔ تو انکو اللہ کے حکم کے بموجب اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ اور آئمہ معصومینؑ کی اطاعت و پیروی کرنی چاہیے، اور انہی سے دل میں محبت رکھے، اور انہی کا عزت و احترام دل سے کرے۔ تاکہ صراطِ مستقیم پر قائم ہوجائے اور بروزِ قیامت آئمہ برحق کے ساتھ محشور ہو۔ بروزِ قیامت آلِ رسولؐ پاک سے جو لوگ تہِ دل سے مودت و محبت کرتے ہیں۔ انکے چہرے نورانی ہونگے اور جو بغض و عناد رکھتے ہیں انکے چہرے سیاہ ہونگے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "ان دونوں یعنی بہشت اور دوزخ کے درمیان (اعراف نام) ایک دیوار ہوگی اور اعراف پر کچھ آدمی ہونگے جو سب کو انکی صورتوں سے پہچان لیں گے۔ تو وہ اہلِ بہشت کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو۔ یہ لوگ (ابھی) بہشت میں داخل تو نہیں ہوتے ہونگے مگر اُمید رکھتے ہونگے۔ اور جب انکی نگاہیں پلٹ کر اہلِ دوزخ کی طرف جائینگی تو عرض کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجیو" (پ۸ اعراف آیت ۴۶-۴۷) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خان صاحب جالندھری کا ہے۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں بعضوں نے کہا ہے کہ اعراف ایک ٹیلہ ہے مشکِ سفید کا، ابن عباسؓ نے کہا ہے کہ اعراف بلند مکان ہے پلِ صراط سے زیادہ کہ وہاں امیر حمزہؓ، عباسؓ اور علیؑ اور جعفرِ طیارؓ کھڑے ہونگے۔ خدا کے دوستوں کو پہچانیں گے تازگی سفید منہ کی سے، اور دشمنوں کو سیاہی منہ کی سے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اوپر اعراف کے وہ کوئی ہونگے کہ نیکیاں اور بدیاں انکی برابر ہونگی یا وہ ہونگے کہ ایک دونوں ماں باپ سے راضی ہونگے۔ اور ایک ناخوش ہوگا۔" اور جنّت و دوزخ کے بیچ میں ایک پردہ ہے اور اعراف پر کچھ مرد ہونگے کہ دونوں فریق کو انکی پیشانیوں سے پہچانیں گے۔ اور وہ جنّتیوں کو پکاریں گے کہ سلام تم پر۔ یہ جنّت میں نہ گئے اور اسکی طمع رکھتے ہیں ۞ اور جب انکی آنکھیں دوزخیوں کی طرف پھرینگی کہیں گے اے ہمارے ربّ ہمیں ظالموں کے ساتھ نہ کر۔" (پ۸ اعراف آیت ۴۶-۴۷) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ہے۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں (۱) جس کو اعراف کہتے ہیں۔ (۲) یہ کس طبقے کے ہونگے اس میں بہت مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ وہ لوگ ہونگے جنکی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں۔ وہ اعراف پر ٹھہرے رہیں گے جب اہلِ جنّت کی طرف دیکھیں گے تو

انہیں سلام کرینگے ۔ اور وہ دوزخیوں کی طرف دیکھیں گے تو کہیں گے یا رب ہمیں ظالم قوم کے ساتھ
ذکرنا ۔ آخرکار جنّت میں داخل کئے جائینگے ۔ ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ جہاد میں شہید ہوتے مگر انکے والدین
ان سے ناراض تھے ۔ وہ اعراف میں ٹھہرائے جائینگے ۔ ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ ایسے ہیں ۔ کہ انکے والدین
میں سے ایک ان سے راضی ہے اور ایک ناراض وہ اعراف میں رکھے جائینگے ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ
اہلِ اعراف کا مرتبہ اہلِ جنّت سے کم ہے مجاہد کا قول یہ ہے کہ اعراف میں صلحاؑ، فقہا، علماؑ ہونگے۔
اور انکا وہاں قیام اس لئے ہوگا کہ دوسرے انکے فضل و شرف دیکھیں اور ایک قول یہ ہے کہ اعراف میں
انبیاؑ ہونگے، اور وہ اس مکانِ عالی میں تمام اہلِ قیامت پر ممتاز کئے جائینگے، اور انکی فضیلت
اور رتبہ کا اظہار کیا جائیگا ۔ تاکہ جنّتی اور دوزخی انکو دیکھیں، اور وہ ان سب کے احوال اور
ثواب کو عذاب کے مقدار و احوال کا معائنہ کریں ان قولوں پر اصحاب اعراف جنّتیوں میں سے
افضل ہونگے، کیونکہ وہ باقیوں سے مرتبہ میں اعلیٰ ہیں ۔ ان تمام اقوال میں کچھ تناقص نہیں ہے اسلئے
اگر یہ ہو سکتا ہے کہ ہر طبقہ کے لوگ اعراف میں ٹھہرائے جائینگے ۔ اور ہر ایک کے ٹھہرانے کی حکمت جدا
گانہ ہو (۳) دونوں فریق سے جنّتی اور دوزخی مراد ہیں ۔ جنّتیوں کے چہرے سفید اور تر و تازہ ہونگے
اور دوزخیوں کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی یہی انکی علامتیں ہیں (۴) اعراف والے انکی
" اور ان دونوں (گروہوں) کے درمیان پردہ ہوگا ۔ اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو ہر
ایک کو انکے نشانوں سے پہچان لیں گے اور جنّت والوں کو آواز دینگے کہ تم پر سلامتی ہو ۔ وہ
اسمیں داخل نہ ہوئے ہونگے ۔ حالانکہ وہ خواہش رکھتے ہونگے ۔ اور جب انکی نگاہیں دوزخ
والوں کی طرف پھیری جائینگی وہ یہ کہہ اُٹھیں گے اے ہمارے پروردگار ہمیں ظالموں کی قوم کے
ساتھ نہ رکھیو ۔ اور اعراف والے ان لوگوں کو آواز دیں گے جنھیں وہ انکی نشانیوں سے پہچانتے
ہونگے وہ کہیں گے کہ تمہاری جمعیت اور جو کچھ تم تکبّر کیا کرتے تھے تمہارے کام نہ آئے (دیکھا
یہی وہ لوگ تھے جنکی نسبت تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نہیں کریگا ۔ (آج
انھیں کہا جائیگا کہ) تم جنّت میں داخل ہو جاؤ ۔ تم پر کوئی خوف نہیں ہے اور نہ تم غم کروگے
(پ۸ اعراف آیت ۴۶تا۴۹) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے ۔ آپ تفسیر میں
تحریر فرماتے ہیں ۔ حِجَابٌ :۔ تفسیر صافی صہ۱۷۲ پر ہے کہ دونوں فریقوں یعنی جنّتیوں
اور دوزخیوں کے درمیان ایک فصیل قائم ہو جائیگی ۔ جیسا کہ ارشاد ہے فضرب بینھم
بسور (انکے درمیان ایک فصیل قائم کر دی جائیگی) اور دوسرے یہ ہیں کہ جنّتی اور دوزخی

لوگوں کے درمیان ایک فصیل قائم کردی جائیگی تاکہ ایک دوسرے کی طرف نہ جاسکیں عَلَى الْأَعْرَافِ تفسیر صافی صنہ پہ ہے کہ اعراف کے معنی بلندیاں ہیں اور تفسیر کافی میں امام جعفر صادق عَلَیْہِ السَّلَام سے منقول ہے کہ اعراف سے مراد وُہ ٹیلے ہیں جو جنّت اور دوزخ کے درمیان ہونگے اور رِجَالٌ سے مراد آئمہ معصومین علیہم السَّلام ہیں۔

کافی میں جناب امیرالمومنین عَلَیْہِ السَّلَام سے منقول ہے کہ اعراف پر ہم ہوں گے اور اپنی نُصرت کرنے والوں کو انکی عَلامتوں سے پہچان لینگے اور اعراف ہم ہیں کہ اللہ تعالےٰ پہچانا ہی نہیں گیا مگر ہماری معرفت کی راہ سے اور اعراف ہم ہیں۔ ہم کو اللہ تعالیٰ صِراط مستقیم کے اُوپر قائم کردے گا۔ پس جنّت میں کوئی داخل نہ ہوگا مگر وہ جو ہمکو پہچانتا ہوگا اور ہم اُسے پہچانتے ہونگے اور دوزخ میں بھی کوئی نہ جائیگا۔ مگر وُہ جو نہ ہم کو پہچانتا ہوگا اور نہ ہم اس کو پہچانتے ہونگے۔

مذکورہ بالا سُورہ اعراف کی آیتوں کے ترجموں اور تفسیروں میں غور کرنے سے مندرجہ ذیل نتائج اَخذ ہوتے ہیں (۱) بروز قیامت اعراف کے مقام پر کچھ لوگ ٹھہرے ہونگے۔ جو نہ جنّت کے مستحق قرار دیئے گئے ہونگے اور نہ دوزخ کے مستحق ہونگے۔ یہ دو ہی قسم کے لوگ ہوسکتے ہیں ایک تو وہ لوگ جو ایمان میں کامل لیکن نیک اعمال کے لحاظ سے بالکل کورے اس لیے جنّتیوں کے ساتھ جنّت میں نہیں جاسکیں گے اور اعراف کے مقام پر ٹھہرے ہونگے۔ اور دوسرے وہ لوگ ہونگے جو ایمان میں کامل نہیں ہوں گے اور اعمال نیک سے مالا مال ہونگے اس لئے یہ دوزخیوں کیساتھ دوزخ میں نہیں جاینگے۔ ان میں جنّتی اور دوزخی کی پہچان یہ ہوگی جنّتیوں کے چہرے نورانی ہونگے اور دوزخیوں کے چہرے سیاہ ہونگے۔

(۲) جنکے چہرے نورانی ہونگے وہ لوگ محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السَّلام کی مودّت اور محبّت دل میں رکھتے ہونگے حالانکہ نیک اعمال سے کورے ہونگے اس وجہ سے جنّتیوں کے ساتھ جنّت میں داخل نہیں ہوسکیں گے اس سے یہ معلوم ہوا کہ آئمہ معصومین علیہم السَّلام کی محبّت رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالےٰ اُن کے چہرے نورانی رکھے گا۔ تو پتہ چلا کہ اللہ تعالےٰ نے آلِ رسولِ پاک کی محبّت کرنے میں بھی ایمان لانے والوں کا اپنا فایدہ رکھا ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ پہلے ہی فرما چکا ہے۔ آئمہ معصومین علیہم السَّلام اُن نورانی چہرے والوں کو جنّت میں لے جاینگے اور جن کے چہرے سیاہ ہونگے اُن کو دوزخ میں دھکیل دیں گے اسی لیے حضرت علیؑ

علیؑ کو "علی حبہ جنۃ قسیم النار والجنۃ" اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کا تقسیم کرنے والا بنایا ہے سورۃ اعراف کی مذکورہ آیت کے رُو سے بھی۔

(۳) آئمہ معصومینؑ دوزخیوں سے پوچھیں گے کہ جنکی تم اطاعت کرتے تھے اور اپنی اکثریت اور جمعیت پر تکبر اور ناز کیا کرتے تھے وہ آج کے دن تمہارے کچھ کام نہ آئیں گے اور انہیں کے ساتھ دوزخ میں جلتے رہو اور جن کے لیے تم قسمیں کھاکر کہتے تھے کہ اللہ تعالےٰ اِن کو جنت میں نہیں ڈالے گا تو دیکھو آج اللہ تعالےٰ نے انکو جنت عطا فرمائی ہے اور اللہ تعالےٰ اُنسے کہے گا کہ جنت میں جاؤ اَب تم خوف کھاؤ گے اور نہ کوئی غم کرو گے۔ قرآن پاک کے بموجب محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام سے مودت اور محبت رکھنے والوں کا صلہ جنت ہے اسی لیے تو اللہ تعالےٰ نے انکی مودت کو اجرِ رسالت قرار دیا ہے تاکہ ہر ایک فائدہ اٹھا سکے چاہے وہ امیر اور دولتمند ہو۔ چاہے وہ غریب اور مفلس اور نادار ہو چونکہ مذکورہ بالا قرآنی آیات میں اللہ تعالےٰ نے غیب کی خبریں دیں ہیں۔ اِس لیے اِن پر وہی لوگ ایمان لائینگے جو غیب پر پُورا پُورا ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالےٰ اور قیامت کے دِن کا خوف اپنے دِل میں رکھتے ہیں۔ تب ہی وہ الٰہی احکام کی خلوص دِل سے اتباع کرینگے اللہ تعالےٰ رسولِ پاک اور آلِ رسولِ پاک کو طرح طرح سے پہچنواتا ہے تاکہ لوگ اور خاص طور پر ایمان لانے والے مسلمان اُنکی اتباع و پیروی کر کے صراطِ مستقیم پر قائم ہو جائیں اور نارِ جہنم سے نجات پاجائیں۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کے کیا درجات اور مراتب ہیں وہ انسانی عقل کے اِدراک کے احاطہ سے باہر ہے اللہ تعالےٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ اے رسول تمہاری رسالت کی گواہی کے لیے ایک اللہ اور دوسرے وہ جنکو کتابوں کا پورا پورا علم ہے اور حضورؐ کی حدیث ہے کہ اللہ تعالےٰ کو کسی نے نہیں پہچانا سوائے میرے اور علیؑ کے اور مجھ کو کسی نے نہیں پہچانا سوائے اللہ اور علیؑ کے اور علیؑ کو کسی نے نہیں پہچانا سوائے اللہ اور میرے۔ اِس حدیث پاک سے بھی یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ تعالےٰ اور رسولِ پاکؐ اور علیؑ کو نہیں پہچانا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اسی آیت ہی کو لے لیجیے تو اِس حقیقت کا اندازہ ہوتا ہے ارشاد ربّ العزت ہوتا ہے کہ "و تم عمل کیے جاؤ عنقریب اللہ تعالےٰ اور اُسکا رسول اور کامل صفت مومنین تمہارے اعمال کو دیکھ لیں گے۔ اور عنقریب تم پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر جو کچھ تم کیا کرتے تھے اس سے وہ تم کو آگاہ کردے گا" (پ ۱۱ توبہ آیت ۱۰۵) یہ ترجمہ مولانا سید

امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے فَسَیَرَی اللّٰہُ۔ اس آیت میں رویت خدا اور رسول اور مومنوں کو سلسلہ وار ایک ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن رویت میں تینوں درجات میں یکساں نہیں ہے۔ نحویین کہتے ہیں یہاں "س" استقبال کے واسطے ہے اور مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن خدا اور رسول اور مومنون اعمال کو دیکھیں گے۔ لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ اگر "س" استقبال کے معنوں میں لیا جائے تو کفر محض ہے کیونکہ نفی رویت باری تعالیٰ لازم آتی ہے کہ اس وقت خدا ہمارے اعمال کو نہیں دیکھتا اور ان سے بے خبر ہے اور یہ مطلقاً محال ہے اور کفر ہے۔

حق یہ ہے کہ یہ الفاظ ہر ایک مقام پر یہی معنی نہیں دیتے۔ بلکہ کلام خدا میں اکثر اس قسم کے الفاظ نیز الفاظ ترجی و تمنی وغیرہ تاکید کے واسطے استعمال ہوتے ہیں۔ یا بمعنی دوام و استمرار کے یہ بات قرائین سے معلوم ہوتی ہے یہ صحیح ہے کہ "س" و "سوف" استقبال کے لیے بھی آتے ہیں جیساکہ اس آیت کے دوسرے جزو یعنی وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ میں ہے جس سے مراد قیامت ہے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت کے جزو اول فَسَیَرَی اللّٰہُ میں "سین" استقبال کے لیے نہیں ہے اور یہ غلط ہے کہ اس رویت سے مراد رویت قیامت ہے کیونکہ رویت قیامت کا ذکر آیت کے دوسرے جزو سَتُرَدُّوْنَ میں موجود ہے۔ پس فرد اس رویت سے رویت دنیا ہی مراد ہے کہ یہاں ہمارے اعمال کو خدا اور رسول خدا اور مومنون دیکھتے ہیں اور مومنون سے مراد امام ہیں۔ اس شبہ کا جواب کہ خدا اور رسول اور مومنوں کی رویت یکساں ہے یہ ہے کہ اگر آیۂ مذکورہ میں متعلق رویت یعنی عَمَلَکُمْ تمام موضوعات کے آخر میں مذکور ہوتا۔ تو بے شک سب کی رویت یکساں ہوتی لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ عَمَلَکُمْ بعد لفظ اللّٰہ کے مذکور ہوا ہے جو متعلق ہے اور مطلب یہ ہے کہ عمل سے بالذات صرف رویت خدا کو تعلق ہے اور اسی کی رویت حقیقی اور اصلی ہے اور رسول خدا اور آئمہ ہدیٰ کی بالعرض و بالتبع من جانب اللّٰہ ہے لہٰذا رویت یکساں نہیں۔ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب کسی قضیہ میں موضوع متعدد ہوں۔ اور محمول ایک جیساکہ اس آیت میں موضوع تین ہیں خدا، رسول، امام اور محمول ایک ہے یعنی رویت اعمال۔ پس اگر محمول بعد موضوع اول مذکور ہو تو موضوع اول پر حمل حقیقی ہوگا اور باقیوں پر حمل العرض۔ اور یہاں ایسا ہی ہے کہ عَمَلَکُمْ بعد لفظ اللّٰہ کے مذکور ہوا۔ اور باقی موضوعات بعد میں۔ لہٰذا رویت اعمال اللّٰہ پر حقیقی ہے پیغمبر اور امام پر عرضی۔ لہٰذا سب رویت میں یکساں ہوئے۔

"اور اُنسے کہہ دو کہ عمل کیئے جاؤ۔ خدا اور اُسکا رسول اور مومن (سب) تمہارے عملوں کو دیکھ لینگے اور تم غائب و حاضر کے جاننے والے (خدائے واحد) کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر جو کچھ تم کرتے رہے ہو۔ وہ سب تم کو بتا دے گا۔" (پ ۱۱ توبہ آیت ۱۰۵) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خانصاحب جالندھری کا ہے آپ نے تفسیر میں فرمایا ہے یعنی اس جہاد میں قصور ہوا تو آگے اور جہاد ہونگے رسول کے روبرو اور خلیفہ کے تب کام کرو۔ مولانا صاحب نے مومنوں کے معنی خلیفہ کے لیے ہیں۔ باقی آیت کا مفہوم کیا ہے اور مولانا صاحب نے کیا لیا ہے اُسکا پتہ مولانا صاحب کی تفسیر سے نہیں چلتا ہے۔

"اور تم فرماؤ کام کرو اب تمہارے کام دیکھے گا۔ اللہ اور اُسکے رسول اور مسلمان۔ اور جلد اُسکی پلٹو گے جو چھپا اور کھلا سب جانتا ہے۔ تو وہ تمہارے کام تمہیں جتا دے گا۔" یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی کا ہے۔ آپ نے اس آیت کی تفسیر بیان نہیں فرمائی۔

مذکورہ بالا آیۂ مجیدہ کے ترجموں اور تفسیروں میں غور کرنے سے مندرجۂ ذیل حقائق کا پتہ چلتا ہے

(۱) اللہ تعالےٰ نے ہر انسان کو آزادی دے رکھی ہے کہ جسکے جی میں جو آئے سو کرے لیکن وہ اپنے کسی بھی عمل کو چھپا نہیں سکتا ہے۔

(۲) ہمارے اعمال کے دیکھنے والے بھی تین ہیں۔ اللہ رسول اور مومنوں یعنی آئمہ ھدیٰ جنکو اللہ نے ہماری ہدایت کیلئے بھیجا ہے۔ رسول اور مومنوں یا امام انسان کے اعمال کو دیکھنے والے ہیں۔ یہ بات انسانی عقل و فہم سے بہت ہی بالا تر و ناقابلِ فہم ہے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ کا یہ قول ہے۔ لہٰذا ایمان لانے والے مومنین تو اس پر ایمان لائینگے کہ اللہ، رسول اور آئمہ ہمارے اعمال کے گواہ ہیں یعنی دیکھنے والے ہیں۔ لیکن منافق ایمان نہیں لائیں گے۔ مولانا صاحبان نے مومنوں کے معنی مسلمان لیا ہے کوئی مسلمان کسی دوسرے انسان کے اعمال نہ دیکھ سکتا ہے نہ اسکے اعمال کا گواہ ہو سکتا ہے۔ چاہے ہم کسی کو خلیفہ بنالیں یا امام بنالیں۔ ہمارے بنائے ہوئے خلیفہ یا امام سارے انسان کے اعمال کے گواہ نہیں ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالےٰ اپنے اور رسول کے ساتھ جن مومنوں کو انسان کے اعمال کا دیکھنے والا فرماتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے آئمہ ھدیٰ ہیں۔ اب ذرا عقل پر زور دیکر سوچو کہ اللہ تعالےٰ نے رسولِ خدا اور آئمہ جو رسولؐ کی آلِ پاک ہیں کے درجات کتنے بلند کیئے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک اور رسولؐ اور آئمہؑ کی ذات میں غور نہیں کرنا چاہیئے۔ ورنہ گمراہ ہو جائیگا۔ جن صفات کا حامل اللہ تعالیٰ نے محمدؐ و آل محمدؐ علیہم

علیہم السلام کو گردانتا ہے۔ اس پر مسلمانوں کو ایمان لے آنا چاہیئے۔ ہماری عقل کے ادراک سے یہ بات باہر ہے۔ جو اللہ تعالےٰ نے۔ اس آیت میں فرمایا ہے لیکن اس سے انکار کفر میں داخل کر دیگا۔ آئمہؑ ہدیٰ قیامت کے دن بھی لوگوں پر گواہ ہوں گے، اور رسولؐ ان پر گواہ ہوں گے۔ ارشادِ ربّ العزّت ہوتا ہے: اور اسی طرح ہم نے تمہیں اُمّتِ اوسط (اعتدال والا گروہ) بنایا! تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو۔ اور رسولؐ تم پر گواہ رہے، (پ۲ البقرۃ آیت ۱۴۳) اور سورہ نحل میں ارشاد باری تعالےٰ ہوتا ہے "اور جس دن ہم ہر اُمّت میں اُنہی میں سے ایک گواہ اُنہی کے برخلاف کھڑا کریں گے، اور اے رسولؐ تمہیں ان سب پر گواہ لائینگے"۔ (پ۱۴ نحل آیت ۸۹) اور سورۃ حج میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی ملت ہے۔ اس نے تمہارا نام پہلے ہی سے مسلمان رکھا، اور اس قرآن میں بھی تاکہ رسول تم پر گواہ رہے۔ اور تم لوگوں پر گواہ رہو"۔ (پ۱۷ الحج آیت ۷۸) ان آیات سے واضح ہوگیا کہ وہ مومن جو انسانی اعمال کو دیکھنے والے ہیں۔ وہ اللہ تعالےٰ کے چنے ہوئے بندے ہیں۔ جو قیامت کے دن لوگوں پر گواہ ہونگے۔ اور رسولؐ ان پر گواہ ہوں گے۔ لہٰذا ایمان لانے والوں کو چاہیئے۔ کہ جس طرح وہ اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں۔ اور حضرت محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے آئمہؑ ہدیٰ پر بھی ایمان لائیں، اور اُن کی وِلایت، اور اِمامت کا بھی اقرار کریں۔ اور اُنہی کی اطاعت و پیروی کریں، کیونکہ آئمہ حق کی ہدایت یہی کرنے والے ہیں۔

اور صراطِ مستقیم پر قائم رکھنے والے ہیں، کیونکہ اُنہی کے راستے کو تو اللہ تعالیٰ نے صراطِ مُستقیم فرمایا ہے۔ آئمہؑ برحق لوگوں پر گواہ ہوں گے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان پر گواہ ہوں گے"۔

اللہ تبارک و تعالےٰ نے جو کچھ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے: اُن پر ایمان لانا ہر مسلمان پر فرض ہے"۔

(۳) ۔ چونکہ خداوند عالم خود فرماتا ہے، کہ اللہ و رسولؐ اور مومنون، یعنی آئمہ ہدیٰ ہمارے اعمال کے شاہد ہیں۔ اور اس بات پر تو مومن حق الیقین رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قادر سمجھتے ہیں۔ اور اللہ تو مبدالمعید ہے۔ کہ اگر کچھ نہ ہو تو سب کچھ کر دے۔ اور سب کچھ ہو تو کچھ باقی نہ رکھے۔ اب غور طلب بات یہ ہے۔ کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آئمہ ہدیٰ لوگوں کی طرح فنا ہو گئے ہوتے، جیسا کہ لوگ بڑی دیدہ دلیری سے بیان کرتے ہیں۔ گویا، ان کے دلوں میں خدا کا کچھ خوف ہی نہیں ہے۔ تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ انھیں ہمارے اعمال کا شاہد نہ بناتا۔ اس لئے ہر مسلمان کو اس بات پر ایمان لانا پڑیگا، کہ انبیاءؑ و رسلؑ اور آئمہؑ ہدیٰ ہماری طرح فنا نہیں ہوتے ہیں، بلکہ وہ زندہ اور باقی ہیں لیکن ہم ان کی اس زندگی کی حقیقت کا کچھ شعور نہیں رکھتے ہیں۔ کیونکہ ہمارا علم اور ہماری عقل محدود ہے۔ اسلئے یہ بات ہماری عقل و فہم کے ادراک سے باہر ہے۔ فرشتوں نے بھی حضرت آدم علیہ السّلام کی تخلیق پر اعتراض کیا تھا۔ جسکی حقیقت کا ان کو علم نہیں تھا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ کہہ کر خاموش کر دیا۔ کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کو محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام نے اپنے قول و فعل سے سچا ثابت کر دکھایا ہے۔

اور اس حقیقت کو جناب برقؔ زیدی صاحب نے اپنے ایک شعر میں بیان کیا ہے ؎

ربوبیت کی ہے آغوش میں جبین حسینؑ
فرشتو! دیکھ لو اسکو کہ آدمی کیا ہے

ایمان لانے والوں کے اس شک کو دور کرنے کے لئے، کہ آنحضرتؐ اور آئمہؑ ہدیٰ باقی اور زندہ ہیں، اور باقی سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الرحمٰن میں ارشاد فرماتا ہے۔ "سب کو فنا ہے۔ اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت و بزرگی والا۔" (پ۲۷ الرحمٰن آیت ۲۶، ۲۷) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ہے۔ آپ تفسیر میں فرماتے ہیں (۱) ہر جاندار وغیرہ ہلاک ہونے والا ہے (۲) کہ وہ خلق کے فنا ہونے کے بعد انھیں زندہ کریگا، اور ابدی حیات عطا فرمائیگا، اور ایمانداروں پر لطف و کرم کریگا۔ آپ نے وَجۡہُ اللّٰہ کی کوئی تفسیر نہیں فرمائی۔ لیکن ترجمہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات مراد لی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنا چہرہ تو ہو نہیں سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ جسم و جسمانیت سے منزہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے لئے تو کسی بھی مذہب میں فنا کا تصور نہیں ہے۔ لہٰذا اس آیت میں وَجۡہُ کے معنی اللہ تعالےٰ کا اپنا ذاتی چہرہ نہیں ہے۔

بلکہ یہاں وجہُ اللہ سے مراد وہ ذاتِ پاک ہیں جنکو اللہ تعالٰے قرآن پاک میں ید اللہ، عین اللہ، لسان اللہ اور اس آیت میں وجہُ اللہ فرماتا ہے جو اللہ تعالٰے کے پہچاننے جاننے کی وجہ ہیں۔

"جو کوئی زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے اور رہے گا منہہ میرے رب کا بزرگی اور تعظیم والا"

(پ۲۷ الرحمٰن آیت ۲۶/۲۷) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کا ہے، آپ نے تفسیر نہیں فرمائی۔ لیکن اپنے ترجمہ میں وجہہُ اللہ کے معنی اللہ کا منہہ بیان، فرمایا ہے۔ گویا مولانا صاحب اللہ تعالٰے کے جسم و جسمانیت کے قائل تھے۔ نعوذ باللہ ان کے ترجمہ کے بموجب اللہ تعالٰے کا منہہ باقی رہا اور باقی جسم فنا ہو گیا۔ اللہ تعالٰے کے لیئے تو فنا ہونے کا کوئی تصور ہی نہیں ہے وہ تو حیٌّ و قیوم ہے اور نور السّمٰوات والارض ہے اور وہ جسم و جسمانیت کے تصور سے بھی پاک و منزہ ہے۔

"جو (مخلوق) زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے اور تمہارے پروردگار کی ذات (بابرکات) جو صاحب جلال و عظمت ہے باقی رہے گی" (پ۲۷ الرحمٰن آیت ۲۶/۲۷)

یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خانصاحب جالندھری کا ہے۔ آپ نے وجہُ اللہ کی کوئی تفسیر نہیں فرمائی ہے لیکن اپنے ترجمہ میں اللہ تعالٰے ہی کی ذات پاک مراد لی ہے۔ گویا آپ، بھی اللہ تعالٰے کے جسم و جسمانیت کے قائل تھے؛

"سب جو اس زمین پر ہیں فنا ہونے والے ہیں اور باقی رہے گی تیرے پروردگار صاحب جلالت کی وجہ" (پ۲۷ الرحمٰن آیت ۲۶/۲۷) یہ ترجمہ مولانا سید احمد حسین الکاظمی صاحب کا ہے آپ تفسیر فرماتے ہیں۔

وَجْہُ رَبِّکَ:۔ تفسیر صافی صفحہ ۴۸۵ پر بحوالہ تفسیر قمی میں امام زین العابدین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ وجہ اللہ ہم ہیں جن کے ذریعے سے اللہ تعالٰے پہچانا جاتا ہے المناقب میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے یہی وجہ ربّک کے یہی معنی منقول ہیں کہ حضرتؑ نے فرمایا ہم وجہُ اللہ ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ امام علی رضا علیہ السّلام سے پوچھا گیا تھا کہ یا ابن رسول اللہ! اس حدیث کا جسے عام لوگ روایت کرتے ہیں کیا مطلب ہے؟ کہ لا الٰہ الا اللہ کہنے کا ثواب اُتنا ہی ہے جتنا کہ وجہُ اللہ کو دیکھ لینے کا، آپؑ نے سائل کے جواب میں فرمایا کہ اے

ابو الصدت ! جس نے اللہ کا چہرہ مثل اور چہروں کے سمجھا یا بیان کیا وہ یقیناً کافر ہوگیا ہاں وجہُ اللہ سے مراد اسکے انبیاء، ورسل اور اسکی حجتیں ہیں کہ انہی کی وجہ سے بندے اللہ تعالیٰ کی طرف اور اسکی معرفت کی طرف متوجہ ہوسکتے ہیں اور انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کل من علیھا فان ہ ویبقیٰ وجہُ ربک ذوالجلال والاکرام ۃ

مولانا صاحبان کے ترجموں اور تفاسیر میں غور و فکر کرنے سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

(۱) اگر وجہ اللہ کے معنی اللہ تعالیٰ کا اپنا ذاتی چہرہ مان لیا جائے تو پھر اللہ تعالےٰ کے جسم وجسمانیت کا قائل ہونا پڑے گا اور جو اللہ تعالےٰ کے جسم و جسمانیت کا قائل ہو گا وہ اسلام کے دائرے سے خارج ہو جائے گا. ہر مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالےٰ جسم وجسمانیت سے منزہ اور پاک ہے، خداوند عالم کو کسی چیز سے تشبیہ نہیں دی جاسکتی ہے "لیس کمثلہ شیٔ" (پ۲۵ شوریٰ آیت۱۱) وہ نور السموات والارض ہے وہ حیٌ وقیوم ہے بے مثل اور بے مثال ہے. اللہ تعالیٰ کے فنا ہونے کا کوئی تصور اور احتمال نہیں ہے، ہاں البتہ انبیاء ورسل اور آئمہ ھدیٰ کے فنا ہونے کا احتمال ہوسکتا ہے کیوں کہ وہ بھی ہماری طرح جسم رکھتے تھے. لہٰذا اللہ تعالےٰ نے لوگوں کے اسی شک اور احتمال کو وجہُ اللہ فرما کر سورہ الرحمٰن کی مذکورہ بالا آیات میں دور کیا ہے اللہ تعالےٰ تو عالم الغیب اور لطیف وخبیر ہے وہ جانتا تھا کہ لوگ انبیاء ورسل اور آئمہ ھدیٰ کے فنا ہو جانے پر یقین کرکے قرآن پاک کی بہت سی آیتوں پر ایمان لانے سے منکر ہو جائینگے یا پھر تذبذب میں پڑے رہیں گے. اس لیے اللہ تعالےٰ انہی پاک ذات کو عین اللہ، ید اللہ لسان اللہ اور وجہُ اللہ فرماتا ہے اور سورہ توبہ میں اس کا ثبوت پیش کر دیا کہ یہ فنا نہیں ہوتے. تب ہی تو اللہ نے اپنے ساتھ ان کو بھی ہمارے اعمال کا شاہد بنایا ہے. بہرحال جن کا ایمان بالغیب پر یقین ہے وہی مذکورہ بالا آیات پر ایمان لائیں گے. وجہُ اللہ وہ چہرے ہیں جو ہر طرح کے رجس سے پاک ہیں جو ھلاکت میں بھی نہیں پڑتے ہیں. سورہ القصص میں بھی۔

ہیں بھی ارشادِ ربُّ العزّت ہوتا ہے کُلُّ شَیءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجھَہٗ ۔ "اس کی ذات پاک کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے" (پ۲۰ القصص آیت ۸۸) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خاں جالندھری کا ہے آپ تفسیر فرماتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے خواہ کبھی بھی ہو۔ آپ نے اس آیت میں بھی وجہُ اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک ہی مراد لی ہے۔

"اس کے سوا ہر چیز فنا ہے مگر اُسکا منہہ" (پ۲۰ القصص آیت ۸۸) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کا ہے، آپ تفسیر فرماتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا، کہ ہر چیز فنا ہونی ہے کبھی بھی ہو، مگر اسکا منہ یعنی وہ آپ۔ گویا آپ اللہ تعالےٰ کے جسم کے قائل تھے۔

"ہر چیز فانی ہے سوا اُسکی ذات کے" (پ۲۰ القصص آیت ۸۸) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی کا ہے آپ نے تفسیر نہیں فرمائی ہے، لیکن وجہُ اللہ کے معنی اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک مراد لی ہے، گویا آپ بھی اللہ تعالیٰ کے جسم کے قائل تھے۔

"سوائے وجہُ اللہ کے ہر چیز فنا ہونے والی ہے" (پ۲۰ القصص آیت ۸۸) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ وجہُ اللہ کی تفسیر یہاں بیان نہیں فرمائی ہے ۔ وجہُ اللہ کے معنی چہرہ، صورت، سبب۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک جسم و جسمانیت سے منزہ اور پاک ہے، اس لیے اُس کے اپنے ذاتی چہرے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے لہٰذا اس آیت کے معنی یہ ہیں۔ کہ سوائے دینِ خدا اور اس وجہ کے جسکے ذریعہ سے اس تک پہنچتے ہیں۔ اور سب چیزیں ہلاک ہونے والی ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اِلَّا وَجھَہٗ سے مراد دینِ خدا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب امیر علیہ السلام ہیں۔ لیکن انکا زندہ اور شاہد ہونا ہمارے شعور و عقل اور علم کے ادراک سے بالا تر ہے، جیسا کہ اللہ تعالےٰ شہداء کی زندگی کی بابت ارشاد فرماتا ہے۔ "جو لوگ راہِ خدا میں مارے گئے انہیں مُردہ نہ کہنا بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم (اُن کی زندگی کی حقیقت کا) کچھ شعور نہیں رکھتے۔" (پ۲ البقرہ آیت ۱۵۴) قرآن پاک کی اس محکم اور واضح آیت پر بھی منافقوں کو حق الیقین ما

نہیں ہوا تو پھر اللہ نے دوسری آیت نازل فرمائی تاکہ منافقوں کو ظاہر کر دے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "جو لوگ راہِ خدا میں شہید ہوگئے انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ جیتے ہیں اپنے پروردگار کے یہاں سے طرح طرح کی روزی پاتے ہیں۔" (پ۴ آلِ عمران آیۃ ۱۶۹) اس دوسری آیت کا نازل ہونا ہی اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ سارے ایمان لانے والے مسلمان صحابی پہلی آیت پر ایمان نہیں لائے تھے۔ جو صحابہ ایمان لائے تھے وہ مومن تھے اور جو ایمان نہیں لائے انہیں کو اللہ تعالٰی قرآن میں منافق فرماتا ہے دوسری آیت میں اللہ تعالٰی تاکید فرماتا ہے کہ شہدا کو ہرگز مرا نہ سمجھنا۔ بلکہ وہ جیتے ہیں، اور اللہ تعالٰی طرح طرح کی روزی عطا فرماتا ہے، لیکن منافق پھر بھی ایمان نہیں لاتے تھے۔ اسی لئے منافقین جہاد سے منہ چراتے تھے اور مشکل وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے اپنی جان بچانے کے لیے جن کے عشق کا بڑا چرچا ہوتا ہے جناب امید فاضلی صاحب اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ عشقِ رسالت کا دعوٰی کرنا آسان نہیں ہے، اس کے لیے کیا دل و جگر چاہیئے ؎

فرشِ ہجرت جس کا منظر کربلا جسکی نمود۔
یہ کلیجہ چاہیئے عشقِ رسالت کے لیے

عام مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ انبیاء و رسل اور آئمہ ھدیٰ اللہ تعالٰی کے مخلص اور برگزیدہ بندے ہیں جو شہداء سے افضل ہیں تو جو لوگ شہدا کو زندہ سمجھتے ہیں وہی لوگ رسولِ خدا اور آئمہ ھُدیٰ کو بھی زندہ سمجھتے ہیں، انہی کے ذریعے سے اللہ تعالٰی پہچانا گیا ہے اور انہی کو اللہ تعالٰی جن آیات میں اپنا ہاتھ اپنی زبان اور اپنی آنکھ فرماتا ہے تو ان آیات میں اللہ تعالٰی کی ذات مراد نہیں لیتے ہیں لیکن سورہ الرحمٰن اور سورہ القصص میں اپنا چہرہ فرماتا ہے تو اللہ تعالٰی کی ذاتِ پاک مراد لی جاتی ہے۔ مولانا صاحبان نے ایسا ترجمہ کیوں کیا اس کا جواب تو وہی اللہ تعالٰی کو دیں گے۔

مذکورہ بالا مباحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور آئمہ ھُدیٰ فنا اور ہلاک نہیں ہوتے ہیں باقی سب چیزیں فانی ہیں اور ہلاکت میں پڑنے والی ہیں، دنیا میں تو مذکورہ بالا آیاتِ قرآنی سے انکار کرکے اپنے جیسا فانی سمجھ لو، لیکن قیامت کے دن انکار نہیں کرسکوگے جب اللہ تعالٰی آئمہؑ برحق کو ان کے

اعمال پر شاہد لا کھڑا کریگا۔ اور آنحضرت ﷺ پر شاہد ہونگے جیسا کہ قرآن پاک سے اوپر ثابت ہو چکا ہے"۔

جو لوگ زبانی تو قرآن پاک پر پورا پورا ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن عملاً وہ ان قرآنی آیات سے انکار کرتے ہیں جو محمد و آل محمد علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہیں اور بڑا بھائی سمجھتے ہیں (العیاذ باللہ) اور دیدہ دلیری یہ کہ وہ قرآن کے ماننے والے ہیں اور دوسرے مسلمان منکر ہیں، جس کے جد کا کلمہ پڑھ کر مسلمان بنے ہیں، ان کی اولاد یعنی سادات قرآن کے ماننے والوں اور محبت کرنے والوں کو کافر کہتے ہیں خود را فضیحت و دیگراں را نصیحت، جیسا کہ ارشاد رب العزت ہوتا ہے "کہ تم دوسرے لوگوں سے نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم کتاب خدا کو برابر رٹا کرتے ہو تو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے" (پ البقرہ آیت) قرآن پاک پڑھنے اور رٹنے سے قرآن کا ماننے والا نہیں ہو سکتا ہے جب تک قرآن پاک کی آیتوں میں غور و فکر کر کے خود بھی حق کو نہ پہچان لے اور پھر دوسروں کو بھی حق کو پہچنوائے اور باطل کو چھوڑ کر حق کے ساتھ، ہو جائے اور پھر صراط مستقیم پر قائم ہو کر نیک عمل بجالائے پھر نیک اعمال قبول ہوں گے ورنہ سب بیکار ہے۔

لائق فخر صد احترام قبلہ شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے اجداد کے علم کے ورثہ دار ہیں اور اسی علم الٰہی کے ذریعے سے لوگوں کی ہدایت اپنے کلام لاثانی اور لافانی کے ذریعہ فرماتے ہیں۔ افسوس سادات عظام پر ہے۔ جو شاہ صاحب کو ایک عام صوفی شاعر سمجھتے ہیں۔ جبکہ شاہ صاحب نے حق و باطل کو جدا جدا کر کے سمجھایا ہے۔ اسی لیئے شاہ صاحب کے کلام کے ساتھ خیانت کی گئی ہے۔ حق و باطل کو سمجھنے کیلیے شاہ صاحب کے کلام میں بہت غور و فکر کی ضرورت ہے اُن کی شاعری الہامی ہے کسبی نہیں ہے شاہ صاحب کے علم و شعور و فکر میں یکسانیت ہے، لڑکپن، جوانی اور بڑھاپے کا ان پر کوئی اثر نہیں ہے کیونکہ وہ علم الٰہی کے ورثہ دار ہیں نسبی ہے کسبی نہیں ہے اور یہ اولیاء اللہ میں سے ہیں، اُن کا علم و عمل اس کا آئینہ دار ہے شاہ صاحب نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو جسطرح سمجھایا ہے، کسی دوسری زبان کے کسی بڑے سے بڑے شاعر نے اس طرح سے نہیں بیان کیا اور نہ سمجھایا ہے۔ شاہ صاحب اُنھی،

انہی منافقین کے بارے میں اپنی ایک بیت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس جہاں میں جو جی میں آئے کرلو۔ لیکن قیامت کے دن یہ منافقت ظاہر ہو جائے گی، جب شاہدوں کے سامنے پیش ہوں گے تو پھر روؤ گے، لیکن اس وقت رونے اور کفِ افسوس ملنے سے نجات نہیں ملے گی. زندگی ہی میں حق کو پہچان کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لو. تو معافی مل جائے گی۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ:

① وحدہٗ لاشریک لہٗ پڌع نہ بوڙا

کہ توکنین نہ ننڌا جي کھٹ اندر گھوڙا

گاڙيندين گوڙها جِتِ شاهد تيندءِ سامهان۔

② وَحدَهٗ لاشَرِيكَ لَهٗ جنِ اَتو سين ايمانَ

تن منيو مُحَمَّدُ كارَڻي قَلبَ ساڻ لِسانَ،

اوءِ فائق مِرفرمانَ اَوَتَرِ كنهن نہ اوليا.

③ اگر کوئی صراطِ مستقیم پر نہیں اور گمراہی کے راستے پر ہے تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ نقصان اُٹھانے والا سمجھتا ہے کیونکہ اُس کی وجہ سے قیامت کے دِن اُسکی اولاد بھی گھاٹے میں رہے گی، ارشادِ ربُ العزّت ہوتا ہے، "تم کہہ دو. یقیناً نقصان اُٹھانے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے قیامت کے دِن اپنی جانوں اور اپنے اہل کو نقصان میں ڈالا" (پ۲۳ زمر آیت ۱۵) کیونکہ اولاد اپنے باپ کی پیروی کرتی ہے اگر باپ گمراہ ہے تو اولاد بھی گمراہ ہوگی. اِس لیے والدین کی ذمہ داری ہے کہ خود بھی ہدایت یافتہ بنے اور اپنی اولاد کو بھی بنائیں اللہ تعالیٰ نے مومن اور منافق کو پہچاننے کی میزان جہاد کو بھی قرار دیا ہے ارشادِ ربُ العزت ہوتا ہے کیا تم نے گمان کر لیا ہے، کہ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ اللہ تعالیٰ

نے اُن لوگوں کو جانچا ہی نہیں۔ جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا۔ اور سوائے اللہ کے اور رسول کے اور مومنوں کے کسی اور کو رازدان نہیں بنایا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالےٰ اس سے پُورا پُورا خبردار ہے" (پ۱ توبہ آیت ۱۶) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے

لَمَّا یَعۡلَمِ اللّٰہُ تفسیر صافی ص۲۰۲ پر بحوالہ تفسیر قمی میں لکھا ہے کہ خدا تو اُنکے جاننے سے پہلے ہی جانتا تھا۔ اس لیے یہاں سے یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان مجاہدوں کے جہاد کا علم نہ تھا بلکہ اس سے مراد دیکھنا یا ظاہر کرنا ہے۔ المومنین :۔ تفسیر صافی ص۲۰۲ پر بحوالہ تفسیر قمی و کافی امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس آیت میں مومنین سے مراد آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی آئمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔ "کیا تم لوگ یہ خیال کرتے ہو کہ بے آزمائش چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی تو خدا نے ایسے لوگوں کو متمیز کیا ہے نہیں۔ جنھوں نے تم میں سے جہاد کیئے اور خدا اور اسکے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو دلی دوست نہیں بنایا اور خدا تمہارے سب کاموں سے واقف ہے" (پ۱ توبہ آیت ۱۶) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خانصاحب ہے۔

"کیا جانتے ہو۔ کہ چھوٹ جاؤ گے؟ اور ابھی معلوم نہیں کئے اللہ نے تم میں سے جو لوگ لڑتے ہیں۔ اور نہیں پکڑا انہوں نے سوا اللہ کے اور اس رسول کے اور مسلمانوں کے کسی کو بھیدی۔ اور اللہ کو سب خبر ہے تمہارے کام کی" (پ۱ توبہ آیت ۱۶) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی صاحب کا ہے "کیا اس گمان میں ہو کہ یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی اللہ تعالےٰ نے پہچان نہ کرائی اُنکی جو تم میں سے جہاد کریں گے اور اللہ اور اُسکے رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا محرم راز نہ بنائیں گے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے" (پ۱ توبہ آیت ۱۶) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ہے آپ تفسیر فرماتے ہیں (۱) اخلاص کے ساتھ اللہ کی راہ میں۔ (۲) اس سے معلوم ہوا کہ مخلص اور غیر مخلص میں امتیاز کر دیا جائے گا۔ اور مقصود اس سے مسلمانوں کو مشرکین کی موالات اور اُنکے پاس مسلمانوں کے راز پہنچانے کی ممانعت کرتا ہے۔

مندرجہ بالا آیت کے ترجموں اور تفسیروں سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالےٰ ایمان لانے والوں سے کہہ رہا ہے کہ صرف کلمہ پڑھ لیا اور یہ کہہ دیا کہ ہم ایمان لے آئے۔ صرف اتنا کہہ دینا مومن کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ جہاد کے ذریعے سے جانچیں گے تاکہ یہ پتہ چل جائے کہ مخلص مومن کون ہے اور منافق کون ہے جو دل سے ایمان نہیں لایا ہے۔

(۲) مومن خالص وہ لوگ تھے جنھوں نے راہ خدا میں خلوص کے ساتھ جہاد کیا۔ اور

پھر اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُول اور مومنوں کو اپنا دِلی دوست بنایا اور انہیں کو اپنا رازدان سمجھا اور انہی کی اطاعت و پیروی کرتے رہے۔ اِس آیت میں بھی مولانا صاحبان نے مومنوں کے معنی عام مسلمانوں کو لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو عام مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ اللہ اور رسُول کے ساتھ ان مومنوں کو بھی دلی دوست بناؤ۔ عام مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ ان مومنوں کو اُولی الامر بناکر بالکل جدا کر دیا انکو دلی بنایا ہے اور لوگوں کے اعمال کا شاہد بنایا ہے اور اِس آیت میں رازدان بنایا ہے۔

ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اور جب انکے پاس اَمن یا خوف کی کوئی بات آئی انہوں نے اسے مشہور کردیا اور اگر وہ اُسے رسُول تک اور ان میں سے جو اللہ کے امر والے ہیں انتک پہنچاتے تو جو بات کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں وہ اسکی حقیقت کو جان جاتے۔ اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا اور اسکی رحمت بھی نہ ہوتی تو بہت تھوڑوں کے سوا تم سب شیطان کی پیروی کرلیتے" (پ۵ النساء آیہ ۸۳) اللہ تعالیٰ جن مومنوں کو اپنے اور اپنے رسُول کے ساتھ دلی دوست بنانے کا حکم دیتا ہے انہیں مومنوں کو اِس آیت میں اُولی الامر فرماتا ہے۔ جس طرح رسُول حامل علم الٰہی ہوتے ہیں اسی طرح اولی الامر بھی حامل علم الٰہی ہوتے ہیں۔ تب ہی تو دونوں کو اللہ تعالیٰ ہر چیز کی حقیقت کی تہ تک پہنچنے والا فرماتا ہے۔ اسی لیے اللہ اور رسُول کے ساتھ اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیتا ہے یہی مومنوں اور اولی الامر در اصل آئمہ معصومین۔ جنکو اللہ نے ہادی بناکر بھیجا ہے جو حامل علم الٰہی ہونے کی وجہ سے راہِ حق کی ہدایت اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے اس آیت میں رسُول کو اپنا فضل اور امام یعنی اولی الامر کو اپنی رحمت فرمایا ہے اور اگر رسُول اور امام نہ ہوتے تو تھوڑوں کے سوا تم سب شیطان کی پیروی کرلیتے۔ اِس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی جس نے اللہ کے بنائے ہوئے رسُول اور اُولی الامر کی اطاعت چھوڑ دی وہ شیطان کا پیروکار ہوا۔

(۳) منافق وہ لوگ تھے جو اللہ اور رسُول اور مومنوں کو دلی دوست نہیں رکھتے تھے۔ اور نہ اُنکی اطاعت و پیروی کرتے اور وقتِ جہاد پیٹھ دکھا کر فرار اختیار کر جاتے تھے۔

ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے (یاد کرو وہ وقت) جبکہ تم پہاڑ پر چڑھے جاتے تھے۔ اور کسی کو پلٹ کر بھی نہ دیکھتے تھے اور رسُول تم کو پیچھے سے بلا رہے تھے" (پ۴ آلِ عمران آیہ ۱۵۳) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور یہ اتفاقات زمانہ ہیں جو ہم آدمیوں کے درمیان پھرتے رہتے ہیں۔ اور تاکہ خدا ان لوگوں کو ظاہر کردے جو ایمان لاچکے ہیں اور تم میں سے بعض کو گواہ بنالے اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا" (پ۴ آلِ عمران آیہ ۱۴۰) منافق جہاد

کے وقت پیٹھ دکھا کر فرار ہو جاتے تھے، لہٰذا ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اے وہ لوگو! جو ایمان لا چکے ہو جب میدانِ جنگ میں آمنے سامنے تمہارا مقابلہ ہو جائے جو کافر ہو گئے تو تم انکو پیٹھ نہ دکھاؤ، اور جو اس دن پیٹھ دکھائیگا سوا اسکے کہ وہ جنگ کیلئے پہلو بدلتا یا کسی اور دستے کی طرف جگہ پکڑتا ہو۔ تو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے غضب میں آگیا اور اسکا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے۔" (پ۹ انفال آیت ۱۵-۱۶) مذکورہ بالا آیت میں منافق کی دو پہچانیں بتائی گئی ہیں ایک تو اللہ اور رسولؐ کے احکام سے سرتابی کرتا تھا جسکی وجہ سے ظالم ہو گیا تھا۔ دوسرا وہ جو وقتِ جہاد پیٹھ دکھا کر فرار ہوا تو مغضوب ہو گیا تھا، لہٰذا ایسے لوگوں کی اطاعت و پیروی نہیں کرنی چاہیئے۔ ہر مسلمان پانچ وقت نمازیں اور ہر رکعت میں یہی دُعا کرتا ہے اے اللہ تو ہمیں انکے راستے پر چلا جنکے اوپر اپنی نعمتیں نازل فرمائیں نہ کہ انکے راستے پہ جنکے اُوپر اپنا غضب نازل کیا۔ نعمت والوں کو تو ہم نے قرآنی دلائل کے ذریعہ ثابت کر دیا کہ وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام ہیں اب مغضوب کو آپ قرآن کی روشنی میں مسلمانوں کی تاریخ کے حوالے سے خود جا نچ لیجئے اور اپنے بچوں و اہل کو بھی پہنچوائیں تاکہ قیامت کے دن سب سے زیادہ گھاٹا اُٹھانے والوں میں شمار نہ ہو کہ خود بھی دوزخ میں جائیں اور اپنے اہل و عیال کو بھی دوزخ میں لیجائیں۔ اللہ تعالیٰ کی دوستی کا کوئی لاکھ دم بھرے لیکن اللہ تعالیٰ اسکو ہرگز ہرگز اپنا دوست نہیں بنائیگا جب تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی نہیں کریگا۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اے رسولؐ ان سے کہدو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو، تو میری پیروی کرو پھر تم کو اللہ بھی دوست رکھے گا، اور تمہارے گناہوں کو بخش دیگا، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ "اے رسول کہدو کہ تم اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرو۔ پس اگر یہ منہ پھیرلیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔" (پ۳ آلِ عمران آیت ۳۱-۳۲) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ فَاتَّبِعُونِي اس آیہ مجیدہ سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم معصوم تھے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انکی مطلق پیروی کا حکم دیا ہے اگر ان سے کسی وقت بھول چوک یا گناہ کے صادر ہونے کا احتمال ہوتا تو اللہ تعالیٰ مطلق پیروی کا حکم نہ دیتا بلکہ اسے کسی شرط کے ساتھ مقید کر دیتا چونکہ یہ نہیں کہا کہ کس اَمر میں پیروی کرو بلکہ یہ کہا کہ ہر اَمر میں پیروی کرو لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو کچھ بھی فرمائینگے اسمیں غلطی بھول چوک یا گناہ کا شائبہ تک نہ ہوگا؛ اسی کا نام اطاعتِ مطلقہ ہے۔ رسولؐ خدا وحی کے تابع تھے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے؛ "میں تو صرف اسکی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔" (پ۷ انعام آیت ۵۰) دوسری جگہ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔" (پ۵ النساء آیت ۸۰)

"تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو، اللہ کی، تو میری راہ چلو کہ اللہ تم کو چاہے اور بخشے گناہ تمہارے، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تو کہہ حکم مانو اللہ کا اور رسولؐ کا۔ پھر اگر وہ ہٹ رہیں۔ تو اللہ نہیں چاہتا منکروں کو۔" (پ۳ آلِ عمران آیت ۳۱-۳۲) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کا ہے ـــ آپ تفسیر فرماتے ہیں۔ یعنی کوئی کسی کی محبت کا

دعویٰ کرے تو اسطرح محبت کرے جس طرح محبوب چاہے نہ کہ جسطرح اپنا جی چاہے، اور اسی طرح چاہے تو محبوب اسکو چاہے۔ اور اللہ بندوں کو چاہے تو یہی کہ اُن پر مہربان ہو اور گناہ پر نہ پکڑے اور خیالات عبث ہیں۔

"اے محبوب تم فرمادو۔ کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ اور تمہارے گناہ بخش دیگا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ کا اور رسُول کا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر۔ (پ۳ آل عمران آیت ۳۲،۳۱) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا صاحب کا ہے آپ تفسیر فرماتے ہیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کی محبت کا دعویٰ جب ہی سچا ہو سکتا ہے جب آدمی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا متبع ہو اور حضور کی اطاعت اختیار کرے۔

اس آیت کی شانِ نزول بیان فرماتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قریش کے پاس ٹھہرے۔ جنھوں نے خانۂ کعبہ میں بُت نصب کئے تھے۔ اور انہیں سجا سجا کر انکو سجدہ کر رہے تھے حضور نے فرمایا: اے گروہ قریش خدا کی قسم تم اپنے آباحضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے دین کے خلاف ہو گئے۔ قریش نے کہا کہ ہم، ان بتوں کو اللہ کی محبت میں پوجتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور بتایا گیا کہ محبتِ الٰہی کا دعویٰ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اتباع و فرمانبرداری کے بغیر قابلِ قبول نہیں۔ جو اس دعویٰ کا ثبوت دینا چاہے حضُور کی غلامی کرے اور حضُور نے بُت پرستی کو منع فرمایا ہے۔ تو بُت پرستی کرنے والا حضُور کا نافرمان اور محبت الٰہی کے دعویٰ میں جھوٹا ہے"

مذکورہ بالا آیتوں کے ترجموں اور تفسیروں سے مندرجہ ذیل حقائق کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو اور یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ بھی تم کو دوست رکھے۔ تو رسولؐ کی پیروی اسکو لازمی طور پر کرنی چاہیئے۔ یہ مسلّمہ اصول بن گیا کہ رسولؐ کی جس نے بھی کوئی سی نافرمانی کی۔ وہ اللہ کا دوست نہیں ہو سکتا۔

(۲) اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعتِ مطلق کا حکم دیتا ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلم کے ہر حکم کی پیروی کرنی لازمی ہے۔ ایسا کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے کہ کچھ احکام کی پیروی کرے اور کچھ احکام کی پیروی نہ کرے۔ اگر کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کسی ایک حکم سے انکار کیا تو وہ شیطان کی طرح کفر میں داخل ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا وہ کبھی بھی دوست نہیں ہو سکتا۔ آنحضرتؐ کے ہر حکم کی اطاعت و پیروی ہر ایک ایمان لانے والوں پر واجب ہے" (۳) اس آیت سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

معصوم ہیں تب ہی اللہ تعالیٰ نے آپکی اطاعتِ مطلقہ کا حکم دیتا ہے۔ کیونکہ آپ سے کسی وقت بھی کسی قسم کی غلطی، بھول چوک یا گناہ کا شائبہ تک نہ ہو گا۔ اسی کا نام عصمتِ مطلقہ ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کوئی قید لگا دیتا کہ رسول کے ایسے احکام کی اطاعت و پیروی کرو اور ایسے احکام کی پیروی نہ کرو۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے ایسی کوئی تخصیص نہیں کی ہے بلکہ آنحضرتؐ کے لیے فرمادیا "میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ جو لوگ انبیاء علیہم السّلام کی عصمت کے قائل نہیں ہیں انہوں نے آنحضرتؐ کی پاک ذات کو دو حصے میں تقسیم کر دیا ایک بحیثیت بشر کے اور ایک بحیثیت رسول کے تاکہ رسولؐ کے کچھ احکام کو بحیثیت بشر کے اور کچھ احکام کو بحیثیت رسول کے مان کر کچھ الٰہی احکام سے انکار کا جواز پیدا کر لیا جائے۔ اور منافقوں کی بے معنی کج کی پیداوار ہے۔ اسی پیچ نے دین میں نفاق پیدا کیا ہے۔ اسی لیئے اللہ تعالےٰ نے اُنکے بارے میں فرمادیا کہ تم اسلام لائے ہو ایمان نہیں لائے ہو۔ وہ قرآنی آیات جو آلِ محمدؐ کی شان میں نازل ہوئی تھیں۔ اُن پر منافقین ایمان نہیں لائے تھے۔ اور مومن تمام قرآنی آیات پر ایمان رکھتے تھے۔ جس کی وجہ سے کسی آیت کے نازل ہونے سے مومن کے ایمان میں اضافہ منافق کے ایمان میں کمی واقع ہوتی تھی۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی تو ان میں کوئی کہہ دیتا ہے کہ تم میں سے وہ کون ہے جس کے ایمان میں اس کو سورت نے زیادتی کی ہے۔ پس وہ لوگ جو ایمان لا چکے اُن کے ایمان کو تو بڑھا دیا ہے اور وہ خوش ہو جاتے ہیں، اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے۔ پس اِس سورت کے نازل ہونے نے اُن کی نجاست پر اور نجاست بڑھائی اور وہ مرگئے اِس حال میں کہ وہ کافر تھے" (پ۱۱ توبہ آیہ ۱۲۵،۱۲۴) گویا اللہ تعالیٰ کی کسی بھی آیت سے اِنکار کفر میں داخل کر دیتا ہے۔ یہ ایمان لانے والوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ ایمان لا کر اگر اللہ اور رسول کے کسی حکم سے اِنکار کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ اُسکو کافر فرماتا ہے

(۴) اللہ تعالےٰ کی دوستی کا دعویٰ اُسی وقت سچا ثابت ہو گا۔ جب کوئی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے تمام احکامات کی پیروی کریگا۔ اور پھر اگر کوئی گناہ کریگا تو اللہ تعالیٰ بخش دے گا ورنہ نہیں بخشے گا۔ لہٰذا ہر مسلمان کو غور خوض اور تدبر کرنا چاہیئے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جو جو احکام بھیجے ہیں۔ اُنکی پیروی کر رہا ہے کہ نہیں کر رہا ہے اگر کر رہا ہے تو بہتر ہے۔ اور اگر نہیں کر رہا ہے تو اُس کو چاہیئے کہ اندھی تقلید کو چھوڑ کر اللہ اور رسول کے سارے احکامات کی پوری پوری پیروی کرے تب تو وہ اللہ والا کہلا سکتا ہے ورنہ اس کو اللہ کبھی بھی دوست نہیں رکھے گا۔ اُنکی مثال ابلیس ہے کہ اُس نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا کبھی بھی انکار نہیں کیا ہے۔ اُس نے

اللہ تعالیٰ کے ایک حکم کی نافرمانی کی تھی وہ بھی حضرت آدم کی تعظیم کرنے سے انکار کیا اور سجدہ تعظیمی بجا نہیں لایا تھا۔ ابلیس سے سبق لینا چاہیئے ؂

گیا شیطان رانده ایک سجدہ کے نہ کرنے سے

ہزاروں سال گر سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

اس آیۃ مجیدہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک اصول بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ اسکو دوست رکھے گا۔ جو آنحضرتؐ صلعم کی پیروی کریگا اور ان کے کسی بھی حکم کی اطاعت و پیروی سے انکار نہیں کریگا۔ اب اللہ تعالیٰ ایک دوسرا اصول دے رہا ہے کہ انعام والوں کے ساتھ وہی لوگ ہونگے جو اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نعمت والے اور مخلص بندوں کی اطاعت و پیروی کا حکم دیتا ہے انہی کے راستے کو صراطِ مستقیم فرماتا ہے۔ اور اللہ کے نعمت والے بندے ہی رفاقت کیلئے بہترین ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "اور جو اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کریگا تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے کہ بعض نبیوں میں سے ہیں۔ اور بعض صدیقوں میں سے اور بعض شہیدوں میں سے اور بعض صالحین میں سے۔ اور وہی لوگ رفاقت کے لیئے سب سے اچھے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہے اور سب کچھ جاننے والا اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے" (پ۵ النساء آیۃ ۶۹-۷۰)

یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا تفسیر صافی صہ ۱۱۷ پر بحوالہ کافی امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہماری اعانت پرہیزگاری سے کرو۔ کیونکہ تم میں سے جو شخص خدا کے حضور میں پرہیزگاری سے جائیگا۔ تو خدا کی طرف سے اسے بڑی کشائش ملیگی جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ۔ اور یہ آیت پڑھ دی۔ پھر فرمایا کہ ہم میں سے نبی ہیں۔ اور ہم ہی سے صدیق و شہدا اور صالحین ہیں۔ اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مومن دو قسم کے ہیں ایک تو وہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس نے وہ کل شرطیں پوری کیں جو اللہ تعالیٰ نے مومن کیلئے مقرر کی ہیں۔ پس وہ تو نبیوں صدیقوں شہدا اور صالحین کے ساتھ ہوگا اور اس سے بہتر رفاقت کونسی ہو سکتی ہے اور یہی وہ مومن ہے جسکو شفاعت کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اور کسی کو اسکی شفاعت نہ کرنی پڑے گی اور یہی وہ مومن ہے جس کو دنیا اور آخرت کے خوف پیش نہ آئیں گے۔ اور ایک مومن وہ ہے جس کے قدم پھسل جاتے ہیں اسکی حالت زراعت کے ڈنٹھل جیسی ہوگی کہ جدھر ہوا نے جھکایا جھک گیا یہ وہ ہے جسے دنیا میں بھی خوف پیش آئینگے۔ اور آخرت میں بھی اسکی شفاعت کی جائیگی

اور جو اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیا اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔ (پ۵ النساء آیت ۶۹) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب کا ہے آپ تفسیر فرماتے ہیں تو انبیا کے مخلص فرمانبردار جنت میں آنکی صحبت و دیدار سے محروم نہ ہونگے۔

اور جو لوگ حکم میں چلتے ہیں اللہ کے اور رسول کے۔ سو انکے ساتھ ہیں جنکو اللہ نے نوازا نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت۔ اور خوب ہے انکی رفاقت۔ یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ بس ہے خبر رکھنے والا۔ (پ۵ النساء آیت ۶۹) یہ ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی صاحب کا ہے۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں۔ نبی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ کی طرف سے وحی آئے یعنی فرشتہ ظاہر میں پیغام کہہ جاوے اور صدیق وہ ہے جو وحی میں آوے اُن کا جی آپ ہی اُن پر گواہی دے۔ اور شہید وہ جن کو پیغمبر کے حکم پر ایسا صدق آیا کہ اُس پر جان دیتے ہیں۔ (تو گویا جس نے جہاد سے فرار اختیار کیا وہ صدیق نہیں ہو سکتا ہے) اور نیک بخت وہ جنکی طبیعت نیکی ہی پر پیدا ہوئی ہے۔ تو جو لوگ ایسے نہیں لیکن حکمبرداری میں لگے جاتے ہیں اللہ ان کو بھی انکے ساتھ گنے گا۔

اور جو لوگ خدا اور اُس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہونگے جن پر خدا نے بڑا فضل کیا ہے۔ یعنی انبیا اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے یہ خدا کا فضل ہے اور خدا جاننے والا کافی ہے۔" (پ۵ النساء آیت ۶۹) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خان صاحب کا ہے۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں۔ "صدیق مبالغے کا صیغہ ہے۔ یعنی بڑا سچا تو صدیقین بڑے سچے ہوئے یا صدیق سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو اتباع انبیا میں سب سے رتبہ عالی رکھتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کو جو صدیق کہتے ہیں تو وہ ان دونوں معنوں کے مصداق تھے شہید وہ جو راہ خدا میں مارے جائیں۔ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سب شہید ہیں۔ صالحین عام نیکوکار سب سے اعلیٰ درجہ انبیاء کا ہے۔ پھر صدیقین کا پھر شہید کا پھر صالحین کا۔

مذکورہ بالا آیات مجیدہ اور تفسیروں میں غور وخوض کرنے سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

(1) اللہ تعالےٰ نے اس آیۂ مجیدہ میں ایک اصول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے نعمت والے اور مخلص بندوں کے ساتھ جو لوگ ہونگے یعنی جو لوگ اللہ کے نعمت والے بندوں کی پیروی کریں گے۔ تو درحقیقت وہی لوگ اللہ تعالےٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح اور دل سے اطاعت کرنے والے ہونگے اور جو اللہ تعالےٰ کے نعمت والے بندوں کو چھوڑ کر دوسروں کی پیروی کریں گے تو وہ

لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والے نہیں ہو سکتے ہیں اور وہ لوگ صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہونگے وہ نعمت والے بندے آئمہ معصومین ہیں اور یہ آئمہ حضرت ابراہیم کی ذریت اور اُن کی دُعا کا اثر ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی ھدایت کرنے کے لیے فرمایا ہے۔ جیسا کہ متعدد قرآنی آیات کے ذریعے ہم آئمہ کو ثابت کرتے چلے آرہے ہیں

(۲) اللہ تعالیٰ نے اپنے نعمت والے بندوں ہی کو نبی، صدیق، شہید اور صالح فرمایا ہے جو معصوم ہونگے زندگی کے کسی بھی حصے میں گناہ گار نہیں ہونگے اور کفر میں ہونا تو ممکن ہی نہیں ہے اور وہ راہِ حق کی ہدایت اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب کرنے والے ہیں۔ انہی کے راستے کو اللہ نے صراطِ مستقیم فرمایا ہے تو جو لوگ اِس دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے نعمت والے بندوں کے ساتھ ہونگے تو عقبہ میں بھی اُنہی کے ساتھ ہونگے اللہ تعالیٰ بتلا رہا ہے کہ اُنہی کی رفاقت سب سے بہتر ہے اور انہی صدیقوں کے ساتھ ہونے کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ "اے وہ لوگو جو ایمان لاچکے ہو۔ تم خدا سے ڈرتے رہو اور صادقین یعنی سچوں کے ساتھ ہو جاؤ" (پ۱۱ توبہ آیت ۱۱۹) اب اگر اللہ سے ڈرتے ہو تو سچوں کے ساتھ ہو جاؤ اور باطل کو چھوڑ دو۔ سچوں کے ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ اُن کی پیروی کی جائے۔ لہٰذا یہ صادقین اللہ کے نعمت والے بندے ہوئے جو آئمہ معصومین ہیں کوئی گناہ گار صدیق نہیں ہو سکتا ہے

(۳) اِسی لیے اللہ تعالیٰ اپنے نعمت والے بندوں کو طرح طرح سے پہچنوا رہا ہے اور اُن کی اطاعت و پیروی کا حکم دیتا ہے۔ اور اُنکے ساتھ ہو جانے کا حکم دیتا ہے۔ اُن لوگوں کو جو ایمان لاچکے ہیں قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کہیں امام، کہیں ولی، کہیں اولی الامر، کہیں حبل اللہ، کہیں جنب اللہ، کہیں آیت اللہ، کہیں اہل الذکر، کہیں حق، کہیں نور، کہیں جزوِ رسولؐ، کہیں نفسِ رسولؐ، کہیں من عندہٗ علم الکتاب، کہیں اوتو العلم، کہیں راسخون فی العلم اور کہیں صدیق فرمایا ہے اور ایسے سچے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکو اپنی وحدانیت اور رسولؐ کی رسالت کا گواہ بنایا ہے یہ آئمہ برحق حضرت علیؑ اور آپ کی گیارہ اولاد علیہم السلام ہیں۔ جو حضرت ابراہیمؑ کی دُعا کا اثر ہیں ؎ "اور جب کہ ابراہیمؑ کے رب نے اُسکا امتحان لیا۔ چند کلمات سے تو اُس نے انہیں پورا کر دیا۔ تو خدا نے فرمایا کہ میں تمہیں سب انسانوں کا امام بنانے والا ہوں۔ ابراہیمؑ نے کہا اور میری اولاد میں سے۔ خدا نے فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہ پہنچے گا" (پ۱ البقرہ آیت ۱۲۴) سچے اور جھوٹے اماموں کی پہچان اللہ تعالیٰ نے بتلادی ؎۱ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں

امامت ہوگی کسی دوسرے کی اولاد امام نہیں ہو سکتی ۲ امام اللہ بنائے گا اور جو خود بنے یا بنالیا جائے وہ جھوٹا ہوگا ۳ آئمہ برحق معصوم ہوں گے ظالم نہیں ہوں گے بلکہ ظلم پر صبر کرنے والے ہوں گے آلِ رسولِ پاک نے وہ صبر دکھایا ہے جس کی کوئی مثال نہیں۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے، وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ "اور ہم نے ان میں سے امام بنائے جب کہ انہوں نے صبر کیا وہ ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔" (پ۲۱ السجدۃ آیۃ۲۴) ان آیاتِ قرآنی سے یہ نتیجہ نکلا کہ آئمہ برحق کی رفاقت میں اللہ اور رسول ملیں گے اور اگر آئمہ برحق کی رفاقت چھوڑ دی تو نہ رسول ملے گا اور نہ ہی خدا ملے گا۔ ؎

جسے علیؑ نہ ملا اُس کو مصطفٰےؐ نہ ملا
جسے ملا نہ محمدؐ اُسے خدا نہ ملا

(۴) وہ لوگ جو ایمان لاچکے ہیں ان میں سے جن لوگوں کو اللہ تعالےٰ اور اسکا رسول اور اس کے بنائے ہوئے آئمہ برحق مل جائیں تو سمجھو کہ اس پر اللہ تعالےٰ کا بہت بڑا فضل ہے جس نے اس دنیا میں ان سے رفاقت نہیں کی تو اللہ تعالیٰ اسکو اندھا فرماتا ہے۔ "یاد کرو اس دن کو جبکہ ہم سب لوگوں کو انکے امام کے ساتھ بلائیں گے پھر جنہیں ان کا اعمال نامہ انکے داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا۔ تو وہ اپنا اعمالنامہ (خوش ہوکر) پڑھیں گے اور انہیں ایک سوت برابر بھی نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔ اور جو کوئی اس دنیا میں اندھا رہا۔ پس وہ آخرت میں بھی اندھا رہیگا۔ اور راہ راست سے بہت زیادہ بھٹکا ہوا۔" (پ۱۵ بنی اسرائیل آیۃ۷۱-۷۲) اس آیۃ مجیدہ سے یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ اللہ کے نعمت والے بندے جنکی رفاقت کا حکم دیا ہے وہ آئمہ معصومین ہیں اور قیامت کے دن آئمہ کیساتھ بلایا جائیگا۔ جو لوگ آئمہ برحق کی رفاقت میں ہونگے ان کا اعمالنامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا اور وہ اپنا اعمال نامہ خوش ہوکر پڑھیں گے اور ان کو ایک سوت برابر بھی نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔ لیکن جو آئمہ برحق کی طرف سے اس دنیا میں اندھے بنے ہوئے ہیں وہ قیامت کے دن بھی اندھے ہوں گے اور وہ صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں تو اس آیت سے بھی یہ ثابت ہوا کہ آئمہ برحق اللہ کے نعمت والے بندے ہیں جن کے راستے کو اللہ تعالےٰ صِرَاطِ مُسْتَقِيْم فرماتا ہے۔

" اللہ تعالےٰ اپنے انعام والے بندوں کو اس طرح پہچنواتا ہے تاکہ ایمان لانے والے

اللہ کے انعام والے بندوں کو پہچاننے میں دھوکہ نہ کھائیں۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے نبی اور امام ہوتے ہیں نسلِ انسانی میں سے جس جس نسل کے لوگوں میں سے منتخب کیا ہے اُن کو اللہ بھجواتا رہا ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "بے شک اللہ نے آدمؑ اور نوحؑ اور آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو تمام جہانوں پر مصطفیٰ کیا۔ یہ ایک دوسرے کی نسل میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے" (پ۳ آلِ عمران آیت ۳۳-۳۴) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔

تفسیر اصطفیٰ:- صفا سے مشتق ہے جسکے معنی صفائی اور پاکیزگی کے ہیں۔ اسے جب باب افتعال میں لیجا کر اصطفیٰ کیا تو علاوہ خاصیت باب جس میں منتقل ہوا ہے اسکے معنی مصدری باقی رہنا ضروری ہے لہٰذا اسکے معنی پاکیزگی، صفائی اور طہارت ہونگے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آدمؑ، نوحؑ، آلِ ابراہیمؑ اور آلِ عمرانؑ کو مصطفیٰ قرار دیا۔ یہ اور اس قسم کی دوسری آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے صرف چند انبیاؑ اور انکی آل ہی کو مصطفیٰ کہا ہے نہ کہ غیر آل کو۔ چونکہ بعض لوگ آل سے مراد قوم لے لیتے ہیں اس لیے خداوندِ عالم نے آیت کے آخر میں فیصلہ فرمادیا کہ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ کہ جس آل کو مصطفیٰ قرار دیا گیا ہے۔ یہ ایک دوسرے کی ذریت یعنی اولاد ہیں۔ جس سے یہ مسئلہ حل ہوگیا کہ مصطفائی محض اور صرف نبیوں کی ذریت طاہرہ کیلئے مختص ہے۔ اور آل سے مراد ذریت ہی ہے۔ نہ کہ قوم یا پیرو کار۔ معانی الاخبار اور تفسیر صافی ص۸۳ میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ آلِ محمدؐ کے معنی کیا ہیں؟ فرمایا آلِ محمدؐ وہ ہیں جن کی ازواج اور بیٹیوں کے نکاح خداوندِ عالم نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حرام کیے ہیں۔

"بے شک اللہ نے چن لیا۔ آدم اور نوح اور ابراہیم کی آل اور عمران کی آل کو سارے جہاں سے یہ ایک نسل ہے۔ ایک دوسرے سے۔ اور اللہ سنتا جانتا ہے" (پ۳ آلِ عمران آیت ۳۳-۳۴) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ہے۔ تفسیر فرماتے ہیں۔ یہود نے کہا تھا کہ ہم حضرت ابراہیم و اسحٰق و یعقوب علیہم السلام کی اولاد ہیں۔ اور انہیں کے دین پر ہیں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور بتادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو اسلام کے ساتھ برگزیدہ کیا تھا۔ اور تم اے یہود اسلام پر نہیں ہو۔ تو تمہارا یہ دعویٰ غلط ہے۔ ان میں باہم نسلی تعلقات بھی ہیں۔ اور آپس میں یہ حضرات ایک دوسرے کے معاون و مددگار بھی۔

"خدا نے آدم اور نوح اور خاندانِ ابراہیم اور خاندانِ عمران کو تمام جہانوں کے لوگوں میں منتخب فرمایا تھا ان میں سے بعض بعض کی اولاد تھے۔ اور خدا سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

(پ۳ آلِ عمران آیت ۳۳،۳۴) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خان جالندھری صاحب کا ہے۔ تفسیر فرماتے ہیں عمران مراد مریم علیہا السّلام کے والد ہیں۔ کیونکہ اس کے بعد انہی کا قصہ مذکور ہے بعض کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کے والد مراد ہیں کہ اُن کا نام بھی عمران تھا۔ مگر ظاہر پہلا قول ہے اس لیے کہ آگے کے لیے قرینہ بھی ہے۔ جیسے خاندانِ عمران اولاد ابراہیم تھا اور خاندان ابراہیم اولاد نوح اور نوحؑ حضرت آدم کی اولاد تھے۔ اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضرت فاطمہ علیہا السّلام کی اولاد آلِ رسولؐ پاک ہوئی۔

مندرجہ بالا آیہ مجیدہ کے ترجموں اور تفسیروں سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور منتخب بندے پاک و پاکیزہ ہوتے ہیں۔ جو نبی کی ذریت میں سے ہوتے ہیں۔ حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ اور آلِ ابراہیمؑ اور آلِ عمرانؑ کے لیے مختص ہیں ان کے علاوہ کسی غیر نبی کی نسل سے نہیں ہو سکتے ہیں۔ ویسے تو نبی کی اولاد میں سب اصطفیٰ بندے نہیں ہوتے جو بھی برگزیدہ بندے ہوتے ہیں وہ نبی ہی کی اولاد میں سے ہوتے ہیں۔ اللہ کے مصطفےٰ بندے نبی اور امام ہیں۔ انبیاء کے والدین کافر نہیں ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا آزر حضرت ابراہیمؑ کا باپ نہیں تھا

(۲) حضرت مریم آلِ عمران ہیں اُن کی اولاد حضرت عیسیٰ آلِ عمران ہیں۔ اسی طرح حضرت فاطمہ علیہا السلام کی اولاد آلِ رسولؐ پاک ہے۔ ساری اُمت آل میں شامل نہیں ہو سکتی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں جن کو اللہ تعالیٰ نے اصطفیٰ فرمایا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ معصومین علیہم السّلام ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لیئے جو نظام ترتیب دیا ہے اُس کو چلانے کیلئے نبی اور امام اپنے مصطفےٰ بندوں کو بنا کر بھیجا جو انبیاء کی ذریت ہیں۔ لہٰذا انسان کو یہ حق ہرگز حاصل نہیں ہے کہ انسان اپنا نبی اور امام خود بنائے۔ اور برحق نبی اور امام کو چھوڑ کر باطل نبی اور امام کی پیروی کرے۔ یہ ہدایت کے رستے کو چھوڑ کر گمراہی کا راستہ جان بوجھ کر اختیار کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بغاوت ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور انتخاب کرتا ہے ان بندوں کو انتخاب کا اختیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ پاک و برتر ہے اس چیز سے کہ وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔ اور تمہارا پروردگار جانتا ہے جو کچھ اُنکے سینے چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں" (پ۲۰ القصص آیت ۶۸،۶۹) لہٰذا ہر ایمان لانے والے کو غور خوض کرنا چاہیئے کہ اندھی تقلید میں کہیں اللہ کے احکامات سے منحرف ہو کر گمراہی میں تو نہیں پڑا ہوا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے معافی کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "پس جس شخص نے

توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیئے۔ تو اُمید ہے کہ وُہ فلاح پانے والوں میں سے ہو جائے گا۔" (پ۲۰ القصص آیت ۶۷) (۴) اللہ تعالیٰ نے آلِ ابراہیم کیلئے نبوّت اور امامت کو مختص کر دیا ہے اور جو محمد و آلِ محمد علیہم السّلام ہیں۔ اب دُوسرا کوئی غلام محمد بن کر بھی مردود نبوّت کا دعویٰ کرے تو کاذب ہے اور اگر کوئی امامت کا دعویٰ کرے تو وُہ بھی کاذب ہے قرآنی آیات کی روشنی میں۔ اگر قرآن پاک پر ایمان پُورا پُورا ہے۔ ویسے تو ہر ایک کو آزادی حاصل ہے جو چاہے راستہ اختیار کرے چاہے تو گمراہی اختیار کرے اور چاہے فلاح پانے والوں میں شامل ہو جائے۔ ہدایت کا راستہ اختیار کرکے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد میں جنکو اصطفےٰ کیا ہے اُن کو پاک و پاکیزہ اور طاہر و مطہر پیدا کیا ہے۔ اور وہ معصوم ہیں انکو اللہ تعالیٰ طرح طرح سے قرآن پاک میں پہچنواتا ہے۔ ارشادِ ربّ العزّت ہوتا ہے

"بس اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے اہلبیتِ نبوّت وُہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی کو دُور رکھے اور تمہیں ایسا پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔" (پ۲۲ احزاب آیت ۳۳) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا کی تفسیر صافی ص۴۰۸ پر بحوالہ تفسیرِ قمی امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ یہ آیت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم و حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہم السّلام کی شان میں نازل ہوئی ہے اور یہ واقعہ اُم سلمہؓ آنحضرتؐ کی زوجہ محترمہ کے گھر میں ہوا۔ اس پر تو تمام علماء کا اتفاق ہے خواہ شیعہ ہو یا سُنّی کہ اہلبیتؑ رسولؐ علی فاطمہ حسن اور حسین علیہم السّلام ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ یہ آیت انہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ مگر بعض حضرات اہلسنّت کا یہ خیال ہے کہ اسمیں ازواج بھی شامل ہیں۔ یہ خیال چند وجوہ سے بالکل غلط ہے۔

(۱) اگر ازواج مقصود ہوتیں تو جس طرح ماقبل و مابعد کی آیات میں ضمیر جمع مونث حاضر تھی اسمیں بھی باقی رہتی

(۲) بلکہ اگر اس آیت کو درمیان سے نکال لو۔ اور ماقبل اور مابعد کو ملا کر پڑھو تو کوئی خرابی نہیں ہوتی۔ بلکہ ربط اور بڑھ جاتا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اس مقام کی نہیں ہے بلکہ خواہ مخواہ کسی غرض سے یہاں داخل کی گئی ہے

(۳) اگر ازواج بھی شامل ہوتیں تو اُنکی تعداد نَو تھی اور اہلبیتؑ کی تعداد پانچ ان میں بھی ایک عورت ہی ہیں۔ پس مجموعاً یہ سب چودہ ہوئے دس عورتیں اور چار مرد تو بھی غلبہ عورتوں ہی کا ہے۔ پس ضمیر و صیغہ مونث ہی لانا تھا نہ کہ مذکر۔

(۴) زید بن ارقم کا قول ہے کہ ازواج اہلبیت نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ تو آج ہیں کل طلاق دی الگ ہوگئیں۔ بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جن پر خدا نے صدقہ حرام کیا ہے۔ ازواج نبیؐ صلعم کو اللہ تعالیٰ زیب و زینت کی ممانعت کرتا ہے ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "اے نبی اپنی بیبیوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگانی اور اسکی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں فائدہ پہنچاؤں اور تمہیں نہایت خوبی سے رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو۔ تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم میں سے جو نیک ہونگی ان کے لیے بہت بڑا اجر تیار کیا ہوا ہے۔ اے نبی کی بیبیو! تم میں سے جو کھلی بدی کرے گی اسکے لیے عذاب بڑھا کر دوگناہ کر دیا جائے گا۔ اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔" (پ۲۱ احزاب آیت ۲۸تا۳۰)۔

مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نبی کی بیبیوں کو مخاطب کر کے تنبیہ فرماتا ہے کہ نیکی کرنے پر انکو اجر بھی بڑا ملے گا لیکن بدی کرنے پر عذاب بھی دوگنا ملے گا۔ سورۃ تحریم میں اللہ تعالیٰ نبی کی دو بیبیوں سے خطاب کرتا ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اور اگر تم دونوں (نبیؐ کی بیویاں) اللہ کے حضور میں توبہ کرلو (تو فبہا) پس تم دونوں کے دل منحرف ہوگئے ہیں۔ اور اگر تم دونوں اس (نبی) کے خلاف ایک دوسرے کی پشت پناہی کرتی رہیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ اسکا سرپرست ہے۔ اور جبرئیل اور صالح المومنین بھی اور اسکے بعد کل فرشتے اس کے پشت پناہ ہیں۔" (پ۲۸ تحریم آیت۴)

اس آیت کی شانِ نزول کے بارے میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اس آیت میں جن نبیؐ کی دو بیویوں کا ذکر ہے وہ حضرت حفصہؓ دخترِ حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ دخترِ حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ ماشاء اللہ جس طرح حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ میں بڑی گہری دوستی تھی اور باہم ایک دوسرے کے گہرے راز دان اور سرپرست تھے۔ اسی طرح حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ میں بھی گہری دوستی تھی اور ایک دوسرے کی گہری رازدان اور سرپرست تھیں۔ بہرحال مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں یہ ثابت ہوگیا کہ ازواج اہلبیت میں شامل نہیں ہیں پھر بھی اگر کوئی شامل کرے تو یہ اسکی اپنی مرضی اور خواہش ہے

آیت تطہیر پنجتن پاک محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے جنکی تخلیق ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادے کے ساتھ پاک و پاکیزہ کی ہے جن کو اللہ نے ہر قسم کے رجس سے پاک پیدا کیا ہے۔ اور حضرت علیؑ کا خانہ کعبہ میں پیدا کرنا ہی اسکی بیّن دلیل ہے آلِ ابراہیمؑ میں جن کو اللہ تعالیٰ نے اصطفیٰ کیا ہے وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام ہیں جو کہ اللہ کی مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع فرمان ہیں۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا:۔ اور تم نہیں چاہتے ہو مگر وہی جو اللہ چاہتا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ بہت کچھ جاننے

جاننے والا بڑا حکمت والا ہے۔" (پ۲۲ دھر آیت ۳۳) اِن پاک ہستیوں کا مقابلہ کوئی ایمان لانے والا کسی غیر سے تو نہیں کر سکتا ہے۔ اگر اسکے دِل میں خُداوند عالم کا ڈر اور خوف ہے اور جس طرح اُن کو پاکیزہ بنانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی ہے اسی طرح اللہ تعالےٰ نے اِن پاک ہستیوں کو پہچنوانے میں بھی کوئی کمی نہیں چھوڑی ہے۔ اللہ تعالےٰ تو جانتا ہے لوگ ان سے حسد کر کے گمراہ ہونگے۔

ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "کیا وہ لوگوں سے اِس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے یقیناً ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں ایک بہت بڑی سلطنت دی (پ۵ النسا آیت ۵۴) یہی اہلبیتؑ رسولؐ ہیں اُن کو اللہ تعالیٰ آیۂ مباہلہ میں دکھلا کر پہچنوا رہا ہے۔ "پس بعد اِس کے کہ تیرے پاس علم آچکا ہے کوئی شخص عیسیٰ کے بارے میں جھگڑا کرے تو کہہ کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تم بلاؤ اپنے بیٹوں کو اور ہم بلائیں اپنی عورتوں کو اور تم بلاؤ اپنی عورتوں کو ہم بلائیں اپنے نفسوں کو اور تم بلاؤ اپنے نفسوں کو۔ پھر ہم خدا کی طرف رجوع کریں۔ اور خدا کی لعنت جھوٹوں پر قرار دیں۔ یقیناً یہ سچے قصے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک اللہ تعالےٰ ہی غالب حکمت والا ہے۔" (پ۳ آلِ عمران آیت ۶۱-۶۲) یہ ترجمہ سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے

تفسیر:- اِس آیت کو آیۂ مباہلہ کہا جاتا ہے جو نصاریٰ نجران اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درمیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجویز ہوا تھا۔ واقعات یوں ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں بحث و مناظرہ کرنے کے لیے آیا۔ آپؐ نے انہیں بہت سمجھایا۔ لیکن وہ اپنی ضد اور ہٹ سے باز نہ آئے آخر جب اُنکی ضد بڑھ گئی تو اللہ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی جس میں اُنکے ساتھ مباہلہ کرنے کا حکم آیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کو حکم خداوندی سے آگاہ کیا تو وہ لوگ مشورہ کرنے کے لیے اپنی اقامت گاہ پر چلے گئے وہاں اُنکے سردار اہتم اور عاقب نے کہا کہ اگر محمدؐ اپنی قوم کو لاکر مباہلہ کریں تو ہم ضرور مباہلہ کرینگے کیونکہ یہ اس بات کا ثبوت ہوگا کہ وہ سچا نبی (نعوذ باللہ) نہیں ہے اور اگر وہ مباہلہ کے لیے اپنے اہلبیتؑ کو ساتھ لایا تو ہم ہرگز مباہلہ نہیں کریں گے کیونکہ اِس صورت میں وہ یقیناً سچا نبی ہوگا۔ پس جب صبح ہوئی تو وہ آنحضرتؐ کے پاس آئے۔ درآنحالیکہ آپؐ کے ساتھ جناب امیر المومنینؑ، فاطمہؑ۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہم السّلام تھے۔ نصاریٰ نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جو آپکے ساتھ ہیں کہا گیا کہ ایک

تو انکے چچازاد بھائی آنکے وصی اور داماد علی ابن ابی طالب اور یہ آن کی دختر فاطمۃ الزہرۃ ہیں اور یہ دونوں انکے بیٹے حسن اور حسین علیہم السلام ہیں۔ پس وہ لوگ الگ ہو گئے اور آنحضرت صلعم سے کہا ہمیں مباہلہ سے معاف کریں ہم آپ سے صلح چاہتے ہیں۔ پس آپ نے آنسے دو ہزار حلّے اور تیس لوہے کی زرہیں جزیہ لے کر مصالحت کر لی۔

پھر اے محبوب جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں۔ بعد اسکے کہ تمہیں علم آچکا تو انسے فرما دو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر خدا کی لعنت ڈالیں۔ یہی بے شک سچا بیان ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک اللہ ہی غالب ہے حکمت والا۔ (پ۳ آل عمران آیۃ ۶۱)

یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی کا ہے۔ تفسیر:۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نصاریٰ نجران کو یہ آیت پڑھ کر سنائی اور مباہلہ کی دعوت دی تو کہنے لگے ہم غور اور مشورہ کر لیں کل آپ کو جواب دینگے جب وہ جمع ہوئے تو انہوں نے اپنے سب سے بڑے، عالم اور صاحب الرائے شخص عاقب سے کہا کہ اے عبدالمسیح آپ کی کیا رائے ہے آس نے کہا اے جماعت نصاریٰ تم پہچان چکے کہ محمد نبی مرسل تو ضرور ہیں اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو سب ہلاک ہو جاؤ گے۔ اب اگر نصرانیت پر قائم رہنا چاہتے ہو تو انہیں چھوڑ دو اور گھر کو لوٹ چلو۔ یہ مشورہ ہونے کے بعد وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضور کی گود میں تو امام حسین ہیں اور دست مبارک میں امام حسن کا ہاتھ اور فاطمۃ اور علی حضور کے پیچھے ہیں اور حضور ان سب سے فرما رہے ہیں کہ جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا نجران کے سب سے بڑے نصرانی عالم پادری نے جب ان حضرات کو دیکھا تو کہنے لگا اے جماعت نصاریٰ میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ سے پہاڑ کو ہٹانے کی دعا کریں تو اللہ تعالےٰ پہاڑ کو جگہ سے ہٹا دے گا۔ ان سے مباہلہ نہ کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا۔ یہ سنکر نصاریٰ نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ مباہلہ کی تو ہماری رائے نہیں ہے۔ آخر کار انہوں نے جزیہ دینا منظور کیا مگر مباہلہ کیلئے تیار نہ ہوئے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اس کی قسم جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے نجران والوں پر عذاب قریب ہی آچکا تھا اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندروں اور سوروں کی صورت میں مسخ کر دیئے جاتے اور جنگل آگ سے بھڑک اٹھتا اور

نجران اور وہاں کے رہنے والے پرندے تک نیست و نابود ہو جاتے اور ایک سال کے عرصے میں تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے۔ اسی لیے اللہ تعالےٰ آئمہ برحق محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام کو بد دعا کرنے سے منع فرماتا ہے۔ ارشادِ ربّ العزّت ہوتا ہے۔ "اے رسولؐ کہہ دو ان لوگوں سے جو ایمان لا چکے کہ وہ اُن لوگوں کو معاف کرتے رہیں جو اللہ تعالےٰ کے دنوں کی اُمید نہیں رکھتے تاکہ وہ (اللہ تعالےٰ) اُن لوگوں کو اس کا بدلہ دے جو وہ کمایا کرتے تھے" (پ۲۵ جاثیہ آیہ۱۴) تفسیر صافی صہ۴۶۱ پر بحوالہ تفسیر قمی لکھا ہے کہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ آئمہ برحق علیہم السّلام سے یہ فرماتا ہے کہ تم آئمہ جور کے بارے میں بد دعا نہ کرو تاکہ اللہ تعالیٰ انکو انکی بد اعمالی کی سزا خود ہی دیدے۔

آیہ مباہلہ کے ترجموں اور تفسیروں میں غور خوض کیا جائے تو ذیل کے نتائج اخذ کیئے جا سکتے ہیں

(۱) نصرانی عالم محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام کو اپنی کتاب کے ذریعے سے جانتے اور پہچانتے تھے اور انکے صدیق ہونے اور انکے حق و باطل میں فرق کرنے والے ہونے کے دیکھتے ہی قائل ہو گئے۔ ارشادِ ربّ العزّت ہوتا ہے۔ "جو لوگ ہمارے نبی اُمّی کے قدم بقدم چلتے ہیں۔ جنکی بشارت اپنے توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں" (پ۹ اعراف آیت۱۵۷) رسولؐ کے قدم بقدم چلنے والے اہلبیتِ رسولؐ ہیں دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا ہے اور دوسری جگہ اور ارشادِ خداوندِ عالم ہوتا ہے۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب توریت دی ہے وہ جسطرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اسیطرح اس پیغمبر کو بھی پہچانتے ہیں۔ (پ۲ بقرہ آیت۱۴۶) اور سورہ انعام میں ارشادِ باری تعلیٰ ہوتا ہے۔ "جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ ہمارے پیغمبرؐ کو اس طرح پہچانتے ہیں جسطرح اپنے بیٹوں کو پہچانا کرتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے تئیں نقصان میں ڈال رکھا ہے۔ وہ ایمان نہیں لاتے" (پ۷ انعام آیت۲۰) اسقدر پہلی کتابوں میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کا ذکر ہے کہ یہودی اور نصاریٰ محمدؐ و آلِ محمدؐ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے تھے لیکن ایمان نہیں لاتے تھے اسی طرح اس قرآن پاک میں بھی طرح طرح سے پہچنوایا ہے لیکن مسلمان بھی اکثر نہیں پہچانتے ہیں۔ عام مسلمان کو علم نہیں اسوجہ سے نہیں پہچانتا۔ لیکن علمأ جان بوجھ کر چھپاتے ہیں۔ نصاریٰ نے مباہلہ میں ہلاکت کے خوف سے محمدؐ و آلِ محمدؐ کی عظمت و بزرگی کو تسلیم کیا تھا۔ لیکن مسلمان علمأ تو محمدؐ و آلِ محمدؐ کو پہچاننے کے لیے تیار ہی نہیں ہے۔ عام مسلمان کو تو اللہ تعالیٰ بخش بھی دے گا لیکن ابو سفیانؔ کی یونیورسٹی کے پڑھے ہوئے مُلّاؤں کو کبھی معافی نہیں ملے گی کیونکہ محمدؐ و آلِ محمدؐ سے اُن کو قطعی مودت اور محبت نہیں ہے اور یہ لوگ اُن کی عظمت و بزرگی کے قائل بھی نہیں اور کچھ لوگ ہیں لیکن جیسا ہونا چاہیئے تھا ویسا نہیں ہیں۔ انہوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں

ڈال رکھا ہے۔ دنیا میں تو اللہ تعالٰی نے چھوٹ دے رکھی ہے قیامت کے دن جن باتوں میں اختلاف کرتے تھے اس کا فیصلہ ہو جائے گا۔ خدا کا انکو ذرا بھی خوف نہیں کہ جن کو اللہ اِس دُنیا میں مبعوث کرنے سے پہلے بحیثیت نبی کے پہچنوا تا چلا آرہا ہے اُس کے بارے میں کہتے ہیں کہ وُہ چالیس سال کی عمر میں نبی بنائے گئے تھے محض اپنے جیسا بشر ثابت کرنے کیلئے۔ اور اس طرح محض دنیا کی لالچ میں خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسرے جاہل مسلمانوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا قرآنی آیات میں غور و فکر کرو تو پتہ چلتا ہے کہ یہ علماء سُو کتنے جھوٹے ہیں۔ اور اللہ کے کتنے بڑے نافرمان ہیں انہی مُلّاؤں کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگوں کا مال بھی کھاتے ہیں اور اِن غریبوں کو اللہ تعالٰی کے راستے سے بھٹکاتے بھی ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے جن اہلبیتِ رسولؐ کا آیتِ تطہیر میں ذکر فرمایا ہے انکو آیتِ مباہلہ میں دکھلا کر پہچنوا دیا اور نصاریٰ تو دیکھ کر پہچان گئے یہ وُہی ہستیاں ہیں جنکا ذکر ہماری کتابوں میں ہے اور انکی عظمت و بزرگی کے قائل ہو گئے اور اپنی شکست تسلیم کرلی اور جزیہ دینا قبول کرلیا۔ اب اگر کوئی مسلمان اُن کو ویسا نہ پہچانے جیسا اللہ تعالیٰ پہچنوا رہا ہے۔ تو سوائے اُن پر افسوس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ قیامت کے دِن خود ہی افسوس کرینگے۔ جب آئمہ جہنم کے ساتھ اوندھے مُنہ دوزخ میں ڈالے جائینگے۔

(۳) حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے جن کو اصطفٰی کیا ہے اُن کو آیت تطہیر اور آیت مباہلہ میں پہچنوا دیا ہے۔ جنکو اللہ تعالٰی نے ہر طرح کے رجس سے پاک و پاکیزہ کیا ہے۔ جیسا پاک و پاکیزہ بنانے کا حق ہے جو معصوم ہیں۔ جو اُن کو معصوم نہیں مانتا ہے وہی اپنے جیسے بشر مانتا ہے۔ اگر نصاریٰ اپنے جیسا بشر سمجھتے ہوئے ہوتے تو مباہلہ کر لیتے۔ لیکن نصاریٰ نے اپنے جیسا بشر نہیں سمجھا تھا لیکن لوگ مُسلمان بھی کہلاتے ہیں اور اپنے جیسا بشر بھی سمجھتے ہیں۔ اللہ کے احکام کی نافرمانی کھل کر کرتے ہیں اور پھر اللہ والے کہلاتے ہیں۔ حالانکہ انکے پاس اِسکی کوئی دلیل نہیں ہے قیامت کے دِن پتہ چل جائیگا۔ اتنا ڈھیٹائی پن تو ابلیسؑ نے بھی نہیں دکھلایا تھا۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام کو اپنے ارادے کے ساتھ خلق کیا ہے اور ایسا پاک و پاکیزہ خلق کیا ہے جیسا وہ انکو پاک و پاکیزہ کرنا چاہتا تھا۔ اور انکو ہر طرح کے رجس یعنی بُرائی سے پاک رکھا ہے اب اگر کوئی انکے اندر کسی قسم کا نقص نکالتا ہے تو وہ اللہ تعالٰی کے عمل میں نقص نکالتا ہے پھر اسکے اِس طرح ایمان لانے کا اُس کو کیا فائدہ پہنچے گا۔ اسطرح کے ایمان

لانے کا تو قبر میں اور قیامت کے دن پتہ چلے گا۔ اب اگر کوئی ان پاک و پاکیزہ ہستیوں کا اپنی ذات یا کسی غیر کی ذات سے مقابلہ کرے۔ اور محمد و آلِ محمدؐ علیہم السّلام جن کو اللہ تعالٰی نے ہماری ہدایت کے لیے بھیجا ہے انکو چھوڑ کر اپنے بنائے ہوؤں کی اطاعت و پیروی کرے تو وہ یقیناً صراطِ مستقیم سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ صراطِ مستقیم پر قائم نہیں ہو سکتا اور نہ اُن کو صراطِ مستقیم ملے گی جب تک وہ اللہ کے نعمت والے بندوں کی اطاعت و پیروی نہیں کریگا۔ اور انکے راستے پر نہیں چلے گا۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔ اور جس نے خُدا (کی ہدایت کی رسّی) کو مضبوط پکڑ لیا وہ سیدھے رستے لگ گیا۔" (پ۴ آلِ عمران آیت ۱۰۱)

اس آیت میں بھی خدا کی ہدایت کی رسّی کو مضبوط پکڑنے کا حکم ہے تب سیدھا راستہ ملیگا۔ ہدایت کی رسّی سے مُراد اللہ تعالٰی کے نعمت والے بندے ہی ہوئے اللہ نے ایک اصُول بتا دیا کہ جو اللہ کے نعمت والے بندوں کی پیروی کرتا ہے تو وہ سیدھے راستے پر ہے۔ اور اگر انکو چھوڑ کر غیر کی پیروی کر رہا ہے تو گمراہی کے راستے پر ہے۔ یہاں ہدایت کی رسّی سے مُراد بھی نبیؐ اور آئمہ علیہم السّلام ہیں جنکو اللہ نے ہدایت کے لیے پیدا کیا ہے

⑤ آیت مباہلہ سے یہ تصدیق ہوگئی کہ حضرت علی علیہ السّلام کو اللہ تعالٰی نفسِ رسول فرماتا ہے اور حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بیٹے فرماتا ہے۔ اور یہ حق ہیں اور انکے مقابلے جو بھی آئے وہ باطل ہوگا۔ اور یہی حق و باطل میں فرق کرنے والے ہیں اور نصاریٰ نے ان پنجتن پاکؑ کو صدیق تسلیم کر لیا اور انہی کیلئے حضرت ابراہیمؑ کی دُعا تھی۔ "وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا۔ اور ہم نے اُن کے لیے سچائی کی زبان (علیؑ ابن ابی طالبؑ) کو قرار دے۔" (پ۱۶ مریم آیت ۵۰) اس دوسری آیت سے پہلی آیت کا مطلب اور واضح ہو جاتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ دُعا فرماتے ہیں۔ "اور میرے لیے آخری آنے والے لوگوں میں سچائی کی ایک زبان مقرر کر دے وَاجْعَلْ لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ۔" (پ۱۹ الشعراء آیت ۸۲،۸۳) حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں جن کو اصطفےٰ بتایا ہے وہ محمد و آلِ محمد علیہم السلام ہیں۔ لہٰذا لسان صدق محمدؐ علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ ہوئے۔ اور انہی سچوں کے ساتھ ہونے کا حکم اللہ تعالٰی فرماتا ہے اے لوگو! جو ایمان لاچکے ہو تم خدا سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔" (پ۱۱ توبہ آیت ۱۱۹)

جو ایمان لاچکے ہیں اور اللہ تعالٰی سے ڈرتے بھی ہیں۔ اس لیے وہ سچوں کے ساتھ ہیں اور انہی کے راستے پر چل کر صراطِ مستقیم پر قائم ہیں اور جو مغضوب اور ضالین ہیں

اِنسے اپنی بیزاری اور برات کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور اصول بتلا دیا کہ جو اللہ سے ڈرے گا وہی سچّوں کے ساتھ مسلمان ہو کر مرے گا ورنہ مسلمان ہو کر مرنا ممکن ہی نہیں۔ ارشاد رَبّ العزت ہوتا ہے "اے وہ لوگو! جو ایمان لا چکے ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو جیسا کہ اُس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو سوائے اِس حالت میں کہ تم مسلمان ہو" (پ۴ آل عمران آیت ۱۰۲) مسلمان ہو کر مرنے کے لیے پہلی شرط ایمان لانے دوسری شرط اللہ سے ایسا ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے۔ تیری شرط ہے سچّوں کے ساتھ ہونے کی۔ جن کو اللہ نے لسان صدق فرمایا ہے۔ اور وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام ہیں۔ لہٰذا ہر ایمان لانے والوں کو محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام کی اطاعت و پیروی کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور دنیا و عقبیٰ دونوں میں انہی کی رفاقت میں فائدہ ہے

(۶) مباہلہ کے لیے امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہم السّلام کا لایا جانا اِسبات کی بیّن دلیل ہے کہ نبی اور امام ہمیشہ نبی اور امام ہی ہوتے ہیں انکے لیے بچپنہ جوانی اور بڑھاپے کی کوئی قید نہیں ہوتی ہے لہٰذا یہ عقیدہ باطل ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ آلہٖ وسلّم چالیس سال میں نبی بنائے گئے۔ اگر جاہل مُلّا قرآن پاک میں آیہ میثاق پر غور کر لیتا تو اُس کو معلوم ہو جاتا کہ اِس دُنیا میں مبعوث کرنے سے پہلے تمام انبیاؑ علیہم السّلام سے اللہ تعالیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی رسالت کی میثاق یعنی دوسرے الفاظ میں بیعت لے چکا تھا اور اِسی آیہ مجیدہ کے تحت تمام انبیاؑ علیہم السّلام حضورؐ کی اُمّت میں داخل ہیں۔ اب جو آنحضرتؐ کو اپنا جیسا بشر سمجھتا ہے وہ حضورؐ کی اُمّت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ہاں وہ ابلیسؔ کی اُمّت میں ضرور داخل ہو گا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ آلہٖ وسلّم اللہ تعالیٰ کی سب سے افضل مخلوق ہیں۔ لہٰذا نفسِ رسولؐ بھی سوا حضورؐ کے اور سب مخلوق سے افضل ہوا۔ اب اگر اللہ تعالیٰ سے کوئی ڈرتا ہے تو وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام کو اللہ کی مخلوق میں سب سے افضل مانے گا۔ کیونکہ یہ فضیلت اِن ذواتِ پاک کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے

اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں سے فرما رہا ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور سچّوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ یعنی سچّوں کے ساتھ واسطہ قائم رکھو۔ لیکن جنہوں نے اللہ کے حکم کی نافرمانی کی اور اِن سچّوں یعنی محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السّلام سے واسطہ قطع کر لیا۔ وہی لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "جو خدا کے اقرار کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں۔ اور جس چیز کے جوڑے رکھنے کا خدا نے حکم دیا ہے اُسے قطع کیے ڈالتے ہیں۔ اور زمین میں خرابی کرتے ہیں یہی لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں" (پ۱ البقرہ آیت ۲۷) اللہ تعالیٰ کے سارے احکام اپنے نعمت والے

بندوں سے رشتہ جوڑے رکھنے کے لیے فرماتا ہے جو حق ہیں اور باطل سے رشتہ قطع کرنے کا حکم ہے اللہ تعالیٰ کے ان احکام کی جو نافرمانی کرے گا تو وہ اِسطرح زمین میں خرابی پیدا کرنے والا ہوگا اور ظاہراً اُسکو فوری طور پر کچھ فائدہ تو ہو سکتا ہے حقیقت میں وہ نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ اللہ کے احکامات کو بدل لینے کا کسی بھی ایمان لانے والے کو اختیار نہیں ہے ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اور کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کے لیے مناسب نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول نے کسی امر میں فیصلہ کر دیا پھر انکے لیے اپنے امر میں کوئی اختیار رہ جائے اور جس نے اللہ تعالیٰ اور آپکے رسول کی نافرمانی کی تو یقیناً وہ کھلی ہوئی گمراہی میں بھٹک گیا۔" (پ۲۲ احزاب آیت۳۶) اِس آیۃ مجیدہ میں غور کرنے سے ذیل کے نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے جس کسی امر میں جو کچھ فیصلہ دیدیا ہے کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اُسکو اپنی خواہش نفسانی کے مطابق کسی طرح سے بدل دے۔

(۲) اللہ اور اُسکے رسول کے احکام کی بھی جو نافرمانی کرے گا۔ یقیناً وہ گمراہ ہو کر بھٹک گیا۔ اُنہی کو خدا تعالیٰ نے ضالین کہا ہے۔ اور گمراہ کی اطاعت و پیروی نہیں کرنی چاہیئے۔

(۳) گمراہی سے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ گمراہی کے راستے کو چھوڑ کر ہدایت کا راستہ اختیار کرلے اور انکے راستے پر چلے جنکی اطاعت و پیروی کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ اور وہ نبیؐ اور امامؑ ہیں جو راہِ حق کی ھدایت اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق کرتے ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول کے ہر حکم پر ایمان وہی لائے گا جو اللہ تعالیٰ کو عادل مانتا ہے اور اُسکے رسول کو معصوم مانتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو عادل نہیں سمجھتے ہیں اور رسول کی عصمت کے قائل نہیں ہیں وہ لوگ اللہ اور اُس کے رسول کے احکام میں تبدیلی پیدا کرنے کا حق اپنی طرف سے اپنے اُوپر تفویض کر لیتے ہیں جیسا کہ ابلیسؔ نے کیا تھا اور حضرت آدمؑ کو سجدہ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کو ابلیسؔ نے عادل نہیں مانا اور اللہ کے حکم کی نافرمانی کی تو پھر اللہ تعالیٰ نے اُسکے گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیا اور وہ ایسا لعنتی ٹھہرا کہ جو اسکے پیروکار ہیں وہ بھی اُسپر لعنت کرتے ہیں۔ ابلیسؔ پر یہ عذاب خدا ہے جس سے اُسکو نجات نہیں مل سکتی ہے چونکہ اُس نے نافرمانی خود کی تھی لیکن الزام اللہ پر رکھ دیا کہ تو نے مجھ کو گمراہ کیا اور اپنی غلطی پر نادم بھی نہیں ہوا۔ لہٰذا ابلیسؔ کی پیروی میں بعض لوگوں نے خیر اور شر دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ایمان بنالیا ہے جو اللہ کے عدل کے خلاف ہے اور یہ ظالموں کے ظلم کو چھپانے کی بے جا کوشش ہے

بلکہ ہر شخص اپنے اچھے اور بُرے عمل و فعل کا خود ذمّہ دار ہے اور اسکو اپنے اچھے اور بُرے یعنی
نیک اور بد اعمال کی قیامت کے دن جزا اور سزا ملے گی۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے
بلکہ انہوں نے تو اسے جھٹلا دیا جسکے علم کا احاطہ نہ کر سکے اور اسکی تاویل ان کے پاس کوئی ہے ہی
نہیں۔ اسی طرح انلوگوں نے بھی جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے تھے پھر تم غور کرو ظلم کرنے والوں کا انجام
کیسا ہوا۔ اور ان میں کوئی ایسا ہے جو اس پر ایمان رکھتا ہے۔ اور تیرا پروردگار فساد کرنے والوں
کو خوب جاننے والا ہے اور اگر انہوں نے تمہیں جھٹلایا تو کہہ دو کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے
تمہارا عمل ہے اور تم اس عمل سے بری ہو جو میں کرتا ہوں اور میں اس عمل سے بری ہوں جو تم کرتے
ہو۔ اور ان میں بعض وہ ہیں جو تمہاری طرف کان لگائے رکھتے ہیں کیا تم بہروں کو سنا سکتے ہو اور وہ
عقل سے کام نہ لیتے ہوں۔ (پ ۱۱ یونس آیت ۳۹ تا ۴۲) مندرجہ بالا آیت سے ذیل کے حقائق واضح ہوتے ہیں۔

(۱) جو لوگ اپنی عقل اور علم سے جس کسی چیز کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے تھے تو انہوں نے اس چیز
کو جھٹلا دیا۔ حالانکہ اُنکو جھٹلانے کی اُنکے پاس کوئی معقول وجہ بھی نہیں ہوتی تھی۔ اور اسطرح وہ
قرآن پاک کی تکذیب کرتے تھے قبل اسکے کہ وہ اس کے معانی اور تاویل سے آگاہ ہوتے ہوتے اور
یہ وہ لوگ تھے جو منافق تھے۔ چونکہ منافقوں کو غیب پر پورا پورا ایمان نہیں تھا اور غیب کی باتوں کو اپنے
ناقص علم سے احاطہ کرنا چاہتے تھے۔ جو وہ نہیں کر سکتے تھے اور بہت سے ایسے احکام ہیں جو ان کی
نفسانی خواہشات کے خلاف تھے اس لیے وہ لوگ اس پر بھی ایمان نہیں لاتے تھے اور آنحضرتؐ
کو جھٹلاتے تھے۔ اسی طرح پہلی امتوں نے اپنے اپنے انبیاء علیہم السّلام کو جھٹلایا تھا۔ پھر اُنکا جو
جو انجام ہوا وہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا ہے اب اُنکے انجام کو دیکھ کر جس کا دِل
چاہے اُنسے سبق لے کر گمراہی کے راستے کو چھوڑ کر ہدایت کا راستہ اختیار کرے اور جسکا دل
چاہے انکے انجام سے بے خبر ہو کر گمراہی میں پڑا رہے

(۲) اللہ تعالیٰ کی غیب کی باتوں پر کچھ لوگ ایمان رکھتے ہیں اور کچھ لوگ ایمان نہیں رکھتے ہیں
اور جو لوگ ایمان نہیں رکھتے ہیں وہی لوگ دین میں فساد پیدا کرتے ہیں جنکو اللہ تعالیٰ خوب جانتا
ہے اللہ تعالیٰ انسان کے لیے خیر چاہتا ہے اس لیے اللہ نے ہدایت کا ذمّہ اپنے اُوپر لیا ہے اور ہدایت
پر عمل کرنا انسان کا اپنا کام ہے کہ ہدایت کا راستہ اختیار کر کے نیک عمل کرے یا گمراہی کا راستہ
اختیار کیے رکھے اور دین میں فساد برپا کرے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خیر اللہ تعالیٰ
کی طرف سے ہوتا ہے اور شر انسان کی اپنی طرف سے ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے

اس آیت میں فرمادیا کہ اے رسُول کہ دو کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے اور تم اس عمل سے بَری ہو جو میں کرتا ہوں اور میں اُس سے بَری ہوں جو تم کرتے ہو۔

(۳) ایمان لانے والے قرآن پاک کو اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب مانتے ہیں اور اسکا بے حد احترام کرتے ہیں لیکن اس میں اللہ تعالیٰ کے کیا کیا احکام موجود ہیں آنسے اکثر بے خبر ہیں علم نہ ہونے کے سبب اور اندھی تقلید کی وجہ سے اور جن کو علم ہے وہ چھپاتے ہیں اپنی خواہشات نفسانی کی تکمیل میں اور اندھی تقلید کے سبب۔ اس وجہ سے یہ لوگ خود بھی گمراہی سے نہیں نکلتے اور نہ لوگوں کو گمراہی سے نکلنے دیتے ہیں کیونکہ یہ لوگ بھی انکی پیروی کرتے ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ یہ لوگ مثل بہروں کے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ جو سنتے ہیں اُسکو انسُنی کر دیتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے ہیں یعنی اُنکی عقل اُن کی خواہشات کے تابع ہے جنلوگوں نے عقل سے کام لیا اور اپنی خواہشات کو اپنی عقل کے تابع فرمان کرلیا تو وہ اللہ و رسول کی ہر بات کو غور سے سُنتے ہیں اور اُن پر تہ دل سے یقین کرتے ہیں اور ایمان لاکر اُن پر عمل کرتے ہیں جنلوگوں کو اللہ تعالیٰ بہرہ فرماتا ہے اُنہی لوگوں نے قرآنی آیات کی غلط تاویلیں اپنی خواہشات کے مطابق پیش کرکے فساد برپا کیا۔ لہذا خیر اللہ کی طرف سے ہے اور شر انسان کی اپنی طرف سے ہے۔

ارشادِ رَبُّ العزت ہوتا ہے "اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا لیکن انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا" (پ۱۲ ہود آیت ۱۰۱) اس آیہ مجیدہ سے بھی یہ ثابت ہوا کہ خیر اللہ کی طرف سے ہے اور شر انسان کی اپنی خواہشات نفسانی کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تو عادل ہے اور اس نے اچھے اعمال کے لیے جزا اور بُرے اعمال کے لیے سزا مقرر کر رکھی ہے۔ دُنیاوی عدالتیں بھی انصاف کے اسی تقاضے کو پورا کرتی ہیں۔ ارشادِ رَبُّ العزت ہوتا ہے۔ "یہ تمہارے اُن اعمال کا بدلہ ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور یقیناً اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے" (پ۱۷ الحج آیت) اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کی اس غلط سوچ کی رَد میں ہی تو ان آیاتِ قرآنی کو نازل فرمایا ہے۔ جو لوگ خیر اور شر دونوں اللہ تعالیٰ سے منسوب کرتے تھے وہ لوگ پھر اپنے غلط خیال سے باز نہیں آئے تھے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کو ابلیسؑ کی پیروی میں عادل نہیں مانا تھا۔ اور انکے پیروکار اسی فاسد عقیدے پر آج بھی قائم ہیں۔ بہرحال جو ھدایت چاہتا ہے اور اس کو پانے کی کوشش کرتا ہے تو اُس کو ہدایت ملتی ہے اور جو دُنیا چاہتا ہے اسکو دُنیا ملتی ہے یہ انسان کی اپنی خواہش کے مطابق کوشش کرنے پر ہے۔ ارشادِ رَبُّ العزت ہوتا ہے۔ "اور

جو آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اُس کے لیے اُس کی کھیتی میں زیادتی کر دیتے ہیں۔ اور جو دُنیا کی کھیتی چاہتا ہے ہم اُسے اس میں سے کچھ حصّہ دیتے ہیں اور اُن کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں ہوتا ہے (پ۲۵ شوریٰ آیت ۲۰) اِس آیہ مجیدہ سے یہ ثابت ہوا کہ انسان اس دنیا کو حاصل کرنے کی کوشش اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے کرتا ہے وہ اسکو ملتی ہے وہ چاہے دنیا کی بادشاہت اور حکومت ہی کیوں نہ ہو۔ اسکا یہ مطلب نہیں ہوا کہ اللہ کی اُس پر رحمت ہے بلکہ وہ اللہ کے غضب کا مستحق ہوگا اِسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ اُن دُنیا کے طلب گاروں کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں ہے۔

لیکن اِن درباری مُلّاؤں نے بنو امیّہ اور بنو عباس کے ظالم اور جابر فاسق و فاجر حاکموں کو اولی الامر کا خطاب دے کر ان کی اطاعت و پیروی کو مسلمانوں پر واجب قرار دیدیا۔ جنکو اللہ تعالیٰ نے نے اولی الامر بنایا اور جن کی اطاعت کا حکم دیا تھا۔ اُن کو چھوڑ دیا۔ اب ذرا سوچو غور کرو اور عقل کے ناخن لو کہ جسکے لیے اللہ نے آخرت میں کوئی حصّہ نہ رکھا ہو تو وہ اللہ کے غضب میں آگیا۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے اور رسول کے ساتھ ایسے مغضوب لوگوں کی اطاعت کا حکم کیسے دیگا۔ لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ جس اولی الامر کی اطاعت کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول کے ساتھ دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے اسکی اطاعت و پیروی واجب ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ طرح طرح سے پہچنواتا رہا تھا لیکن منافق لوگوں نے جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کے اِس حکم سے انحراف کیا اور دین خدا میں فساد پیدا کیا۔ اسی لیے دنیا کے طلبگاروں کا اللہ نے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں رکھا ہے۔ اللہ کے عدل کا تقاضہ یہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نظام عدل میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے" کیا اُن کے لیے کچھ شریک ہیں۔ جنہوں نے اُن کے لیے دین میں ایسا راستہ بنا دیا جسکی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔ اور اگر فیصلہ کی بات نہ ہو چکی ہوتی تو ضرور اُن کے درمیان فیصلہ کر دیا گیا ہوتا۔ اور یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے" (پ۲۵ شوریٰ آیت ۲۱) اس آیہ مجیدہ سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انسان اپنے فعل کا خود ذمہ دار ہے۔ تب ہی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنہوں نے دین میں نیا راستہ اختیار کیا وہ ظالم ہیں۔ دین میں نیا راستہ نکال کر انہوں نے بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ جسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فوری عذاب کے مستحق تھے۔ تب ہی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر فیصلہ کی بات نہ ہو چکی ہوتی تو ضرور انکے درمیان فیصلہ کر دیا گیا ہوتا۔ یہ ان ظالموں کے لیے رکھی مہلت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے جن

میں نیا راستہ انھوں نے نکالا جنھوں نے اللہ کے بنائے ہوئے اُولی الامر کو چھوڑ کر خود اُولی الامر بننا اور بنانا شروع کر دیا۔ جسکا اللہ تعالیٰ نے انکو کوئی اختیار نہیں دے رکھا تھا۔ اسطرح دین میں فساد پیدا کیا گیا۔ اور دین میں نیا راستہ اپنی خواہشاتِ نفسانی کو پورا کرنے کیلئے نکالا اور پھر مسلمانوں میں بُرائیاں پیدا ہوتی گئیں، جو آج اپنی انتہا پر ہیں اور انصاف کی جگہ ظلم نے لے لی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کو جن لوگوں نے بدل ڈالا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے حکم کے خلاف فیصلہ دینے والے لوگوں کو کافر گردانتا ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "جو لوگ اسکے مطابق فیصلہ نہ کریں جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی کافر ہیں۔" (پ۶ مایدہ آیت ۴۴) اللہ تعالیٰ خود عادل ہے اسکو عدل پسند ہے۔ اس لئے جو لوگ اسکے حکم کیمطابق فیصلہ نہیں دیتے۔ بلکہ اپنی خواہشات سے مغلوب ہو کر فیصلہ دیتے ہیں تو انکے تمام اعمال اکارت ہو گئے۔ کیونکہ اللہ کی نظر میں وہ کافر ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور اگر تم، فیصلہ کرو تو انکے درمیان عدل سے فیصلہ کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" (پ۶ مایدہ آیت ۴۲) جب اللہ تعالیٰ عدل سے فیصلہ کرنے کا حکم دیتا ہے تو وہ خود کتنا بڑا عادل ہوگا، اور عدل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور جو اسکے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے اسکو ظالم فرماتا ہے۔ "اور جو لوگ اسکے مطابق حکم نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے پس وہی لوگ ظالم ہیں۔ (پ۶ مایدہ آیت ۴۵) پھر آگے چل کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور جو لوگ اسکے مطابق حکم نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے پس وہی لوگ فاسق ہیں۔" (پ۶ مایدہ آیت ۴۷) اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل کئے ہیں ان احکام کے مطابق اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ جو اللہ کے احکام کے خلاف فیصلہ دے اسکو اللہ تعالیٰ کافر، ظالم اور فاسق فرماتا ہے اب جو لوگ حاکمِ وقت ہیں اور انصاف کی کرسیوں پر بیٹھے ہیں۔ اور دولت کمانا اپنا فرضِ منصبی سمجھتے ہیں اگر قیامت کے دن پر ایمان ہے تو دنیا کی کھیتی کے بجائے آخرت کی کھیتی کی طرف توجہ دینی چاہیئے تاکہ پاکستان جو ظلم کا گھوارا بنا ہوا ہے وہ انصاف کا گھوارا بن جائے جہاں لوگ چین و سکون کی سانس لے سکیں لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے کہ پہلے پین پوائنٹ پر ڈاکہ ڈالنے والے خود ڈاکہ ڈالنا بند کریں تو گن پوائنٹ کا ڈاکہ بند ہو جائیگا، ورنہ پھر گن پوائنٹ والے ڈاکو پین پوائنٹ والے ڈاکوؤں کا اچھی طرح احتساب کریں گے محتسب اعلیٰ صاحب نے تو کسی کا احتساب نہیں کیا ہے۔ فی الحال دونوں ڈاکو ایک دوسرے کا، احتساب کر رہے ہیں۔" ویسے تو ہر انسان اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ آخر اسکو موت کا مزہ ضرور چکھنا ہے اس سے کسی کو مفر نہیں ہے دوسروں سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے لیکن افسوس تو مسلمانوں پر ہے کہ جو

قیامت کے دن پر تو ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن پھر وہ کتنوں اتنے بڑے اور کھل کر اللہ تعالیٰ کے نافرمابردار ہوگئے ہیں جیسے کہ قیامت کے دن انہیں اپنے اعمال کا حساب وکتاب نہیں دینا پڑے گا۔ حالانکہ دنیا والے آزمائش ہی کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ ارشادِ ربُّ العزّت ہوتا ہے: "یقیناً ہم نے جو کچھ زمین پر ہے اُسے اسکے لئے زینت قرار دیا ہے، تاکہ ہم ان پر ظاہر کردیں کہ ان میں سب سے اچھا عمل کرنے والا کون ہے" (پ۱۵ کہف آیت) اَحْسَنُ عَمَلاً۔ تفسیر صافی ص۲ پر بحوالہ کافی امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء میں سے کسی کیلئے دنیا کی زینت اور اسکی جلد فنا ہونے والی چیزوں کو پسند نہیں فرمایا۔ اور نہ انمیں سے کسی نے خود دنیا اور اسکی خوش کرنے والی چیزوں کی طرف خواہش کی ہے۔ بلکہ دنیا اور اہل دنیا کو صرف اسلئے پیدا کیا ہے کہ انکی آزمائش کرے کہ دنیا میں رہ کر آخرت کیلئے سب سے زیادہ عمل کرنے والا کون ہے — اللہ تعالیٰ کی مشیعت میں جو کام جن سے لینا تھا اس مقصد کے تحت انکی تخلیق کی۔ اور ان سے وہ کام لیا جس مقصد کے لئے ان کی تخلیق کی تھی چنانچہ جب خلاقِ عالم نے ایجادِ مخلوقات کا ارادہ کیا تو سب سے پہلے نورِ محمدیؐ کو اپنے انوارِ صمدیہ سے ظاہر کرکے اس نورِ سراپا ظہور سے تمام عالم کو پیدا کیا۔ جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسالتمآبؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ سب سے پہلے خدا نے کس چیز کو خلق کیا۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا۔ کہ اے جابر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبیؐ کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا۔ نیز حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ جناب رسول مقبولؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ خلاقِ عالم نے میرے نور کو حضرت آدمؑ کی پیدائش سے چودہ ہزار سال پہلے خلق فرمایا۔ اور سندالمورخین علامہ مسعودی نے تاریخ مروج الذہب ومعادن الجوہر میں حضرت علیؑ سے روایت کیا ہے کہ جب حق سبحانہ تعالیٰ نے تقدیرِ مخلوقات اور آفرینش خلق کا ارادہ فرمایا۔ تو آسمان و زمین سے پہلے بحالتِ انفرادِ ملکوتی و توحدِ جبروتی اپنے نورِ مقدس سے ایک تابندہ نور کو ظاہر کیا اور ضیائے بے ہمتا سے ایک شعلۂ نورانی کو جدا فرمایا۔ چنانچہ وہ نورِ سراپا ظہور ان صورتوں میں جو مثلِ ذرات کے مخفی فراہم ہو کر ہمارے رسولِ مقبولؐ کی صورتوں میں ہویدا ہوا جس سے خدائے عزوجل نے خطاب فرمایا تو میرا مختیار منتخب اور میرے نور اور خزائنِ ہدایت کا امین ہے۔ تیرے ہی سبب سے زمین کو فرش، پانی کو روان، آسما کو بلند اور ثواب و عقاب اور جنّت و نار کو معین کرونگا اور تیرے اہلبیتؑ کو ہدایت کیلئے قائم کرکے انکو ایسا علمِ مکنون بخشوں گا کہ ان پر کوئی باریکی مشتبہ نہ رہے گی۔ اور کوئی امرِ مخفی انکو عاجز نہ کرسکے گا۔ اور میں انکو اپنی مخلوقات پر حجّت قرار دونگا۔ اور وہ میری قدرت اور وحدانیت سے لوگوں کو قیامت تک آگاہ کرنے والے ہونگے، پھر حقتعالیٰ نے سب سے اپنی

ربوبیت اور اخلاص بالوحدانیت کی شہادت اور قبل از اخذ میثاق سب پر جناب رسالتمآبؐ اور انکی آلؑ کا انتخاب ظاہر فرما کر بتایا کہ آنحضرتؐ تو برحق ہیں۔ اور ہدایت انکی جانب سے ہے۔ اور منصب امامت انکی آلِ پاک علیہم السلام کیلئے ہے، تاکہ طریقہ عدل کو تقدم ہو اور خلق کو کوئی عذر باقی نہ رہے۔ پھر بعد میں زمین و آسمان اور انمیں جو کچھ ہیں۔ انکی تخلیق کی۔ اور بعد ازان ملائکہ کو ان انوار اور ارواحِ مخترعہ سابقہ سے پیدا کیا پس آپکی نبوّت آپکے مبعوث فی الارض ہونے سے بہت پہلے آسمان میں قائم ہوئی اور مشہور ہوئی اور محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام یعنی دوازدہ امام چہاردہ معصومینؑ نے سب سے پہلے اللہ تعالٰی کی حمد وثنا و تسبیح شروع کی تھی۔ اور اللہ تعالٰی کی حمد و تسبیح صف باندھ کر کیا کرتے تھے۔ ارشادِ ربِّ العزت ہوتا ہے "اور ہم میں سے کوئی نہیں مگر یہ کہ اس کیلئے ایک معین ٹھکانہ ہے o اور یقیناً ہم ضرور صف باندھنے والے ہیں۔ اور یقیناً ہم ضرور تسبیح کرنیوالے ہیں۔" (پ۲۳ الصّٰفّٰت آیت ۱۶۴ تا ۱۶۶)

یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔

مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ:۔ تفسیر صافی ص۲۳۱ پر بحوالہ تفسیر قمی امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ یہ آیت آلِ محمدؐ کے آئمہ، اور اوصیاؑ کے بارے میں نازل ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے اسکی معرفت اور عبادت اور تدبیر عالم میں اللہ تعالٰی کے امر کی طرف اعتماد کرنے اور منتہی ہونے میں ایک خاص منزلت اور ایک مقام معلوم ہے۔

اَلْمُسَبِّحُوْنَ:۔ تفسیر صافی ص۲۳۱ پر بحوالہ تفسیر قمی جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ہم عالم نور میں عرش کے گرد اگرد صف باندھ کر تسبیح کیا کرتے تھے پس اہلِ آسمان ہماری تسبیح سے تسبیح کرنا سیکھے بعد میں اللہ تعالٰی نے ہمیں زمین پر بھیجا ہم نے یہاں بھی تسبیح کی اور اہلِ زمین نے بھی ہماری تسبیح سے تسبیح کرنا سیکھی پس صف باندھ کر کھڑے ہونے والے بھی ہم ہیں۔ اور تسبیح کرنے والے بھی ہم ہی ہیں۔"

اس آیۂ مجیدہ سے یہ ثابت ہوا کہ سب سے پہلی مخلوق محمدؐ و آلِ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں جنکو اللہ تعالٰی نے اپنے ارادہ کے ساتھ خلق کیا تھا۔ جن سے ہر رجس کو دور رکھا تھا۔ ارشادِ ربُّ العزّت ہوتا ہے: "ما سوا اسکے نہیں کہ اللہ تعالٰی ارادہ کرتا ہے کہ اے اہلبیتؑ نبوّت وہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی کو دُور رکھے اور تمہیں ایسا پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔" (پ۲۲ احزاب آیت ۳۳) یہ ماننا پڑے گا کہ اللہ نے خلق کرنے سے پہلے یہ ارادہ کیا تھا۔ اور جب خلق کیا تو پاک و پاکیزہ خلق کیا۔ اگر خلق کرنے کے بعد یہ ارادہ ہوتا۔ تو ضروری تھا کہ دوسری آیت آتی جس میں اللہ اپنے ارادے کی تکمیل کرتا

لیکن دوسری ایسی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اس لئے اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کی تخلیق ہی اپنے ارادے کے ساتھ پاک و پاکیزہ کی تھی نوری صورت میں بھی پاک خلق کیا اور بشری صورت میں بھی پاک و پاکیزہ خلق کرنے کا بندوبست کر رکھا تھا۔ ارشادِ رَبُّ العزت ہوتا ہے "اور تیرا سجدہ کرنے والوں کی صلبوں میں منتقل ہونا بھی دیکھتا رہا یقیناً وہ بڑا سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔" (پ۱۹ الشعرا آیت ۲۱۹،۲۲۰) تفسیر صافی صفحہ ۳۶۹ پر بحوالہ مجمع البیان امام محمدؑ باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کے نور کو انبیاء علیہم السلام کے صلب میں منتقل کرتا رہا۔ یعنی ایک نبی سے دوسرے نبی تک آپؐ کا نور باقاعدہ حلال یعنی نکاح پہنچا۔ تا اینکہ آپؐ کو آپکے والد ماجد کی پشت سے نکالا اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک کوئی بات خلافِ امرِ خدا سرزد نہیں ہوئی۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ نبی کے والدین کافر نہیں ہوتے، اور آپؐ کے اجداد بھی کافر نہیں تھے۔ اور آنحضرتؐ اللہ تعالیٰ کی پہلی مخلوق ہیں۔ ارشادِ رَبُّ العزت ہوتا ہے: "اے رسولؐ کہہ دو اگر خدائے رحمٰن کا کوئی بیٹا ہوتا تو کیا مجھے پتہ نہ ہوتا۔ کیونکہ میں تو سب سے پہلا عبادت کرنے والا ہوں۔" (پ۲۵ الزخرف آیت ۸۱)۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ سب سے پہلا عابد فرماتا ہے۔ لہذا آپؐ سب سے پہلی مخلوق ہوئے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہوتا تو آپکو ضرور معلوم ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ ارشادِ رَبُّ العزت ہوتا ہے: "اسکا کوئی شریک نہیں۔ اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے، اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں" (پ۸ انعام آیت ۱۶۳) اس آیۂ مجیدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کی تصدیق سب سے پہلے کرنے والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں، لہذا آپؐ سب سے پہلے مسلمان ہیں، لہذا آپؐ ہی اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تمام کی تمام مخلوق خلق ہوتے ہی ہر ایک نے اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اسکی، تسبیح کرنا شروع کر دی تھی اور ابھی بھی کر رہے ہیں لیکن انکی تسبیح کو سمجھا نہیں جا سکتا ہے ارشادِ رَبُّ العزت ہوتا ہے: "ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ انمیں ہے اسکی پاکیزگی بیان کرتے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے۔ جو حمد کے ساتھ اسکی تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم انکی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔ بیشک وہ بہت بردبار بڑا بخشنے والا ہے۔" (پ۱۵ اسرائیل آیت ۴۴) اس آیۂ مجیدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ اللہ تعالیٰ کی تمام کی تمام مخلوق بشمول ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ انمیں ہیں سب کی سب اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتی ہیں اور کوئی ایسی مخلوق نہیں جو اسکی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ پیدا ہوتے ہی ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ تسبیح شروع کر دیتی ہے جسکا انسان کو علم نہیں ہے۔ چونکہ محمدؐ و آلِ

محمدؐ علیہم السلام سب سے پہلے عابد ہیں اسلئے وہی اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی مخلوق ہیں اور نوری شکل میں عرش کے گرد اگر صف باندھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔ انکی عظمت و بزرگی کا ادراک نا ممکن ہے۔ عالم ارواح میں انبیاءؑ علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا عہد (میثاق) لیا تھا۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے: "اور (وہ وقت یاد کرو) جبکہ اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے عہد لیا تھا۔ کہ میں جو کچھ تمہیں کتاب اور حکمت سے دوں۔ پھر سب کے بعد ایک رسول آئے جو تمہارے پاس والی چیزوں کی تصدیق کرنے والا ہو، تو تم ضرور اس پر ایمان لانا، اور ضرور اسکی مدد کرنا۔ فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کرلیا، اور اس اقرار پر میرا بوجھ اٹھا لیا ان سب نے کہا ہم نے اقرار کرلیا۔ فرمایا پس تم گواہ رہو، اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں میں سے ہوں ۵ پس اسکے بعد جو مُنہ پھیرے وہی تو نافرمان ہونگے" (پ۳ آل عمران آیت ۸۲۔۸۱) ان سب قرآنی آیات میں جنمیں غیب کی باتوں کی خبر دی گئی ہے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فرمادیا کہ ان غیب کی باتوں پر وہی ایمان لائینگے جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور غیب پر پورا پورا غیر متزلزل ایمان رکھتے ہیں۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے: "یہ وہ کتاب ہے جس (کے منزل من اللہ ہونے میں) کوئی شک و شبہ نہیں۔ اُن میں خدا کا ڈر رکھنے والوں کیلئے ھدایت ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انکو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، اور ایمان رکھتے ہیں اس پر جو آپؐ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں (پ۱ البقرۃ آیت ۱ تا ۴) قرآن پاک ایمان لانے والوں کیلئے ہدایت ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جو کچھ اللہ نے پہلے اور بعد میں نازل کیا، اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ لہٰذا آیۂ میثاق میں انبیاءؑ علیہم السلام سے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا جو عہد لیا۔ اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ ہی سب سے پہلے مسلمان اور سب سے پہلی اور سب سے افضل مخلوق ہیں۔ پس یہ بھی ثابت ہوا کہ آپکی نبوت آپکے مبعوث فی الارض ہونے سے بہت پہلے آسمان میں قائم ہوئی اور مشہور رہی۔ اب اگر کوئی ایمان والا بھی کہلائے اور پھر وہ یہ عقیدہ رکھے کہ آپؐ کو چالیس سال کے بعد نبوت ملی۔ اسکا یہ مطلب ہوا کہ وہ اللہ کی غیب کی باتوں کو اپنے ناقص علم کے احاطہ میں لانا چاہتا ہے جو کہ ممکن ہی نہیں ہے۔ اسلئے اس نے ان آیاتِ قرآنی کا انکار کرکے اپنا ایک باطل عقیدہ بنا لیا کہ آپؐ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی تھی اس لئے وہ آپکی عظمت اور بزرگی کا قائل نہیں رہا ہے اور اپنے جیسا بشر سمجھتا ہے،

بہر حال ان لوگوں کو قبر ہی میں اور پھر قیامت کے دن پتہ چل جائیگا، قرآن کا منکر خود ہے اور دوسرے مسلمانوں کو قرآن کا منکر بنا کر کافر کہتا ہے جبکہ قرآن پاک کی اکثر آیات پر ایمان، نہیں رکھتا ہے اور ان آیات پر عمل نہ کر کے انکار کرتا ہے، اور خود کو ہدایت پر سمجھتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، "اور جو تمہاری طرف سلام پیش کرے تم اسے مت کہو کہ تو مومن نہیں ہے (پ۵ النساء آیت۹۴) اس لئے کسی کلمہ گو کو دوسرے کلمہ گو کو کافر کہنے کا حق نہیں ہے۔ جن لوگوں نے قرآن پاک میں غور فکر کرنا چھوڑ دیا ہے، اور اندھی تقلید کرتے ہیں وہ لوگ قرآن پاک سے ہدایت نہیں حاصل کر سکتے ہیں، جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں وہی لوگ قرآن سے ہدایت حاصل کر سکتے ہیں۔

قرآن پاک کی دو آیتیں ایسی ہیں جنکی تکمیل ابھی تک نہیں ہوئی ہے۔ اور جنکی اس دنیا میں تکمیل ہونی ضروری ہے ایک تو وہ آیت جسمیں تمام انبیاء علیہم السلام سے میثاق لیا گیا دوسری یہ آیت جسمیں دین حق کو تمام ادیان پر غلبہ دینے کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" وہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور گواہی کیلئے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔" (پ۲۶ فتح آیت ۲۸) آیہ میثاق ہیں مِیثَاقَ النَّبِيِّينَ :۔ تفسیر صافی صـ۸۵ پر تفسیر عیاشی تفسیر مجمع البیان تفسیر قمی اور دیگر کتب احادیث سے اس آیہ مجیدہ کی تفسیر میں بہت احادیث نقل کی گئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جس قدر انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک سب سے خدا نے عالم ارواح میں عہد لیا ہوا ہے کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے پاس رسول مبعوث ہو کر آئیں تو تم ان پر ایمان لانا اور انکی نصرت کرنا) اور اپنی امتوں کو ان کے پیغمبر ہونے کی اور انکے صفات کی خبر دینا۔ اور اپنی امتوں سے کہنا کہ جب وہ آئیں تو ان کی تصدیق کریں اور ان پر ایمان لائیں۔ اور جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوند عالم نے کسی پیغمبر کو نہیں بھیجا ہے مگر یہ کہ اس سے عہد لیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئیں تو ان پر ایمان لانا اور اپنی امتوں کو انپر ایمان لانے کا حکم کرنا۔

لِيُظْهِرَهُ :۔ تفسیر صافی صـ۴۷۱ پر بحوالہ تفسیر قمی منقول ہے کہ اس سے مراد وہ امام ہے جسے اللہ تعالےٰ ظاہر فرما کر اپنے دین کا حاکم مقرر فرمائے گا۔ پس وہ تمام زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا جیسا کہ وہ ظلم وجور سے بھر گئی ہوگی اور یہ آیت

منجملہ اِن آیتوں کے ہے جنکی تاویل تنزیل کے بعد ظاہر ہوگی۔

مذکورہ بالا دونوں آیتوں کی تکمیل نہیں ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اِن آیۂ مجیدہ میں جو کچھ فرمایا ہے اسکو ضرور پورا ہونا ہے اسی مقصد کے لیے اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو زندہ رکھا ہے جو تمام انبیا علیہم السلام کے وارث ہیں اور اِدھر حضرت اِمام مہدیؑ آخر الزمان علیہ السلام کو غیبت میں زندہ رکھا ہے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث اور وصی و جانشین ہیں قرب قیامت میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہو گا جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی و خلیفہ ہیں۔ اور نائب رسولِ مقبولؐ ہیں اور پھر بحکم خداوند عالم حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی چوتھے آسمان سے تشریف لائینگے جو امام محمد مہدی علیہ السلام کی اتباع بھی اور نصرت بھی کریں گے۔ اِس واقع کے بارے میں بہت سی احادیث مختلف حدیث کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں اس پر تمام کا اجماع ہے۔

امام مہدی علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ دین کا حاکم فرمائے گا۔ اور دینِ اسلام کو تمام دینوں پر غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ اور تمام زمین عدل و انصاف سے اُسی طرح بھر دینگے جیسا کہ وہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کو خلق کیا۔ یہ بات مذکورہ بالا آیتوں سے ثابت ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنی چیزیں خلق کی ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کرتی ہیں۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ انمیں ہے اسکی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو حمد کے ساتھ اسکی تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم انکی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔ بیشک وہ بہت بردبار بڑا بخشنے والا ہے۔" اس آیۂ مجیدہ سے بھی ثابت ہوا کہ اللہ کی جتنی بھی مخلوقات ہیں سب اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہیں۔ چونکہ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام سب سے پہلے عابد ہیں اسلئے سب سے پہلی مخلوق ہوتے۔ عالم نور میں عرش کے گرد اگرد صف باندھکر تسبیح کرنے والے بھی محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام ہی ہیں۔ کیونکہ صف ایک سے زیادہ لوگوں کی باندھی جاتی ہے اور وہ اسمأ جنکے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور فرشتوں کا امتحان لیا وہ انھی صف باندھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرنے والوں کے اسمأ تھے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔

"اور (اے رسولؐ یاد کرو وہ وقت) جبکہ تمہارے پروردگار نے سب فرشتوں سے فرمایا کہ یقیناً میں ہی زمین میں خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں۔ سب نے کہا کیا تو اس میں ایسے کو (خلیفہ) بنائیگا جو اسمیں فساد کرے۔ اور خون گرائے حالانکہ ہم وہ ہیں جو تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکیزگی بیان

کرتے ہیں اس نے فرمایا میں بہتر جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ اور اس نے آدمؑ کو سب اسمأ کا علم دیدیا۔ پھر جنکے اسمأ کا علم دیا تھا ان سب کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔ اور ارشاد فرمایا۔ اگر تم سچے ہو تو مجھے ان سب کے نام بتاؤ۔ انہوں نے کہا تو ہر عیب سے پاک ہے ہمیں تو کوئی علم نہیں۔ سوائے اسکے جو کچھ تو نے ہمیں سکھایا۔ بے شک تو بہت ہی جاننے والا۔ اور بڑا حکمت والا ہے خدا نے فرمایا تم ان فرشتوں کو انکے نام بتا دو۔ پس جب آدمؑ نے ان فرشتوں کو انکے نام بتلا دیئے۔ اللہ نے فرمایا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ یقیناً میں آسمانوں اور زمینوں کی چھپی باتوں سے بھی واقف ہوں۔ اور وہ بھی جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو۔ اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔ اور وہ وقت بھی یاد کرو۔ جب ہم نے سب فرشتوں کو کہا کہ تم آدمؑ کے لئے جھکو (سجدہ کرو) تو سب کے سب جھک گئے۔ سوائے ابلیسؑ کے۔ اس نے انکار کر دیا۔ اور غرور میں آگیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔ (پا البقرۃ آیت ۳۰تا۳۴) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔

خلیفہ:۔ یہ آیت یعنی اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً جملہ اسمیہ ہے۔ اور استمرار پر دلالت کرتا ہے یعنی مقصود باری تعالیٰ یہ ہے کہ میں ہی زمین پر خلیفہ مقرر کیا کرونگا۔ اس سے ایک تو یہ مطلب واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی حجت صرف زمین کے ساتھ مختص ہے اور کسی سیارے مثلاً مشتری، مریخ وغیرہ سے نہیں وہ دنیائیں بھی اسی زمین والے خلیفۂ خدا کے زیرِ اقتدار ہونگی۔ دوسرا یہ مطلب ثابت ہوا کہ سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کسی کو اختیار نہیں۔ کہ خدا کا خلیفہ مقرر کرے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "اور تیرا پروردگار، جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور انتخاب کرتا ہے۔ اور ان بندوں کو انتخاب کا کوئی حق نہیں۔" (پ۲۰ القصص آیت ۶۸) خلیفہ کا انتخاب کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ نے تو اس آیت کی رو سے کسی کو نہیں دیا تھا لیکن جن لوگوں نے خود خلیفہ بننا اور بنانا شروع کیا انہوں نے اس آیۂ مجیدہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ کیونکہ لوگوں کو انتخاب خلیفہ کا حق قطعاً نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جہاں جہاں خلیفہ بنانے کا ذکر آیا ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے خود مقرر کیا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے "اے داؤد ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔" (پ۲۳ صٓ آیت ۲۶) حضرت موسیٰؑ کو اپنا خلیفہ اور وزیر بنانے کی ضرورت تھی تو انہوں نے نہ خود بنایا اور نہ لوگوں سے کہا کہ چن لو بلکہ خدا سے درخواست کی۔ "اور میرے اہل میں سے ایک وزیر بنا دے میرا بھائی ہارونؑ اسکے ذریعہ سے میری کمر مضبوط کر دے۔" (پ۱۶ طٰہٰ آیت ۲۹تا۳۱) اس طرح قوم بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰؑ کے بعد شموئیلؑ نبی کے وقت میں خدا کی راہ میں جہاد کرنے کیلئے ایک بادشاہ کی ضرورت تھی یہ نبی خود نہ مقرر کر سکے بلکہ اللہ تعالیٰ

سے درخواست کی جس پر ارشادِ باری تعالیٰ ہوا: "ترجمہ اور انکے نبی نے انکو کہا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ بنا کر بھیجا ہے انہوں نے کہا ہم پر اسکی حکومت کس طرح ہو سکتی ہے۔ حالانکہ ہم اسکی نسبت بادشاہت کے زیادہ حقدار ہیں۔ اور اسے مال کی وسعت ہی نہیں دی گئی نبیؑ نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے اُسے تم پر مصطفےٰ کیا ہے اور علم اور جسم کے لحاظ سے اسے بڑھا دیا ہے۔" (پ۲ البقرہ آیت ۲۴۷)

معلوم ہوا کہ خلافت وغیرہ خدائی نیابت کیلئے صرف اللہ تعالیٰ مقرر کرتا ہے۔ خلیفہ کیلئے دولتمند ہونا ضروری نہیں بلکہ علم اور طاقت جرأت ہمت والا ہونا ضروری ہے اور علم اور جسم اللہ عطا کرتا ہے یہ بھی انسان کے اختیار میں نہیں ہے مسلمان کیلئے دو راستے ہیں یا تو اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے خلیفہ کی پیروی کرے یا اپنے منتخب کئے ہوئے خلیفہ کی پیروی کرے۔ اللہ کے بنائے ہوئے خلیفہ سے محبت اور انکی اطاعت و پیروی کرنے والے بروزِ قیامت انہی کے ساتھ محشور ہونگے جو اپنے بنائے ہوئے خلیفہ سے محبت اور انکی اطاعت و پیروی کرنے والے ہیں وہ بروزِ قیامت انکے ساتھ محشور ہونگے۔" (پ۱۵ بنی اسرائیل آیت ۷۱)

حضرت آدم علیہ السلام کو جنکے اسما کا علم دیا گیا تھا پھر ان سب کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ تو غور طلب بات یہ ہے کہ صرف انکے اسما تھے یا ان اسما کی مسمیات بطور اشباح سامنے موجود تھے اور وہ کون تھے؟ عَرَضَهُمْ: میں ضمیر هُم استعمال کی گئی ہے جو صرف ذوی العقول کیلئے آتی ہے اسما کی طرف نہیں پھر سکتی۔ نیز هٰؤُلَآءِ کا اشارہ بھی شے موجود کی طرف کیا جاتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ صرف اسما ہی تھے بلکہ فرشتوں کو وہ وجود یعنی ان اسما کے مسمیات بطور اشباح سامنے موجود کرکے دکھائے گئے اسی لئے ذوی العقول والی ضمیر هُم استعمال کی گئی ہے۔ نیز جن اسما کے مسمیات اور اشباح فرشتوں کے سامنے پیش کئے گئے انکی عظمت کا کیا کہنا، اسکا اندازہ اس سے ہی لگالیں کہ سب فرشتے حضرت آدمؑ کے سامنے جھکائے گئے، کیونکہ آپکو ان اشباح و انوارِ مقدسہ کے نام یاد تھے اور انکے توسّل تھا یا اَسْمَآءِ هٰؤُلَآءِ یہ انہی انوارِ مقدسہ کے نام ہیں جو صف باندھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ عرش کے گرداگرد تسبیح کرتے تھے اور وہ محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ اور آئمہ اولادِ امام حسینؑ کے نام ہیں، امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ واللہ وہ اسما ہم ہیں کسی بندے کا کوئی عمل بغیر ہماری معرفت قبول نہ ہوگا۔ مَا تُبْدُوْنَ: فرشتوں نے ظاہر تو یہ کیا کہ اپنا حقِ خلافت جتلانے کیلئے اپنی عبادت، تسبیح اور تقدیس پیش کی اور انہوں نے چھپایا یہ کہ وہ خلافت کے خود خواہش مند ہیں، کیونکہ انہوں نے ظاہری لفظوں میں اس خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا۔ وہ لوگ کتنے بڑے ظالم ہیں جو محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کا مقابلہ اپنی ذات سے کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ وہ اسما جنکے

ذریعے فرشتوں اور حضرت آدمؑ کا امتحان لیا گیا وہ اسماء محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام ہی کے تھے جو مخلوقِ اوّل ہیں جو عرش کے گرداگرد صف باندھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کیا کرتے تھے جو سب سے پہلے عابدین و اوّل المسلمین ہیں۔ ان پاک ذات کی عظمت و بزرگی کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا ہے صرف ایمان لا سکتا ہے۔ کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے وہ حق ہے اور سچ ہے۔

جو لوگ انبیاؑ کی عصمت کے قائل نہیں ہیں۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ نے خدا کے حکم کی نافرمانی کی اور شجرۂ ممنوعہ کا پھل کھایا۔ اسمیں شک نہیں کہ آپؑ نے کھایا ضرور۔ لیکن اسکے کھانے کو منع کہاں ہے۔ دیکھئے یہ آیت صاف کہہ رہی ہے " اور ہم نے کہا اے آدمؑ! تم دونوں یعنی تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو۔ اور تم دونوں اسمیں با فراغت کھاؤ جہاں جہاں سے تمہارا جی چاہے، اور تم دونوں اس درخت کے نزدیک نہ جاؤ۔ ورنہ تم دونوں بے محل کام کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے" (پ۱ البقرۃ آیۃ ۳۵) اللہ تعالیٰ نے تو اجازت دے رکھی تھی۔ کہ تم دونوں اس جنت میں سے با فراغت کھاؤ جہاں جہاں سے تمہارا جی چاہے۔ پس اگر اپنی مرضی سے کچھ کھا لیا تو عین حکمِ الٰہی تھا۔ اب بات یہ رہی کہ درخت کے قریب نہ جانے کا حکم تھا۔ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ کہ تم دونوں اس درخت کے نزدیک نہ جانا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے یہ عہد لیا تھا۔ اس عہد پر قائم نہ رہ سکے ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے: " اور یقیناً ہم نے اس سے پہلے آدمؑ سے عہد لیا تھا پس اس نے خیال نہ رکھا اور ہم نے اسے عزم بالجزم نہ پایا۔ (پ طٰہٰ آیۃ ۱۱۵) اگر حضرت آدم اپنے عہد پر قائم رہتے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں انکے درجات میں اضافہ ہوتا یا مزید جنت کی آسائش اُٹھاتے لیکن عہد پر قائم نہ رہے تو اس آسائش سے محروم ہو گئے۔ لیکن انہوں نے کوئی گناہ نہیں کیا مثل مشہور ہے کہ محنت کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ جیسے ایک طالبِ علم خوب محنت و مشقت کرتا ہے تو اوّل پاس ہوتا ہے اور ایک طالبعلم نے جیسی محنت کرنی تھی ویسی محنت نہیں کی تو وہ سیکنڈ ڈویژن میں پاس ہوا یا فیل ہو گیا۔ تو اس فیل ہونے والے نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ کہ وہ گنہگار کہلائے۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام، اور حضرت حوّا سے فی الحقیقت کوئی گناہ منافی عصمت نہیں ہوا۔ انبیاؑ گنہگار نہیں ہو سکتے ہیں۔ اللہ خود اس کا ثبوت پیش کرتا ہے: قال لا ینال عہدی الظالمین میرے اس عہد کو (نبوت، رسالت اور امامت) ظالموں میں سے کوئی نہیں پا سکتا ہے۔ چونکہ

ہر گنہگار ظالم ہوتا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ عہدۂ الٰہی نبوت، رسالت، امامت، خلافت معصومؑ کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ تو انبیاؑ اور آئمہ علیہم السلام کو معصوم بناتا ہے اللہ کے کہنے پر انبیاؑ اور آئمہ کی عصمت کے قائل ہو جاؤ یا مُلّاؤں کے کہنے پر انبیاؑ و آئمہ علیہم السلام کی عصمت سے انکار کرتے رہو۔ جس نافرمانی پر ابلیس کی ہزارہا سال کی عبادت اسکے کچھ کام نہ آئی تو اسی نافرمانی پر تمہاری عبادات چند سالہ تمہارے کس کام آئینگی جیسے ابلیس کے اعمال اکارت ہوتے ویسے تمہارے بھی اعمال اکارت ہو جائینگے۔ اندھی تقلید کرنے کی اللہ مذمت فرماتا ہے، اور قرآن پاک میں غور و فکر کرنے کو فرماتا ہے۔ سب سے زیادہ خسارہ میں وہ ہے جو قیامت کے دن خود بھی اور اپنی اولاد کو بھی خسارہ میں ڈالے گا۔

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ زمین ہی کیلئے خلق کیا تھا۔ اس لئے زمین پر بھیجا جانا سزا کے طور پر نہیں تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیّت کی یہ تکمیل تھی۔ اسکو بھی جاہل مُلّا حضرت آدم کو سزا دیا جانا سمجھتا ہے، اور اپنی حماقت کی تبلیغ بھی کرتا ہے۔ لیکن کوئی مسلمان اس جاہل مُلّا کو لگام نہیں دیتا ہے۔ بات یہ بھی ہے کہ ایک جاہل ایک جاہل کو کیسے روکے۔

حضرت آدم اور حضرت حوّا کو زمین پر اتارا گیا تو دونوں میں جدائی ہوئی جسکی وجہ سے دلوں کو مصیبت و پریشانی اٹھانی پڑی اسمیں اللہ تعالیٰ کی کیا مشیّت تھی اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے۔ اپنے طور پر۔ تو انکی دعا قبول نہیں ہوتی تھی پھر جب اللہ تعالیٰ نے دعا کرنے کا طریقہ بتلایا، اور حضرت آدمؑ نے جب اللہ تعالیٰ کے بتلانے کے مطابق دعا کی۔ تو دعا قبول ہو گئی۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "پس آدم نے اپنے پروردگار سے کلمے سیکھے انکی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آدم کے اس بے محل فعل سے درگذر کیا۔ بیشک وہ بڑا درگذر کرنے والا مہربان ہے" (پ البقرہ آیت ۳۷) تفسیر صافی ص۲۹ اور کافی میں امام محمّد باقر یا امام جعفر صادق علیہم السلام سے منقول ہے کہ وہ کلمات یہ تھے اللّٰھم بجاہِ محمّد وعلی و فاطمہ والحسن والحسین والطیبین من آلھم۔ ترجمہ: اے اللہ! محمّدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ اور انکی آل میں جو معصومؑ ہیں انکے مرتبہ کے لحاظ سے میری دعا قبول فرما۔ شیعی تفسیر کے علاوہ اہلسنّت والجماعت کے یہاں بھی یہی روایت موجود ہے" (دیکھو درمنثور سیوطی ج ۱ ص ۶۱ سطر ۱۰)۔ اس آیۂ مجیدہ سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ جب ایک نبی اللہ کی دعا بغیر انکے وسیلے کے جنکو اللہ نے بندے اور اپنے درمیان وسیلہ بنایا ہے دعا قبول نہیں ہوتی ہے اور اپنے نبی کو

سکھاتا ہے کہ اسطرح انکو یعنی محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السلام کو وسیلہ بناکر دعا مانگو تو دُعا قبول ہوگی تو پھر عام انسان کی دُعا بغیر وسیلے کے کیسے قبول ہوگی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں کو بھی حکم دیتا ہے کہ تم وسیلہ ڈھونڈھو۔ اور جاہل مُلاَّ اللہ کے حکم کے خلاف فتویٰ دیتا ہے کہ یہ شرک و بدعت ہے ایمان والے اللہ کے حکم پر چلتے ہیں جنکو اللہ نے وسیلہ بنایا ہے انکو وسیلہ بناتے ہیں۔ اور اسی وسیلے کو ڈھونڈھنے کا اللہ حکم دیتا ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "اے وہ لوگو! جو ایمان لاچکے ہو۔ خدا سے ڈرو، اور اسکی طرف (پہنچنے کیلئے) وسیلہ تلاش کرو۔ اور اسکی راہ میں جہاد کرو۔ تاکہ تم فلاح پاجاؤ۔ (پ مائدہ آیت ۳۵) جنکو اللہ تعالیٰ نے نبی اور امام بنایا ہے اور وہ محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السلام ہیں لہٰذا انہی معصومین کو وسیلہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی وسیلہ بنایا ہے تب ہی تو وسیلہ کو ڈھونڈھنے کا حکم دیتا ہے۔

وابتغوا الیہ الوسیلۃ:۔ تفسیر صافی صؔ ۱۴۲ پر بحوالہ تفسیر قمی لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا سے امام کے ذریعہ تقرب حاصل کرو۔

اور عیونِ اخبار الرضا میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آئمہ امام حسین علیہ السّلام کی اولاد ہیں جس نے انکی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔ اور جس نے انکی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی وہ دین کی مضبوط رسّی اور اللہ تعالیٰ تک پہنچا دینے کا واحد وسیلہ ہیں۔ اس آیۂ مجیدہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا وسیلہ وہ لوگ تلاش کریں گے جو ایمان لاچکے ہونگے جیسا ایمان لانے کا حق ہے، اور پھر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہونگے جیسا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق ہے اور پھر راہِ خدا میں جہاد بھی وہی کرینگے، اور جو ایسا کرینگے وہی فلاح پانے والے ہونگے۔ جنکا غیب پر ایمان ہی نہیں ہے وہ خاک فلاح پائینگے ؎

جب علیؑ مل گئے تب نبیؐ مل گئے	جب نبیؐ مل گئے تب خدا مل گیا
جب خدا مل گیا تب یہ دل نے کہا	ایسی راحت ملی بس مزہ آگیا

اللہ تعالیٰ طرح طرح سے محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السلام کی عظمت و بزرگی کو ظاہر کرکے پہچنواتا ہے۔ جو ایمان لاچکے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں وہ تو پہچانتے ہیں۔ سورۂ صٓ میں محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السلام کو عالین کہہ کر پہچنوایا گیا ہے، ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: " اللہ تعالیٰ نے کہا اے ابلیسؔ کس چیز نے تمہیں اس (وجود) کو سجدہ کرنے سے روکا جسے میرے دونوں ہاتھوں نے بنایا کیا تونے تکبر کیا یا تو عالین (بلند مرتبہ والوں) میں سے تھا۔ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں۔ تونے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسکو

(آدم) مٹی سے پیدا کیا؟ (پ ۲۳ ص آیت ۷۵) مِنَ الْعَالِیْن: - بحار الانوار علامہ مجلسی جلد ۶ ص ۸ پر ہے کہ ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک مرد آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کے قول اَسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ میں وہ کون لوگ ہیں جو فرشتوں سے بھی بلند مرتبہ ہیں آپ نے فرمایا۔ میں، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ ہیں۔

مذکورہ بالا آیات مجیدہ سے ذیل کے نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

(۱) ابلیس نے حضرت آدم علیہ السّلام کا مقابلہ کیا اور حسد اور تکبر کیا۔ اسی وجہ سے حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کافروں میں سے ہو گیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بھی قائل رہا۔ اور روزِ قیامت پر بھی ایمان رکھتا تھا، اللہ کے مخلص بندوں کا بھی قائل تھا۔ تو یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ جنکی عزت و تعظیم اور ان سے محبت کرنے کا حکم دے۔ اس سے جو منکر ہو۔ وہ ابلیس کا پیروکار ہوگا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو اپنا خلیفہ بنایا تھا ابلیس نے انکا انکار کیا اور کفر میں داخل ہو گیا تو گویا اللہ نے جنکو نبی اور امام بنا کر بھیجا ہدایت کیلئے ان کا انکار بھی کفر میں داخل ہونے کے مترادف ہے۔

(۳) جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا کیا تو نے تکبر کیا یا تو نے اپنے آپ کو عالین یعنی بلند مرتبہ والوں میں سے سمجھ لیا تھا۔ لیکن ابلیس نے عالین یعنی بلند مرتبہ والوں سے اپنا تقابل نہیں کیا، بلکہ حضرت آدمؑ سے اپنا تقابل کیا اور کہا تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا اس لئے میں اس سے بہتر ہوں۔ تو اس پر اللہ نے اسکو مردود قرار دیا اور لعنت کا طوق اسکے گلے میں ڈال دیا۔ لیکن اگر کوئی انسان ان عالین بلند مرتبہ والوں سے اپنا تقابل کرے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کی نظر میں تو وہ ابلیس سے بھی بڑا لعنتی ہوگا۔

(۴) یوں عالین کو پہچاننا کوئی مشکل نہیں قرآنی آیات کی روشنی میں۔ یہ بلند مرتبہ والے اللہ کے وہی مخلص بندے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی مخلوق ہیں جنکو اللہ تعالیٰ اوّل العابدین اور اوّل المسلمین فرماتا ہے۔ جنکے اسماٗ کی معرفت کا علم حضرت آدمؑ کو ملا اور ان اسماء کے مسمیان کو بتلا دیا تو فرشتوں کو آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا جنکے وسیلے سے آدمؑ کو یہ عزت ملی پھر انہی کے وسیلے سے حضرت آدمؑ کی دعا قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح عرش کے گرد گرد صف باندھ کر کرنے والے یہی عالین ہی تو محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام ہیں اللہ کے

نزدیک بھی سب سے زیادہ بلند مرتبہ والے ہیں۔ جسطرح ابلیس نے آدمؑ سے حسد اور تکبر کیا اسی طرح آلِ محمدؐ سے بھی بعد میں حسد کیا گیا، ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے "کیا وہ لوگ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے یقیناً ہم نے آلِ ابراہیمؑ کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی۔ اور انہیں بہت بڑی سلطنت دی،، (پ۵ النساء آیت۵۴) حضرت ابراھیمؑ کی اولاد میں محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السّلام ہیں جنکو قرآن میں، اُوتوا العلم، راسخون فی العلم اور من عندہٗ علم الکتاب فرمایا گیا ہے انہی کو اللہ نے قرآن کا وارث بھی فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محمدؐ وآلِ محمدؐ پر جو اپنا فضل کیا ہے اس وجہ سے لوگوں نے اُن سے حسد کیا۔

(۵) ابلیس نے قیامت کے دن تک کی مہلت مانگی اللہ تعالیٰ نے اسکو مہلت دیدی تو ابلیس بولا "اے میرے پروردگار اس وجہ سے کہ تو نے مجھے نا امید کر دیا۔ میں بھی انکے لئے زمین میں خدا کی نافرمانی کو اچھا کرکے دکھاؤنگا اور ضرور میں ان سب کو راہِ راست سے بہکادونگا۔ سوائے تیرے ان بندوں کے جو ان میں سے مخلص ہیں، خدا نے کہا یہی سیدھا راستہ ہے جو مجھ تک پہنچتا ہے،، (پ۱۴ الحجر آیت ۳۹ تا ۴۱) اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ کے مخلص بندوں پر شیطان کا کوئی زور نہیں اور یہی اللہ کے نعمت والے بندے ہیں اور یہ محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السّلام ہیں لہٰذا انہی کا راستہ صراطِ مستقیم ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان یہی وسیلہ ہیں اور جس نے محمدؐ وآلِ محمدؐ کی اطاعت و پیروی کی وہ صراطِ مستقیم پر قائم ہے۔ اور جو ابلیس کے بہکاوے میں آگئے وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی نافرمانی کرکے اللہ کے نعمت والے بندوں کی اطاعت و پیروی چھوڑ کر صراطِ مستقیم سے بھٹک کر گمراہی کے راستے پر چل نکلنے اور اللہ تعالیٰ سے صراطِ مستقیم دکھانے کی دعا کرتے کرتے اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ اللہ نے تو دکھا دیا ہے۔ اور اپنے نعمت والے بندوں کو طرح طرح سے پہچنوا دیا ہے جو اللہ کے نعمت والے بندوں کو پہچان لے گا وہ صراطِ مستقیم پر قائم ہو جائیگا پھر اللہ تعالیٰ سے صراطِ مستقیم پر قائم رکھنے کی دعا کریگا۔

(۶) ابلیس خود گمراہ ہوا لیکن اپنی بداعمالیوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے مردود کہتا ہے چونکہ تو نے مجھے نا امید کیا میں بھی تیرے سیدھے رستے پر ان سب کیلئے بیٹھوں گا،، (پ۸ اعراف آیت۱۶) اسکا مطلب یہ ہوا کہ جنکے راستے کو تو نے صراطِ مستقیم کہا ہے انکے خلاف لوگوں کو کر دونگا۔ اور دنیا کو انکی نظر میں عمدہ کرکے دکھاؤنگا کہ وہ خود بھی گمراہ ہو جائینگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دینگے، اور صراطِ مستقیم سے ہٹ جائینگے لیکن جو مومن ہیں ان پر ابلیس کا زور نہیں چلتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "یقیناً اسکا ان لوگوں پر کچھ زور نہیں چلتا جو ایمان لائے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ

کرتے ہیں ○ سوا اسکے نہیں کہ اسکا زور ان لوگوں پر چلتا ہے جو اسکے دوست بنتے ہیں اور ان لوگوں پر جو اسکی وجہ سے شرک کرنے والے ہیں ۔" (پ النحل آیت ۱۰۰، ۹۹) شیطان مؤمن کے جسم بدن پر تسلط کر لیتا ہے مگر اسکے دین پر کبھی مسلط نہیں ہو پاتا ہے مؤمن اللہ کے تمام احکام پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ مؤمن کی عقل کو اسکی خواہشات پر غلبہ ہوتا ہے ۔ حضرت آدم علیہ السّلام کی خلقت سے ۹ لاکھ سال پہلے اور بعض نسخے ۵، ۴ لاکھ سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور وجود اللہ تعالیٰ نے خلق کیا تھا۔ آپؐ کا نور اقدس حضرت آدمؑ کے صلب میں رکھا گیا جو اصلاب طاہرہ اور ارحام مطہرہ میں ہوتا ہوا جب صلب حضرت عبد المطلب تک پہنچا تو دو حصے میں تقسیم ہو گیا آپؐ کا نور صلب حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب تک پہنچا تو آپؐ کا ظہور و شہود بشکل انسانی بطن حضرت آمنہ بنت وہب سے مکہ معظمہ میں ہوا ۔ اور حضرت علیؑ کا نور صلب حضرت ابو طالبؑ تک پہنچا اور آپ بشکل انسانی میں بطن جناب فاطمہؑ بنت اسد سے خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے ۔ رسولؐ خدا کے آبا و اجداد و امہات سب نکاح حلال سے پیدا ہوئے ۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "اور تو بڑے زبردست رحم کرنے والے خدا پر بھروسہ کر ○ جو تجھے دیکھتا ہے جب کہ تو کھڑا ہوتا ہے ۔ اور تیرا سجدہ کرنے والوں کی صلبوں میں منتقل ہونا بھی دیکھتا رہا۔ یقیناً وہ بڑا سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے ۔" (پ الشعرا آیت ۲۱۷ تا ۲۲۰) ۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوا تمام انبیاء علیہم السّلام ذریت انبیاءؑ ہیں اسلئے تمام انبیاؑ کے باپ دادے بھی نبی اور مسلمان تھے ۔ لہٰذا آزر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا باپ نہیں ہو سکتا وہ چچا تو ہو سکتا ہے، اس آیت کی رو سے باپ ہرگز نہیں ہو سکتا ہے، کیونکہ آنحضرتؐ کا نور سجدہ کرنے والوں کی صلبوں میں منتقل ہوتا رہا ۔ جو انبیاؑ کی عصمت کے قائل نہیں ہیں ۔ وہ نبیؐ کو اپنے جیسا بشر اور انکے اجداد کو اپنے اجداد کی طرح کافر سمجھتے ہیں ۔ یہ ابلیسؑ کی پیروی میں ایسا باطل عقیدہ رکھتے ہیں ۔ جبکہ مذکورہ بالا آیت کی رو سے ایسا نہیں ہے، اس آیۂ مجیدہ سے یہ بھی ثابت اور واضح ہو گیا کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد سجدہ کرنے والے مسلمان اور دینِ ابراہیم علیہ السّلام پر قائم تھے ۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور حضرت اسمٰعیلؑ اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے ہیں: "اور وہ وقت یاد کرو جبکہ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ خانہ کعبہ کی بنیادیں بلند کر رہے تھے اور دعا مانگتے جاتے تھے ۔ کہ اے ہمارے پروردگار ہماری یہ خدمت قبول کر لے بیشک تو ہماری دعا کا خوب سننے والا ہے ۔ اور ہماری نیتوں کا خوب جاننے والا ہے ۔ اے ہمارے ربّ ہم دونوں کو اپنا ہی فرمانبردار بنا رہنے دے ۔ اور ہماری اولاد میں سے اپنی ہی ذات کی مسلمہ یعنی فرمانبردار

بردار اُمّت اٹھا اور ہمیں ہمارے حج کی جگہیں دکھا دے۔ اور ہماری طرف مہربانی کی توجہ فرما کیونکہ تو بڑا ہی توجہ فرمانے والا نہایت ہی مہربان ہے لئے ہمارے رَبّ تو ان اُمّتِ مُسلمہ میں ان ہی میں سے ایک رسولؐ مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتیں پڑھے اور انھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور انہیں پاک کر دے (پ البقرہ آیت ۱۲۹ تا ۱۲۷) ۔ اس آیت سے بھی یہ بات ثابت ہو گئی کہ آپ کے اجداد ہی وہ اُمّتِ مسلمہ تھے جو اللہ تعالیٰ کے فرمابردار بندے تھے۔ لہٰذا حضرت ابو طالب علیہ السّلام پہلے ہی سے مسلمان تھے مذکورہ بالا آیت کی رو سے تاریخ شاہد ہے حضرت ابو طالبؑ نے بچپن سے لیکر آپکی پرورش، اعانت اور حفاظت کی اور یہ جانتے ہوئے کہ آپؐ اللہ کے نبیؐ ہیں، اور حضور کی جگہ اپنے بیٹوں کو سُلا دیتے تھے جو ایک مومن کا کردار نبیؐ کا ساتھ دینے کیلئے ہونا چاہیئے وہ کردار حضرت ابو طالبؑ نے پیش کیا ہے۔ وہ تو ایمان پہلے سے لائے ہوئے تھے، اور اسکا اظہار انکے اپنے کردار سے برتاؤ اور عمل سے ہو رہا تھا۔ کفار اور منافقوں کی طرح انکو ایمان لاکر اظہار کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اور منافق تو ایمان لاکر احسان جتاتے تھے، "اور وہ لوگ تم پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے اے رسولؐ کہہ دو تم مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کے لئے ہدایت کی اگر تم سچے ہو" (پ الحجرات آیت ۱۷) چونکہ حضرت ابو طالب علیہ السّلام اولادِ ابراہیمؑ کی اُمّت مسلمہ میں سے ہیں اسلئے وہ مسلمان تھے اور آپؑ کے صلب میں نورِ امامت منتقل ہوا۔ اور آپؑ ابو الآئمہ ہیں لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اجداد پہلے ہی سے مسلمان اور ایمان والے تھے اور اللہ تعالیٰ نے تب ہی اپنی حبیبؐ افضل مخلوق کو انکے صلب سے پیدا کیا جن کے سبب یہ کائنات خلق کی۔ اور یہ حُجّتِ خدا ہیں انہیں کے سبب یہ کائنات باقی ہے جو عالمین کیلئے رحمت ہیں محمدؐ و آلِ محمدؐ اگرچہ اُمّت کے تمام مظالم برداشت کرتے رہے لیکن بد دُعا نہیں کی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صبر کرنے کی تلقین کی تھی اور بد دعا کرنے سے منع کیا تھا۔ اور یہ وہی چاہتے تھے جو اللہ چاہتا تھا۔

بیدم یہی تو پانچ ہیں مقصودِ کائنات — خیرُ النساءؑ حُسینؑ و حَسنؑ مُصطفےٰؐ علیؑ

حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیثِ پاک ہے کہ "اَنَا وَ عَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ" کہ میں اور علیؑ ایک ہی نور سے ہیں۔ میں اس حدیث کی سچائی اور حقانیت کی دلیل پہلے ہی دے چکا ہوں لیکن یہاں بھی ربط پیدا کرنے کیلئے ضروری ہے اسلئے ان قرآنی آیات کا ذکر دوبارہ یہاں کر رہا ہوں۔ ارشادِ رَبُّ العزت ہوتا ہے، "وہ لوگ جو اس رسولؐ نبیؐ اُمّی کی پیروی کرتے ہیں جن کے اوصاف کو وہ اپنے ہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ انہیں نیک کاموں کا حکم دیتا ہے اور برے کاموں سے روکتا ہے

اور وہ ان کیلئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتا ہے۔ اور وہ ان کے بوجھ اور طوقوں کو جو ان پر تھے ان سے اُتارتا ہے۔ پس وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور جنہوں نے اسکو قوت پہنچائی اور اسکی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اسکے ساتھ ہی نازل ہوا ہے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔" (پ۹ اعراف آیت ۱۵۷) اللہ تعالیٰ اس آیۂ مجیدہ میں جس نور کی پیروی کا حکم رسولؐ کی پیروی کے ساتھ دے رہا ہے وہ نور رسولؐ کے ساتھ ہی نازل ہوا ہے۔ لہذا وہ نور رسولؐ کے نور کا جزء ہے اور وہ نور حضرت علیؑ کا ہے۔ یہاں اس نور سے مراد قرآن پاک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قرآن پاک تو چالیس سال کے بعد نازل ہونا شروع ہوا تھا۔ لہذا اسی آیت سے یہ ثابت ہوا کہ فلاح پانے والے وہی لوگ ہونگے جو رسولؐ کی رسالت اور اسکے جزء و نور یعنی حضرت علی علیہ السّلام کی ولایت اور امامت پر ایمان لائیں گے اور انکی اطاعت و پیروی کرینگے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ اس نورِ کو جزءِ رسولؐ فرماتا ہے "پس کیا وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف ایک واضح دلیل پر ہو اور ایک گواہ اسکے پیچھے ہی پیچھے آتا ہو جو اسی کا جزء ہو۔ اور اسکے پہلے سے موسیٰؑ کی کتاب رہنما اور رحمت ہو وہی پر تو ایمان لائے ہیں۔ اور گروہوں میں سے جو بھی اسکا منکر ہوگا۔ پس آگ اسکا ٹھکانہ ہے۔ پھر تم اس سے شک میں نہ رہنا۔ یقیناً یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے۔" (پ۱۲ ھود آیت ۱۷) اس آیت میں اللہ تعالیٰ حضرت علیؑ کو جزءِ رسولؐ فرماتا ہے، اور رسولؐ کی رسالت کا گواہ بھی فرماتا ہے اور جزءِ رسولؐ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے، اور جو منکر ہوگا اسکا ٹھکانا جہنم ہے اب جو لوگ صرف اللہ اور رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں وہ سوچیں کہ انکا ایمان اس آیت کی روشنی میں مکمل ہے یا نہیں۔ یقیناً مکمل نہیں ہے ایسے ہی ایمان لانے والوں کو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے "اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تم سب اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو۔ بیشک وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔" (پ۲ البقرہ آیت ۲۰۸)۔

اس آیت سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

(۱) ایمان لانے والے اللہ اور رسولؐ پر ایمان تو لائے جو مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق انکا جو اپنا اسلام ہے اسکے لحاظ سے انکا دین و ایمان اور اسلام سب مکمل ہے لیکن مذکورہ بالا آیت کی رو سے مسلمانوں کا جو ایمان ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اسلام میں داخل ہونے کیلئے کافی نہیں ہے گویا وہ ابھی اللہ کے اسلام میں پورے داخل نہیں ہوئے ہیں تب ہی تو اللہ تعالیٰ ایمان لائے ہوؤں کو فرماتا ہے کہ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اللہ کا اسلام اور ہے اور مسلمانوں کا اسلام اور ہے

جو نا مکمل ہے۔"

(۲) اللہ تعالیٰ اسکی وجہ بھی بتلا رہا ہے کہ ایمان لائے ہوئے ابھی اسلام میں پورے داخل نہیں ہوئے ہیں کیونکہ یہ شیطان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں ابلیسؑ نے کہا تھا کہ میں صراطِ مستقیم سے لوگوں کو بھٹکاؤں گا۔ ابلیسؑ کا صراطِ مستقیم سے بھٹکانے کا مطلب یہ ہے کہ جنکے راستے کو اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم فرماتا ہے ان کے خلاف لوگوں کو کر دونگا وہ آئمہ معصومینؑ ہیں جنکو ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ نے امام بنا کر بھیجا ہے جو لوگوں کی ہدایت راہِ حق کی طرف اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نصیحت فرماتا ہے کہ جسطرح ابلیسؑ نے خلیفۃ اللہ سے انکار کر کے گمراہی میں پڑ گیا اسیطرح تم بھی آئمہ معصومینؑ جو اللہ کے بنائے ہوئے خلیفہ ہیں انکو تم لوگ چھوڑ کر صراطِ مستقیم سے بھٹک گئے ہو لہٰذا شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو بلکہ ان کی اطاعت و پیروی کرو جنکی اطاعت کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ ارشادِ ربُ العزت ہوتا ہے "اور ہم نے انہیں سے امام بنائے جبکہ انہوں نے صبر کیا وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے" (پ۲۱ سجدہ آیت ۲۴) ۔ اور شیطان کے نقش قدم پر چل کر جنکی اطاعت کی جاتی ہے ان آئمہ کے بارے میں ارشادِ ربُ العزت ہوتا ہے "اور ہم نے انکو ایسے امام قرار دیا جو جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔ اور قیامت کے دن وہ کوئی مدد نہیں دیئے جائینگے اور ہم نے اسی دنیا میں انکے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے دن وہ برے حال والوں میں سے ہونگے" (پ۲۰ قصص آیت ۴۱، ۴۲) اللہ تعالیٰ نے نبیؐ کے بعد لوگوں کی ہدایت کیلئے امام بنائے جو اللہ کے حکم کے مطابق ہدایت کرنے والے ہیں کیونکہ نبوت کا سلسلہ تو ختم ہو گیا تھا اس لئے امامت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے امامت پر ایمان لائے بغیر نہ دین مکمل اور نہ ایمان مکمل ہوگا۔ برحق امام کو قرآن پاک میں طرح طرح سے پہچنوایا گیا ہے اور جو خود رَد امام ہیں تو یہ دوزخ کی طرف بلانے والے امام ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے ابلیسؑ کے پیچھے لعنت لگا دی ہے ویسے دوزخی اماموں کے پیچھے لعنت لگا دی ہے۔

قرآن پاک میں تدبّر و غور و خوض کیا جائے تو دونوں قسم کے اماموں کو پہچانا جاسکتا ہے۔ اور نصیحت حاصل کی جاسکتی ہے۔ ارشادِ ربُ العزت ہوتا ہے "اور ہم نے یہ کتاب تم پر نازل نہیں کی مگر اسلئے کہ جن باتوں میں انہوں نے اختلاف کیا تو انھیں ان کے لئے کھول کر بیان کر دے۔ اور ان لوگوں کیلئے جو ایمان لاتے ہیں ہدایت اور رحمت ہو" (پ۱۴ نحل آیت ۶۴) مسلمانوں میں اختلاف امامت پر ہے کچھ برحق امام کے پیروکار ہیں اور کچھ امامت کے قائل نہیں ہیں اور اپنے امام بنا لئے ہیں جسکا اختیار انکو نہیں ہے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی نبوت کے اعلان کا حکم اس وقت ملا جب آپؐ عالم

تنہائی میں مشغول عبادت تھے کہ آپکے کانوں میں آواز آئی "یا محمد" آپ نے اِدھر اُدھر دیکھا کوئی دکھائی نہ دیا۔ پھر آواز آئی پھر آپ نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ ناگاہ آپکی نظر ایک نورانی مخلوق پر پڑی وہ جناب جبرئیلؑ تھے۔ انھوں نے کہا "اِقْرَأْ" حضور نے ارشاد فرمایا: "مَا اِقْرَأْ" کیا پڑھوں۔ انھوں نے عرض کی "اے رسول پڑھئے اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا ہ اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہ پڑھ اور تیرا پروردگار بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی ہ اور اس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا" (پ۳۰ العلق آیت ۱ تا ۵) اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ہ میں یہاں "خلق" سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے نور کو سب چیزوں سے پہلے خلق کیا اور انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ دونوں کی تخلیق میں فرق کو بتلایا گیا ہے۔ پڑھ اس سے کہا جاتا ہے جسکے بارے میں معلوم ہو کہ پڑھا ہوا ہے۔ جاہل کو پڑھنے کیلئے کہنا عبث ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ ہمارے نبیؐ پڑھے ہوئے تھے اَن پڑھ نہیں تھے جیسا جاہل لوگ بیان کرتے رہتے ہیں۔ اللہ نے قلم کے ذریعہ جنکو تعلیم دی ہے وہ نبیؐ اور امام ہی ہو سکتے ہیں دوسرا نہیں ہو سکتا ہے۔

مَا لَمْ يَعْلَمْ: تفسیر صافی ص۳۳۵ پر بحوالہ تفسیر قمی امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جناب علی علیہ السلام کو آپؐ کی خاطر فن کتابت سکھایا جسے وہ نہیں جانتے تھے۔ صلح حدیبیہ آپؑ ہی کے دست مبارک سے لکھی گئی بحکم رسول خدا۔ گویا حضرت علیؑ کو علم اور کتابت اللہ تعالیٰ نے سکھایا۔ کسی بھی نبیؐ اور امام کا کوئی انسان اُستاد نہیں ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو کتاب اور حکمت دیکر بھیجتا ہے۔ جسکو اللہ تعالیٰ کتاب اور حکمت دیکر ہدایت کرنے کیلئے بھیجے۔ انکو ابو سفیان کی درسگاہ کا پڑھا ہوا مُلّاں اَن پڑھ کہتا ہے۔ یہ آیت قرآن پاک کی سب سے پہلی آیت ہے لیکن موجودہ قرآن پاک کے تیسویں پارے میں ترتیب دی گئی ہے۔ اس سے یہ بالکل واضح ہے کہ قرآن پاک کو آیات کے نزول کے لحاظ سے ترتیب نہیں دیا گیا ہے۔ ایسا کیوں کیا گیا۔ اسکی وجہ تو وہی جانتے رہے ہوں گے جنھوں نے ترتیب دیا تھا، اور جنھوں نے ترتیب دلوایا تھا، یا پھر اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ جو لطیف و خبیر ہے اور قیامت کے دن ان لوگوں سے ضرور اسکے بارے میں پوچھا جائیگا۔ ارشاد رب العزت ہوتا ہے "جنھوں نے قرآن کو پارہ پارہ (تقسیم) کر دیا۔ پس تیرے پروردگار کی قسم ہم ان سب سے ضرور پوچھینگے" (پ۱۴ الحجرات آیت ۹۱-۹۲) بہر حال اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے بارے میں جو بتلایا ہے وہ اپنی جگہ پر بالکل،

حقیقت ہے۔ قرآنی آیات کو تنزیل کے لحاظ سے ترتیب نہیں دیا گیا ہے۔ بلکہ مکی آیتوں کو مدنی میں آگے کی پیچھے اور پیچھے کی آگے ملا جلا دیا گیا ہے۔ اور قرآن پاک کو سمجھنا بہت دشوار بنا دیا گیا ہے۔ اور ایسا جان بوجھ کر کیا گیا ہے۔ تب ہی تو اللہ تعالیٰ قسم کھا کر فرماتا ہے "کہ ہم ان سب سے ضرور پوچھیں گے"۔ اور جو کچھ کیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے خلاف کیا گیا ہے۔ قرآن پاک کی ہر آیت اپنے معنی اور مطلب کے لحاظ سے اپنی جگہ پر مکمل ہے۔ اسلئے قرآن میں غور و فکر کی ضرورت ہے۔

علاوہ ازیں ایمان لانے والوں میں مومن اور منافق دونوں موجود تھے مومن تو پورا پورا اللہ کی آیتوں پر ایمان رکھتے تھے اور منافق الحاد کرتے تھے۔ یعنی اللہ کی آیتوں میں ٹیڑھا چلتے تھے۔ ارشاد رب العزت ہوتا ہے "یقیناً وہ لوگ جو ہماری آیتوں میں الحاد کرتے ہیں وہ ہم پر چھپے نہیں رہتے۔ پس کیا وہ اچھا جو آگ میں ڈالا جائے گا یا وہ جو قیامت کے دن امن سے آئیگا۔ عمل کرو جو تم چاہو۔ جو تم کرتے ہو یقیناً وہ دیکھنے والا ہے۔ (پ ۲۴ حم السجدہ آیت ۴۰)

مذکورہ بالا آیتوں سے یہ ثابت ہوا کہ قرآن کو پارہ پارہ کرنا، اور اللہ کی آیتوں میں الحاد کرنا یہ دو کام اللہ تعالےٰ کو پسند نہیں ہیں۔ ایسا کرنے والے دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔

ہر نبی کو تبلیغ نبوت کے کام میں ہر طرح کی دشواری اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ خاص طور پر بادشاہ دولتمندوں، سرداروں اور بڑے بڑے لوگوں سے مقابلہ کرنا بڑا مشکل پڑتا تھا اور آنحضرتؐ کو بھی انہی مشکلات کا سامنا تھا۔ تو آنحضرتؐ کی دلجوئی کیلئے ارشاد رب العزت ہوتا ہے۔ "اور اسی طرح ہم نے تجھ سے پہلے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا۔ مگر یہ کہ اسکے دولتمندوں نے کہا۔ یقیناً ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریق پر پایا۔ اور یقیناً ہم انکے قدموں کے نشانوں کی پیروی کرنے والے ہیں" (پ ۲۵ زخرف آیت ۲۳) تفسیر صافی ص ۴۵۵ پر ہے اور یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو تسلی دینے کیلئے نازل ہوئی۔ اور یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس طرح کی تقلید بُرائی گمراہی ہے اور دولتمندوں کی تخصیص سے غرض یہ ہے کہ ناز و نعمت میں پرورش پانا اور باطل چیزوں سے محبت رکھنا۔ انھیں اس بات پر مائل کرتا ہے کہ وہ باپ دادا کی تقلید میں غور نہ کریں اور اس سے نہ پھریں۔ اسی لیے اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو حکم دیا کہ سب سے پہلے اپنے قرابتداروں کو دعوتِ اسلام دو۔ اور انمیں سے جو تمہاری حمایت کرنے اور مددگار بننے کا عہد کرلے اسکو اپنا وصی بنا دو۔ ارشاد رب العزت ہوتا ہے: اور تو اپنے سب سے زیادہ قریبی قبیلہ والوں کو

ڈراؤ۔ اور مومنوں میں سے جس نے تیری پیروی کی ہے۔ تو اسکے لئے اپنے بازو جھکا دے" (پ۱۹ الشعراء آیت ۲۱۵،۲۱۴) یہ ترجمہ سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ:
تفسیر صافی ص۳۶۸ پر بحوالہ تفسیر قمی لکھا ہے کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اور جس وقت نازل ہوئی تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کل بنی ہاشم کو جمع کیا جو چالیس آدمی تھے اور انمیں سے ہر ایک پورا بکرا کھا جاتا تھا اور پوری پوری مشک پانی پی جاتا تھا انکے لئے جو تھوڑا سا کھانا میسر تھا تیار کیا۔ اسی کو سب نے کھایا اور سیر ہو گئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ میرا وزیر، میرا وصی اور میرا خلیفہ کون ہوگا۔ ابولہب نے کہا کہ محمدؐ نے تم پر یقیناً جادو کیا اور سب وہاں سے چلے گئے۔ دوسرے دن بھی ایسا ہوا تیسرے دن بھی دعوت کی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہی سوال دُھرایا، تو علی علیہ السّلام جنکی عمر سب سے کم اور پنڈلیاں سب سے پتلی اور مالی حیثیت بھی کم تھی کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہؐ میں حاضر ہوں۔ فرمایا بیشک تم ہی ہو:۔ "اور اے محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ۔ اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو مسلمانوں کیلئے۔" (پ۱۹ الشعراء آیت ۲۱۵،۲۱۴) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا ہے۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں (۱) حضورؐ کے قریب کے رشتہ دار بنی ہاشم اور بنی مُطلب ہیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اعلان کے ساتھ انذارہ فرمایا۔ اور خدا کا خوف دلایا۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے (۲) یعنی لطف و کرم فرماؤ۔ (۳) جو صدق و اخلاص سے آپؐ پر ایمان لائیں۔ خواہ وہ آپ سے قرابت رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں۔
"اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈر سُنا دو۔ اور جو مومن تمہارے پیرو ہو گئے ہیں اُنسے متواضع پیش آؤ" (پ۱۹ الشعراء آیت ۲۱۵،۲۱۴) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خاں جالندھری صاحب کا ہے آپ تفسیر فرماتے ہیں (۱) جب یہ آیت اُتری تو حضرتؐ نے سارے قریش کو پکار کر سنا دیا۔ اور اپنی، پھوپھی تک اور بیٹی تک اور چچا تک کو کہہ سنایا کہ اللہ کے یہاں اپنا فکر کرو خدا کے ہاں میں تمہارا کچھ نہیں کر سکتا۔ (۲) یعنی شفقت میں رکھ ایمان والوں کو اپنے ہوں یا پرائے۔
مولانا صاحبان نے اپنے ترجموں میں جو کچھ فرمایا ہے یا تفسیروں میں جو کچھ بیان کیا ہے اس سے اس آیت کے نازل کرنے کے خصوصی مقصد کو ایک عمومی مقصد ظاہر کیا گیا ہے البتہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب نے اتنا عندیہ دیا ہے کہ اس دعوت ذو العشیرۃ میں جو اعلان ہوا اسکے بارے میں احادیث صحیحہ میں ملتا ہے۔ لیکن ان احادیث کو آپ نے نقل نہیں فرمایا۔ کیوں کا جواب تو

مولوی صاحب ہی کو معلوم ہوگا۔ اور غور کیا جائے تو ہر ایک کو معلوم ہو جائے گا
یہ بھی حق کو چھپائے جانے کی ایک لا حاصل کوشش ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے
حق کو چھپانے سے منع کیا ہے۔ یہ ایسا واقعہ ہے جس کا ثبوت احادیث و تاریخ
سے تو ملتا ہی ہے لیکن قرآن پاک سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ جب یہ آیۂ مجیدہ نازل
ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بموجب حکم خدا حضرت علیؑ سے ارشاد فرمایا کہ اے
علیؑ ایک پیمانہ کھانے کا میرے واسطے تیار کرو۔ اور ایک بکری کا پیر اس پر چھولے اور بڑا کاسہ
دودھ کا میرے واسطے لاؤ۔ اور عبد المطلب کی اولاد کو میرے پاس بلاؤ۔ تاکہ میں ان سے
کلام کروں اور سناؤں انکو وہ حکم کہ جس پر جناب باری تعالیٰ سے مامور ہوا ہوں چنانچہ
حضرت علیؑ نے وہ کھانا ایک پیمانہ بموجب حکم تیار کر کے اولاد عبد المطلب کو جو قریب چالیس
آدمی کے تھے بلایا۔ ان آدمیوں میں حضرت کے چچا حضرت ابو طالبؑ، حضرت حمزہؓ، اور حضرت
عباسؓ بھی تھے اس وقت حضرت علیؑ نے وہ کھانا جو تیار کیا تھا لاکر حاضر کیا سب کھا پی کر
سیر ہو گئے۔ حضرت علیؑ نے ارشاد کیا کہ جو کھانا ان آدمیوں نے کھایا ہے وہ ایک آدمی
کی بھوک کے موافق تھا۔ اس اثناء میں حضرت ابھی چاہتے تھے کہ کچھ ارشاد کریں کہ ابولہب جلد
بول اٹھا اور یہ کہا محمدؐ نے بڑا جادو کیا۔ یہ سنتے ہی تمام لوگ الگ الگ ہو گئے۔ اور چلے گئے یہ حال دیکھ
کر جناب رسالتمآبؐ نے ارشاد کیا کہ اے علیؑ دیکھا تم نے اس شخص نے کیسی سبقت کی کہ مجھکو بولنے
ہی نہ دیا اب پھر کل کو تیار کرو جیسا کہ آج تیار کیا تھا۔ اور پھر ان کو بلا کر جمع کرو چنانچہ حضرت علیؑ نے دوسرے
دن پھر موافق ارشاد آنحضرت کے کھانا تیار کر کے سب لوگوں کو جمع کیا جب وہ کھانے سے فراغت پا چکے
اسوقت رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کی بہت اچھی قسمت اور نصیب ہے کیونکہ میں ایسی چیزیں
اللہ کی طرف سے لایا ہوں۔ کہ اس سے تم کو فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ اور لے آیا ہوں تمہارے پاس
دنیا اور آخرت کی اچھائی خدا تعالیٰ نے مجھے تمہاری ہدایت کا حکم فرمایا ہے۔ کوئی شخص تم میں سے اس امر کا
اقتدا کرے کہ میرا بھائی، اور وصی اور خلیفہ بننا چاہتا ہے۔ اس وقت سب موجود تھے۔ اور حضرت پر ایک ہجوم
تھا۔ اور حضرت علیؑ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ میں آپ کے دشمنوں کو نیزہ ماروں گا۔ اور آنکھیں ان کی پھوڑونگا
اور ٹانگیں کاٹونگا۔ اور آپ کا وزیر ہونگا حضرتؐ نے اسوقت علی مرتضیٰ کی گردن پر دست مبارک
رکھ کر ارشاد کیا کہ یہ میرا بھائی ہے اور میرا وصی ہے اور میرا خلیفہ ہے تمہارے درمیان۔ اسکی سنو!
اور اطاعت قبول کرو۔ یہ سن کر سب قوم کے لوگ از روئے تمسخر کے ہنس کر کھڑے ہو گئے۔ اور

حضرت ابو طالبؑ سے کہنے لگے کہ اپنے بیٹے کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ یہ حکم ہوا ہے۔

یہ حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا۔ جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو تیری پیروی کرتا ہے تیرے قرابت داروں میں سے اسکے لئے اپنا بازو بچھائے۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب اپنے پیرو حضرت علیؑ کو اپنا بھائی، وزیر، وصی و خلیفہ اور قوت بازو بنایا۔ نبیؐ اور نبی کا پیرو دونوں بصیرت پر ہوتے ہیں! ارشاد رب العزت ہوتا ہے:

دلے رسولؐ کہہ دو یہ ہے میرا راستہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف بُلاتا ہوں اور میں بھی اور وہ بھی جس نے میری پیروی کی ہے بصیرت پر ہیں۔ اور پاک ہے وہ اللہ میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں" (پ یوسف آیۃ ۱۰۸) گویا نبیؐ کا پیرو، نبی کا وصی، وزیر اور خلیفہ اور قوت بازو بھی وہی ہوگا جو نبیؐ کی طرح بصیرت رکھتا ہو۔ عام پیرو نہیں ہو سکتا ہے۔ اس آیۂ مجیدہ سے یہ بھی ثابت ہوا آپؐ کے اجداد شرک کرنے والے نہیں تھے۔ الہٰی عہدوں نبوت، رسالت، امامت و خلافت کے انتخاب کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے بندوں کو یہ اختیار ہرگز حاصل نہیں۔ اللہ کا بنایا ہوا حق ہے اور لوگوں کا بنایا ہوا باطل ہے۔ آیۂ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ کا نزول حضرت علی علیہ السلام کی خلافت بلا فصل کے ثبوت میں بیّن دلیل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خود حضرت علی علیہ السلام کو مختلف نام اور صفات سے قرآن پاک میں پہچنوا تا رہا ہے۔ کہیں رسولؐ کی رسالت کا گواہ بنایا تو مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ فرمایا، اور اللہ کی وحدانیت کے گواہ بنے تو اُوْتُوا الْعِلْمَ فرمایا، پھر کہیں ولی کہا کہیں اُولِی الْاَمْرِ کہا، کہیں حبل اللہ، کہیں نور، کہیں جزو رسول، کہیں نفس رسول اور قوت بازو، فرمایا گیا ہے۔ ان پر ایمان لانے اور اطاعت و پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر قرآن پاک میں غور و خوض کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کے مراتب کتنے اعلیٰ و ارفع ہیں جو انسانی علم کے ادراک سے باہر ہے اللہ تعالیٰ ان کے ہر فعل کو اپنا فعل فرماتا ہے "وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ یعنی تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر جو اللہ کو منظور ہو" (پ ۲۹ الدھر آیۃ ۳۰)

اللہ تعالیٰ کے یہی مخلص اور نعمت والے بندے ہیں۔ جن کے راستے کو اللہ تعالیٰ صراط مستقیم فرماتا ہے اور اللہ کی طرف سے راہِ حق کی ہدایت کرنے والے ہیں۔ اور انہی کی اطاعت و پیروی کو اللہ تعالیٰ نے ہر ایمان لانے والے مسلمان پر واجب قرار دیا ہے جس سے انکار گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔ یہی ائمہ برحق ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصی و جانشین اور خلیفہ ہیں۔ جو قرآن کے علم کے حامل اور وارث ہیں۔ جو بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قرآن کے ذریعہ سے ڈرانے والے ہیں۔ ارشادِ رب العزت ہوتا ہے "اور یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اسکے ذریعہ تمہیں ڈراؤں

اور میرے بعد وہ ڈرائے جسکو یہ قرآن پہنچے " (پ انعام آیت ۱۹) اس آیۂ مجیدہ میں وَمَنْ بَلَغَ کی تفسیر صافی ص۱۵۰ پر بحوالہ تفسیر مجمع البیان و کافی و تفسیر عیاشی جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مَنْ بَلَغَ آلِ مُحَمَّدْ میں سے ہوتا ہے گا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قرآن کے ذریعے لوگوں کو اسی طرح ڈرائیگا۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ڈرایا کرتے تھے۔ اور احکام خدا اسی طرح پہنچاتا ہے گا جس طرح آنحضرت پہنچایا کرتے تھے لہٰذا اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ یہی رسول کریم کے وصی و جانشین اور خلیفہ ہیں اپنے زمانے کے امام برحق ہیں جو منصوص من اللہ ہیں انسان کے چنے ہوئے یا بنائے ہوئے نہیں ہیں انسان کو یہ اختیار حاصل بھی نہیں ہے۔ آئمہ علیہم السلام ہی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب ہدایت کرنے والے اور ڈرانے والے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعوت ذوالعشیرہ میں جو عہد کیا تھا اس عہد کو ایسا پورا کیا جسکی تاریخ انسانی میں مثال نہیں ملتی ہے۔ چاہے گھر ہو یا میدان جنگ ہو۔ جب آنحضرت صلعم کو ہجرت کرنے کا حکم ہوا کہ آپ مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائیں تو قریش کو اسکی خبر مل گئی یہ خبر دینے والا کوئی منافق صحابی ہی رہا ہوگا۔ تو ابوجہل نے مشورہ دیا کہ مختلف قبائل کے لوگ جمع ہوکر بیک وقت آنحضرت پر حملہ کرکے انھیں قتل کردیں تاکہ بنی ہاشم خونبہا نہ لے سکیں۔ اسی بات پر سب متفق ہوگئے۔ اور سب نے مل کر رات کو آنحضرت کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔ پروردگار کی ہدایت کے مطابق جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ پہنچی۔ آپ نے حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر لٹا دیا۔ تو حضرت علیؑ نے حضورؐ سے اتنا پوچھا کہ کیا میرے بستر پر لیٹنے سے آپکی جان بچ جائیگی تو آپ نے فرمایا ہاں بچ جائیگی آپ نے یہ نہیں پوچھا حضورؐ میرا کیا بنے گا۔ بلکہ حضرت علیؑ اپنی بڑی خوشی اور اطمینان کے ساتھ آپکے بستر پر لیٹ گئے۔ جیسے کہ کوئی خطرہ ہی نہ ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مٹھی دھول لیکر گھر سے باہر نکلے اور انکی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوتے اس طرح نکل گئے جیسے کفر سے ایمان نکل جائے۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ یہ سخت خطرے کا موقعہ تھا جناب امیرؑ کو معلوم ہوچکا تھا کہ قریش آپکے قتل کا ارادہ کرچکے ہیں۔ اور آج رسول اللہ کا بستر خواب قتل گاہ کی زمین ہے لیکن فاتح خیبر کیلئے قتل گاہ فرش گل تھا حضرت علیؑ کو بستر پر سوتا ہوا دیکھ کر دشمن رات بھر یہی سمجھتے رہے کہ رسول سو رہے ہیں۔ جب صبح

موئی دشمن دروازہ توڑ کر داخل خانہ ہوئے ۔ تو حضرت علیؑ کو سوتا ہوا پایا ۔ پوچھا محمدؐ کہاں ؟ ہیں ۔ جواب دیا جہاں ہیں خدا کی امان میں ہیں ۔ طبری میں ہے کہ علیؑ تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے ۔ اور سب گھر سے نکل بھاگے ۔ احیاء العلوم غزالیؒ میں ہے کہ حضرت علیؑ کی حفاظت کیلئے اللہ تعالےٰ نے جبرئیلؑ و میکائیلؑ کو بھیجدیا تھا ، یہ دونوں ساری رات علیؑ کی خوابگاہ کا پہرہ دیتے رہے ۔ جسکے پہریدار جبرئیل و میکائیلؑ ہوں اسکی عظمت و شرافت کا کیا کہنا ۔ حضرت علیؑ کا فرمانا ہے کہ مجھے شب ہجرت جیسی نیند آئی ساری عمر نہ آئی تھی ۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؑ کی شان میں یہ آیت نازل کی ، اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندیوں کو حاصل کرنے کیلئے اپنی جان کو بیچدیتا ہے ۔ اور خداوند تعالیٰ ایسے بندوں پر بڑا ہی شفقت کرنے والا ہے ۔ پ البقرۃ ۔ آیت ۲۰۷ اس آیۂ مجیدہ کی رو سے اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی علیؑ کے ہاتھ بیچدی اسکے عوض علیؑ کی جان خرید لی ۔ اب اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مالک حضرت علیؑ اور حضرت علیؑ کی جان کا مالک اللہ تعالیٰ ہو گیا ۔ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی دیکر حضرت علیؑ سے اپنی شفقت کا اظہار کرتا ہے ۔ اب جسکے دل میں علیؑ سے بغض و عناد رہا ہوگا وہ اللہ اور رسول کا دوست نہیں ہو سکتا ۔ چاہے وہ جتنے ہی نیک اعمال بجالائے ۔ جس طرح ابلیس کو اپنی ہزار ہا سال کی عبادت سے کچھ فایدہ نہیں پہنچا ۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی کا مالک بنا دیا ۔ اب جو حضرت علیؑ سے بغض و عناد رکھے اُسکا کیا حشر ہوگا ۔ لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ علیؑ کا دشمن خدا کا دشمن ہے علیؑ مرضی معبود کے مالک ہیں علیؑ سے کہنا سننا ویسے ہی ہوا جیسے اللہ تعالیٰ سے کہنا سننا ہوا ۔ لہٰذا یہ شرک نہیں ہے ۔ حضرت علیؑ کو اللہ کی مرضی کا مالک نہ سمجھنا شرک ہے کیونکہ جسکے کہنے پر اس نے انکار کیا ، تو اس نے اسکو اللہ کا شریک ٹھہرا لیا اور اللہ کے حکم سے انکار کر دیا ۔ اور غیر اللہ کی بات مان لی ۔ گویا اس نے اللہ کا شریک اسکو ٹھہرا لیا ۔ اس لئے اُس نے شرک کیا ۔ اللہ تعالیٰ تو مالک ہی ہے مالک نے اپنی مرضی دیکر علیؑ کی جان لے لی ۔ تو اللہ کے مخلص بندے نے بھی یہ سودا قبول کر لیا ۔ اس لئے حضرت علیؑ نے جان کو اسکے مالک یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی راہ میں صرف کیا ۔ اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کی راہ میں ایسا جہاد کیا جیسا جہاد کرنے کا حق تھا جس سے اللہ تعالےٰ اور نبیؐ دونوں راضی ہو گئے جہاد میں جہاں صحابہ کرام کے قدم اکھڑ جاتے تھے وہاں آپؑ پامردی اور جواں مردی سے جنگ کرتے تھے کہ شکست کو فتح میں بدل دیتے تھے ۔ چاہے جنگِ بدر ہو چاہے جنگ اُحد ہو چاہے جنگ خندق ہو ، یا خیبر کی جنگ ہو ۔ کہ ہاتف غیبی نے تحسین و آفرین کہہ دیا ۔ جنگ اُحد میں آپؑ نے ایسی

بے جگری سے تنہا جنگ لڑی، جب سب صحابہ ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے۔

شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوتِ پروردگار
لَا فَتٰی اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالفِقَار

نہ علیؑ جیسا کوئی مرد ہے اور نہ ذوالفقار جیسی کوئی تلوار۔ اور یہ حقیقت کیوں نہ ہو جبکہ ان دونوں کا مالک اللہ تعالیٰ خود ہو حضرت علیؑ نے اپنے نبیؐ کی نصرت اس دنیا میں ظاہر ظہور میں کی۔ اور انبیاء ماسبق کی نصرت غیب میں رہ کر کی۔ قرآن پر ایمان ہے تو مانو! ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی دلیلوں کے ساتھ بھیجا ہے اور ہم نے انکے ساتھ ہی کتاب اور میزان نازل کی۔ تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔ اور ہم نے لوہا اتارا کہ اس میں سخت خوف ہے۔ اور لوگوں کیلئے فائدے بھی۔ اور تاکہ اللہ تعالیٰ ظاہر کردے کہ کون اسکی اور اسکے رسولوں کی بغیر دیکھے مدد کرتا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ طاقت والا زبردست ہے"۔ (پ۲۷ الحدید آیت ۲۵) ترجمہ سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ المیزان سے مراد امام ہیں جو نبیؐ کے بعد ڈرانے والے اور ہدایت کرنے والے ہیں۔ انزلنا الحدید: علامہ ابن شہر آشوب فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء میں سے سب کے سب نے یہ روایت کی ہے کہ اس آیت سے مراد ذوالفقار ہے جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے جناب رسول خدا پر نازل فرمائی اور آنحضرت نے جناب علیؑ مرتضیٰ کو عطا فرمائی۔

اِس آیۂ مجیدہ سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ (۱) عدل پر قائم رہنے کا حکم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور عدل پر وہی قائم رہے گا۔ جو شخص قرآن میں جو بھی احکام اللہ تعالیٰ کے ہیں ان پر چلے گا اور امام کی اطاعت و پیروی کریگا کیونکہ امامت ہی کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جانچنے کی میزان بنایا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے اپنے امام کے پیچھے بلایا جائیگا۔ عدل پر قائم وہی ہوگا جسکا تمسک قرآن اور اہلبیتؑ رسولؐ یعنی آئمہ برحق سے ہوگا۔ اور آنحضرتؐ کی مشہور حدیث ہے کہ میں تم میں دو گرانبہا چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک قرآن اور دوسرے میرے اہلبیتؑ جو ان دونوں سے تمسک رکھے گا وہی فلاح پانے والوں میں سے ہوگا۔ (۲) اس آیت میں عام لوہا جو زمین میں خلق کیا ہے اس زمینی لوہے کا ذکر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے یہ لوہا نازل فرمایا ہے اور نازل ہونے والے لوہے کی صفت بھی بیان کی ہے کہ اس میں سخت

خوف ہے اور لوگوں کیلئے فایدے مند بھی ہے اور آسمان سے جو لوہا نازل ہوا ہے وہ ہے ذوالفقار حیدری۔ اس ذوالفقار حیدری کی وجہ سے دشمنان اسلام ختم ہوئے اور دین کو غلبہ حاصل ہوا۔

جہاں میں پہنچ گا نہ شور ہے اللہ اکبر کا
یہ ڈنکا بج رہا ہے زورِ بازوے پیمبر کا

(۳) اللہ تعالیٰ نے ذوالفقار کو نازل کر کے پہنچوا دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی اور نبیوں کی غیب میں رہ کر مدد کرنے والے حضرت علیؑ ہی تھے۔ یہ بات انسان کے علم کے ادراک سے باہر ہے جس کو غیب پر ایمان ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قادر سمجھتا ہے تو وہ اس آیت پر ایمان لائیگا۔ ورنہ وہ اس آیت پر کبھی ایمان نہیں لائیگا۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ جسکو جس مقصد کیلئے چاہے خلق کرے اور اس سے جسطرح اور جس شکل میں چاہیے کام لے۔ اللہ تعالیٰ نے مشکلکشائی کیلئے حضرت علیؑ ہی کو خلق کیا ہے تو انہوں نے انبیائے ماسبق کی غیبت میں رہ کر نصرت کی اور آنحضرتؐ کی ظاہر ظہور میں نصرت کی۔ حضرت علیؑ غیب میں رہ کر بھی مشکل کو حل کرنے والے ہیں اسلئے انکو مشکل کشا کہنا یا علی مدد کہنا شرک نہیں ہے جنکو اللہ تعالیٰ نے مشکلکشا بنایا ہے ان سے مدد مانگنا جائز ہے۔ ہاں اگر ہم خود بنائیں اور اسکو مشکل کشا مانیں اور اسکو پکاریں تو بالکل شرک ہے۔ اور ہمارے بنائے ہوئے مشکل کشا نہیں ہو سکتے کیونکہ انسان میں مشکلکشا بنانے کی طاقت نہیں ہے۔ اسلئے انسان کا بنایا ہوا مشکلکشا نہیں ہو سکتا ہے۔ (۴) پھر اللہ تعالیٰ تو انکو ہمارے اعمال کا شاہد بھی اپنے اور رسولؐ کے ساتھ فرماتا ہے۔ اے رسولؐ ان سے کہہ دو تم عمل کئے جاؤ تمہارے اعمال کا شاہد اللہ ہے اور رسولؐ ہے۔ اور مومنین یعنی آئمہ برحق ہیں۔ اور یہی تین اللہ تعالیٰ۔ محمدؐ۔ علیؑ ہمارے ولی ہیں۔ اور بحکم خداوند عالم وہ اعمال کے شاہد ہیں۔ یعنی موجود ہیں۔ تو جس ولی کو مدد کرنے کیلئے اللہ نے خلق کیا ہے اسی کو مدد کیلئے پکاریں گے۔ تو یہ شرک کیسے ہوا بلکہ ان کو چھوڑ دینا اللہ تعالیٰ کی کھلی نافرمانی ہے۔ سورہ الحمد میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "یا اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ مدد صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنی جائز ہے۔ اور حقیقی مددگار تو پروردگار عالم ہی ہے یا

وہ ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے لوگوں اور نبیوں کی مدد کیلئے خلق کیا ہے۔ اور انکو ہمارا ولی اور سرپرست بنایا ہے جو غیب میں رہ کر بھی مدد کرنے والے ہیں۔ اسلئے انکو مدد کیلئے پکارنا جائز ہے۔ شرک نہیں ہے۔ جنکو اللہ تعالیٰ نے ولی و سرپرست بنایا انکے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "جیسے ہم دنیا میں تمہارے ولی و سرپرست ہیں ویسے عقبہ میں بھی ہونگے۔

بہر حال جن لوگوں کا غیب پر ایمان ہے وہ اللہ کی غیب کی باتوں پر ایمان لائینگے ورنہ وہ ہرگز غیب پر ایمان نہیں لائینگے۔ اور اللہ کی آیتوں کا انکار کرینگے۔ کیونکہ غیب کی باتیں انسانی عقل و فہم کے احاطہ سے باہر ہیں اور عقل صرف عین الیقین پر ایمان لا سکتی ہے۔ اور دیکھ کر جب کوئی ایمان لائیگا تو اس وقت ایمان لانے کا کچھ فائدہ نہ پہنچے گا۔ جب تک کہ قرآن پاک کی آیتوں میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے غیب کی باتوں کے بارے میں فرمایا ہے اس پر ایمان نہیں لاتا۔ اور یقین نہیں رکھتا قرآن کو صرف کتاب خدا مان لینا ہی کافی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرآن پاک میں محکم اور واضح احکام ہیں انکی کھل کر خلاف ورزی ہمیشہ سے کی جاتی رہی ہے اور آج بھی ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو باہمی مواخات بھائی چارگی ایمان لانے والوں میں قائم کر دی تھی۔ پہلے مسلمان اسکو ختم کرکے فرقوں میں بٹا۔ اور اب لسانیت، صوبائیت اور مختلف قومیت میں تقسیم ہو گیا ہے یہ سب باتیں بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کی کھلی نافرمانی ہیں۔ ارشاد رب العزت ہوتا ہے: "ماسوا اسکے نہیں کہ مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں پس تم اپنے دونوں بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔" (پ۲۶ الحجرات آیت۱۰)

اس آیت کی رو سے مؤمن بھائی بھائی ہیں جب انمیں سے کسی ایک پر کوئی بلا وارد ہوتی ہے۔ تو دوسروں کو بھی اس بلا کو اپنے ہی اوپر خیال کرنا چاہیئے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ ایک بھائی دوسرے بھائی کیلئے بلا بن کر نازل ہوتا ہے۔ جو تباہی و بربادی کا پیش خیمہ بنتا ہے۔

تاریخ خمیس اور ریاض النضرۃ میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نے حضرت ابو بکرؓ کو حضرت عمرؓ کا، طلحہ کو زبیر کا عثمانؓ کو عبد الرحمٰن کا، حضرت حمزہؓ کو ابن حارثہؓ کا اور حضرت علیؑ کو خود اپنا بھائی بنایا تھا۔ علامہ شبلی کا کہنا ہے کہ آنحضرت نے یہ اتحاد مذاق طبعت اور فطرت کے لحاظ سے ایک دوسرے کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا تھا

چونکہ ایک معصوم کا اور غیر معصوم کا اتحاد نہیں ہوسکتا ہے البتہ نبی اور امام معصوم ہوتے ہیں۔ اسلئے انکی طبیعت، خلقت اور فطرت ایک جیسی ہوتی ہے۔ اسلئے آنحضرت صلی اللہ و آلہ وسلم نے ہر دفعہ حضرت علیؑ کو اپنا بھائی منتخب فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علیؑ سے فرمایا کرتے تھے۔ "اَنْتَ اَخِی فِی الدُّنیا وَالآخِرَۃِ یا علیؑ" تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ اور آیہ مباہلہ میں تو نفس رسولؐ فرمایا ہے۔ دونوں ایک نور کے جزو ہیں۔ اور آیہ تطہیر کے بموجب خلقت میں ایک جیسے بھی، پاک و پاکیزہ ہیں اور ہم جنس ہونے کی وجہ سے حضرت علیؑ اور آئمہ بھی درود وسلام میں شامل ہیں۔ ایک جیسی بصیرت کے حامل ہیں۔ اور دونوں ہمارے اعمال کے گواہ ہیں اور رازداں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں۔ انکو اللہ ہی نے نبوت اور امامت عطا فرمائی ہے جن کا انتخاب اللہ تعالیٰ خود کرتا ہے، یہ اختیار بندوں کو نہیں ہے۔ ارشاد رب العزت ہوتا ہے "اور تیرا پروردگار جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ ان بندوں کو انتخاب کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک اور برتر ہے۔ اس چیز سے کہ وہ شریک ٹھہراتے ہیں، اور تمہارا پروردگار جانتا ہے جو کچھ ان کے سینے چھپاتے ہیں۔ اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں" (پ۲۰ القصص آیت ۶۸،۶۹)۔ تفسیر صافی ص ۳۸۱ پر بحوالہ تفسیر قمی لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی امام مقرر کرتا ہے۔ اور لوگوں کا اختیار نہیں ہے کہ وہ امام مقرر کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں پر سلام ہے۔ ارشاد رب العزت ہوتا ہے۔ "کیونکہ ہر قسم کی حمد اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ اور سلام اس کے ان بندوں پر ہے جنہیں اس نے اصطفیٰ کیا۔ کیا اللہ تعالیٰ بہتر ہے یا وہ جنہیں وہ شریک بناتے ہیں" (پ۱۹ النمل آیت ۵۹) جنکو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے چنا ہے وہ محمدؐ و آل محمد علیہم السلام ہیں اور انہی پر درود وسلام ہے اسی لئے اللہ کے منتخب بندوں کے نام کے ساتھ علیہ السلام کہنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اب جو ایمان لانے والے انکی عظمت و بزرگی کو دل سے تسلیم کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب ان پر تہہ دل سے درود وسلام بھیجتے ہیں۔ وہ انبیا علیہم السلام اور آئمہ علیہم السلام کہتے۔ اور جنکے دل میں حسد اور بغض و عناد ہے۔ وہ آئمہ علیہم السلام نہیں کہتے ہیں انہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ جو انکے سینے چھپاتے ہیں۔ اور جو کچھ وہ

ظاہر کرتے ہیں وہ اللہ جانتا ہے۔ جنکو اللہ نے نبی یا امام بنایا ان کو چھوڑ کر دوسرے نبی یا امام بنا لینا بھی شرک ہے کیونکہ اللہ کے ساتھ وہ لوگ بھی شریک ہو گئے۔ قرآن کی رو سے یہ وہ لوگ تھے جو امامت و ولایت اور خلافت حضرت علیؑ کے منکر تھے۔ وہ لوگ دل سے درود و سلام نہیں بھیجتے تھے۔ اور نہ انکے پیروکار درود و سلام محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام پر تہ دل سے بھیجتے ہیں اللہ تعالیٰ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اوصیاء حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک خود بنا کر بھیجے ہیں۔ اور پھر انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ اسکا اعلان کرایا ہے اور وہی انبیاء کے وصی و جانشین اور خلیفہ ہوتے ہیں۔ جو نبی کے سب سے بہتر پیروکار ہوتے ہیں۔ ارشاد ربّ العزت ہوتا ہے "اللہ تعالیٰ کے قاعدے کے مطابق جو پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے قاعدے میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے" (پ۲۶ الفتح آیت ۲۳) اللہ کی جو بھی سنت رہی ہے اسمیں تبدیلی نہیں ہوتی۔ سُنَّةَ اللّٰهِ: تفسیر صافی ص۴۷۰ پر ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو امتیں گذر چکی ہیں انہیں اللہ نے یہ قاعدہ مقرر کر دیا تھا کہ اسکے انبیاء غالب رہیں گے جیسا کہ دوسری جگہ فرماتا ہے: کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے۔

مورخین کا اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ۱۸ ذی الحجۃ کو بمقام غدیر خم اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت علیؑ کے جانشین ہونے کا اعلان فرمایا بموجب ارشاد ربّ العزت کے: اے رسول! جو کچھ تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا۔ اسے پہنچا دے۔ اور اگر تم نے نہ کیا پس تو نے اسکی رسالت کو نہ پہنچایا۔ اور اللہ تعالیٰ تمہیں لوگوں کے شر سے بچائیگا یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کی رہبری نہیں کرتا" (پ۶ مائدہ آیت ۶۷)۔ یاایھا الرسول بلغ: تفسیر صافی ص۱۳۹ پر بحوالہ کافی جناب امام محمد باقر علیہ السلام ایک حدیث کے ضمن میں منقول ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کے اعلان کا حکم جمعہ کے دن عرفہ میں آیا تھا آیۂ ولایت اسی دن نازل ہوئی تھی۔ اور دین کی تکمیل بھی علیؑ علیہ السلام کے اعلانِ ولایت پر ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ میری امت ابھی ابھی کفر سے اسلام میں داخل ہوئی ہے اگر میں اپنے ابن عم کے بارے میں یہ اطلاع کر دونگا تو کوئی کچھ کہیگا۔ اور کوئی کچھ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ بات میں نے زبان سے کسی سے نہیں کہی تھی۔ صرف

میرے دل میں ہی ایسا خیال گذرا تھا۔ کہ خدا کا دوسرا حکم پہنچا۔ جس میں مجھے عذاب سے ڈرایا گیا تھا۔ اگر میں نے حکم نہ پہنچایا۔ چنانچہ یہ آیت پوری کی پوری نازل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور فرمایا اے لوگو! جو نبی مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں۔ انمیں سے ہر ایک کا خدا نے وقت معین کر دیا تھا جب انکو بلایا چلے گئے۔ اب قریب ہے کہ میں بھی بلایا جاؤں اور چلا جاؤں۔ مجھسے بھی سوال کیا جائیگا اور تم سے بھی۔ اسوقت تم کیا کہوگے۔ سب نے عرض کی کہ ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے خدا کے سب احکام پہنچائے ہماری خیر خواہی کی۔ جو کچھ آپ کے ذمہ تھا اسے آپ نے ادا کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں اور رسولوں سے افضل جزا آپکو دے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر تین دفعہ فرمایا: اللھم اشھد۔ پھر ارشاد ہوا۔ کہ اے گروہ مسلمین یہ علیؑ میرے بعد تم سب کا ولی ہے۔ تم میں سے جو حاضر ہیں وہ غائب کو یہ خبر پہنچا دیں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ چونکہ جناب رسول خدا صلعم خلق خدا پر خدا کے علم اور اسکے اس دین کے امین تھے جو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا تھا۔ امانت کا حق ادا کر گئے۔ نیز انہی حضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ خدا نے اپنے رسول کو ولایت علیؑ کا حکم دیا۔ اور ان پر آیۂ انما ولیکم اللہ۔۔۔۔۔ الخ نازل فرمائی اور پھر اولی الامر بنا کر انکی اطاعت کو واجب کیا۔ مگر لوگ نہیں سمجھتے تھے کہ وہ کیا چیز ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ ولایت کی تفسیر ان کیلئے ایسی ہی کر دیں جیسی کہ نماز روزہ حج، زکوٰۃ کی تفسیر کی تھی جب خدا کا یہ حکم پہنچا تو آنحضرت صلعم کو کسی قدر تردد ہوا۔ ڈر یہ تھا کہ لوگ مرتد نہ ہو جائیں۔ اور میری تکذیب نہ کریں۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا ادھر سے وحی نازل ہوئی۔ یا ایھا الرسول بلغ۔۔۔۔ الخ حضرت نے خدا کے حکم کی تعمیل کی۔ یوم غدیر خم الصلوٰۃ جامعۃ پکارے جانے کا حکم دیا اور علیؑ کو مولا مقرر فرما دیا۔ اور لوگوں کو یہ حکم دیدیا کہ جو حاضر ہے وہ غائب کو اس امر کی خبر کر دے۔ اللہ تعالیٰ جس حکم کی تکمیل اس آیت میں کروانا چاہتا ہے وہ حکم اللہ تعالیٰ آنحضرت صلعم کو پہلے ہی دے چکا تھا۔ جیسا کہ اس آیت سے بالکل واضح ہے۔ وہ کب دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے "فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ" پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو کچھ کی وحی کی (پ ۲۷ النجم)

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج میں جو حکم فرمایا تھا۔ یہ وحی بے واسطہ تھی کہ اللہ تعالےٰ اور انکے حبیب کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا۔ اور یہ خدا و رسولؐ کے درمیان اسرار ہیں جن پر انکے سوا کسی کو اطلاع نہیں۔ اسکو یا اللہ تعالیٰ جانتا تھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جانتے تھے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَآاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآاُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ اے رسول پہنچا دو جو کچھ تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا۔ یہی وہ حکم ہے جو اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب کو معراج میں بلا کر دیا تھا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس حکم کی کتنی اہمیت ہوگی۔ تب ہی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے رسولؐ پہنچا دو میرا وہ حکم جو میں نے تم کو دیا تھا اور اگر میرا وہ حکم نہیں پہنچایا تو گویا کارِ رسالت ہی انجام نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بموجب اگر وہ حکم رسولؐ نہ پہنچائیں تو تمام رسولؐ کی محنت جو کارِ رسالت کیلئے انجام دیں وہ سب بے کار و اکارت ہو جائینگی۔ تو ایمان لانے والوں کا ایمان لانا بیکار اور جو نیک اعمال کئے ہیں وہ اکارت جائینگے اگر اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر ایمان نہ لائے اور اسکے ماننے سے انکار کر دے۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خم غدیر کے مقام پر لاکھوں حاجیوں کے درمیان اللہ کے اس حکم کا اعلان کر دیا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ یعنی جسکا میں مولا ہوں اسکے علیؑ بھی مولا ہیں" خدایا علی جدھر مڑیں حق کو اسی طرف موڑ دینا" پھر علیؑ کے سر پر سیاہ عمامہ باندھا۔ تو لوگوں نے مبارکبادیاں دیں۔ سب مومن آپکی جانشینی سے مسرور و خوش ہوئے اور منافقین جل بھن گئے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ کے حکم کی تکمیل کر دی تو اللہ تعالیٰ بھی راضی اور خوش ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے بھی جبرئیل کو بھیجکر اکمال دین اور اتمام نعمت اور اس دینِ اسلام سے راضی ہونے کا مژدہ سنایا" ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے"۔ وہ لوگ جو کافر ہوئے آج کے دن تمہارے دین سے نا امید ہو گئے پس تم ان سے نہ ڈرو مجھ سے ہی ڈرو۔ میں نے آج کے دن تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔" (پ ۶ مایدہ آیت ۳)

مذکورہ بالا آیاتِ کے ترجمہ اور تفسیر سے ذیل کے نتائج اخذ ہوتے ہیں:۔ ۱) یَآاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ ۔۔۔ الخ کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ جس حکم کی تبلیغ کرنے کو فرما رہا ہے۔ وہ حکم اللہ تعالیٰ معراج میں آنحضرت کو دے چکا تھا۔ اس حکم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم بلا واسطہ دینے کیلئے معراج پر بلایا تھا ویسے تو اللہ طرح طرح سے پہنچوا تا ہی رہا تھا اور ہم بھی انہیں قرآنی آیات سے حضرت علیؑ کی امامت ولایت و خلافت کو ثابت کرتے چلے آئے ہیں اور اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس حکم کے اعلان کو اتنی اہمیت دی ہے کہ اپنے حبیب کو فرما رہا ہے کہ اے رسولؐ اگر میرے اس حکم کا اعلان نہیں کیا تو گویا کوئی کارِ رسالت ہی انجام

نہیں دیا۔ تو اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کیلئے قرآن پاک کی اس آیۂ مجیدہ پر غور و خوض کرنا کتنا ضروری ہے کہ اللہ اور رسولؐ پر ایمان لاتے ہوتے، اور مسلمان ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر ایمان نہیں لاتے ہیں تو جب اس حکم کو پہنچائے بغیر رسولؐ کی رسالت بیکار تو اس حکم پر ایمان لائے بغیر ہمارا ایمان لانا بھی بیکار اور ہمارے تمام اعمال اکارت جائینگے۔ اور اسکی مُنہ بولتی مثال ابلیسؑ کی موجود ہے جو لوگ سُن کر اَن سُن بن جاتے ہیں انکے بارے میں ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اور جس روز ہم ہر اُمت میں سے ایک ایسے گروہ کو محشور کرینگے جو ہماری نشانیوں کو جھٹلاتا ہے پھر وہ ترتیب دیے جائینگے یہانتک کہ جب وہ آئینگے اللہ تعالیٰ فرمائیگا۔ کیا تم نے میری آئیتوں کو جھٹلایا حالانکہ تم نے علم سے انکا احاطہ کیا تھا۔ یہ تم کیا کرتے تھے" (پ۲۰ النمل آیۃ ۸۳،۸۴) اس آیت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ایک گروہ اس اُمت میں پہلے بھی تھا جو اللہ کی نشانیوں کو جھٹلاتا تھا جو منافقوں کا تھا، اللہ کے رسولؐ منافقوں کی نافرمانیوں سے کڑھتے تھے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "یقیناً تو مردوں کو نہیں سُناتا اور نہ تو اپنی پکار بہروں کو سُناتا ہے جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر واپس لوٹ جائیں۔ اور نہ تو دل کے اندھوں کو انکی گمراہی سے نکالکر راہ دکھلانے والا ہے، تو نہیں سُناتا مگر اس شخص کو جو ہماری آئیتوں پر ایمان لاتا ہے پس وہی فرمانبردار ہیں" (پ۲۰ نمل آیۃ ۸۰،۸۱) ۔ اس آیۂ مجیدہ میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی مثال مُردوں سے دی ہے، اور بہروں سے دی ہے کہ انکو سُنانا اور نہ سُنانا برابر ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی آئیتوں پر ایمان ہی نہیں لاتے ہیں، اور دل کے اندھے ہیں۔ جو اللہ کے راستے پر نہیں آسکتے ہیں جو ہماری آئیتوں پر ایمان لاتے ہیں وہی فرمانبردار ہیں۔ تعلیم یافتہ مسلمانوں کو مُلّاؤں کی اندھی تقلید سے نکل کر غور و فکر کرنا چاہیئے اور اپنے علم اور عقل سے اپنے ایمان کی جانچ پڑتال کرنی چاہیئے۔ کہ مسلمان ہو کر کہیں اللہ کے ایسے حکم سے تو انکار نہیں کر رہا ہے کہ جس حکم کے پہچائے بغیر نہ کارِ رسالت مکمل نہ ہی دین مکمل ہے پھر اس حکم پر ایمان لائے بغیر مسلمانوں کا ایمان کہاں سے مکمل ہو جائیگا۔ اس کا مطلب واضح ہے کہ اس حکم کے آنے کے بعد صرف اللہ کی وحدانیت اور رسولؐ کی رسالت کا اقرار ایمان لانے کیلئے کافی نہیں تب ہی تو اللہ تعالیٰ اتنی سختی سے اس حکم کی تبلیغ کرنے کی تاکید کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جو ایمان لاچکے ہیں ان سے کیوں فرماتا ہے کہ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ" ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے، "اے وہ لوگو! جو ایمان لاتے ہو تم سب اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے" (پ۲ البقرۃ آیۃ ۲۰۸) جس حکم کو پہنچانے کے بعد کارِ رسالت مکمل ہوا۔ اور دین مکمل ہوا اس سے یہ ثابت ہوا کہ امامت پر ایمان لا کر ہی پورے پورے اسلام میں داخل ہو سکتے ہیں۔

(٢) جس طرح مباہلہ میں دکھلا کر اہلبیتؑ رسولؐ کو پہچنوا دیا گیا تھا۔ اسی طرح سے اپنے وصی اور جانشین کو دکھلا کر اعلان کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لاکھوں حاجیوں کے مجمع میں خمِ غدیر کے مقام پر اعلان کیا کہ من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ جیسے میں تمہارا مولا ہوں ویسے علیؑ بھی تمہارے مولا ہیں۔ اگر خدانخواستہ یہ اعلان ہوتا کہ علیؑ میرے خلیفہ ہیں۔ تو دوسرے بھی کچھ خلیفہ بننے کی گنجائش نکال لیتے۔ لیکن یہ کہکر کہ جیسے میں تمہارا مولا ہوں ویسے علیؑ بھی تمہارے مولا ہیں دوسروں کیلئے خلیفہ بننے کا دروازہ بند کر دیا۔ کیونکہ اب کوئی دوسرا یہ نہیں کہہ سکتا کہ جیسے رسولؐ مولا ہیں ویسے میں بھی مولا ہوں، رسولؐ کا سب کو تابع فرمان رہنا ضروری تھا اسی طرح سب کو علیؑ کے تابع فرمان رہنا ضروری ہو گیا اب انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی نبیؐ کے بعد علیؑ کی اطاعت سب مسلمانوں پر واجب ہوئی۔ وہی تو نبیؐ کے وصی و جانشین اور خلیفہ ہوتے، اور مؤمنوں کے مولا ہوتے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جو معنی مولا کے بیان فرمائے ہیں وہی معنی مولا کے ہر ایمان لانے والے کو بھی ماننا اور تسلیم کرنا چاہیے۔ اور اس سے انکار کا بہانہ نہیں بنانا چاہیے۔ ارشاد ربّ العزت ہوتا ہے: "یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا سرپرست ہے جو ایمان لا چکے اور یہ کہ کافروں کیلئے کوئی سرپرست نہیں"۔ (پ۲۶ محمدؐ آیت ۱۱) اللہ تعالیٰ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے، ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ "۔ پھر وہ اپنے سچے مولا اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جائینگے"۔ (پ انعام آیت ۶۲) ان آیات سے یہ ثابت ہوا کہ جس معنی میں اللہ تعالیٰ تمام انبیاؑ اور انکے اوصیاؑ اور ایمان لانے والوں کا مولا ہے اسی طرح، رسولؐ بھی مولا ہیں آئمہ اور ایمان لانے والوں کے اور اسی طرح آئمہ بھی مولا ہیں تمام ایمان لانے والوں کے۔ آیۂ انما ولیکم اللہ ۔۔۔۔ الخ اللہ، رسولؐ اور آئمہ تینوں وَلی ہیں لفظِ مولا اور وَلی ہم معنی و ہم مطلب ہیں۔ ایمان لانے والوں کیلئے حضرت علیؑ کو اپنا وَلی اور مولا ماننا واجب ہے۔ انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

حارث بن نعمان نے خود اللہ تعالیٰ سے عذاب مانگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اس پر عذاب نازل کر دیا۔ اور وہ واصلِ جہنم ہو گیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیرِ خم پر حضرت علیؑ کی ولایت کا اعلان کیا اور یہ خبر اطرافِ بلاد میں پھیلی تو حارث بن نعمان فہری مدینہ آیا اور حضرت رسولِ خدا سے کہنے لگا اے محمدؐ آپ نے توحید کو کہا ہم نے مان لیا۔ نماز کو کہا ہم نے پڑھی۔ اور زکوٰۃ کو کہا ہم نے دی روزہ رکھا۔ حج کو کہا ہم نے کیا۔ اس پر بھی آپ کو چین نہیں آیا اب آپ نے اپنے ابن عم کو ہم پر حاکم بنا دیا ہے۔ یہ آپ نے اپنی طرف سے کیا ہے یا بحکم خدا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا خدا کے حکم سے کیا ہے۔ یہ سُن کر وہ یہ کہتا ہوا چلا۔ خداوندِ عالم اگر یہ سچ کہتے ہیں تو

آسمان سے ایک پتھر گرا یا کوئی عذاب نازل کر۔ ابھی وہ اپنی سواری تک نہ پہنچا تھا کہ ایک پتھر اسکے سر پر گرا اور اسکے پاخانہ کے مقام سے نکل گیا، ارشادِ ربّ العزّت ہوتا ہے۔ " ایک مانگنے والا وہ عذاب مانگتا ہے۔ جو کافروں پر ہونے والا ہے۔ اسکا کوئی ٹالنے والا نہیں وہ ہوگا اللہ کی طرف سے جو بلندیوں کا مالک ہے " (پ ۲۹ معارج آیۃ ۱-۳) ۔ یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ہے شانِ نزول: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اہلِ مکّہ کو عذابِ الٰہی کا خوف دلایا۔ تو وہ آپس میں کہنے لگے کہ اس عذاب کے مستحق کون لوگ ہیں اور یہ کن پر آئیگا۔ سیّدِ عالم محمّد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھو۔ تو انہوں نے حضور سیّدِ عالم محمّد مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ اور حضور سے سوال کرنے والا نضر بن حارث تھا۔ اس نے دعا کی تھی کہ یا ربّ اگر یہ قرآن حق ہو اور تیرا کلام ہو تو ہمارے اوپر آسمان سے پتھر برسا یا دردناک عذاب بھیج (ان آیتوں میں ارشاد فرمایا گیا کہ کافر طلب کریں یا نہ کریں۔ عذاب جو ان کیلئے مقدر ہے ضرور آنا ہے اسے کوئی ٹال نہیں سکتا)

مولانا صاحب کی تفسیر اور قرآن پاک کی آیہ مجیبہ سے یہ ظاہر ہے کہ عذاب مانگنے والا ایمان لانے والوں میں سے تھا نہ کافروں میں سے تھا تب ہی تو وہ لوگ عذاب کے بارے میں حضور سے پوچھنے آتے بقول مولانا صاحب کے۔ اگر کافر ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ سے وہ کیوں دعا مانگتا کافر تو اللہ کا قائل نہیں۔ لہٰذا وہ سائل جس نے عذاب مانگا وہ ایمان لانے والوں میں سے تھا۔ اور منافق تھا۔ جو حضرت علیؑ کی امامت اور ولایت کا منکر تھا چونکہ اُسنے خود اپنے لئے عذاب مانگا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس پر عذاب نازل کر دیا اپنے نبیؐ کو سچّا اور حضرت علیؑ کے مولا ہونے کی تصدیق کر دی لیکن پھر بھی منافقین ایمان نہیں لائے۔ البتہ حارث بن نعمان کی طرح حماقت نہیں کی۔ اگر یہ بدبخت عذاب نہ مانگتا۔ تو اس پر بھی عذاب نہ ہوتا جیسے دوسرے منافقین بچے رہے ویسے یہ بھی بچا رہتا لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے کہ باطل کو عذاب میں مبتلا کر کے حق کو ظاہر کرے۔ تا کہ دوسرے سدھر جائیں۔ پھر بھی لوگ پورے پورے اسلام میں داخل نہیں ہوئے۔ اور نہ انکو سدھرنا تھا اور نہ ہی وہ سدھرے

(۳) آیۂ بلغ اور آیۂ اکملتُ سے ظاہر ہوتا ہے دینِ اسلام ابھی کامل نہیں ہوا تھا۔ نہ لوگوں کا ایمان مکمل ہوا تھا اور نہ ہی کارِ رسالت ہی کی تکمیل ہوئی تھی لیکن جب آنحضرت نے آیۂ بلغ میں میں اللہ کے اس حکم کی تبلیغ کر دی اور حضرت علیؑ کو اپنا وصی و جانشین اور خلیفہ مقرر کر دیا یہ فرما کر جس کا میں مولا ہوں اسکے علیؑ بھی مولا ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب ایمان لانے والوں سے یہ عہد لیا گیا اور سب نے اقرار کیا لیکن کچھ نے دل سے اقرار کیا اور کچھ لوگوں نے زبان سے اقرار کیا۔ جن لوگوں نے دل سے رسولؐ اور علیؑ کو مولا مانا وہ اس عہد پر قائم رہے اور جن لوگوں نے زبان سے اقرار کیا تھا وہ بعد میں اپنے عہد سے پھر گئے۔ اور بعد میں رسول اللہؐ اور علیؑ کو نہ صرف مولا ماننے سے

انکار کیا بلکہ انکو مولا کہنا ہی شرک ہے کا جھوٹا فتویٰ درباری مُلّانے دیدیا۔ اور آج بھی اسی کی تبلیغ ہورہی ہے۔ بہر حال جو لوگ اپنے عہد سے پھر گئے انکے بارے میں ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے، "اور تم یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو جو تم پر ہوتی ہے اور اس عہد کو بھی جو اس نے تم سے پکّا کرلیا ہے (وہ وقت یاد کرو) جبکہ تم نے کہا تھا ہم نے سُنا اور ہم نے اطاعت کی اور خدا سے ڈرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو کچھ سینوں کے اندر ہے اسے خوب جاننے والا ہے"۔ (پ ۶ مایدہ آیت) یہ ترجمہ سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔

وَ اثَقَکُم بِہٖ ۔ تفسیر صافی ص۱۳۱ پر بحوالہ تفسیر مجمع البیان حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اس آیۂ مجیدہ میں میثاق سے مراد وہ سب کچھ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر حرام چیزوں کے حرام کرنے کے بارے میں، طہارت کی کیفیت اور ولایت کی فرضیت کے متعلق اور دیگر احکام کھول کھول کر بیان فرماتے تھے۔

سمعنا و اطعنا ۔ تفسیر صافی ص۱۳۱ بحوالہ تفسیر قمی لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنسے ولایت کا اقرار لیا۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے سُنا اور ہم نے اطاعت کی، پھر بعد میں یہ عہد توڑ دیا پس یہ آیت ان عہد توڑنے والوں کے بارے میں نازل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے اللہ جانتا تھا کہ لوگ اپنے عہد کو توڑ دیں گے "اور یاد کرو، احسان اللہ کا اپنے اُوپر۔ اور عہد اس کا جو تم سے ٹھہرایا جب تم نے کہا کہ، ہم نے سُنا اور مانا، اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ اللہ جانتا جیون کی بات"۔ (پ ۶ مایدہ آیت) یہ ترجمہ شاہ عبدالقادر محدّث دہلوی کا ہے۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اہلِ کتاب کو یاد دلایا کرتا ہے کہ میرے عہد پر قائم رہو۔ اسی طرح ہم کو تقیّد فرمایا کہ عہد یاد رکھو۔ وہ عہد یہ ہے کہ جب لوگ مسلمان ہوتے تو حضرت سے بیعت کرتے یعنی ہاتھ پکڑ کر قول دیتے ــ بہت چیزیں کرنے کا جیسے پانچ نمازیں۔ اور روزہ رمضان اور زکواۃ اور حج اور خیر خواہی ہر مسلمان کی اور بہت چیزیں چھوڑنے پر جیسے خون، زنا اور چوری اور تہمت لگانی بے گناہ کو اور سردار سے مخالفت کرنی۔ اسی عہد پر فرمایا قائم رہو۔

لیکن اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ عہد توڑنے والوں کے بارے میں فرماتا ہے۔ مولانا صاحب نے نہ اس عہد کو بتلایا جو توڑا گیا اور نہ انکو جنھوں نے عہد توڑا۔ اس تفسیر سے کسی کو کیا فایدہ پہنچ سکتا ہے جس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ کونسے سردار کی مخالفت نہ کرنے کا عہد لیا گیا ہے۔ اسلام میں تو نبیؐ اور امام کی اطاعت کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا جنکو اللہ نے لوگوں کی ہدایت کیلئے ہی پیدا کیا ہے مسلمانوں کو سرداروں کی اطاعت کا حکم اللہ نے نہیں دیا ہے جنھوں نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی پیروی کی قیامت کے دن

افسوس کرینگے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "اور جس دن انکے مُنہ جہنم میں اوندھائے جائینگے۔ وہ کہیں گے اے کاش ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی، اور رسولؐ کی تابعداری کی ہوتی۔ اور وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار۔ یقیناً ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت و پیروی کی۔ پھر انہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے بہکا دیا۔ اے ہمارے پروردگار! انکو عذاب کا دہرا حصّہ دے۔ اور ان پر لعنت کر بہت بڑی لعنت۔" (پ۲۲ احزاب آیت ۶۶،۶۷،۶۸) ایسے سرداروں کی اطاعت و پیروی کا عہد تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے نہیں لیا ہوگا۔ اللہ نے انکی اطاعت و پیروی کا عہد لیا ہوگا جنکے راستے کو صراطِ مستقیم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جنکو چھوڑ کر سردار خود بھی گمراہ ہوتے۔ اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ لیکن اسکا پتہ اگرچہ دنیا میں اندھی تقلید کی وجہ سے نہیں چلتا ہے لیکن قیامت کے دن ضرور پتہ چل جائیگا جنکی دنیا میں جھوٹی تعریفیں کی جاتی ہیں۔ قیامت کے دن انہی کے لئے دہرے عذاب کی دُعا کرینگے، اور ان پر لعنت کرینگے لیکن اس وقت حق و باطل کو پہچاننے کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا البتہ اگر زندگانی دنیا میں باطل کو چھوڑ کر حق کی پیروی شروع کردے تو اللہ تعالیٰ معاف کردے گا، اور عذاب جہنم سے نجات ملجائیگی۔ اللہ تعالیٰ نے معافی کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔

(۴) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خُمِ غدیر کے مقام پر لاکھوں حاجیوں کے درمیان اعلانِ ولایت حضرت علیؑ علیہ السلام کردیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آج دن دین اسلام مکمل ہوگیا گویا دین اسلام اللہ تعالیٰ کا وہ ہے۔ جس میں ولایتِ علیؑ پر ایمان لانا واجب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کا اتمام بھی ولایت علیؑ پر ہی کردیا ہے۔ چونکہ آیہ بلّغ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ناراضگی ظاہر کی تھی لیکن جب اللہ تعالیٰ کے حکم کا اعلان ہوگیا تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب میں تمہارے دین اسلام سے راضی ہوگیا۔ اس آیہ مجیدہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مکمل دین اسلام وہی ہے جسمیں ولایت علیؑ کا اقرار ہے اسی دین اسلام سے اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ "اللہ کے نزدیک سچّا دین یقیناً اسلام ہی ہے۔" (پ۳ آلِ عمران آیت ۱۹) جس دین میں حضرت علیؑ کی ولایت اور امامت کا اقرار نہیں ہے اللہ کے نزدیک وہ سچّا دین نہیں ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے سب سے عمدہ نعمت نبوت اور امامت ہے اور دونوں نعمتوں کی خواہش حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کا اعلان لاکھوں حاجیوں کے درمیان کروایا۔ اس سے پہلے بھی طرح طرح سے پہنچواتا رہا تھا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتلادیا کہ ولایت علیؑ کے اعلان پر نعمت کا اتمام ہوگیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ اللہ کی نعمتوں سے واقف ہیں اور جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "پھر اگر رو گردانی کریں تو سوا اسکے

نہیں ہے کہ تمہارے ذمہ کھول کر پہنچا دینا ہے۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو پہچانتے ہیں۔ اور پھر اس سے انکار کرتے ہیں، اور انمیں سے اکثر کافر ہیں۔ اور اس دن ہم ہر اُمّت میں سے ایک گواہ اُٹھائیں گے۔ پھر جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا انہیں کوئی اجازت نہ دی جائیگی اور نہ انکا کوئی عذر قبول کیا جائیگا" (پ۱۴ النحل آیۃ ۸۳ تا ۸۴) اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا صرف انکار ہی نہیں کیا بلکہ اسکو بدل بھی ڈالا۔ ارشادِ ربّ العزّت ہوتا ہے "کیا تو نے انلوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر جہنم میں اتار دیا" (پ۱۳ ابراھیم آیۃ ۲۸)۔

متذکرہ بالا آیاتِ قرآنی سے یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو جس پر اسکی نعمتوں کا اتمام ہوگیا یعنی ولایت حضرت علی علیہ السّلام کو اچھی طرح سے پہنچوا دیا تھا بعد میں پہلے ہی سے جنکے دلوں میں نفاق تھا انہوں نے اس نعمت سے روگردانی کی اور جان بوجھ کر انکار کیا، اور پھر اسکو بدل ڈالا۔ وہ لوگ خود تو جہنم میں گئے لیکن اپنے ساتھ اپنی قوم کو بھی جہنم میں لیگئے۔

قیامت کے دن اسی نعمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ باز پُرس ضرور کریگا۔ اور لوگ دنیا کے مال و دولت کی لالچ میں اللہ کی نعمتوں سے غافل پڑے ہیں۔ جو اللہ کے حکم کے مطابق ہدایت کرتے ہیں اور جنکے راستے کو اللہ نے صراطِ مستقیم فرمایا ہے۔ ارشادِ ربُّ العزّت ہوتا ہے: "تمہیں مال و دولت کی کثرت نے غافل بنائے رکھا۔ یہاں تک کہ تم نے قبروں کی زیارت کی۔ ہرگز نہیں عنقریب جان لوگے پھر اَلبتّہ تم دوزخ کو ضرور دیکھوگے۔ پھر اَلبتّہ تم اسے یقین کی آنکھ سے دیکھوگے۔ پھر اَلبتّہ تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور باز پُرس ہوگی" (پ۳۰ التکاثر آیۃ ۱ تا ۸)

آپ کو اب تو خود اس بات کا یقین یا کم از کم یہ اندازہ تو ہو ہی گیا ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نعمت والے بندوں کو کس طرح کھول کھولکر اور صاف صاف پہنچوا دیا ہے۔ اگر متذکرہ بالا قرآنی آیات میں خوب غور و خوض کیا جائے اور اپنی خواہشات کو اپنی عقل کے تابع کرکے اور اندھی تقلید سے نکل کر سوچا جائے تو انسان حق کو باطل سے جدا کر سکتا ہے بشرطیکہ دل میں خدا کا خوف ہو اور قیامت کے دن کا ڈر ہو۔ لوگوں کیلئے جو ایمان لائے ہوئے ہیں یہ ضروری ہے کہ قرآن پاک میں غور و فکر کریں کیونکہ لوگوں سے حق کو چھپایا گیا یا پھر حق و باطل کو ملا جلا کر لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا رہا ہے شروع ہی سے منافق ایسا کرتے تھے تب ہی تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "بیشک جو لوگ ان واضح ارشادات اور ہدایات کو جنھیں ہم نے اُتارا چھپاتے ہیں۔ بعد اسکے کہ ہم نے انہیں کتاب میں لوگوں کیلئے واضح کرکے بیان کردیا۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے، اور سب لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔ سوائے

ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی، اور اصلاح کی اور جو چھپایا تھا بیان کر دیا۔ انکی توبہ میں قبول کرلونگا۔ اور میں بڑا توبہ قبول کرنے والا، اور بہت رحم کرنے والا ہوں"۔ (پ البقرۃ آیت ۱۶۰ و ۱۵۹) اس آیۃ مجیدہ سے مندرجہ ذیل کے نتائج اخذ ہوتے ہیں۔۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے واضح احکامات اور ہدایات کو منافقین شروع ہی سے چھپانے لگے تھے اور خود بھی گمراہ ہوتے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا اور انکے پیروکار علماء اور درویش لوگوں کا مال بھی ناحق کھاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے بھی ہیں جیسا کہ ارشادِ رَبُّ العزت ہوتا ہے، "اے ایمان والو! بہت عالم اور درویش اہلِ کتاب کے کھاتے ہیں مال لوگوں کے ناحق۔ اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے۔ اور جو لوگ گاڑ رکھتے ہیں، سونا اور روپیا اور خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں۔ سو انکو خوشخبری سُنا دکھ والی مار کی"۔ (پ توبہ آیت ۳۴) گویا یہی علماء سو حق کو چھپاتے بھی ہیں اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے بھی ہیں۔ ابلیسؑ کا بھی یہی کام ہے، لہٰذا دونوں سے ایمان لانے والوں کو بچنا چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے واضح احکامات اور ہدایات کو قرآنِ پاک میں بیان کر دیا ہے، لہٰذا ایمان لانے والوں پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے واضح احکامات اور ہدایات پر عمل کرے تاکہ فلاح پانے والوں میں ہو جاتے۔

(۲) اللہ تعالیٰ حق کو چھپانے والوں پر خود لعنت کرتا ہے، اور لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت کرتے ہیں اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ کے نافرمان بندے ہیں ان پر لعنت کرنا بھی واجب ہے۔

(۳) قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کے دو فعل ایسے ہیں جنکو کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں کو بھی دیتا ہے ایک تو محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام پر درود و سلام بھیجنے کا حکم۔ دوسرے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی واضح اور کھلی نافرمانی کی ان پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت کرتا ہے اور ایمان لانے والے بھی ان پر لعنت کرتے ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ لعنت کوئی گالی یا دشنام نہیں ہے۔ جیسا کہ لوگ غلط سمجھتے اور بیان کرتے ہیں۔ اوّل تو لعنت کے لغوی معنی رحمت سے دُور کرنے کے ہیں۔ جو ایک قسم کی بد دعا ہے لہٰذا اگر لعنت گالی یا دشنام ہوتی جو خلافِ تہذیب ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں بار بار اسے اپنے ساتھ منسوب نہ کرتا۔ اور نہ ہی ایمان لانے والوں کو حکم دیتا کہ تم بھی لعنت کرو۔ گویا اللہ کے احکام کی نافرمانی کرنے والے پر لعنت کرنی واجب ہے تب ہی تو ابلیسؑ پر لعنت کی جاتی ہے۔ احتجاجِ طبرسی میں ہے کہ جنابِ امیر علیہ السّلام سے دریافت کیا گیا کہ آئمہ ہدیٰ علیہم السّلام کے بعد مخلوقِ خدا میں سب سے بہتر کون ہیں آپؑ نے فرمایا کہ علماء بشرطیکہ صالح اور پرہیز گار ہوں۔ پھر پوچھا گیا بدترین مخلوقِ خدا میں سے کون ہیں آپؑ نے فرمایا علماء جب کہ وہ بدکار ہوں۔ باطل کے ظاہر کرنے والے ہوں، اور حق کو چھپانے والے ہوں کہ انہی کے بارے میں خداوند عالم فرماتا ہے کہ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ

لعنت کرتا ہے۔

(۴) جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ جس شخص سے کوئی علم کے متعلق سوال کرے اور وہ اسے جان بوجھ کر چھپائے تو قیامت کے دن آتش جہنم کی لگام اس چھپانے والے کے مُنہ پر چڑھا دی جائیگی۔ تفسیرِ قمی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ جس وقت میری اُمّت میں یہ بدعتیں ظاہر ہوں، تو علماءؔ پر حقیقت کا اظہار لازم ہوگا، اور جو ایسا نہ کرینگے۔ ان پر خدا کی لعنت ہے۔

(۵) جو لوگ حق کو چھپاتے رہے اور توبہ نہیں کی اور مرگئے تو ان پر خدا کی لعنت ہوتی رہے گی اور انکا مقام دوزخ ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ نے معافی کا دروازہ کھلا رکھا ہے اگر کوئی عالم اپنی زندگانی دنیا میں اپنی غلطیوں سے توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اُنکی توبہ قبول کرلیگا، بشرطیکہ وہ اپنی اصلاح کرلے اور پھر اللہ تعالیٰ کے جتنے احکامات اور ہدایات کو چھپایا تھا ان سب کو ظاہر کردے اور انکو واضح طور پر کھول کر بیان کردے گویا باطل پرستی کو چھوڑ کر حق پرست بن جائے یعنی اپنے منتخب کئے ہوؤں کی اطاعت و پیروی چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے منتخب نعمت والے بندوں کی اطاعت و پیروی کرے اور صراطِ مستقیم پر قائم ہوجائے، اور حق کی تبلیغ کرے، اور باطل کو باطل کہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑا توبہ قبول کرنے والا اور بڑا ہی رحم کرنے والا پائے گا۔ ورنہ تو عام مسلمانوں کو شاید اللہ تعالیٰ معاف بھی کردے۔ لیکن باطل کی تبلیغ کرنے والے اور حق کو چھپانے والے عالموں پر اس دنیا میں بھی لعنت اور قیامت کے دن تو دوزخ کی نچلی تہ میں ہونگے، اور قیامت کے دن جو باطل کو آپس میں دوست رکھتے ہیں وہ لوگ باطل کے دشمن ہوجائینگے۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے: "اُس دن بعض دوست بعض کے دشمن ہونگے۔ سوائے پرہیزگاروں کے"۔ (پ ۲۵ "زخرف" آیت ۶۷) تفسیر صافی صفحہ ۴۵۵ پر بحوالہ "مصباح الشریعۃ" لکھا ہے کہ حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ "تم پرہیزگار لوگوں کی دوستی کی خواہش کرو۔ گو زمین کے اندھیروں میں ہوں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر بعد انبیاءؑ کے ان سے افضل کسی کو نہیں پیدا کیا، اور کسی بندے پر اللہ تعالیٰ کا انعام اس شخص کے برابر نہیں ہے، جسکو متقین کی صحبت کی نعمت عطا فرمائی ہو۔

حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف ہے کہ "اے علیؑ میرے اور تمہارے درمیان وہی نسبت ہے جو موسیٰؑ کو ھارونؑ کے ساتھ تھی"۔ اس حدیث پر تمام محدثین کا اجماع ہے لیکن اس حدیث سے جس حقیقت کو واضح کرنا مقصود ہے اس حقیقت کو جاننے اور سمجھنے کی اہمیت سے لوگ غافل ہیں علماءؔ تو جان بوجھ کر اور عام مسلمان انجان میں غافل ہیں کیونکہ علماء اس حقیقت کو ان سے چھپاتے ہیں اور حدیث کو کھول کر بیان نہیں کرتے ہیں اور دنیا کی مال و دولت کی ہوس نے انکو خود کو غافل کر رکھا ہے۔ اس حدیث پاک سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:-

(۱) جسطرح حضرت ہارونؑ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصی و جانشین و وزیر اور خلیفہ

بنایا تھا اسی طرح حضرت علیؑ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصی وجانشین ووزیر اور خلیفہ بنایا تھا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حضرت ہارونؑ کے ذریعہ سے مدد پہنچائی! اسی طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علیؑ کے ذریعہ سے مدد فرمائی!

(۳) جس طرح سے حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارونؑ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا لیکن حضرت موسیٰؑ کے چلے جانے کے بعد حضرت موسیٰؑ کی امت نے حکم عدولی کی اور حضرت ہارونؑ کی اطاعت وپیروی کو چھوڑ کر اکثر لوگ سامری کے پیروکار ہوگئے (پ۹ اعراف آیت ۱۵۰)، اسی طرح بعد رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکے وصی وجانشین اور خلیفہ حضرت علیؑ کو چھوڑ کر امت نے خود اپنا خلیفہ منتخب کرلیا جسکا اختیار نہ تو پہلی امتوں کو تھا۔ اور نہ حضورؐ کی امت کو یہ حق حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور تیرا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور انتخاب کرتا ہے۔ ان (بندوں) کو انتخاب کا کوئی اختیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ پاک وبرتر ہے اس چیز سے کہ وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔" (پ[illegible] القصص آیت ۶۸)

(۴) جسطرح حضرت ہارونؑ اور انکی اولاد میں سے حضرت موسیٰؑ کی امت میں اللہ تعالیٰ نے بارہ امام بنائے تھے۔ اسی طرح حضرت علیؑ اور انکی اولاد میں سے اللہ تعالیٰ نے بارہ امام بنائے تھے۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے: "اور لے چکا ہے اللہ عہد بنی اسرائیل کا۔ اور اٹھائے ہم نے انمیں بارہ سردار۔ اور کہا اللہ تعالیٰ نے میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم اگر کھڑی رکھو گے نماز اور دیتے رہو گے زکوٰۃ اور یقین لاؤ گے میرے رسولوں پر اور انکو مدد دو گے، اور قرض دو گے اللہ کو اچھی طرح کا قرض تو میں اتارونگا تم سے برائیاں تمہاری اور داخل کرونگا تم کو باغوں میں کہ بہتی نیچے انکے نہریں پھر جو کوئی منکر ہوا تم میں اسکے بعد۔ وہ بیشک بھولا سیدھی راہ سے" (پ[illegible] مایدہ آیت [illegible]) جو عہد پر قائم رہا ہے وہ صراطِ مستقیم پر قائم رہا۔ جس نے عہد کو توڑ دیا وہ گمراہ ہوگیا حضرت ہارونؑ اور انکی اولاد میں آئمہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی امت سے عہد لیا تھا جس نے عہد توڑا ان پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے: "انکے عہد توڑنے پر ہم نے انکو لعنت کی اور کردیئے انکے دل سیاہ، بدلتے ہیں کلام کو اپنے جگہ سے اور بھول گئے ایک فایدہ لینا اس نصیحت سے جو انکو کی تھی اور ہمیشہ تو خبر پاتا ہے انکی، ایک دغا کی مگر تھوڑے لوگ انمیں، سو معاف کر اور درگذر ان سے۔ اللہ چاہتا ہے نیکی والوں کو۔" (پ[illegible] مایدہ آیت ۱۳) جسطرح حضرت موسیٰؑ کی امت سے آئمہ کے بارے میں عہد لیا گیا تھا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے آئمہ معصومین کے بارے میں عہد لیا گیا آئمہ کے بارے میں۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے: "اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر اور عہد اسکا جو تم سے ٹھہرایا جب تم نے کہا کہ ہم نے سنا اور مانا اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ اللہ جانتا ہے جیون کی بات۔" (پ[illegible] مایدہ آیت ۷) جس طرح حضرت موسیٰؑ کی امت نے

اپنے عہد کو توڑ دیا تھا اسی طرح آنحضرتؐ کی اُمت نے بھی اپنے عہد کو توڑ دیا جو خم غدیر کے مقام پر لیا گیا تھا۔ اس لحاظ سے دونوں اُمتوں میں مشابہت پائی جاتی ہے، اور اللہ نے فرما دیا کہ تم ضرور پچھلی اُمتوں کے قدم بقدم چلوگے۔

⑤ جس طرح حضرت ہارونؑ اور انکی گیارہ اَولاد امام بنائی گئی تھیں اسی طرح حضرت علیؑ اور انکی گیارہ اَولاد امام بنائے گئے سورۂ مایدہ کی آیت ۱۲ کی شانِ نزول مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ فرماتے ہیں، "یہ بیان فرمایا بنی اسرائیل سے عہد لینا۔ حضرت موسیٰؑ کی آخر عمر میں یہ قرار لئے ہیں۔ یہ سورت حضرتؐ کی آخر عمر میں نازل ہوئی شاید ہم کو سنایا۔ اسی واسطے کہ ہم کو بھی یہی تقید ہے۔ ایک عہد اس اُمت سے تھا کہ رسولؐ جو بعد میں پیدا ہوں انکی مدد کرو اسکے بدل ہم سے یہ ہے کہ خلفاؑ کی اطاعت کرو۔ یہ مذکور بارہ سرداروں کا یہاں۔ فرمایا اسی اشارہ کو کہ حضرتؐ نے بتایا ہے میری اُمت میں بارہ خلیفہ ہونگے قوم قریش سے۔ اور فرمایا ہے کہ جو خرابی ہوئی پہلی اُمت سے سو ہوگی تم میں سے۔ جیسے وہ خراب ہوئے پیغمبروں کی مخالفت سے یہ اُمت خراب ہوئی خلیفہ پر خروج کر کر۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بالکل صحیح ہے سورۂ مایدہ کی آیت ۱۲ اس حدیث کی، تصدیق کرتی ہے۔ حضورؐ نے جب فرمایا کہ میرے بارہ خلیفہ ہونگے تو ضرور ہوتے ہونگے مولانا صاحب تو صرف خلفائے راشدین تک مانتے ہیں اور ہونے چاہیئے بارہ خلیفہ قران اور حدیث کی رو سے اس سے یہ ثابت ہوا کہ قرآن اور حدیث دونوں سے عملی طور پر اور ایمان کی رو سے صاف انکار کیا جا رہا ہے۔ اور زبان سے اقرار بارہ خلیفہ کا کرتے ہیں، لیکن نبیؐ کے بارہ خلفاؑ پر ایمان نہیں رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جنکو خلیفہ یا امام بنایا۔ انکو تو نہ یہ جانتے ہیں اور نہ ہی پہچانتے ہیں، اور خلیفہ بننے اور بنانے کا اختیار خود لے لیا جبکہ نبیؐ یا امام جو نبیؐ کا خلیفہ ہوتا ہے انکو بنانے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے نبیؐ کو خود بھی اپنا خلیفہ بنانے کا اختیار نہیں ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے، "پھر اگر تمہاری بات نہ مانیں تو جان لو۔ ماسوا اسکے نہیں کہ وہ اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہشوں کی پیروی کی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ظالموں کی قوم کی رہبری نہیں کرتا۔ (پ القصص آیت) امام کی پیروی کئے بغیر اپنی رائے کو دین قرار دینے والے ظالم ہیں، جنکو ہدایت نہیں مل سکتی ہے کیونکہ اپنی خواہشوں کی پیروی کر کے گمراہی میں پڑ گئے جیسے حضرت موسیٰؑ کی اُمت نے عہد توڑا تھا ویسے ہی آنحضرت صلعم کی اُمت نے بھی عہد توڑا۔ اور انہی کے بارے میں ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "تم ضرور منزل بمنزل پہلوں کے راستوں پر چلوگے۔" (پ الانشقاق آیت ۱۹) احتجاج طبرسی میں ہے کہ جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا،

اسکا مطلب یہ ہے کہ پہلی اُمتوں کے لوگوں نے انبیا کے بعد انکے اُولیا اور اوصیا سے غدر بے وفائی کرنے میں جو راستہ انہوں نے چلا تھا، اسی پر تم بھی چلو گے۔

(۶) جیسے حضرت موسیٰ کی اُمت میں جو بارہ امام حضرت ہارونؑ اور انکی اولاد میں سے اللہ تعالیٰ نے امام بناتے تھے یہی آئمہ کا گروہ حق کے ساتھ ہدایت کرنے والا تھا اور حق کے ساتھ انصاف کیا کرتے تھے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "اور موسیٰ کی قوم میں بھی ایک گروہ تھا جو اسی حق کے ساتھ عدل کیا کرتے تھے۔" (پ۹ اعراف آیت ۱۵۹) اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپکی اُمت کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ نے بارہ آئمہ، علیہم السّلام بھیجے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کی ہدایت کیلئے پیدا کی گئی ہو تم اچھے کاموں کے کرنے کا حکم دیتے ہو۔ اور برائی سے منع کرتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔ اور اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو انکے لیے بہت اچھا ہوتا۔ انمیں سے کچھ مؤمن ہیں، اور بہت زیادہ نا فرمان ہیں" (پ۴ آلِ عمران آیت ۱۱۰) ہدایت یافتہ مؤمن تھوڑے ہیں اور نا فرمان بہت زیادہ ہیں اسی آیت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے جنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کیلئے پیدا کیا وہ علیحدہ اُمت یعنی گروہ ہے اور پوری اُمتِ مسلمہ میں ایک مؤمنوں کا گروہ ہے جو تھوڑا ہے اور دوسرا گروہ نا فرمانوں کا ہے جو بہت زیادہ ہے۔ اور مؤمنین جو تھوڑے ہیں انکے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "اور تم میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہیئے جو نیکی کی طرف بلائیں۔ اور اچھے کاموں کا حکم دیں۔ اور برائی سے منع کریں، اور یہی لوگ پوری پوری فلاح، پانے والے ہیں ٥ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو متفرق ہو گئے اور بعد اسکے کہ انکے پاس دلیلیں آچکی تھیں۔ انہوں نے اختلاف کیا اور یہی وہ لوگ ہیں جنکے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔" (پ۴ آلِ عمران آیت ۱۰۴، ۱۰۵)۔

تفسیر صافی صفحہ ۹ پر بحوالہ کافی لکھا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے دو خلق ہیں۔ جس نے ان دونوں کی نصرت کی، اللہ تعالیٰ اسکو عزت دے گا۔ اور جس نے انکو چھوڑا اللہ تعالیٰ اسکو چھوڑ دیگا۔

اور تہذیب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ لوگ جب تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیتے رہینگے نہیں مٹیں گے اور جب ایسا کرنا چھوڑ دینگے تو ان سے برکتیں دور ہو جائیں گی اور وہ ایک دوسرے پر مسلط کر دیئے جائینگے اور انکا کوئی مددگار نہ زمین پر ہوگا نہ آسمان پر اور نہ دونوں کے درمیان:۔

مومن کو پوری پوری فلاح ملیگی اور جو نا فرمان ہو گئے ان کیلئے بہت بڑا عذاب ہے کیونکہ وہ حبل اللہ کو چھوڑ کر متفرق ہو گئے۔ جبکہ انکو دلیلوں کے ساتھ سمجھایا اور بتلایا گیا۔ قیامت کے دن ان

اور منافق کا جو حشر ہوگا، انکے بارے میں ارشادِ رَبّ ہوتا ہے: "جس دن بعض چہرے سفید نورانی ہونگے اور کچھ منہ کالے ہوجائینگے۔ پس وہ لوگ جنکے چہرے کالے ہوجائینگے ان سے کہا جائیگا۔ کہ کیا تم اپنا ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے تھے۔ پس اب عذاب کا مزہ چکھو اسکے بدلے میں جو تم کفر کرتے تھے،، (پ۴ آلِ عمران آیت۱۰۶)

آنحضرت صلی اللہ وآلہٖ وسلم کے بارہ خلیفہ ہی بارہ امام ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت ہی کیلئے پیدا کیا ہے اللہ تعالیٰ انکو طرح طرح سے پہنچنواتا ہے، اور انہی کو بہترین اُمت فرماتا ہے،، اور اس آیت میں اُمّتِ اَوسَط فرماتا ہے: "اسی طرح ہم نے تمہیں اعتدال والا گروہ بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو! اور رسولؐ تم پر گواہ رہے،، (پ۲ البقرۃ آیت۱۴۳)۔

اُمَّۃً وَّسَطًا۔ لغت میں اُمّت کے معنی گروہ آئے ہیں اور قرآن کی رُو سے اُمّت شخصِ واحد پر بھی بولا گیا ہے، اور امام کے معنوں پر بھی اسکا اطلاق ہوا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا "یقیناً ابراہیمؑ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار باطل سے کنارہ کش پیشوا تھا۔ اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا،، (پ۱۴ نحل آیت۱۲۰) اس آیت میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیمؑ کو ایک اُمّت فرماتا ہے، اور وہ خدا کے فرمانبردار بھی تھے، اور امام بھی تھے اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (پ۱ البقرۃ آیت۱۲۴) یہ آیت پہلے گذر چکی ہے وسط کے معنی صاحبِ اعتدال کے آئے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اس صفت سے عام لوگ متصف نہیں ہوسکتے۔ صرف وہی ہوسکتے ہیں۔ جو افراط و تفریط سے پاک ہوں نہ تو وہ حق سے منحرف ہوں۔ اور نہ باطل کی طرف جھکیں۔ چونکہ اُمّتِ رسولؐ میں ہر قسم اور اعمال کے لوگ موجود ہیں، نیک بھی بد بھی فاسق و فاجر بھی۔ اس لئے ان سب پر وسط کی صفت صادق نہیں آسکتی۔ معلوم ہوا کہ اس سے صرف خاص ہستیاں مراد ہیں۔ جو افراط و تفریط سے بالکل پاک اور معصوم ہیں۔ اور وہ صرف بارہ امام ہی ہوسکتے ہیں۔ انھیں اُمّتِ وسط اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ خدا اور اسکی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ خدا کے احکام لوگوں کو پہنچاتے ہیں۔ اور لوگوں کے اعمال خدا تک یہ آئمہ علیہم السّلام لوگوں کے اعمال پر گواہ ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان پر۔

مذکورہ بالا آیت کی رُو سے یہ ثابت ہوا کہ ان صفات کے حامل تو آئمہ برحق ہی ہوسکتے ہیں۔ جنکو لوگوں نے امام بنالیا وہ ان صفات کے حامل نہیں ہوسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو لوگوں کے دلوں کے بھیدوں کو جاننے والا ہے وہ جانتا تھا کہ کچھ اپنے عہد پر قائم رہینگے، اور اکثر اپنے عہد پر قائم نہیں رہینگے اور عہد پر قائم رہنے والوں اور اپنے عہد پر قائم نہ رہنے والوں کو قیامت کے دن کے انجام سے بھی آگاہ کردیا۔ اب جسکے دل میں خدا کا خوف ہے اور قیامت کے دن پر پورا پورا ایمان ہے تو اسکو اندھی تقلید سے نکل کر اللہ کے نعمت والے بندوں کی اطاعت و پیروی کرکے صراطِ مستقیم پر قائم ہوجانا چاہیئے اور یہ لازم ہے کہ وہ حق کا ساتھ دے، اور باطل کو چھوڑ دے۔ کیونکہ حق

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، اور باطل لوگوں کی طرف سے ہوتا ہے، چونکہ حق کا ساتھ دینے میں دنیا میں اذیتیں اور تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں لہٰذا حق پر ایمان لانے والوں اور حق کی راہ میں تکلیفیں برداشت کرنے والوں کو صبر کی تلقین کی جاتی ہے کہ صبر کرنے والے ہی فلاح پانے والے ہیں جسکی وجہ سے صبر کرنے والوں کے دل میں ایمان اتنا قوی ہو جاتا ہے کہ دنیا کی تمام مصیبتوں کو کشادہ دلی سے برداشت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر بھی بجا لاتے ہیں۔ ایمان کے دو جُز صبر اور شکر ہی ہیں، اسی لئے مؤمنِ کامل کسی بھی مصیبت کے وقت حق کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، اور صبر کرنے والے کی بار بار نصیحت کرتا ہے کہ "جو مصیبت تم پر پڑے اس پر صبر کرو" (پ۲۱ لقمان آیت۱۷) انسان مصیبتوں اور پریشانیوں سے دل برداشتہ ہو کر حق کا ساتھ چھوڑ کر باطل پرست بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں صبر کئے رہو۔ اور ان لوگوں میں سے گنہگار اور ناشکرے کی پیروی نہ کرنا" (پ۲۹ دھر آیت۲۴) اس آیۂ مجیدہ سے یہ ثابت ہوا کہ غیرِ معصوم کی اطاعت و پیروی نہیں کرنی چاہیے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ جنکی اطاعت کا حکم دیتا ہے وہ معصوم ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک صبر کرنا بہت پسندیدہ کام ہے، ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "اے لوگو! جو ایمان لاچکے ہو۔ صبر کرو۔ اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو اور مستعد رہو۔ اور خدا سے ڈرتے رہو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ" (پ۴ آلِ عمران آیت۲۰۰) تفسیرِ صافی ص۱۰۱ پر بحوالہ کافی امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ "اصبروا" کا مطلب ہے کہ مصیبتوں پر صبر کرو۔ اور واجبات کی ادائیگی پر ایک دوسرے کو ہمّت دلاؤ۔ اور اماموں کا ساتھ نہ چھوڑو۔ اور ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے، کہ صبر کرو اپنے دین پر اور ثابت قدمی دکھلاؤ۔ اپنے دشمن کے مقابلہ میں جو تمہاری مخالفت کرتا ہے۔ اور اپنے اماموں کا ساتھ دو جیسا کہ اللہ تعالیٰ آیۂ والعصر میں ارشاد فرماتا ہے، "قسم ہے وقتِ عصر کی۔ یقیناً انسان خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے۔ اور انہوں نے نیک عمل کئے، اور وہ ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے ہیں" (پ۳۰ العصر آیت۱-۳) اس آیہ مبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ زندگی گذارنے کا اصول بتلا دیا ہے۔ کہ دنیا اور عقبہ دونوں میں خسارہ سے بچنا چاہتے ہو تو پہلے تو اللہ اور رسولؐ پر ایمان لاؤ۔ اور جب اللہ اور رسولؐ پر ایمان لے آئے تو پھر لازم ہے کہ اللہ اور رسولؐ کے احکامات پر بھی ایمان لاؤ اور انہی کی اطاعت و پیروی کرو جنکی اطاعت و پیروی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ جب ایمان لاچکے تو پھر نیک عمل بجالاؤ اللہ اور رسولؐ نے جسکو کرنے کا حکم دیا ہے اسکو کرو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز آجاؤ۔ اور نیک اعمال میں سب سے نیک عمل حق کا ساتھ دو، اور دوسروں کو بھی حق کا ساتھ دینے کی تلقین کرو۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ حق کا ساتھ دینے میں مصیبتیں اور اذیتیں اٹھانی پڑینگی

اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ خود بھی صبر کرو اور دوسروں کو بھی صبر کرنے کی تلقین کرو۔ کیونکہ جو صبر نہیں کر سکتا وہ نہ حق کا ساتھ دے سکتا ہے اور نہ ہی اپنے اصل ایمان پر قائم رہ سکتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں ہی کو دوست رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں ہی کو امام بنایا۔

اللہ تعالیٰ کے علمِ غیب میں یہ بات تھی آلِ رسولِ پاکؑ صبر کرنے والے ہیں اور آئمہ نے اللہ کے اس قول کو اپنے صبر سے سچ کر دکھا۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے:۔ "اور ہم نے انہیں سے امام بنائے۔ جب کہ انہوں نے صبر کیا وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔" (پ۲۱ السجدہ آیہ۲۴)۔

لَمَّا صَبَرُوْا۔ تفسیرِ صافی ص۳۹۶ پر بحوالہ تفسیر قمی لکھا ہے کہ معصوم علیہ السّلام نے فرمایا۔ کہ چونکہ علم خدا میں گذر چکا تھا کہ آلِ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جو جو مصیبتیں پڑینگی ان پر صبر کرینگے، انہی حضرات کو امام مقرر فرمایا

اللہ تعالیٰ کے علمِ غیب میں یہ بات تھی کہ بعد رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آپکی آلِ پاک میں جو آئمہ طاہرین ومعصومین ہونگے ان سے امت کے اکثر لوگ برگشتہ ہو جائینگے اور صلۂ رحمی کو قطع کرکے ان پر ظلم وستم کرینگے اور تاریخ اسکی شاہد ہے۔ اور مسلمانوں نے انہی ظالموں کو اولی الامر سمجھ کر انکی اطاعت وپیروی کو اپنے اوپر واجب کر لیا۔

جبکہ اللہ تعالیٰ کسی بھی ظالم اور ناشکرے کی اطاعت وپیروی سے روکتا ہے۔ لہٰذا کسی بھی ظالم اور غیر معصوم کو اولی الامر سمجھنا اللہ کے حکم کی نافرمانی ہے۔

حقیقتاً اولی الامر سے مراد آئمہ معصومین ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہدایت کرنے والے ہیں۔ جنکو اللہ نے ہدایت کرنے کیلئے ہی پیدا کیا ہے۔ اور آنحضرت کی اس حدیث کو جھٹلانے کیلئے کہ ہمارے بارہ خلیفہ ہونگے اس لئے نسلِ امامت ہی کو قطع کرنے کی کوشش کی گئی اور اسکی بیّن دلیل یہ ہے کہ گیارہ آئمہ معصومین کو شہید کیا گیا۔ لیکن چونکہ آئمہ منصوص من اللہ ہیں۔ لہٰذا انسان اپنی حکومت اور طاقت کے زعم اور نشے میں اللہ کے ارادے میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر نہ غلبہ کبھی حاصل ہوا ہے اور نہ ہوگا انسان کی یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارادے میں کوئی تبدیلی پیدا کر سکے۔ چونکہ نسلِ امامت کا محافظ خود اللہ تعالیٰ تھا۔ لہٰذا مسلمانوں کے اولی الامر اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اولی الامر کی نسل کو قطع نہ کر سکے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارہ خلیفہ اور آئمہ معصومین مندرجہ ذیل ہیں

ش	اسمائے معصومین	مشہور	تعداد اولاد	تاریخ ولادت	تاریخ وفات	ش	جائے دفن
۱	ابوالائمہ حضرت علیؑ	امیر المومنین	۱۱ پسر ۱۶ دختر	۱۳ رجب عام الفیل یوم.	۲۱ رمضان	ضربت ابن.	نجف اشرف

۲	حضرت امام حسنؑ	مجتبیٰؑ	۸ پسر، ۷ دختر	۱۵ رمضان ۳ھ	۲۸ صفر ۵۰ھ	زہر دیا	جنت البقیع
۳	حضرت امام حسینؑ	سید الشہداءؑ	۶ پسر ۳ دختر	۳ شعبان ۴ھ	۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ	خنجر شمر لعین	کربلا معلیٰ
۴	حضرت امام علی ابن الحسینؑ	زین العابدینؑ	۱۱ پسر ۴ دختر	۱۵ جمادی الثانیہ ۳۸ھ	۲۵ محرم ۹۵ھ	زہر ولید ملعون	جنت البقیع
۵	حضرت امام محمدؑ ابن علیؑ	باقر	۵ پسر ۲ دختر	یکم رجب ۵۷ھ	۷ ذالحجہ ۱۱۴ھ	زہر ہشام بن عبدالملک ملعون	جنت البقیع
۶	حضرت امام جعفر ابن محمدؑ	الصادق	۷ پسر ۳ دختر	۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ	۱۵ شوال ۱۴۸ھ	زہر منصور دوانقی عباسی	جنت البقیع مدینہ منورہ
۷	حضرت امام موسیٰ ابن جعفرؑ	الکاظم	۱۹ پسر ۱۸ دختر	۷ صفر ۱۲۸ھ	۲۵ رجب ۱۸۳ھ	زہر ہارون رشید ملعون	الکاظمین، عراق
۸	حضرت علیؑ ابن موسیٰؑ	الرضا	حضرت امام محمد تقیؑ	۱۱ ذوالقعدہ ۱۴۸ھ	۲۳ ذیقعدہ ۲۰۳ھ	زہر مامون رشید ملعون	مشہد مقدس، ایران
۹	حضرت امام محمدؑ ابن علیؑ	التقی	۲ پسر ۲ دختر	۱۰ رجب ۱۹۵ھ	۲۹ ذیقعدہ	زہر معتصم	الکاظمین، عراق
۱۰	حضرت امام علی ابن محمدؑ	النقی	۵ پسر	۱۵ رجب ۲۱۴ھ	۳ رجب ۲۵۴ھ	زہر معتز باللہ	سر من رائے، عراق
۱۱	حضرت امام حسنؑ ابن علیؑ	العسکری	حضرت صاحب الامرؑ	۱۱ ربیع الثانی ۲۳۲ھ	۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ	زہر معتمد لعین	سر من رائے عراق
۱۲	حضرت امام محمدؑ ابن حسنؑ	مہدی، حجت، القائم، صاحب الزمان	العلم عند اللہ	۱۵ شعبان ۲۵۵ھ	زندہ ہیں	معتمد علی اللہ	جائے غیبت سر من رائے

گیارہ آئمہ معصومینؑ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلیفہ ہیں آپ لوگ اپنے اپنے زمانے میں لوگوں کی ہدایت اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب کرتے رہے تھے ۲۶۰ھ تک ظاہر طور پر ہدایت کرتے رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنی حجت کو باقی رکھنا تھا قیامت تک کیلئے۔ اس وجہ سے نبیؐ کے بارھویں خلیفہ اور ہمارے بارھویں امام محمدؑ مہدی آخر الزمان علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ نے پردۂ غیب میں ڈال دیا تاکہ دشمنوں کی دسترس سے باہر ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے کرنے پر قادر ہے اور حضرت عیسیٰؑ کو بھی زندہ رکھا ہے حضرت خضرؑ بھی زندہ ہیں لیکن ہماری نظروں سے غائب ہیں جن لوگوں کا خدا کی غیب کی باتوں پر ایمان کامل ہوگا وہ تو غیبتِ امام پر ایمان لائینگے اور جنکو اللہ کی قدرت پر اور غیب پر پورا ایمان نہیں ہوگا وہ غیبتِ امام پر ایمان نہیں لائینگے بہر حال حجتِ خدا امام مہدیؑ غیبت میں رہ کر ہدایت کا کام سر انجام دے رہے ہیں اور کم از کم مسلمانوں کو تو انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی ہے کیونکہ وہ جب اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ابلیسؑ غیب میں رہ کر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے کیونکہ اللہ نے اس کو مہلت دے رکھی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ غیب میں رکھ کر ہدایت کا کام بھی لے سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے کوئی کام بھی ناممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور غیب کی باتیں انسانی عقل اور علم کے احاطہ میں نہیں آسکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ حضرت امام محمدؑ مہدی آخر الزمان غیب میں رہ کر اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب لوگوں کی ہدایت فرما رہے ہیں جس طرح حضرت علیؑ غیب میں رہ کر سابقہ انبیاؑ علیہم السّلام کی مدد کرتے رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ جس سے

جس طرح چاہے کام لے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جتنی غیب کی باتیں بیان فرمائی ہیں ان پر وہی ایمان لائینگے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "یہ وہ کتاب ہے جس کے مُنزّل مِن اللہ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ ان خدا کا ڈر رکھنے والوں کیلئے ہدایت ہے۔ جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔" (پ بقرۃ آیت ۲) ۔ لاریب: ۔ یعنی اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اعتراض: ۔ سوال یہ ہے کہ کس کو شک نہیں؟ اگر یہ کہا جائے کہ اس کے پڑھنے والوں کو شک نہیں تو غلط ہے کیونکہ خدا خود فرماتا ہے: "اور اگر تم اس سے شک میں ہو۔ جو کچھ ہم نے اپنے بندے پر اُتارا تو تم بھی ویسی ہی ایک صورت لے آؤ۔" (پ البقرۃ آیت ۲۳) پڑھنے والے تو شک کر سکتے ہیں اس کا بیّن ثبوت یہ ہے کہ شک میں پڑکر ہی مسلمان فرقوں فرقوں بٹ گئے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کتابِ خدا سے جن لوگوں کا خاص تعلق تھا انکو کبھی اس میں شک نہیں ہوا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ماسوا اس کے نہیں کہ مؤمن وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ پر ایمان لائے۔ پھر انھوں نے شک نہ کیا اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا یہی لوگ سچے ہیں۔" (پ الحجرات آیت ۱۵) اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ صدیق وہ ہیں۔ جن لوگوں کے قدم جہاد میں جمے رہے اور جن لوگوں نے منہ پھیرا وہ صدیق نہیں ہیں۔ اس آیت میں جن مؤمنوں کا ذکر ہے یہ وہی مومنین تھے جو قرآن کے حقیقی وارث تھے البتہ جو لوگ حقیقی وارث نہ تھے لیکن خواہمخواہ حقیقی وارث بن بیٹھے وہ ہمیشہ شک میں پڑے رہے۔

"چنانچہ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے:" اور انھوں نے تفرقہ نہیں کیا مگر آپس کی ضد کی وجہ سے بعد اس کے کہ انکے پاس علم آگیا۔ اور اگر تیرے پروردگار کی طرف سے ایک مقررہ مدت کیلئے مہلت دیئے جانے کا حکم نہ آچکا ہوتا تو ضرور انکے درمیان فیصلہ کر دیا گیا ہوتا۔ اور یقیناً وہ لوگ جو انکے بعد کتاب کے وارث بنا دیئے گئے وہ ضرور اس سے قلق میں ڈالنے والے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔" (پ شوریٰ آیت ۱۴) ۔ غیب: ۔ غیب کے لغوی معنی جو چیزیں آنکھوں سے پوشیدہ اور دل میں موجود ہوں۔ وہ غیب کہلاتی ہیں مثلاً وجودِ باری تعالیٰ، بہشت۔ دوزخ۔ قیامت کے دن جی اُٹھنا حساب وکتاب وغیرہ وغیرہ نیز مسئلہ رجعت اور قیامِ قائمِ آلِ محمدؐ امام مہدی علیہ السّلام یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارھویں خلیفہ۔ نیز یحییٰ بن ابی القاسم لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے پوچھا کہ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ سے کیا مقصود ہے تو فرمایا! متقی حضرت علی علیہ السّلام کے شیعہ ہیں۔ اور غیب سے مراد حجّتِ خدا جو غائب ہیں۔ اس بات کا شاہد کلام پروردگارِ عالم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" اور وہ کہتے ہیں کہ اسکے

پروردگار کی طرف سے اس پر کیوں کوئی آیت نازل نہیں کیجاتی۔ پس تم کہدو کہ ماسوا اسکے نہیں ہے کہ غیب تو اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے پس تم انتظار کرو بیشک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔" (پ یونس آیت ۲۰) حضرت امام مہدی علیہ السّلام کے سب مسلمان منتظر ہیں۔ آپ کے ظہور کے بعد ہی قیامت آئیگی اور سب مسلمان امام مہدیؑ کو منصوص من اللہ سمجھتے ہیں۔ علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السّلام کی تدفین کے بعد امام مہدی کے تجسس میں آپکے گھر کی تلاشی لی گئی مقصد یہ تھا کہ امام مہدیؑ علیہ السّلام کو گرفتار کر کے قتل کر دیا جاتے تاکہ خاندانِ رسالت کا خاتمہ ہوجائے اور قیامت کے قریب عدل وانصاف کی بستی نہ بسائی جاسکے اور ظالموں کے ظلم کا بدلہ نہ لیا جاسکے۔ لیکن ان سے بدلہ ضرور لیا جائیگا۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: اور یقیناً ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ظلم کیا اسکے علاوہ بھی ایک عذاب ہے۔ لیکن انمیں سے اکثر نہیں جانتے۔" (پ طور آیت ۴۷) تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد زمانہ رجعت کا عذاب ہے جو تلوار کے ذریعہ دیا جائیگا۔

سورۃ السجدہ، ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "اور ہم انھیں بڑے عذاب کے علاوہ چھوٹا عذاب چکھائینگے تاکہ وہ رجوع کریں۔" (پ سجدہ آیت ۲۱) تفسیر صافی ص ۲۹ پر بحوالہ تفسیر قمی منقول ہے کہ عذاب ادنیٰ سے مراد زمانہ رجعت میں تلوار کا عذاب ہے۔

لیکن مذکورہ بالا اور آیات قرآنی میں جو غیب کی باتیں بیان کی گئی ہیں ان پر منافقین ایمان نہیں رکھتے تھے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "(ایسا نہیں) بلکہ انھوں نے تو اسے جھٹلا دیا جس کے علم کا وہ احاطہ نہ کرسکے۔ اور اسکی تاویل انکے پاس کوئی نہیں۔ اسی طرح ان لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے تھے پھر تم غور کرو کہ ظلم کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا۔" (پ یونس آیت ۳۹) بل کذبوا۔ تفسیر صافی ص ۲۲۳ پر ہے کہ انھوں نے قرآن مجید کی تکذیب کی۔ قبل اسکے کہ وہ اسکے معنی اور حقائق کو سمجھیں اور اسکے معنی اور تاویل سے آگاہ ہوئے ہوں۔ اور اسکی تکذیب کی وجہ وہ نفرت تھی جو انکے دلوں میں قرآنِ مجید کی تعلیم کو اپنے باپ دادا کے دین کے برخلاف پانے سے پیدا ہوئی یا اس بات سے پیدا ہوئی کہ اس میں غیب کی خبریں ہیں۔ ابھی انکی تاویل ان تک نہیں پہنچی کہ ان پر یہ بات کھل جاتی کہ یہ خبریں جھوٹی ہیں یا سچی۔ قرآن مجید دونوں حیثیتوں سے معجزہ ہے ایک تو نظم کلام کے اعتبار سے۔ دوسرے غیب کی خبروں کے اعتبار سے۔ مگر قبل اسکے کہ اسمیں غور کرتے کہ نظمِ کلام خدا اعجاز کو پہنچی ہوئی ہے یا نہیں اور قبل اسکے کہ اسکی غیب کی خبروں کو جانچتے کہ صحیح اُتری ہیں یا نہیں۔ انھوں نے تکذیب کر دی۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السّلام سے بڑے بڑے امور مثلِ رجعت وغیرہ کے متعلق سوال

کیا گیا تھا انھوں نے فرمایا کہ تم مجھ سے وہ باتیں پوچھتے ہو جنکا ابھی وقت نہیں آیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پھر حضرت نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی حجّت کو باقی رکھنا تھا لہذا اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق امام مہدی علیہ السّلام کو اس ظالم معتمد کے دسترس سے محفوظ کر دیا۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے مونہوں کی پھونک سے بجھا دیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ وہ کافروں کو نا خوش لگے" (پ ۲۸ الصف آیت ۸) اس آیۂ مجیدہ میں نور سے مراد آئمہ طاہرین ہیں، کافی میں ہے کہ لوگ چاہتے تھے کہ ولایت علیؑ کو باتوں باتوں میں اڑا دیں لیکن اللہ تعالیٰ کو آنحضرتؐ کے بارہ خلیفہ بنانا تھا تو اللہ تعالیٰ نے بنایا۔ اسکو انسانی طاقت نہیں روک سکتی ہے۔ ہاں مسلمانوں نے آنحضرتؐ کا خلیفہ خود بنانے کی کوشش کی لیکن بارہ خلیفہ نہیں بنا سکے صرف چار بنا سکے جنکو خلفائے راشدین کہتے ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ایمان لانے والوں کو الٰہی کام میں دخل نہیں دینا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے مقابلے میں جو بھی آئیگا جھوٹا ہی ثابت ہوگا۔ اور آنحضرتؐ کی حدیث پر ایمان بھی لوگ رکھتے ہیں کہ ہمارے بارہ خلیفہ ہونگے لیکن بارہ خلیفہ بنا نہ سکے اور جو اللہ کے بنائے ہوئے ہیں انکو مانتے ہی نہیں۔

حضرت محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اہلبیتؑ اہلِ زمین کیلئے اسی طرح ذریعہ امان ہیں جیسے ستارے اہلِ آسمان کیلئے ہیں اگر میرے اہلبیتؑ نہ رہیں گے تو زمین بھی اسی طرح باقی نہ رہے گی۔ جس طرح ستاروں کے نہ ہونے سے نظام آسمان درہم برہم ہو جائیگا۔ یہی اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے جسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آئمہ طاہرینؑ کے سلسلہ کو منقطع نہیں ہونے دیا۔ تاکہ یہ دنیا حجّت خدا سے خالی ہو کر قیامت کے وقت مقررہ سے پہلے فنا نہ ہو جائے۔ دنیا اپنی تمام برائیوں کے باوجود بھی باقی ہے فنا نہیں کیجاتی ہے یہ امام مہدی علیہ السّلام کے غیب میں قائم رہنے کی بیّن دلیل ہے دنیا حجتِ خدا سے خالی نہیں رہ سکتی ہے حالانکہ جن ظالم حکمرانوں کو درباری ملّا نے اولی الامر بنا لیا تھا۔ وہ لوگ نسل امامت کو قطع کرنے کی کوشش کرتے رہے تھے ؎

نورِ حق شمعِ الٰہی کو بجھا سکتا ہے کون   جسکا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون

اس بات کی تاریخ شاہد ہے کہ دو امام حضرت علیؑ اور امام حسین علیہ السّلام کو تلوار سے شہید کیا گیا اور باقی نو آئمہ علیہم السّلام کو زہر کے ذریعہ شہید کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کو اپنی حجّت کو تا قیامت باقی رکھنا تھا اس لئے بارھویں امام محمّد مہدی علیہ السّلام کو غیبت میں رکھ دیا اور وقتِ معین تک غیبت میں رکھے گا۔ جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ تم بھی انتظار کرو اور میں

بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اولی الامر کو چھوڑ کر اپنا اولی الامر حاکم وقت کو بنانا شروع کر دیا۔ انہوں نے امامت کا انکار کر دیا۔ اور جب اولی الامر سے یہ مقصد پورا نہ ہوا تو پھر بادشاہ وقت نے خود علماء میں سے امام بنانا شروع کیا۔ وہ بھی چار ہی بنائے جا سکے۔ جنکا آپس میں اتحاد و اتفاق نہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو چار گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تفرقہ پیدا کرنے سے منع کیا ہے اور فرما دیا کہ: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ یعنی دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے " (پ۳ آل عمران، آیت۱۹)۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام مہدی علیہ السّلام کو اپنی حجت کے طور پر باقی رکھنے کا مقصد بھی واضح کر دیا۔ کہ انہی کے ذریعہ سے دین اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ دینا ہے اور حضرت عیسیٰؑ کو بھی باقی رکھنے کا مقصد بھی یہی تھا تاکہ آیۂ میثاق جو انبیاءؑ علیہم السّلام سے آنحضرت کی نبوت کے بارے میں لیا تھا اسکی تکمیل ہو سکے حضرت عیسیٰؑ تمام انبیاء کے وارث ہیں اور حضرت امام مہدیؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث ہیں ظہورِ قائم آلِ محمد علیہم السّلام کے وقت حضرت عیسیٰؑ بھی بحکم خدا تشریف لائینگے۔ جو امام مہدی کی تصدیق بھی کرینگے کیونکہ ایک معصوم کی تصدیق ایک معصوم ہی کر سکتا ہے اور انکی اتباع اور نصرت بھی کرینگے اس طرح آیۂ میثاق کی بھی تکمیل ہو جائیگی اور اس آیت کی بھی جس میں اللہ نے دین اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ دینے کو فرمایا گیا ہے ارشاد ربّ العزت ہوتا ہے: "وہ وہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا۔ تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے۔ چاہے مشرکوں کو یہ بات بری لگے۔" (پ۲۸ الصف آیت۹) اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنا مقصد بیان فرماتا ہے کہ دین اسلام جو آنحضرت لے کر آئے تھے اسکو تمام دینوں پر غالب کریگا یہ مقصد ابھی یقیناً پورا نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ اس دین اسلام کو تو مسلمانوں نے خود فرقوں فرقوں میں بانٹ کر کمزور کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول پورا ہونا ہے اور قیامت کے آنے سے پہلے پورا ہونا ہے جب حضرت امام مہدی ظہور فرمائینگے اور حضرت عیسیٰؑ تشریف لائینگے تو پھر تمام دین مٹ جائینگے، اور تمام دنیا میں دین اسلام کو غلبہ حاصل ہو جائیگا اور حکومتِ الٰہیہ قائم ہو گی۔ اور ظلم و ناانصافیوں کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اور دنیا میں ہر طرف امن و سکون قائم ہو جائیگا۔ اور سب دین اسلام کے پیروکار ہونگے اور تمام نفاق مٹ جائیگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے زندہ رہنے اور دوبارہ آنے کی یہ بیّن دلیل ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے: "اور وہ لوگوں سے پنگھوڑے میں اور بڑھاپے میں یکساں باتیں کریگا۔ اور وہ صالحین میں سے ہوگا۔" (پ۳ آل عمران آیت۴۶) حضرت عیسیٰ علیہ السّلام چونکہ کہولت ضعیفی کی عمر کو پہنچے ہی نہیں تھے اور آسمان پر اٹھا لئے گئے تھے اس لئے یہ دلیل ہے اس بات کی کہ آپؑ ضرور نازل ہونگے اس لئے کہ جس طرح آپ نے

پنگھوڑے میں باتیں کی ہیں اسی طرح بڑھاپے کی عمر میں بھی باتیں کرینگے۔ اگر انکا بڑھاپے میں ہونا تسلیم نہ کیا جائے تو اس آیت کا مصداق کون ہوگا۔ ظاہر ہے کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا ہے۔ لہٰذا یہ آیت حضرت عیسٰی ابن مریمؑ علیہ السلام کے دوبارا تشریف لانے کی ایک واضح دلیل ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عیسٰیؑ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے " اور یقیناً وہ (عیسٰیؑ) البتہ قیامت کی علامت ہے پس تم اس کے بارے میں شک بالکل نہ کرو۔ اور میری تابعداری کرتے ہو یہی سیدھا راستہ ہے، اور تمہیں شیطان نہ روکے یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔" (پ۲۵ زخرف آیت ۶۲،۶۱) حضرت عیسٰیؑ کے زندہ باقی رہنگی یہ بھی ایک دلیل ہے جو قیامت کی علامت ہیں، اور اللہ تعالیٰ حضرت عیسٰیؑ کے سُولی دیئے جانے والے واقعہ کو بیان فرماتا ہے؛" اور انکے اس قول کے باعث کہ بیشک ہم نے اللہ تعالیٰ کے رسول مسیح عیسٰی ابن مریمؑ کو قتل کر دیا۔ حالانکہ نہ انھوں نے اسے قتل کیا اور نہ ہی اسے سُولی دی۔ بلکہ انکے لئے (ایک اور شخص کی) وہی شکل بنا دی گئی۔" (پ۶ النسآ آیت ۱۵۷) اس آیت سے تو بالکل واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰیؑ کو زندہ اٹھالیا ہے اور وہ زندہ ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اور سُولی جسکو دی گئی وہ اور شخص تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکی شکل کو حضرت عیسٰی کی شکل کے مشابہ بنا دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰیؑ کی تسلی کیلئے فرمایا کہ اے عیسٰیؑ! سولی سے مت گھبراؤ۔ تمہاری تبلیغِ رسالت کی مُدت پوری ہوگئی ہے اور میں تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ اس سے بھی حضرت عیسٰیؑ کی موت واقع ہونے کا پتہ نہیں چلتا ہے۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے: "(وہ وقت یاد کرو) جبکہ اللہ تعالیٰ نے کہا، اے عیسٰیؑ! میں تمہاری مدت پوری کرنے والا ہوں اور تم کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔" (پ۳ آلِ عمران آیت ۵۵)۔

تفسیر مُتَوَفِّیۡكَ:۔ اس چودھویں صدی میں ایک شخص مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضٰی ساکنہ قادیان ضلع گُرداس پور بھارت نے نبوت کا دعوٰی کیا اور ساتھ ہی یہ دعوٰی بھی کیا کہ وہ حضرت عیسٰی ابن مریمؑ کا مثیل ہے جس عیسٰیؑ کو دوبارہ آنا تھا وہ تو اپنے زمانہ میں طبعی موت مرچکا۔ اور اسکے خیال میں چونکہ اس دنیا میں مردے زندہ ہوکر واپس نہیں آیا کرتے۔ اسلئے حضرت عیسٰیؑ خود نہیں آئینگے یہ مثیل عیسٰیؑ ہیں۔ اور یہ اس زمانے کے نبی مبعوث ہوکر آئے ہیں۔ ان کے پیرو کار قادیانی کہلاتے ہیں۔ قادیانیوں نے حضرت عیسٰیؑ کی موت ثابت کرنے کیلئے اس لفظ مُتَوَفِّیۡكَ کا سہارا لیا ہے اور "توفی" کے معنی موت لیکر دعوئے مسیحیت کی بُنیاد رکھی ہے حالانکہ اس لفظ "توفی" سے موت ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوتی قاعدہ کلّیہ ہے کہ از روئے لُغتِ عرب کسی لفظ کے حقیقی معنی معلوم کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اس لفظ کے مادہ اور ثلاثی مجرد کو دیکھا جائے۔ یعنی لفظ توفی کا مادہ کیا ہے اور اسکے لغوی معنی کیا ہیں۔ کیونکہ جب بھی کسی لفظ کے معنی معلوم کرنے ہوں تو لفظ کے مشتقات

اور ابواب متصرف میں معنی مصدری حدثی کا موجود اور ملحوظ رہنا نہایت ضروری ہے مثال کے طور پر
جس طرح عربی زبان میں، ضارب، مضروب یا ضرب، مضروب وغیرہ کے معنی کی تحقیق صرف ضرب
کے معنوں سے ہو سکتی ہے یا کشتہ شد۔ کشد یا می کشد کے معنی کی تحقیق فارسی میں کشتن کے معنی
سے ہو سکتی ہے اسی طرح عربی میں انتصار، استفصار جو ابواب مزید فیہ سے ہیں انکے ثلاثی مجرد
نصر و نصرت کے معنی سے ہوگی کیونکہ تصرفِ ابواب تحوّل میں بقاءِ معنی مصدری حدثی از روئے قواعد
علمیہ عربیہ وغیرہ عربیہ ضروری ہے ہر زبان کا یہی قاعدہ اور یہی اصول ہے پس لفظِ "توفی" کے معنی
کی تحقیق کیلئے اسکے مادہ ثلاثی مجرد کے معنی دیکھنے کی ضرورت ہے اور لغت میں واضح ہے کہ "توفی" کا مادہ
"وُفاً" ہے اور ہر ایک لغت میں موجود ہے اور "وَفا" "غدر" کی ضد ہے، غدر کے معنی بد عہدی، خلاف
وعدگی، حقِ اخوت ادا نہ کرنا۔ "وُفا" کے معنی ہیں حقِ اخوت کو پورا کرنا، عہد و وعدہ کو وفا کرنا
ہیں۔ اسی سے لفظِ "وفات" ہے جسکے معنی اجل کا پورا ہونا ہے۔ "قاموس" میں ہے اسی طرح وفیٰ
اور اوفیٰ کے معنی ایک ہی ہیں یعنی پورا کر دینا۔ اور درجۂ اتمام کو پہنچانا۔ اسی طرح استوفا اور توفیٰ
کے ایک ہی معنی ہیں یعنی پورا پورا لے لینا۔ قبضہ کر لینا احاطہ کرنا اسی سے عرب کا محاورہ ہے توفیت
مالی قبضۃ یعنی میں نے اپنا مال پورا پورا قبضہ کر لیا۔ اور یہی توفی کے حقیقی معنی ہیں،
توفاہ اللہ کے اصلی معنی قبضہ کر لیا۔ یا قبضہ میں لے لیا۔ ہوئے۔ قرآن شریف میں اسکی بے شمار مثالیں
موجود ہیں مثلاً "یوفون بالنذر" (سورۂ دھر) یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں۔
اوفوا بعھدی اوف بعھدکم (پ بقرۃ آیت) اے میرے بندو! تم میرے
عہد پورے کرو میں تمہارے ساتھ اپنے وعدوں کو پورا کرونگا۔ وابراھیم الذی وفّی (پ
نجم آیت) اور وہ ابراہیم جس نے اپنے عہد اور وعدے کو پورا کیا (ذبح فرزند کے لئے تیار ہو گیا)
نُوَفِّ اِلَیۡھِمۡ اَعۡمَالَھُمۡ (پ ھود آیت ۱۵) ہم انکے اعمال ان کو پورے پورے پہنچا دینگے
وتوفی کل نفس ما عملت (پ النحل آیت ۱۱۱) ہر ایک نفس کو اسکے اعمال کا پورا پورا
اجر دیا جائیگا۔ بلٰی مَنۡ اَوۡفٰی بِعَھۡدِہٖ (پ آلِ عمران آیت) ہاں جس نے اپنے عہد اور
وعدے کو پورا کیا۔ اِنَّمَا تُوَفَّوۡنَ اُجُوۡرَکُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ (پ آلِ عمران آیت ۱۸۵) اور
قیامت کے دن تم کو تمہارے اجر پورے پورے دیئے جائینگے۔ ھو الذی یتوفیکم باللیل
ویعلم ما جرحتم بالنھار ثم یبعثکم فیہ یقضیٰ اجل مسمّٰی (پ انعام آیت) اور
وہ خدا وہی ہے جو رات کو تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور دن میں جو کارروائی تم

کمر چکے ہو اسے بھی جانتا ہے پھر تم کو اسی میں لا بٹھاتا ہے کہ مقرر کیا ہوا وقت پورا ہو۔
علیٰ ہذا القیاس ان لغوی اور قرآنی مثالوں سے اہل علم بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اگر توفی کے معنی لغت میں موت کے ہیں تو چاہیے کہ اصل مادہ مجرد (یعنی وفا) کے معنی بھی موت ہوں گے اور پھر ہر ایک باب کے متصرفات اور اشتقاقات میں موت ہی کے معنی ملحوظ رہیں گے اور اس لئے یوفون بالنذر کے معنی ہونگے کہ وہ اپنی نذر کو مار ڈالتے ہیں۔ اور وفون بالعهد کے معنی مار ڈالنے کے منیں گے۔ وغیرہ وغیرہ

دنیا میں سوائے قادیانی فرقے کے کوئی ذی حس ہے جو ان معنوں کو صحیح کہے۔ اور تفسیر صافی ج ۸۵ پر توفی کے معنی پورا کرنا ہی لئے گئے ہیں۔ ثابت ہوا توفی کے اصلی معنی موت ہرگز نہیں ہیں قرآن مجید میں جہاں بھی موت کے معنی آئے ہیں۔ تو انہی آیات سے ثابت ہے کہ توفی کے معنی محض موت ہی نہیں ہیں مثلاً تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (پ محمد آیت) توفته رسلنا (پ انعام آیت ۶۱) قل یتوفیکم ملك الموت الذی وکل بکم (پ سجدہ آیت ۱۱) ہمارے فرشتے انکے پاس آتے ہیں اور انکو لیجاتے ہیں۔ ہمارے قاصد ان کو پکڑتے ہیں۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها فیمسك التی قضی علیها الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی (پ انعام آیت ۹۹) اللہ تعالیٰ موت کے وقت جانوں کو قبض کرتا ہے پس انمیں سے جنکے لئے موت کا حکم نہیں ہوا ہے انکو انکی اجل معین تک کیلئے چھوڑ دیتا ہے۔

یتوفی الانفس حین موتها سے ثابت ہے کہ توفی اور موت دو چیزیں ہیں۔ والتی لم تمت فی منامها سے ثابت ہے کہ توفی وقت اور وقت نوم واقع ہوتی ہے اگر توفی کے معنی موت ہوں تو آیت کے یہ معنی ہونگے کہ خدا نفسوں کو مارتا ہے انکی موت کے وقت اور جو نہیں مرے انکو سونے کے وقت اس لئے موت اور عدم موت دونوں جمع ہو جائینگے اور سونے کے وقت نفسوں کا زندہ ہونا اور مرنا دونوں باتیں جمع ہونگی کہ اللہ انکو مارتا ہے اور وہ زندہ رہتے ہیں اور یمسك التی قضی علیها الموت علو دال ہے کہ توفی کے معنی موت نہیں ہیں۔ ورنہ قضی علیها الموت کے کوئی معنی نہیں ہو سکتے کیونکہ اگر یہاں توفی کے معنی موت لئے جائیں تو آیت کے آخری جز کے یہ معنی ہونگے کہ خدا سونے کے وقت لوگوں کو مار ڈالتا ہے۔ موت واقع ہو جاتی ہے پھر جنکی موت آجاتی ہے انکو روک رکھتا ہے اور جنکی موت نہیں آتی ان کو اجل معین تک کیلئے چھوڑ دیتا ہے اور خدا کے مار دینے کے بعد موت کا نہ آنا قادیانی لغت اور منطق میں ہی صحیح ہو سکتا ہے ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیں

فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ (پ النسآء آیت۱۵) کہ ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ موت انکو اٹھا لے۔"

خلاصہ یہ ہے اس آیت کی رو سے توفی کے حقیقی اور لغوی یا اصطلاحی معنی بھی موت ثابت نہیں ہوتی بلکہ دو معنی نکلتے ہیں۔ توفاہ اللہ ای قبضتہ او نومنہ کہ اللہ نے اسکو قبض کیا یا اسکو سلا دیا۔ بنابریں متوفیک سے موت حضرت عیسیٰؑ پر کسی طرح استدلال نہیں ہو سکتا ہے اور متوفی کا استعمال اسی طرح مجازاً ہے جس طرح ہم اپنی زبان میں کہتے ہیں۔ کہ فلانا پورا ہو گیا اسکے علاوہ دوسری آیات سے یہ بالکل واضح ہے کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے سولی سے بچالیا۔ جسکو اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر ایمان ہے وہ یقیناً حضرت عیسیٰؑ کو زندہ سمجھے گا۔ اور جسکو اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر ایمان نہیں ہے تو وہ غیب کی ہر بات کا انکار کریگا۔ اپنی عقل اور قیاس کے تحت اپنے ایمانکو استوار کریگا جو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مشیت اور راہِ حق کو سمجھنے سے قاصر رہے گا اور صراطِ مستقیم سے بھٹکا رہے گا۔

مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ قادیانی نے اسلام کو چھوڑ کر مرتد کیوں ہوا۔ اسکی سب سے پہلی وجہ اسکے اپنے ایمان کی کمزوری تھی، دوسرے انگریزی حکومت کی سرپرستی میں انکے ایماء پر ایمان فروش نبوت کا جھوٹا دعویدار بن گیا، حکومت نے اسکو پورا پورا تحفظ دے رکھا تھا۔ اسلئے مسلمانوں کے قہر و غضب سے بچ گیا اور پڑھے لکھے نوجوان مسلمانوں کو قادیانی بنا کر سرکاری، ملازمتیں دلواتا تھا اگر انگریزوں کی حکومت اور کچھ عرصہ رہ گئی ہوتی تو آج قادیانی قوم نہ صرف پنجاب میں بلکہ پورے ہندوستان میں اکثریت میں بدل گئی ہوتی۔ انگریزوں کے جانے کے بعد مسلمانوں کو نہ صرف انگریزوں سے بلکہ قادیانیوں سے بھی نجات مل گئی۔ مرزا غلام احمد قادیانی جھوٹا اور نبوت کا دعویٰ کرنے میں بالکل کاذب تھا قرآنی آیات کی روشنی میں جو چند ایک وجہیں بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) نبوت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ یہ ہر ایک مسلمان کا عقیدہ ہے چاہے مسلمانوں کے کسی بھی فرقے سے اسکا تعلق ہو۔ لیکن مرزا غلام احمد اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا نبی نہیں تھا۔ نبی کو علم و حکمت دیکر اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے کوئی انسان اس کا استاد نہیں ہوتا۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کے تو مسلمان بھی استاد تھے اور ہندو اور سکھ وغیرہ بھی اسکے استاد تھے اس لئے مرزا غلام احمد بیشک ابلیس کا چیلا تھا کہ خود بھی گمراہ ہوا دنیا کی لالچ میں پھنس کر اور دوسروں کو دنیا کی لالچ میں

پھانس کر گمراہ کیا۔

(۲) وہ قانون گوئی کے امتحان میں فیل ہوگیا تھا جو دنیاوی نوکری سرانجام دینے کا اہل نہ ہو نبوت کے فرائض کہاں سے ادا کر سکتا ہے۔ جسکو افسروں نے قانون گو کے عہدے کا اہل نہ سمجھا ہو وہ نبوت کیلئے کیسے اہل ہو سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آخری نبیؐ بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اسلئے مرزا غلام احمد انگریز کا منظور نظر اور بنایا ہوا نبی تو ہو سکتا ہے لیکن اللہ کا بنایا ہوا نبی تو کسی زاویے سے نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ پر نبوت کا خاتمہ کر دیا۔ اور پھر امامت شروع ہوئی۔ اور امام ہی نبیؐ کے خلیفہ ہیں اور امام مہدیؑ آپکے بارھویں خلیفہ ہیں۔ جنکو اللہ نے غیب میں رکھا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت پر بیعت لی تھی۔ چونکہ مرزا غلام احمد نے آپکی نبوت کا انکار کیا۔ جو ایک نبی نہیں کر سکتا۔ اس سے بھی یہ ثابت ہوا کہ یہ اپنے نبوت کے دعوے میں بالکل جھوٹا ہے ارشاد ربّ العزت ہوتا ہے: "اور (وہ وقت یاد کرو) جبکہ اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے عہد لیا تھا۔ کہ میں جو کچھ تمہیں کتاب اور حکمت دوں پھر (سب کے بعد) ایک رسول آئے جو تمہارے پاس والی چیزوں کی تصدیق کرنے والا ہو۔ تو تم ضرور اس پر ایمان لانا۔ اور ضرور اسکی مدد کرنا۔ فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کر لیا، اور اس اقرار پر میرا بوجھ اٹھا لیا؟ ان سب نے کہا ہم نے اقرار کر لیا فرمایا پس تم گواہ رہو۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔" (پ ۳ آل عمران آیت ۸۱) اس آیت سے یہ بات واضح ہے کہ نبیؐ خدا بناتا ہے۔ نبی ہمیشہ سے نبی ہوتا ہے۔ اور معصوم ہوتا ہے۔ نبی کو اللہ تعالیٰ علم و حکمت دیکر بھیجتا ہے۔ نبی کا اُستاد کوئی انسان نہیں ہوتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آخری نبی اور رسول ہیں۔ چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام نے آپکی نبوت پر بیعت کی ہے۔ اسلئے تمام انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے زمانے میں آپؐ کے بارے میں اپنی اُمّت کو بتلاتے رہے تھے۔ آیۂ میثاق کی تکمیل ابھی نہیں ہوئی ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کے وارث حضرت عیسیٰؑ ہیں، آنحضرتؐ کے وارث حضرت امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام ہیں۔ جو قرب قیامت میں تشریف لائینگے حضرت عیسیٰؑ جو انبیاءؑ سے عہد لیا گیا تھا اس عہد کو پورا کرینگے اور حضرت امام مہدیؑ کی اتباع اور نصرت کرینگے۔ اس آیۂ میثاق کی تکمیل ہو جائیگی کیونکہ امام مہدی اللہ کی طرف سے آنحضرتؐ کے وصی اور خلیفہ ہیں۔ اور ساری دنیا میں اللہ کے دین اسلام کو تمام دینوں پر غلبہ حاصل ہوگا، سارے باطل دین مٹ جائینگے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اس آیۂ مجیدہ سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ ارشاد ربّ العزت ہوتا ہے

"اور اہلِ کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہوگا مگر یہ کہ موت سے پہلے ضرور اس پر ایمان لائیگا اور وہ قیامت کے دن پر گواہ ہوگا۔" (پ النساء آیت ۱۵۹) اس آیت میں لَیُؤْمِنَنَّ استعمال ہوا ہے اسے مضارع موکّد بلا تاکید و نون تاکید یا نون ثقیلہ کہتے ہیں اسکی خصوصیت یہ ہے کہ معنی تاکید مع خصوصیت زمانہ مستقبل کے دیتا ہے اس آیت میں آئندہ زمانے کی خبر دی گئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتا دیا گیا ہے کہ آئندہ ایسا ہوگا۔ بعض اس آیت سے یہ معنی مراد لیتے ہیں۔ کہ ہر ایک اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ اپنی آخری عمر میں مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰؑ پر سچا ایمان لائیگا۔ حالانکہ یہ بالبداہت باطل ہے کوئی یہودی مرتے وقت عیسیٰؑ پر ایمان نہیں لاتا اور نہ ہی کوئی عیسائی مرتے وقت عقیدۂ تثلیث اُلوہیت عیسیٰؑ وغیرہ سے انکار کرکے سچا دین اختیار کرتا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں جو حدیث وارد ہے وہ اس امر کی تصدیق کرتی ہے۔ چنانچہ تفسیر صافی صفحہ ۱۲۷ پر بحوالہ تفسیر قمی شہر جو شب امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ قبل قیامت حضرت عیسیٰؑ نازل ہونگے، اور اس وقت کل یہود انکی تصدیق کرینگے اور کل عیسائی انکی نبوت پر سچا ایمان لائینگے اور اُلوہیت سے انکار کرینگے آیۂ مبارکہ میں بِہٖ اور مَوْتِہٖ کی دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰؑ کی طرف راجع ہیں ضمیر ہمیشہ اپنے مرجع کو چاہتی ہے جو قریب ہوتا ہے درصورتِ دیگر اضطراب ضمائر ہوگا جو خلاف فصاحت و بلاغت ہے اس لئے غلط ہے۔ پس حیاتِ عیسیٰؑ ثابت ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔" (پ الحج آیت ۱۸)

حضرت امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام کے بارے میں قرآن پاک سے ثبوت ملتا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور غیب میں ہیں، اور قربِ قیامت میں ظہور ہوگا۔ بشرطیکہ آیات قرآنی میں غور و فکر کیا جائے، اور عقل سے صحیح کام لیا جائے، اور ہماری عقل ہماری خواہشات پر غالب ہو اور ہمارا اللہ تعالیٰ کی قدرت پر پورا پورا ایمان ہو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ۔" (پ الحج آیت ۱۴) اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کسی کو کوئی دخل دینے کا اختیار نہیں ہے۔ ارشاد ربّ العزت ہوتا ہے: "وہ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے مونہوں کی پھونکوں سے بجھائیں اور اللہ تعالیٰ کو سوائے اسکے کچھ منظور نہیں ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا کرے اگرچہ کافر اسے نہ پسند کریں ○ اللہ وہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ھدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک اسے ناپسند ہی کریں۔" (پ توبہ آیت ۳۲، ۳۳) تفسیر صافی صفحہ ۲۰۲ پر لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی حالت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور ولایتِ حضرت علیؑ کو اپنی تکذیب کے ذریعہ باطل کرنا چاہتے ہیں

اس شخص کی حالت سے تشبیہ دی ہے جو ایک ایسے بڑے نور کو پھونک مار مار کر بجھانے کے درپے ہو جسکی روشنی کو خود اللہ تعالیٰ انتہا تک پہنچانا چاہتا ہو۔

تفسیر صافی ص[illegible] پر بحوالہ تفسیر قمی لکھا ہے کہ یہ آیت قائم آلِ محمدؐ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ ان آیتوں میں سے ہے جنکی تاویل تنزیل کے بعد آئیگی۔ الاکمال میں اسی آیت کے متعلق جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ خدا کی قسم اس آیت کی تاویل نازل نہیں ہوئی اور جب تک قائم آلِ محمدؐ کا ظہور نہ ہوگا۔ تو ہر توحید کا منکر اور ہر مشرک، اس ظہور کو برا سمجھے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر وہ کسی پتھر کے پیٹ میں بھی جا کر چھپے گا تو وہ پتھر بھی یہ کہدے گا کہ اے مؤمن! یہ کافر میرے پیٹ میں ہے۔ مجھے توڑ اور اسے قتل کر۔

یہ آیت قرآن مجید میں کئی جگہ وارد ہوئی ہے فصول آئمہ میں اس آیت کی تفسیر میں سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ اس سے مراد امام مہدی آخر الزمان کا زمانہ ہے اور اس وقت سوائے دین اسلام کے روئے زمین پر دوسرا دین ہوگا ہی نہیں، آپ روئے زمین کو عدل و داد سے اسی طرح بھر دینگے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "تم میں سے جو لوگ ایمان لاچکے ہیں، اور نیک عمل کرتے رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ضرور انھیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور وہ انکے دین کو جسے اس نے انکے لئے پسند فرمایا ہے ضرور تمکین دیگا اور انکے خوف کو امن میں بدل دیگا وہ میری ہی عبادت کرینگے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرینگے، اور اسکے بعد جو ناشکری کرینگے پس وہی لوگ فاسق ہیں۔" (پ۱۸ النور آیت ۵۵)۔

وَعَدَ اللّٰہُ:۔ تفسیر صافی ص۳۵۰ پر بحوالہ کافی لکھا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اس آیت کے مصداق آئمہ علیہم السّلام ہیں اور اسی تفسیر کے ص۳۵۲ پر بحوالہ تفسیر قمی لکھا ہے کہ یہ آیت قائم آلِ محمدؐ امام مہدی علیہ السّلام کی شان میں نازل ہوئی ہے اور تفسیر مجمع البیان بروایت اہلبیتؑ مروی ہے کہ یہ آیت امام مہدی آلِ محمدؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے جسکے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما گئے ہیں کہ اگر دنیا کی عمر میں ایک دن بھی باقی رہ جائیگا تو اللہ تعالیٰ اسے اتنا لمبا کریگا کہ میری اولاد میں سے ایک شخص جس کا نام میرا ہی نام ہوگا حاکم ہوجائے اور تمام روئے زمین کو عدل اور انصاف سے اسی طرح معمور کردے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر گئی ہو چونکہ یہ سب غیب کی باتیں ہیں اس

آیت پر وہی ایمان لائیگا۔ جو غیب پر پورا پورا ایمان اور یقین رکھتا ہے اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ پہلے بھی اللہ ہی خلیفہ بناتا تھا اور آئندہ بھی اللہ ہی خلیفہ بنائیگا اور انہی کے ذریعہ دین کو غلبہ حاصل ہوگا۔ امام مہدی آخر الزمان علیہ السّلام ہی کو اللہ تعالیٰ بقیۃ اللہ فرماتا ہے: "بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ۔ اگر تم مومن ہو تو اللہ تعالیٰ کا بقیہ تمہارے لئے بہتر ہے اور میں تم پر کوئی محافظ نہیں ہوں ۵ (پ۱۲ ھود آیت ۸۶) تفسیر صافی صفحہ ۲۲۳ پر بحوالہ کافی منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السّلام کیلئے جب "مدین" کا دروازہ بند کردیا گیا اور حضرت اسکے بازار میں سے گذرنے سے روک دیئے گئے تو حضرت ایک پہاڑ پر چڑھ گئے جو اہلِ مدین کو صاف نظر آتا تھا اور بلند آواز سے انکو خطاب فرمایا۔ کہ اے اس شہر کے رہنے والو! جسکے رہنے والے ظالم ہیں۔ میں ہوں بقیۃ اللہ، انمیں ایک شخص بہت بوڑھا تھا وہ ان لوگوں کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے لوگو! خدا کی قسم حضرت شعیبؑ نے یہی فرمایا تھا کہ اگر تم اس شخص کی خدمت میں نہ جاؤ گے اور اسکو بازار سے نہ گذرنے دوگے تو عذاب یا اوپر کی طرف سے تم پر نازل ہوگا یا زمین کی طرف سے

اکمال الدین میں منقول ہے کہ قائم آلِ محمدؐ امام مہدی اپنے خروج کے وقت پہلے اس آیت کو تلاوت فرمائینگے اور کہیں گے اَنَا بقیۃ اللہ حُجَّۃُ خلیفۃ علیکم میں تم سب کیلئے خدا کی یادگار اور تم پر اسکی حجّت اور اسکا خلیفہ ہوں، پس جو شخص ان حضرت پر سلام کریگا وہ یہ کہہ کر سلام کریگا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَقِيَّةَ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ۔ اے زمین خدا میں خدا کی یادگار آپؑ پر سلام ہو۔

لفظِ بقیۃٌ کے معنی بچی ہوئی چیز، باقی ماندہ، باقی رکھتا ہوا۔

فَعِيْلَةٌ کے وزن پر بَقَاءٌ سے صفت مشبّہ کا صیغہ ہے۔

قرآن مجید میں حضرت طالوت کے ذکر میں جب انکو بادشاہ ماننے سے انکار کردیتے ہیں تو انکے نبیؐ فرماتے ہیں: "اور انکے نبی نے ان سے کہا کہ بیشک اسکی حکومت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آئیگا جس میں تمہارے رب کی طرف سے تسکین کا سامان اور جو کچھ آلِ موسیٰ اور آلِ ہارونؑ چھوڑ گئے انکے بچے کچھے تبرکات ہونگے۔ اسے فرشتے اٹھائے ہونگے (پ۲ بقرہ آیت ۲۴۸) یہ بچی ہوئی چیزیں کیا تھیں تورات کی دو لوحیں۔ کچھ ٹوٹی ہوئی لوحوں کا ریزہ حضرت موسیٰؑ کا عصا اور انکی نعلین حضرت ہارونؑ کا عمامہ اور عصا اور ایک قفیز (ایک پیمانہ) کا نام) "مَنّ" جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا (معالم التنزیل، امام بغوی جلد ۱ صفحہ ۲۱۶ طبع مصر،

بحوالہ لغات القرآن نعمانی جلد ۲ صفحہ ۴۲) چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام مہدی علیہ السلام
ہدایت کی حجت کو پورا کرنے والے آخری فرد ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے امام محمدؑ مہدی آخر
الزماں علیہ السلام کو بقیۃ اللہ کہا ہے۔ قیامت کی علامت میں سے ایک علامت ہیں جو
منصوص من اللہ ہیں جسکا ہر مسلمان قائل ہے حضرت عیسیٰؑ بھی قیامت کی علامت ہیں
[illegible] دعویٰ حضرت عیسیٰؑ کے ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرے تو اس سے پوچھا جا سکتا
ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کہاں ہیں اور جو امام مہدی بننے کا جھوٹا دعویٰ کرے تو اس
سے پوچھا جا سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کہاں ہیں۔ جو ایک دوسرے کی تصدیق کرینگے اور
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتباع اور نصرت کرینگے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی۔ اللہ تعالیٰ نے
انبیاء علیہم السلام سے آنحضرت کی نبوت کی بابت جو میثاق یعنی عہد و اقرار لیا تھا۔ اس
آیت کی تکمیل ہو جائیگی۔ ان دونوں پاک ہستیوں کو باقی رکھنا اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت
میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا جب حکم ہو گا تب یہ ظہور فرمائینگے۔ اور ساری دنیا میں صرف دین
اسلام ہو گا اور تمام باطل دین مٹ جائینگے اور ظلم و استبداد ختم ہو جائیگا۔ اور
روے زمین پر عدل و انصاف کی حکومت قائم ہو گی جسکا مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ
نے ذکر فرمایا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعوٰی میں جھوٹا ہے دوسری دلیل یہ ہے کہ نبوت اور
امامت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ان کیلئے مخصوص ہے جو معصوم ہیں۔ اس لئے
کسی دوسری نسل کا شخص نبوت اور امامت کا دعوٰی کرنے والا کاذب ہے۔

چونکہ یہ سب غیب کی باتیں ہیں ان غیب کی باتوں پر وہی ایمان لائیگا جو غیب پر ایمان رکھتا
ہے اور یہ غیب کی باتیں انسانی عقل اور علم کے احاطہ سے باہر ہیں اور اسکا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے
ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اے رسولؐ کہہ دو! کہ جو کوئی آسمانوں اور زمینوں میں ہے غیب کو
نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے" (پ ۲۰ نمل آیت ۶۵) اسی آیۂ مجیدہ کے تحت بعض مُلّا یہ کہتا ہے کہ غیب
کا علم نبیؐ کو بھی نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ اسکے سر میں نبیؐ سے ہمسری کرنے کا سودا سما گیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ
جتنا علم غیب نبیؐ کو دیتا ہے اتنا تو غیب کا علم نبیؐ کو ہوتا ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: اِنَّهٗ
لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ یہ قرآن ایک عزت والے رسولؐ (منجانب اللہ) کا کلام ہے" (پ ۳۰ تکویر آیت ۱۹)
لہٰذا قرآن پاک میں جتنی غیب کی باتیں اللہ تعالیٰ نے بتلائیں ہیں انکا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے

اور انکو ہے جنکو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کا پورا پورا علم عطا فرمایا ہے اور انہیں کو من عندہٗ علم الکتاب، راسخون فی العلم اور اُوتوا العلم فرماتا ہے، اور وہ حضرت علیؑ اور انکی اولاد میں گیارہ آئمہ معصومین علیہم السّلام ہیں۔ نبیؐ اور آئمہ علیہم السّلام کو علم و حکمت دیکر بھیجا ہے تو انہی کو اللہ تعالیٰ نے غیب کا علم بھی عطا کیا۔ اس کی تصدیق بھی اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتا ہے: "وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ۔ اور وہ غیب کی باتوں میں بخیل نہیں ہے۔" (پ تکویر آیت ۲۴) اس آیۂ مجیدہ سے یہ بالکل واضح ہوگیا کہ بیشک غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنا غیب کا علم عطا فرمانے میں بخل سے کام نہیں لیا ہے۔ لہٰذا نبیؐ اور آئمہؑ جو حاملِ علم الٰہی ہوتے ہیں جو اللہ کے حکم کے مطابق راہِ حق کی ہدایت کرتے ہیں۔ انہی پاک ذوات کو اللہ تعالیٰ نے غیب کا علم عطا کیا ہے۔

اب جسکا یہ ایمان ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ معصومینؑ کو غیب کا علم نہیں ہوتا تو وہ انکی بتلائی ہوئی غیب کی باتوں پر ایمان ہی نہیں لائیگا اور نہ ہی اسکو ہدایت ملے گی۔

ہدایت اسے ملے گی جو غیب پر ایمان رکھتا ہے۔ اور ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "یہ کتاب ہدایت ہے ان متقیوں کیلئے جو غیب پر ایمان لانے والے ہیں۔" (پ البقرۃ آیت ۳-۲) مسلمان کے ایمان کی بنیادی شرط ہی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے غیب پر ایمان لائے اگر وہ غیب پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتا ہے تو قرآن پاک سے اسکو ہدایت مل سکتی ہے ورنہ اسکو ہدایت نہیں مل سکتی یہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ دے دیا ہے۔ اللہ اور رسولؐ نے جو کچھ بھی غیب کی باتیں قرآن میں بیان فرمائی ہیں مسلمانوں کیلئے ان تمام باتوں پر ایمان لانا ضروری ہے کسی بھی بات سے انکار کا اختیار نہیں ہے۔

سورۂ نور کی آیت ۵۵ میں اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے ایفاء کا تعلق ایمانداروں کے ساتھ ہے علاوہ ازیں اعمالِ صالحہ کی شرط بھی ساتھ لگی ہوتی ہے پس غیر مؤمن، یا غیر صالحہ اس آیت کے مصداق نہیں ہوسکتے۔ الَّذِينَ آمَنُوا کا مطلب صاف ہے آمَنُوا صیغہ ماضی ہے یعنی جو لوگ گذشتہ زمانے میں ایمان لاچکے۔ لہٰذا نو مسلم، منافق اور کافر اس وعدہ میں شریک نہیں ہوسکتے کَمَا اسْتَخْلَفَ سے واضح ہوتا ہے کہ وعدہ الٰہی مطابق امتہائے سلف ہوگا کاف تشبیہ کا ہے یعنی جس طرح پہلے زمانے کے لوگ خلیفہ بنے اسی طرح اس امّت میں ہوگا۔

قرآنِ مجید کی دیگر آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے خلیفہ خدا نے خود مقرر فرمائے جیسا کہ حضرت آدم علیہ السّلام کے بارے میں ارشاد ہوا: اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً یقیناً

میں ہی زمین میں خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں" (پ البقرۃ آیت ۳۰) جاعل اسم فاعل ہے جس سے ثابت ہوا کہ خلیفہ بنانے والا صرف خدا ہے لوگوں کو اختیار ہر گز نہیں ہے حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے: "یا داؤد انا جعلنٰک خلیفۃ فی الارض اے داؤد میں نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے" (پ ۲۳ ص آیت ۲۶) پس جس طرح پہلے خلیفے خدا نے مقرر فرمائے۔ آنحضرت صلعم کا خلیفہ بھی خدا ہی مقرر فرمائیگا۔ اُمت کو اختیار نہیں۔ نیز وعدہ ایفا تمکین دین پر منحصر ہے۔ غلبہ دین دلایل و براھین سے ہوا کرتا ہے نا کہ شاہی غلبہ و قوت اور جمعیت سے۔ لہٰذا وعدۂ الٰہی میں اس پسندیدہ دین کو غلبہ اور تسلط دینے کا ذکر ہے۔ جو انکے لئے پسند کیا گیا۔ چونکہ دین مرتضٰی ہے (ارتضیٰ لھم) اس دین سالک با ایمان والے ہی مرتضیٰ ہی ہونگے۔ غیر مرتضیٰ کا طریقہ دین مرتضیٰ نہیں ہوتا ہے۔

چونکہ وعدہ کا تعلق ایسے نفوس سے ہے جو کسی گذشتہ زمانہ میں ایمان لا چکے۔ اس لئے بجز رسولؐ و نفسِ رسولؐ و ذریت طیب رسولؐ دوسرے قریب العہد لوگ مصداق نہیں ہو سکتے ہیں اور نہ ان پر وہ وعدہ صادق آسکتا ہے۔ جو گذشتہ زمانے میں ان مومنین کے ساتھ کیا گیا وعد صیغۂ ماضی ہے جس کا اطلاق حال پر نہیں ہو سکتا ورنہ ماضی کا صیغہ استعمال نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کی نظر میں کوئی مضطر ہے کہ جس وقت بھی وہ مضطر دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی مصیبت کو دور کرتا ہے اور پھر زمین پر اسکو خلیفہ مقرر فرماتا ہے۔ ارشاد رب العزت ہوتا ہے: "بھلا وہ کون ہے جو بیقرار کی دعا قبول کرتا ہے جس وقت بھی کہ وہ اسے پکارے اور مصیبت کو دور کر دیتا ہے اور تمہیں زمین کے خلیفے مقرر کرتا ہے کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے (پھر بھی)، تم بہت تھوڑی نصیحت حاصل کرتے ہو" (پ ۲۰ نمل آیت ۶۲)

خلفاء الارض:۔ تفسیر صافی ص ۳۷۳ پر بحوالہ تفسیر قمی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ آیت قائم آل محمدؐ علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ خدا کی قسم وہ مضطر ہیں جس وقت وہ مقام ابراہیمؑ میں دو رکعت نماز پڑھیں گے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں گے تو اللہ تعالیٰ انکی دعا قبول کریگا اور ان سے مصیبت دفع کر دے گا اور انھیں تمام روئے زمین کا خلیفہ بنا دیگا۔

"بھلا کون بیقرار کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور کون اسکی تکلیف کو دور کرتا ہے اور کون تم کو زمین میں (اگلوں کا) جانشین بناتا ہے (یہ سب کچھ خدا کرتا ہے)، تو کیا خدا کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے ہر گز نہیں مگر تم بہت کم غور کرتے ہو" (پ ۲۰ نمل آیت ۶۲) یہ ترجمہ مولانا

فتح محمد خانصاحب جالندھری کا ہے تفسیر فرماتے ہیں۔ کہ یعنی تھوڑے ہیں وہ لوگ جو نصیحت مانتے ہیں یقین لاکر اور خدا تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں اسے ایک جان کر۔

"یا وہ جو لاچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے اور دور کر دیتا ہے برائی اور تمہیں زمین کا وارث کرتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے بہت ہی کم دھیان کرتے ہو" (پ ۲۰ نمل آیت ۶۲) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب کا ہے تفسیر فرماتے ہیں (۱) اور حاجت روائی فرماتا ہے (۲) کہ تم اس میں سکونت کرو اور قرناً بعد قرن اس میں متصرف رہو جنکو اللہ تعالیٰ نے زمین پر خلیفہ بنایا ہے آپ نے نہ تو خود ان خلفا کو پہچانا۔ اور اگر خود پہچانتے تھے تو دوسروں کو نہیں پہنچوایا بہر حال مولانا صاحبان کے ترجموں تفسیروں میں غور و خوض کیا جائے تو ذیل کے نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی نصیحتوں پر اللہ تعالیٰ کو یقین کے ساتھ ایک جان کر جو عمل کرتے ہیں ان کی تعداد تھوڑی ہے گویا حق پرست تھوڑے باطل پرست زیادہ ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ زمین پر اپنا خلیفہ ہر قرن میں مقرر فرماتا ہے۔ انسان کو خود خلیفہ بننے اور بنانے کا اختیار نہیں ہے جو خلیفہ خود بنے یا دوسرے کو بنائے تو گویا اللہ تعالیٰ نے جس کو خلیفہ بنایا ہے اس سے انکار کر کے اس نے اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی۔ اور جسکو اللہ تعالیٰ نے زمین پر خلیفہ بنایا۔ اسی کو زمین کا وارث بھی قرار دیا ہے۔ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۔ بیشک زمین اللہ تعالیٰ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور انجام تو پرہیز گاروں ہی کیلئے ہے۔" (پ ۹ اعراف آیۃ ۱۲۸) يُوْرِثُهَا:۔ تفسیر صافی صفحہ ۲۰۸ پر بحوالہ تفسیر عیاشی لکھا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت فرما کر کہا کہ وہ میں ہوں اور میرے اہلبیت جنکو اللہ تعالیٰ نے زمین کا وارث کیا ہے۔ ہم ہی وہ متقی ہیں اور زمین ساری کی ساری ہماری ہے پس مسلمانوں میں سے جو کوئی زمین کے کسی حصہ کو آباد کرے تو اسے لازم ہے کہ اس کا خراج اہلبیت کے امام کی خدمت میں پہنچا دیا کرے اور جو کچھ باقی رہے وہ اس کا ہے اسے کھائے پیئے۔ پھر اگر وہ اس زمین کو چھوڑ دے۔ اور اس کو آباد کر کے پھر ویران کر دے۔ ایک دوسرا مسلمان اس کو آباد کرلے تو بہ نسبت چھوڑنے والے کے یہ اس کا مستحق ہو جائیگا اور اسے بھی لازم ہے کہ امام اہلبیت کو خراج دیا کرے۔ اور جو باقی رہے وہ اسکا حصہ ہے یہ حکم اس وقت تک ہے جب تک کہ قائم آل محمد ظہور فرمائینگے۔

(۳) چونکہ زمین پر ہر قرن یعنی ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ اپنا خلیفہ مقرر کرتا ہے فی زمانہ خلیفۃ اللہ ورسول امام مہدی آخر الزمان ہیں جنکو اللہ تعالیٰ خلیفہ مقرر کرتا رہا ہے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہی دراصل نبی کے وصی وخلیفہ ہیں اور وہی مؤمنوں کے امام ہیں اسی لئے ارشادِ رَبّ العزت ہوتا ہے یَوْمَ نَدْعُوا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ قیامت کے دن ہم سب لوگوں کو انکے اماموں کے ساتھ بلائیں گے" (پ بنی اسرائیل آیت) اس آیت سے خلیفۃ اللہ ورسول کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے اور جو جالے امام اور پیشوا ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان وہی واسطہ ہیں جہاں جسکے امام جائینگے وہیں وہ بھی جائینگے اللہ نے جن کو امام بنایا ہے وہ اپنے پیروکاروں کے ساتھ جنت میں داخل ہونگے۔ اور دوسرے آئمہ جہنم ہیں۔ ان کے بارے میں ارشادِ رَبّ العزت ہوتا ہے؛" اور ہم نے انکو ایسے امام قرار دیا جو جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن وہ کوئی مدد نہ دیئے جائینگے" (پ القصص آیت) تفسیر صافی، صفحہ پر بحوالہ کافی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں دو اماموں کا ذکر ہے فرمایا خدا نے: وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَهْدُونَ بِاَمْرِنَا" (پ انبیاء آیت) مطلب یہ ہے کہ ہم انکو ایسے امام بنا ینگے جو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتے ہیں۔ آدمیوں کے حکم کے مطابق نہیں۔ اور وہ خدا کے حکم کو لوگوں کے حکم سے مقدم سمجھتے ہیں۔ اور خدا کے فیصلے کو انکے فیصلے سے بھی مقدم سمجھتے ہیں۔ اور فرمایا: وجعلناهم ائمة يدعون الى النار جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کے حکم کو خدا کے حکم سے مقدم سمجھتے ہیں۔ اور آدمیوں کے فیصلہ کو خدا کے فیصلے پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور جو کچھ خدا کی کتاب میں ہے اس کے برخلاف اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہیں۔ مسلمانوں کیلئے ایسے اماموں کی تابعداری اور پیروی سے بچنا واجب ہے۔

(۴) موجودہ قرن یعنی زمانے میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ضرور ہے اسی خلیفہ یا امام کو اللہ تعالیٰ اسکی صفات سے اس آیت میں پہچنواتا ہے کہ وہ خلیفۃ اللہ یا امام برحق مضطر ہے غیب میں ہونے کی وجہ سے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ظہور فرمائینگے اور خانہ کعبہ میں مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرینگے تو اللہ تعالیٰ انکی دعا قبول کریگا۔ تو انکو تمام مصیبتوں سے نجات مل جائیگی، پھر روئے زمین پر وہی اللہ کے خلیفہ ہونگے اور حضرت عیسیٰ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی اتباع بھی کرینگے اور انکی نصرت بھی کرینگے اور پھر دین اسلام جو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے تمام ادیان پر غالب آجائیگا۔ اور تمام باطل دین مٹ جائینگے۔ ارشادِ رَبّ العزت ہوتا ہے؛" وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ

اَلْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ اور اے رسولؐ کہہ دو کہ حق آگیا اور باطل نکل بھاگا یقیناً باطل نکل بھاگنے والا ہی ہے"۔ (پ۱۵ بنی اسرائیل آیت۸۱) اس آیت کی تاویل تب ہی پوری پوری ہوگی جب امام مہدیؑ کا ظہور ہوگا ویسے تو حق کے سامنے باطل کبھی بھی نہیں ٹھہرتا ہے۔ اور نہ ٹھہرے گا۔

اللہ تعالیٰ کی قیامت کی نشانیوں پر انکے ظاہر ہونے کے بعد ان نشانیوں پر ایمان لانا کچھ فائدہ نہ دیگا۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: کیا وہ اس بات کا انتظار کرتے ہیں۔ کہ انکے پاس فرشتے آئیں یا تمہارا پروردگار ہی آجائے۔ یا تمہارے پروردگار کی کچھ نشانیاں آئیں جس دن تمہارے پروردگار کی بعض نشانیاں آجائینگی۔ تو کسی نفس کو جو پہلے ایمان نہ لا چکا ہوگا یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی ہوگی اس کا ایمان فائدہ نہ دیگا کہہ دو کہ تم بھی انتظار کرو۔ ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں"۔ (پ۸ انعام آیت۱۵۸)۔

هل ينظرون: تفسیر صافی ص۱۶۷ پر بحوالہ احتجاج طبرسی جناب امیر المومنین علیؑ علیہ السّلام سے اس آیت کے معنی یوں منقول ہیں کہ یہ خطاب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کیا منافق اور مشرک اسکے منتظر ہیں کہ فرشتے انکے پاس آئیں اور وہ انکو دیکھیں یا خدا انکے پاس آئے۔ جس سے مطلب یہ ہے کہ حکم خدا یا خدا کی کوئی نشانی ان کے پاس آئے اور یہاں نشانی سے مراد وہ عذاب جو دنیا میں پہنچتا ہے۔ جیسا کہ پہلی امتوں کو پہنچا۔

الاکمال میں جناب امیر المومنین علیؑ علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اس آیت میں آیات سے مراد آئمہؑ ہیں اور آیت منتظر سے مراد قائم آلِ محمدؐ علیہ السّلام ہیں پس جس دن حضرت کا ظہور ہوگا اس دن کسی کا ایمان لانا اسے مفید نہیں ہوگا۔

لا ينفع نفسًا: تفسیر صافی ص۱۶۷ پر بحوالہ تفسیر قمی امام محمدؐ باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا اس دن جو شخص ایمان لائیگا اسکا ایمان اسکو کوئی نفع نہ دیگا۔

اور تفسیر عیاشی میں امام محمدؐ باقر علیہ السّلام اور جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ خدا کے اس یوم یاتی بعض آیات ربک کا مطلب ہے مغرب کی طرف سے سورج نکلنا۔ دجّال کا خروج کرنا اور دھوئیں کا پیدا ہونا اور اگر کوئی شخص اپنی ہٹ پر قائم رہے گا اور مقتضائے ایمان پر عمل نہ کریگا۔ اور یہ نشانیاں ظاہر ہوجائینگی تو اسکا ایمان اسکو کوئی نفع نہ پہنچائیگا۔

مندرجہ بالا آیت سے ذیل کے نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں

(۱) منافقین اور مشرکین غیب کی باتوں پر یقین نہیں کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ سوال کر رہا ہے کیا یہ لوگ اس وقت ایمان لائینگے کہ جب انکے پاس فرشتے آئیں یا اللہ تعالیٰ خود آجائے یا کچھ بعض نشانیاں آجائیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اور فرشتے تو آنے سے رہے البتہ جب اللہ تعالیٰ کی بعض نشانیاں آجائینگی تو اس وقت ان لوگوں کا ایمان لانا کوئی فائدہ نہیں دیگا۔

(۲) جو لوگ پہلے سے ہی ایمان لائے ہوئے ہیں تو ان لوگوں کا ایمان انکو فائدہ دیگا اگر ایمان لانے کے بعد انہوں نے نیکی کمائی ہوگی اور اگر ایمان رکھتے ہوئے کوئی نیکی نہیں کمائی تو ان لوگوں کا ایمان لانا بھی انکو کوئی فائدہ نہیں پہنچا ئیگا۔ اور جن لوگوں نے ایمان لائے بغیر کوئی نیکی کمائی ہے تو انکی نیکی سے بھی انکو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے اس بات کو واضح کر دیا کہ ہم لوگوں کی خواہش کے مطابق اپنی نشانیوں کو نازل نہیں کرینگے۔ لہٰذا ان منافقوں اور مشرکوں سے کہہ دو کہ تم بھی ہماری نشانیوں کا انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔ اس وقتِ معین تک جسکا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی نشانیوں کو نازل کریگا تب ہی تو اللہ تعالیٰ انتظار کرنے کو فرماتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ضرور ایک نہ ایک دن نازل ہونگی۔ مؤمنوں کا اس پر پختہ ایمان ہے۔

(۴) حضرت امام مہدی قائم آلِ محمدؐ علیہ السّلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اللہ تعالیٰ کی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں لہٰذا مسلمانوں کو ان نشانیوں پر پہلے ہی سے ایمان لانا چاہیے اور نیکی کمانی چاہیے تاکہ اس ایمان لانے کا فائدہ پہنچے۔ ورنہ ان نشانیوں کے ظاہر ہونے کے بعد ایمان لانا کوئی فائدہ نہیں دیگا۔ اور نہ کوئی نیکی بغیر ایمان کے فائدہ دیگی لہٰذا صرف اللہ اور رسولؐ پر ایمان لانا کافی نہیں ہے بلکہ جس جس پر ایمان لانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے ان سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کی اطاعت کریگا وہ پورا پورا اسلام میں داخل ہوگا اور ہدایت یافتہ ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ کے کسی ایک حکم کو ماننے سے انکار کریگا۔ وہ ابلیس کا پیروکار ہوگا اور گمراہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں عاقل وہی ہے اور مؤمن بھی وہی ہے جسکا قلب ایمان کے ذریعہ زندہ ہو ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے لِيُنذِرَ مَن كَانَ حَيًّا۔ تاکہ یہ اسے ڈرائے جو زندہ ہو۔ (پ۲۳ یٰسٓ آیت ۷۰) تفسیر صافی ص۴۲۵ پر بحوالہ مجمع البیان جناب امیر المومنین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اس آیت میں حیًّا سے مراد زندہ ہے اور تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد مؤمن ہے کیونکہ زندہ وہی ہے جسکا قلب ایمان کے ذریعہ زندہ ہو۔ نصیحت اور ہدایت بھی وہی

حاصل کرتے ہیں۔

⑤ اللہ تعالیٰ کی آیتوں (نشانیوں) کو جھٹلانے والا اللہ کی نظر میں سب سے بڑا ظالم ہوتا ہے۔
ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے "پس تحقیق تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آئی ہوئی ہے تو اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلائے اور ان سے منہ موڑے۔ عنقریب ہم ان لوگوں کو جو ہماری آیتوں سے منہ موڑتے ہیں۔ بڑے عذاب کی سزا دینگے۔ بہ سبب اس کے کہ وہ منہ موڑا کرتے تھے" (پ انعام آیۃ ۱۵۷) اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشن دلیل و ہدایت اور رحمت یہ تینوں چیزیں آئی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو پہچاننے میں کوئی دقت باقی نہیں رہی۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو کوئی جھٹلائے اور اس سے منہ موڑے تو وہی سب سے بڑا ظالم ہے۔ اور ایسے ظالموں کیلئے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ ان نافرمان اور ظالم لوگوں پر انکے ظلم کے عیوض میں ان پر عذاب نازل نہیں کرتا ہے اور ان پر عذاب کو روکے ہوئے ہے تو ظالم اپنے ظلم سے باز نہیں آتا بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ وہ کیا چیز ہے کہ جو اللہ کو ہمارے اوپر عذاب نازل کرنے سے روکے ہوئے ہے یہ کہکر وہ ظالم اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نفی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے عذاب کو روکے رکھنے کی وجہ بیان فرماتا ہے "اور اگر ہم ان سے عذاب کو ایک گنے ہوئے گروہ کے آنے تک روک رکھیں گے تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ کیا چیز اسے روکتی ہے خبردار ہوجاؤ جس دن وہ اُن پر آئے گا وہ اُن سے ٹلنے والا نہ ہوگا اور جس (عذاب) سے وہ ہنسی کیا کرتے تھے وہ انھیں گھیرے گا" (پ ہود آیۃ ۸)۔

اُمَّۃ :۔ اُمت کے لغوی معنی ہیں اُمت، جماعت، گروہ، طریقہ، دین اور ہر وہ جماعت جسمیں کسی قسم کا کوئی رابطہ، اشتراک موجود ہو۔ اسے اُمت کہا جاتا ہے خواہ یہ اتحاد مذہبی وحدت کی بنا پر ہو یا جغرافیائی اور عصری وحدت کی وجہ سے۔ اور خواہ اس رابطہ میں اُمت کے اپنے اختیار کو دخل ہو یا نہ ہو۔ اخفش نے تصریح کی ہے کہ امت باعتبار لفظ کے واحد ہے اور باعتبار معنی کے جمع۔ نیز حیوان کی ہر جنس ایک اُمت ہے (لغات القرآن نعمانی جلد ا صفحہ ۲)۔

اور تفسیر صافی صفحہ ۲۱۲ بحوالہ تفسیر عیاشی امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اُمَّۃٍ مَّعْدُوْدَۃٍ سے مراد قائم آلِ محمدؐ اور انکے اصحاب ہیں اور انہی حضرت نے فرمایا کہ انکی تعداد بدریوں کی تعداد کے برابر ہوگی۔

اور امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اصحاب قائم آلِ محمدؐ ۔ ۱۳ سے

کچھ زیادہ ہونگے خدا کی قسم اُمَّۃٍ مَّعْدُوْدَۃٍ سے وہی مراد ہیں۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے پھر حضرت نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ واللہ! وہ ایک ساعت میں اس طرح جمع ہو جائینگے جیسے فصلِ خریف کے بادلوں کے ٹکڑے۔ کافی کی تفسیر مجمع البیان میں بھی اسی کے قریب قریب ہے۔

مذکورہ بالا آیت کی رو سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ حضرت امام مہدی کے ظہور تک نافرمانوں اور ظالموں پر انکے تمام ظلم کے باوجود ان پر عذاب خدا نازل نہیں ہوگا جسکی وجہ سے تردد میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور اپنی اصلاح نہیں کرتے۔ ایسا وہ لوگ کرتے ہیں جو لوگ غیب کی باتوں پر صدق دل سے ایمان نہیں رکھتے ہیں، جبکہ غیب کی باتوں پر ایمان لانا ہی دین اسلام کی اصل اساس ہے۔ مسلمانوں کے اندر ہر وہ برائی موجود ہے جس سے اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے اس کا یہ بیّن ثبوت ہے کہ لوگوں کے دل میں خدا کا خوف نہیں رہا نہ قیامت کے دن کا ڈر رہا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ غیب کی باتوں پر ایمان نہیں رکھتا ہے اور دوسری یہ کہ ماتق فاجر حاکم حق کو اولی الامر بنا کر اسکی پیروی کرنے لگا اور دین اسلام کو اپنی خواہشات نفسانی کے مطابق ڈھال لیا گیا اور فرقوں میں بٹ گئے، ارشاد رَبُّ العزت ہوتا ہے: "یقیناً وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ گروہ گروہ بن گئے تمہارا ان سے کوئی تعلق نہیں"، (پ انعام آیت ۱۵۹) اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے منصوبوں کے ذریعہ جو نفاق پیدا ہونے والا تھا اسکی بابت پہلے سے ہی آگاہ کر دیا تھا اور پھر نصیحت اور ہدایت بھی کی۔ کہ دیکھو زمین کی اصلاح ہو چکی ہے، اب دوبارہ زمین میں فساد نہ کرنا۔ ارشادِ رَبُّ العزت ہوتا ہے: "اور زمین میں اسکی اصلاح کے بعد فساد مت کرو۔ اور اس اللہ تعالیٰ سے خوف کرتے ہوئے اور امید لگائے ہوئے دعا مانگا کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے۔"

(پ اعراف آیت ۵۶)

بَعْدَ اِصْلَاحِھَا۔ تفسیر صافی صہ ۱۷۳ پر بحوالہ کافی تفسیر عیاشی امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ زمین حالتِ فساد میں تھی اللہ تعالیٰ نے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے اس کی اصلاح کی اور پھر یہ حکم دے دیا کہ اب اصلاح ہو جانے کے بعد زمین میں فساد مت کرو۔

لیکن بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم کی کھل کر مخالفت کی گئی اور آنحضرت کو بے گور و کفن چھوڑ کر سقیفہ میں فتنہ و فساد کھڑا کر دیا۔ جو منافقین کا بنا بنایا منصوبہ تھا، اور مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسی فساد سے روکا تھا اور جس اولی الامر کی اطاعت کا حکم اللہ تعالیٰ پہلے ہی دے چکا تھا اس کی اطاعت چھوڑ دی اور اپنا اولی الامر بنا کر اسکی اطاعت شروع کر دی۔ اور زمین میں اصلاح

ہو جانے کے بعد فساد کی بنیاد ڈالی گئی اور آہستہ آہستہ اصلاح ختم ہوتی گئی اور زمین پھر ظلم و جور سے بھر گئی اور جب لئکے ظلم وجبر نے یزید بن معاویہ مردود کی شکل میں کھل کر دین اسلام کو مٹانے لگا تو پھر اللہ کے منتخب امام اور اولی الامر دین خدا کو بچانے کیلئے نکل پڑے۔ اور وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ جس قربانی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے وہ قربانی امام حسین علیہ السلام نے کربلا کے میدان میں دی اور باطل کے سر کو ایسا کچلا۔ کہ باطل پھر اسلام کے مقابلے میں سر ابھارنے کی ہمت نہ کر سکا بلکہ اسلام کے اندر رہ کر ہی اپنی عافیت سمجھتا رہا ہے ؎

یونہی اسلام کے پیکر میں مضبوطی نہیں آئی ۔ بڑی انمول جانیں دی ہیں اولادِ پیمبر نے

علامہ اقبالؒ ذبح عظیم کی تفسیر فرماتے ہیں ؎

غریب وسادہ و رنگین ہے داستانِ حرم ۔ نہایت اسکی حسینؑ ابتدا ہے اسماعیلؑ

علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ امام حسینؑ کی شان میں فرماتے ہیں ؎

بہرِ حق در خاک و خوں غلطیدہ است ۔ پس بنائے لاالہٰ گردیدہ است

نقش الا اللہ بر صحرا نوشت ۔ سطرِ عنوانِ نجاتِ ما نوشت

امام حسین علیہ السلام نے حق اور باطل کو جدا جدا کر کے بتلا دیا جس کا دل چاہے حق کا راستہ اختیار کرے اور جس کا دل چاہے باطل کا راستہ اختیار کرے، حق کے راستے میں دشواری ہے باطل کا ساتھ دینے میں دنیا میں چند روزہ مزہ ہے، اور عاقبت میں خسارہ ہی خسارہ ہے تب ہی تو درباری مُلّا نے ظالم وجابر بادشاہوں کو اولی الامر بنا دیا۔ خود بھی گمراہ ہوا اور دوسروں کو بھی گمراہی میں ڈال دیا۔

اللہ تعالیٰ تو غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے اور جن غیب کی باتوں کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے انکا علم نبی اور آئمہ علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو لوگوں کے دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے اور انکے دلوں کی باتوں کو ظاہر کر دیا تاکہ ایمان لانے والے ہدایت پا دیں۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: "بیشک وہ جو ہماری آئیتوں میں ٹیڑھے چلتے ہیں۔ ہم سے چھپے نہیں۔ تو کیا جو آگ میں ڈالا جائیگا وہ بھلا یا جو قیامت میں امان سے آئیگا۔ جو جی میں آئے کرو۔ بیشک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے (پ ۲۴ سجدہ آیت ۴۰) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب کا ہے آپ تفسیر فرماتے ہیں (۱) اور تاویل آیات میں صحت و استقامت سے عدول و انحراف کرتے ہیں (۲) ہم انہیں اسکی سزا دینگے (۳) یعنی کافر ملحد (۴) مومن صادق العقیدہ۔ بیشک وہی بہتر ہے۔

مذکورہ بالا آیت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ منافقین نے قرآنی آیات میں شروع سے ہی

ہیر پھیر کرنی شروع کر دی تھی اور آیتوں کی غلط تاویلیں کرنے لگے تھے تب ہی تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس کا ذکر کر دیا حضرت موسیٰؑ کی اُمّت نے جو کتاب میں ایسا ہی اختلاف پیدا کیا تھا۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے: اور بیشک ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی پھر اس میں بھی اختلاف کیا گیا، اور اگر تیرے پروردگار کی طرف سے ایک بات پہلے سے نہ ہو چکی ہوتی تو ضرور انکے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔ اور یقیناً وہ اس سے تردّد پیدا کرنے والے شک میں پڑے ہوئے ہیں اور یقیناً تیرا پروردگار ان سب کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیگا بیشک وہ جو کچھ کرتے ہیں اس پر وہ پورا خبردار ہے۔ (پ۱۲ ھود آیت ۱۱۰، ۱۱۱) مذکورہ بالا آیات سے ذیل کے نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں۔

(۱) جس طرح اُمّتِ موسیٰ علیہ السّلام نے احکام توریت میں اختلاف کیا اسی طرح اُمّت محمّدیؐ نے بھی قرآنی احکامات میں ہیر پھیر اور اختلاف پیدا کر لیا۔ اس آیت سے یہ بات واضح ہے کہ آنحضرتؐ کے زمانے ہی میں منافقین نے الحاد کرنا شروع کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ ایمان اور کفر کے درمیان تذبذب میں پڑے ہوئے تھے اور انہی منافقین نے الٰہی احکامات میں اختلاف پیدا کیا۔ اور دینِ اسلام میں مختلف فرقوں کا پیدا ہونا ہی اس بات کی محکم دلیل ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بتلا دیا جو قرآن پاک کی آیتوں میں ہیر پھیر کرتے تھے یا اب کرتے ہیں کہ تم ہم سے چھپے نہیں ہو ہم تمہیں آگ میں ضرور ڈالیں گے۔ تمہارے جی میں جو آئے کرو تمہیں پورا پورا اختیار حاصل ہے۔

(۳) چونکہ پہلے ہی سے اعمال کے حساب کتاب کیلئے قیامت کا دن مقرر ہو چکا ہے دوسرے یہ کہ محمّدؐ و آلِ محمّد علیہم السّلام میں سے جب تک کوئی باقی ہے عذابِ خدا نازل نہیں ہوگا اس لیے تمہیں اپنی شرارتوں اور بداعمالیوں کی سزا ملنے سے مہلت ملی ہوئی ہے۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پورا خبردار ہے اور قیامت کے دن تمہارے اعمالوں کا پورا پورا بدلہ ملے گا اس مہلت یا چھوٹ دینے کا یہ مقصد بھی ہے کہ جو اپنی اصلاح اپنی زندگی میں کر لے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے تو اللہ تعالیٰ اسکو معاف کر دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ارحم الرّاحمین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے اور آپ کی آلِ پاک کو بھی صابر اور شاکر بنا کر بھیجا کہ جو بھی ظلم اور مصائب پڑیں ان پر صبر کریں اور بددعا نہ کریں گویا یہ بھی اللہ کی رحمت ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی ہیں۔

حضرت امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام کے وجود ذی جود کی بیّن دلیل سورۂ اِنَّا اَنزَلنَا خود بھی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے، "یقیناً ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل فرمایا۔ اور تجھے کس چیز نے بتلایا کہ شب قدر کیا چیز ہے شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور روح اپنے پروردگار کے اذن سے ہر معاملہ لے کر آتے ہیں یہ رات سلامتی ہی سلامتی ہے یہاں تک کہ فجر ہو جائے۔" (پ۳۰ القدر آیت ۱تا۵)

اس سورۂ القدر میں اللہ تعالیٰ شب قدر کی فضیلت بیان فرماتا ہے کہ اس شب قدر کی ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ کتنا رحم کرنے والا ہے۔ ہماری عقل اسکو سمجھنے سے قاصر ہے اس سورہ میں غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس شب قدر کی رات میں فرشتے اللہ تعالیٰ کے احکام کو لیکر ساری رات فجر کے وقت تک آتے رہتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فرشتے کس کے پاس احکام خداوند عالم لے کر آتے ہیں تو ظاہر ہے کہ جب تک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات تھے اس وقت تک تو فرشتے شب قدر کی رات کو اللہ تعالیٰ کے احکام لیکر آپ پر نازل ہوتے رہتے تھے چونکہ شب قدر ہر سال آتی ہے شب قدر کا سلسلہ آنحضرتؐ کے بعد بھی جاری ہے لہٰذا فرشتے بھی اللہ کے احکام لیکر نازل ہوتے ہیں شب قدر کی رات کو۔ ہر مسلمان اس بات کو تسلیم کرتا ہے۔ لیکن وہ اس بات پر غور و خوض نہیں کرتا ہے کہ آخر ساری رات اللہ تعالیٰ کے احکام کو لیکر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ تو وہ فرشتے کس کے پاس اللہ کے احکام لیکر آتے ہیں۔ یقیناً مسلمانوں کے بنائے ہوئے اولی الامر کے پاس تو فرشتے آتے نہیں تھے اور نہ آج آتے ہیں۔ لہٰذا یہ ماننا پڑیگا کہ بعد رسول خدا اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اُولی الامر موجود تھے جنکی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم اپنے اور رسولؐ کے ساتھ دیا ہے۔ اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ اور اُولی الامر کی اطاعت کرو۔ اور حقیقت میں اُولی الامر ہی رسول کے خلیفہ اور وصی و جانشین ہیں اور انہی کو اللہ تعالیٰ نے امام بنایا ہے جنکے لئے حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد میں پیدا کرنے کی دعا کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے دعا شرط کے ساتھ قبول کی تھی اور فرمایا کہ کوئی ظالم یعنی گنہگار امام نہیں ہو سکتا ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ نبیؐ اور امامؑ دونوں معصوم ہوتے ہیں۔ اور نبیؐ اور امام کا انتخاب بھی اللہ تعالیٰ خود کرتا ہے آنحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ خلیفہ اللہ تعالیٰ نے بنائے۔ انہی کو اللہ نے قرآن پاک میں امام، ولی، اُولی الامر، راسخون فی العلم اُوتوا العلم، حبل اللہ، جنب اللہ وغیرہ فرمایا ہے لہٰذا ہر امام اپنے اپنے زمانۂ امامت میں شب قدر میں احکام خداوندی کو وصول کرتے تھے اور انہی کے پاس فرشتے شب قدر کی رات میں الٰہی احکام

لایا کرتے تھے اور بارھویں امام کو اللہ تعالیٰ غیب میں زندہ رکھے ہوئے ہے فی زمانہ شب قدر میں فرشتے امام مہدی علیہ السّلام کے پاس اللہ کے احکام لیکر آتے ہیں۔ جو امامت کے قائل ہیں انکی غیبت پر ایمان رکھتے ہیں اُن لوگوں کے پاس تو اس آیت کی تاویل ہے لیکن جنکا امامت پر ایمان نہیں ہے انکے پاس اس آیت کی تاویل نہیں ہے اور نہ وہ اسکی صحیح تاویل پیش کر سکتے ہیں

لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ امام مہدی علیہ السّلام اس دنیا میں موجود ہیں اور انکو غیب میں اللہ تعالیٰ رکھے ہوئے ہے جو اللہ کے احکام کو غیب میں رہ کر حاصل کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہدایت کرتے ہیں ایک اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ غیب میں رہ کر کیسے ہدایت کرتے ہیں تو اس کا سیدھا سچا جواب یہ ہے کہ جب ابلیسؔ غیب میں رہ کر لوگوں کو گمراہ کر سکتا ہے۔ تو غیب میں رہ کر برحق امام بھی لوگوں کی ہدایت کر سکتے ہیں سورہ الحدید کی آیت کے ذریعہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ربّ العزت ہوتا ہے:۔ "بیشک ہم نے اپنے رسولؑ کھلی دلیلوں کے ساتھ بھیجے اور ہم نے انکے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ عدالت پر قائم ہو جائیں۔ اور ہم نے (خاص) لوہا نازل کیا جس میں سخت خوف (بھی) ہے اور لوگوں کے لئے منفعے (بھی) اور یہ غرض (بھی) کہ اللہ یہ جان لے کہ اسکی اور اسکے رسولوں کی بغیر دیکھے کون (کون) مدد کرتا ہے بیشک اللہ صاحبِ قوت و غلبہ ہے۔ مذکورہ بالا آیات سے یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک و میزان اور لوہے کو نازل فرمایا ہے نہ کہ زمین سے پیدا کئے ہوئے لوہے کا ذکر فرمایا ہے نیز اس خاص لوہے کی صفات بیان فرما کر اس لوہے کو عام لوہے سے منفرد کر دیا ہے۔ لہٰذا وہ لوہا ذوالفقارِ حیدری ہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ حضرت علی علیہ السّلام کو بموقعہ جنگِ احد عطا فرمائی گئی۔ اور آپؑ نے ایسی جنگ کی کہ ہاتفِ غیبی کی ندا آئی جو زبان زد خلائق ہے ؎

شاہ مرداں شیر یزداں قوتِ پروردگار،

لَا فَتیٰ اِلَّا عَلِیؑ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار

اور اس طرح خلاقِ عالم نے اس عظیم ہستی کو پہنچوا دیا جس نے اللہ اور رسولوںؑ کی غیب میں رہتے ہوئے مدد کی

حضرت علی علیہ السلام نے غیب میں رہ کر تمام انبیاء علیہ السلام کی نصرت کی ہے تب ہی تو آپ کو آنحضرتؐ نے مظہر العجائب فرمایا ہے۔ بہرحال محمد و آل محمد علیہم السلام کے طفیل میں یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے بنائی تھی اور وہی اللہ تعالیٰ کی حجت ہیں یہ دُنیا اُس وقت تک باقی رہے گی جبتک اللہ تعالےٰ کی حجت قائم ہے اور وہ قائم آلِ محمد امام مہدی علیہ السلام ہیں۔ جس دِن یہ دنیا حجتِ خُدا سے خالی ہوگی اُسی دِن قیامت آجائے گی۔ جسکا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ فرشتے تو انبیاءؑ علیہم السّلام کے پاس اللہ تعالیٰ کے احکامات لاتے تھے کسی اور کے پاس تو اللہ تعالیٰ احکام فرشتوں کے ذریعہ نہیں بھیجتا تھا کیونکہ مُلا ہمیں اتنا بتلاتا ہے اور برحق امامت پر ایمان نہیں رکھتا ہے کیونکہ برحق امام کو چھوڑ کر اُس نے اپنا امام حاکمِ وقت کو بنالیا تھا تو اِس بات کا جواب خُداوندِ عالم خود فرماتا ہے "وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے فرشتوں کو وحی کے ساتھ نازل کرتا ہے تاکہ تم انکو ڈراؤ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے پس تم مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔" (پ۱۴ النحل آیت۲) یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ تفیر صافی ص۲۷۳ پر بحوالہ البصائر لکھا ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اِس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ جبرئیل امین علیہ السلام تو وہ فرشتہ ہے جو انبیاءؑ علیہم السّلام پر نازل ہوتا رہتا ہے اور روح وہ فرشتہ ہے جو ہر وقت انبیاءؑ اور اوصیاءؑ علیہم السّلام کے ساتھ رہتا ہے کسی وقت اِنسے جُدا نہیں ہوتا اور یہی سبب ہے کہ انبیاء اور اوصیاءؑ علیہم السّلام ہر بات کو ٹھیک ٹھیک سمجھتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیت اور قول امام سے یہ بات پائے ثبوت کو پہنچ گئی کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو اپنے منتخب بندوں کے پاس بھیجتا ہے اور خدا کے منتخب بندے انبیاء اور انکے اوصیاءؑ یعنی آئمہؑ ہیں اب تو ایمان لانے والوں کو برحق امامت پر شک و شبہ سے بالاتر ہو کر ایمان رکھنا چاہیئے اور جو برحق امامت پر پہلے سے ایمان رکھتے ہیں ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہونا چاہیئے تاکہ مرتے وقت اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو خوشخبری سُنانے کے لیے ان کے پاس بھی فرشتے بھیجے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ تعالےٰ ہے پھر وہ اس قول پر قائم رہے اُن پر فرشتے نازل ہونگے اور کہیں گے کہ تم خوف نہ کرو۔ اور نہ غم کھاؤ۔ اور تمہیں اُس جنّت کی خوشخبری ہو۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔" (پ۲۴ سجدہ آیت۳۰) ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ۔ تفیر صافی ص۴۴۸ پر بحوالہ کافی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اِس کے یہ معنی ہیں کہ وہ یکے بعد دیگرے آئمہ علیہم السّلام کی اطاعت پر قائم رہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جناب امام رضا علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ استقامت سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا خدا کی قسم وہی جس پر تم قائم ہو۔ تفسیر قمی میں ہے کہ اس کا مطلب ولایت جناب امیرالمومنین علیہ السلام پر قائم ہے۔

نہج البلاغہ میں ہے کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں خدا کے وعدے اور اس کی حجت کے مطابق بات کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پس اب تم ربنا اللہ تو کہہ چکے پس اس کی کتاب پر اور اس کے حکم کے راستے پر اور اس کی عبادت کے بہترین طریقے پر استقامت بھی اختیار کرو۔ پھر نہ تو اس سے ہٹو اور نہ اس میں بدعت پیدا کرو اور نہ اس کی مخالفت اختیار کرو۔ کیونکہ جتنے اس سے الگ ہو جانے والے ہیں قیامت کے دن خدا سے اور ان کے درمیان کوئی واسطہ نہ رہیگا۔ تتنزّل۔ تفسیر صافی ص۴۹۶ پر بحوالہ تفسیر مجمع البیان امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے اور تفسیر قمی میں ہے کہ موت کے قریب فرشتے آتے ہیں اور انہیں وہ خوشخبری سناتے ہیں۔ جو اس آیت کے آگے درج ہے

مندرجہ بالا آیات قرآنی سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ انبیا علیہم السلام اور آئمہ علیہم السلام پر فرشتوں کو وحی کے ساتھ نازل کرتا ہے انبیاءؑ اور آئمہؑ دونوں منصوص من اللہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہی انبیاء اور آئمہ راہ حق کی ہدایت اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی آخری حجت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہویں خلیفہ اور وارث اور ہمارے مومنوں کے بارہویں امام امام محمد مہدی آخر الزمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ غیب میں رکھے ہوئے ہے جن کی وجہ سے یہ دنیا باقی ہے جو قرب قیامت میں ظہور فرمائیں گے لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ شب قدر میں فرشتے اللہ تعالیٰ کے احکامات لے کر حضرت امام محمد مہدی آخر الزمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور اگر اس حقیقت سے انکار کیا جائے تو یہ اس آیت کے انکار کرنے کے مترادف ہوگا۔ اور شب قدر کی رات میں فرشتوں کا احکام الٰہی کے ساتھ نازل ہونا عبث ہوگا اگر ان احکام کا لینے والا ہی کوئی نہ ہو جو کہ اللہ تعالیٰ کیلئے ناممکن ہے اس لیے یہ ماننا پڑے گا کہ اللہ کا منتخب بندہ کوئی موجود ہے جن کے ایمان میں استقامت ہے انکا ہی ایمان ہوگا۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کے پاس مرتے وقت فرشتے کو جنت کی خوشخبری سنانے کے لیے نازل کرتا ہے۔

عیسائیوں کا اعتراض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاءؑ سے افضل

نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کی رُوح کو اللہ تعالیٰ نے اصطفےٰ کیا ہے ۔ مسلمانوں کا اعتراض یہ ہے کہ آئمہ علیہم السّلام کو انبیاء سے بڑھا دیا جاتا ہے ۔ عیسائیوں کو آنحضرتؐ کے افضل ہونے پر اور مسلمانوں کو آنحضرتؐ کی آلِ پاک کے افضل ہونے پر اعتراض ہے ان دونوں اعتراضات کا جواب پانے کے لیے اگر قرآن میں غور وخوض کیا جاتا تو اسکا مدلل جواب مل گیا ہوتا ان دونوں اعتراض کا جواب ذیل میں درج کیا جاتا ہے ۔

(۱) اس سے پیشتر یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السّلام سب سے پہلی مخلوق ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے خلق کیا ۔ جو صفیں باندھ کر عرش کے گرد اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کیا کرتے تھے ۔ آنحضرتؐ اکیلے پہلی مخلوق ہوتے تو پھر صف باندھ کر حمد و تسبیح نہ کرتے ہوتے اس کا مطلب یہ ہوا کہ حمد و تسبیح کرنے والے ایک سے زیادہ تھے لہٰذا یہ ایمان لانے والوں کو ماننا چاہیئے کہ وہ صف باندھ کر تسبیح کرنے والے دوازدہ امام اور چہاردہ معصومینؑ تھے ۔ جو اللہ تعالےٰ کی نوری مخلوق ہیں ۔ جنکی تخلیق بھی اللہ تعالیٰ نے ایک جیسی پاک و پاکیزہ کی ہے ارشادِ رب العزت ہوتا ہے ۔ " اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝ ماسوا اسکے نہیں کہ اللہ تعالےٰ ارادہ کرتا ہے کہ اے اہل بیتؑ (نبوت) وہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی کو دُور رکھے ۔ اور تمہیں ایسا پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے " (پ۲۲ احزاب آیت ۳۳) قرآن پاک میں اِس آیہ مجیدہ کو پڑھ کر بھی محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام کو معصوم نہ مانے تو وہ کچھ بھی ہوسکتا ہے لیکن ایمان لانے والا نہیں ہوسکتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السّلام کی تخلیق پاک و پاکیزہ اپنے ارادے کے ساتھ کی ہے اور اُن کی تخلیق ہی نوری اور پاک و پاکیزہ کی ہے محمدؐ وآلِ محمدؐ خلقت میں ہم جنس ہیں ۔ اسی لیے دُرود شریف میں آل بھی شامل ہیں ۔ لیکن جنکو آلِ رسولِ پاک سے بغض و عناد ہے وہ آلؑ کو مجبوراً نماز کی درود میں شامل کرتے ہیں ویسے آل کو درود میں شامل نہیں کرتے ۔ کوئی کرے یا نہ کرے جب اللہ تعالےٰ خود اور اُس کے فرشتے محمدؐ وآلِ محمدؐ پر درود و سلام بھیجتے ہیں ۔ جن کا ذکر اللہ تعالےٰ خود کرے تو پھر یہی تو اللہ کی تمام مخلوق سے افضل ہوئے ۔ محمدؐ وآلِ محمدؐ کو تمام انبیاءؑ پر فضیلت حاصل ہے مسلمان کہلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ دل سے افضل تسلیم کرتے ہیں اور کچھ دل سے تسلیم نہیں کرتے اور اپنا بڑا بھائی سمجھتے ہیں ۔ تو آلِ رسولِ پاک کو وہ کب سمجھتے اُپنے جیسا انسانؑ ۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ محمدؐ وآلِ محمدؐ کی فضیلت کو طرح طرح سے

بیان کرتا رہا ہے جسکا انکار پہلے بھی کیا جاتا رہا تھا اور انہی کے پیروکار آج بھی کر رہے ہیں۔ محمدؐ و آلِ محمدؐ کی فضیلت سے انکار کیوں کیا جاتا رہا ہے اس کی وجہ بھی اللہ تعالیٰ ہی بتلا رہا ہے جو لوگوں کے دلوں کا حال جاننے والا ہے ارشاد ربّ العزت ہوتا ہے: "اَمْ یَحْسُدُوْنَ..... الخ کیا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے یقیناً ہم نے آلِ ابراہیمؑ کو کتاب و حکمت عطا فرمائی اور انہیں بہت بڑی سلطنت دی" (پ۵ النساء آیت ۵۴) اس آیہ مجیدہ میں آلِ ابراہیمؑ سے مراد محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام ہیں جو دعائے ابراہیمؑ ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنحضرتؐ کی رسالت اور آلِ محمدؐ کی امامت کو اپنی اولاد میں قرار دینے کی دعا کی تھی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور کتاب و حکمت محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کو عطا ہوئی جسکی وجہ سے لوگوں نے حسد کیا اور انکی فضیلت کا انکار کیا تھا اور انکے پیرو آج بھی انکار کر رہے ہیں اور اس انکار کا نتیجہ یہ نکلا کہ اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور فرقوں فرقوں میں بٹ گئے۔ ارشاد ربّ العزت ہوتا ہے "اور انہوں نے تفرقہ نہیں کیا مگر آپس کی ضد کی وجہ سے بعد اسکے کہ اُن کے پاس علم آگیا تھا اور اگر تیرے پروردگار کی طرف سے ایک مقررہ مدت کے لیے (مہلت دیئے جانے) حکم نہ آچکا ہوتا تو ضرور انکے درمیان فیصلہ کر دیا گیا ہوتا اور یقیناً وہ لوگ جو انکے بعد کتاب کے وارث بنا دیئے گئے وہ ضرور اس سے قلق میں ڈالنے والے شک میں پڑے ہوئے ہیں" (پ۲۵ شوریٰ آیت ۱۴) محمدؐ و آلِ محمدؐ کو جدا جدا نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ انکی فضیلت کو جدا کیا جا سکتا ہے۔ ھاں باہم ان میں بڑے کو چھوٹے پر فضیلت حاصل ہے آنحضرتؐ کو سب پر فضیلت حاصل ہے پھر حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ اور پھر امام حسنؑ پھر امام حسینؑ پھر امام زین العابدینؑ پھر امام محمد باقرؑ پھر امام جعفر صادقؑ پھر امام موسیٰ کاظمؑ پھر امام علی رضاؑ پھر امام محمد تقیؑ پھر امام علی نقیؑ پھر امام حسن عسکریؑ اور پھر امام محمد مہدی آخر الزمان علیہم السلام کو درجہ بدرجہ فضیلت حاصل ہے۔ حضرت عیسیٰؑ تو حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام کی اتباع اور نصرت کرینگے اسی سے ثابت ہوا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وصی اور خلیفہ سابق انبیاء سے افضل ہیں

(۲) ہر مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آخری نبی ہیں اور تمام انبیاء سے افضل ہیں لیکن آلِ پاک میں جو آئمہ ہیں انکو افضل نہیں مانتے ہیں لیکن عیسائیوں کا اعتراض ہے کہ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح کو اللہ تعالےٰ نے مصطفےٰ

کیا ہے اس لیے عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ہیں لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے اس اعتراض کا جواب خداوند عالم قرآن پاک میں خود دے رہا ہے۔ ارشاد رب العزت ہوتا ہے "اے کتاب والو! تم اپنے دین میں غلو نہ کرو۔ اور سوائے حق کے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کچھ نہ کہو۔ ماسوا اس کے نہیں ہے کہ مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ تعالیٰ کا رسول اور اسکا کلمہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مریم کی طرف القا کیا اور اسکی جزوی روح ہے۔ پس تم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور تین خدا مت کہو۔ باز آجاؤ تمہارے لیے بہتر ہے ماسوا اس کے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی معبود ہے۔ وہ اس سے پاک ہے کہ اسکے لیے کوئی بیٹا ہو۔ اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کافی کارساز ہے۔" (پ٦ النساء آیت ١٧١) وروح منہ ۔ تفسیر صافی ص١٢٧ پر بحوالہ کافی لکھا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روح کی بابت پوچھا گیا کہ روح کیا چیز ہے آپ نے فرمایا ہے روح اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حضرت عیسیٰ میں پیدا کیا۔

اور التوحید میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ دو روحیں ایسی ہیں جنھیں اللہ نے پیدا کر کے منتخب کر لیا اور انہیں مصطفیٰ قرار دیا۔ اور وہ دو روحیں حضرت آدم اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی ہیں۔ عیسائیوں کا اعتراض ہے: چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ کیا ہے اس لیے آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ہیں۔ یہ اعتراض بے بنیاد اور غلط ہے۔

جواب:۔ (١) اس لحاظ سے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام بھی افضل ٹھہریں گے۔ کیونکہ انکی روح کو بھی اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ کیا ہے (٢) دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم اور حضرت عیسیٰ کو جو روحیں عطا ہوئی تھیں وہ جزوی تھیں۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد رب العزت ہوتا ہے کہ "پس جب میں اسے درست بنالوں اور اس میں اپنی ذراسی روح پھونک دوں پھر تم سب اسکی طرف سجدہ کرتے ہوئے گر جانا۔" (پ١٤ الحجرات آیت ٢٩) اور حضرت عیسیٰ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وروح منہ" اور اسکی جزوی روح۔ دونوں میں مِن موجود ہے۔ جو تبعیضیہ ہے اور جزویت پر دال ہے یعنی حضرت آدمؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو روحیں عطا ہوئی تھیں وہ جزوی تھیں۔ نہ کہ کلی یہی وجہ ہے کہ حضرت آدمؑ صرف زمین پر خلیفہ تھے۔ یعنی عالم مادی عنصری پر نہ کہ عالم امری اور روحی پر۔ کیونکہ جزوی یا ذراسی روح سے کل عالم امری اور روحی پر تصرف حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ذراسی

روح عطا ہوئی تھیں اس لیے انھیں پرندوں میں رُوح داخل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی اجازت درکار تھی اور یہی وجہ تھی کہ آپ نے فرمایا۔ میں صرف پرندے کی شکل بنا سکتا ہوں۔ نہ کہ پرندا۔ پھر اس رُوح سے جو اللہ تعالےٰ نے مجھ میں پھونکی ہے۔ پھونکتا ہوں۔ تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ ہوتا ہے کیونکہ جزوی رُوح سے صرف عالم مواد پر تصرف حاصل ہوتا ہے نہ کہ کل عالم امری اور روحانی پر دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے امر سے ایک رُوح وحی کی۔ تو نہیں جان سکتا تھا کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ ہی ایمان۔ لیکن ہم نے اسے نور قرار دیا۔ اس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ھدایت کرتے ہیں۔ اور تو البتہ سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے" (پ۲۵ شوریٰ آیت ۵۲) یعنی اللہ تعالیٰ آنحضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے کہ اے رسول۔ تیری طرف عالم امر سے ایک روح وحی کی۔ پس چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم امری کی ساری رُوح کے حامل ہیں۔ اس لیے ان کو تمام عالم امری و روحانی و مادی و عنصری پر پورا پورا تصرف حاصل ہے اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں ذرا سی روح تھی۔ وہ جزوی نبی تھے۔ اور بعض عوالم پر ہی نبی تھے۔ چنانچہ انکا اپنا قول ہے "یٰبَنِیۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ (الی) مُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی" (پ۲۸ الصف آیت ۶) یعنی حضرت عیسیٰؑ صرف بنی اسرائیل پر نبی تھے۔ نہ کہ دوسری قوموں پر بھی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ ساری روح کے حامل تھے اس لیے آپ سارے عوالم پر نبی تھے۔ جیسا کہ ارشاد رب العزت ہوتا ہے "لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرَا۔ تاکہ وہ سب دنیا والوں کے لیے ڈرانے والا ہو" (پ۱۸ فرقان آیت ۱) دوسری جگہ آنحضرت کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ۔ ہم نے تم کو تمام عالموں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے" (پ۱۷ انبیا آیت ۱۰۷) لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر تمام انبیاء ماسبق سے افضل ہیں۔ اور آئمہ معصومین جن کو آپؐ کے بعد ہدایت کے لیے اللہ تعالےٰ نے بنایا ہے آپؐ کے وصی وجانشین اور خلیفہ ہیں اس لئے آئمہ معصومین تمام عالمین کے لیے آنحضرتؐ کے خلیفہ ہیں اس لیے ہمارے نبیؐ کے خلیفہ تمام عوالم کے ہادی ہونے اس لیے آئمہ معصومین تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ اتباع و نصرت کریں گے امام مہدی علیہ السلام کی چونکہ امام مہدی ہی آنحضرتؐ کے وارث اور خلیفہ ہیں اور امام حسنؑ اور حسینؑ علیہم السلام جوانانِ جنت کے سردار ہونگے تو جنت میں انبیاء اور ان کے اوصیاء اور صالحین ہونگے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے اوصیاؑ و بارہ خلفاؑ تمام انبیائے سابق سے افضل ہیں۔ اور علم کے لحاظ سے بھی تمام انبیائے سابق سے افضل ہیں انبیائے سابق کو قرآن پاک کا علم نہیں تھا۔ اور آئمہ معصومینؑ کو اس قرآن اور تمام کتابوں کا علم اللہ تعالےٰ نے آنحضرتؐ کے ذریعے سے عطا فرمایا تھا اسی لیے اللہ تعالیٰ آئمہ کو مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَاب، اولوالعلم اور راسخون فی العلم فرماتا ہے جس کا قرآن پاک شاہد ہے۔ نصیریوں نے تو حضرت علیؑ کو نعوذ باللہ خدا بنادیا۔ اور کچھ نے آنکے رتبے کو گرا کر اپنے جیسا بنا لیا۔ محمدؐ وآل محمد علیہم السلام کو انکے رتبے سے بڑھانا اور گھٹانا دونوں جرم ہیں۔ عیسائیوں کا کیا ذکر ہے یہاں تو ملاّ رسول خداؐ کو اپنے جیسا بشر سمجھتا ہے۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلقت تو نوری ہے لیکن صورت میں انسان ہیں۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰۤی اِلَیَّ۔ کہہ دو ما سوا اسکے نہیں کہ میں (ظاہری طور پر) تمہاری مثل بشر ہوں مگر میری طرف وحی کیجاتی ہے" (پ۱۶ کہف آیۃ۱۱۰)

بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ تفسیر صافی ص۳۱۰ پر بحوالہ احتجاج طبرسی و تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام بذیل سورہ بقر منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں یوں فرمایا کہ آپ کو یہ حکم پہنچا کہ انسے یہ کہہ دو۔ کہ میں صورت بشری میں تو تم ہی جیسا ہوں۔ لیکن جیسا پروردگار عالم عام آدمیوں میں سے کسی کو حسن وجمال کیساتھ کسی کو مال ودولت کیساتھ کسی کو صحت وعافیت کیساتھ مخصوص فرما دیتا ہے اسی طرح مجھ کو خاص آدمیوں میں سے نبوت ورسالت کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے پس تم میری اس خصوصیت کا کیوں انکار کرتے ہو۔ المترجم ۱۔ اس آیت میں مِثْلُکُمْ ہے نہ کہ مِثْلُکُمْ اور مثل کسی چیز کا عین نہیں کرتا۔ قرآن میں لفظ مثل اکثر مقامات پر استعمال ہوا مثلاً (۱) اَعَجَزْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِثْلَ ھٰذَا الْغُرَابِ۔ کیا میں اس سے بھی زیادہ عاجز ہوگیا کہ میں اس کوّے کی مثل ہوجاؤں" (پ۶ مائدہ آیۃ۳۱) اس آیت میں قابیل کو کوّے کی مثل کہا گیا ہے تو کیا قابیل بالکل کوّا تھا اسی طرح چونچ۔ کالے پر وغیرہ تھے۔ (۲) مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْھَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا۔ ان لوگوں کی مثال جنہیں توریت کا بوجھ اٹھوایا گیا پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا۔ گدھے کی مثال جیسی ہے جو کتابوں کا بوجھ اٹھاتا ہے" (پ۲۸ جمعہ آیۃ۵) اس آیت میں توریت کے علم کو نہ اٹھانے والوں کو گدھے کی مثل کہا گیا ہے حالانکہ وہ نہ تو گدھے کی جنس میں سے بن گئے تھے نہ گدھوں کی طرح آنکے کان اور جسم نہ وہ ڈھینچوں ڈھینچوں کرتے تھے۔ (۳) فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ پس اسکی

مثال کتے کی طرح ہے (پ اعراف آیت ۱۷۶) اس آیت میں بلعم باعور کو کتے کی مثل کہا گیا ہے حالانکہ وہ انسان تھا وغیرہ وغیرہ پس جب انسانوں کو کوے، گدھے اور کتے وغیرہ کی مثل کہنے سے وہ کوا، گدھا اور کتا نہیں بن جاتا تو جب آنحضرت صلعم یہ فرمائیں کہ میں انسانوں کی مثل ہوں تو انہیں عام انسان کیوں سمجھ لیا جاتا ہے یہاں بھی وہی قانون کیوں لاگو نہیں ہوتا۔ کہ آپؐ تو تھے نور لیکن مثل بشر تھے۔ حیرت کی بات ہے حضرت مریمؑ کے پاس جبرئیلؑ مثل بشر بن کر آئے "فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا پس وہ اس لیے ایک تندرست آدمی کی شکل بن گیا" (پ۱۶ مریم آیت ۱۷)، تو لوگ کہتے ہیں فرشتہ تھا بشر نہ تھا صرف شکل بشری تھی۔ حضرت ابراہیمؑ حضرت لوطؑ کے پاس فرشتے آئے جو مثل بشر تھے تو قبول کر لیتے ہیں کہ ہاں واقعی وہ تھے تو فرشتے۔ لیکن شکل وصورت میں بشر تھے۔ لیکن جب ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجسم نور تھے اور مثلاً ان آیات قرآنی کو پڑھتے بھی ہیں کہ "قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ" یقیناً تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آگئی ہے" (پ۶ مائدہ آیت ۱۵) تو کہتے ہیں ہم نہیں مانتے جس طرح فرشتے اگر اپنی اصلی شکل میں آئیں تو یہ مادی لوگ انہیں دیکھ نہیں سکتے اسی طرح آنحضرت صلعم مجسم نور تھے اور نور غیر مرئی ہوتا ہے یعنی دکھلائی نہیں دیتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں مثل بشر بنا کر بھیجا تاکہ مرئی ہوں اور لوگ انہیں دیکھ سکیں یہی وجہ ہے کہ آپؐ کے بدن مبارک کا سایہ نہ تھا کیونکہ نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ یاد رکھیں کہ نبیؐ کو عام بشر کہنا کفار کا قول تھا۔ جو ہر نبی کے لیے کہتے تھے

(۱) "پس وہ کہنے لگے کیا ایک بشر ہمیں ہدایت کرتا ہے۔ پس وہ کافر ہو گئے اور انہوں نے منہ پھیر لیا" (پ۲۸ تغابن آیت ۶) اور دوسری جگہ ارشاد رب العزت ہوتا ہے "پس کہا ان سرداروں نے جو اسکی قوم میں سے کافر ہو گئے تھے۔ کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے مگر تم ہی جیسا آدمی یہ چاہتا ہے تم پر فضیلت حاصل کرے" (پ۱۸ مومنون آیت ۲۴) (۳) "تم نہیں ہو مگر ہماری مثل ایک بشر پس اگر تم سچوں میں سے ہو تو کوئی معجزہ لاؤ" (پ۱۹ الشعراء آیت ۱۵۴) (۴) "اور اسکی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا۔ جو کافر ہو گئے تھے اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا کرتے تھے اور ہم نے انکو زندگانی دنیا کی نعمتیں دے رکھی تھیں۔ یہ کچھ بھی نہیں ہے مگر تم ہی جیسا ایک آدمی۔ یہ بھی اسی میں سے کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور اسی میں سے پیتا ہے جو تم پیتے ہو اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک آدمی کی اطاعت کی تو اس وقت یقیناً تم نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے" (پ۱۸ مومنون آیت ۳۳ و ۳۴)

آج کل کے مسلمانوں سے جو شانِ نبوت سے بے خبر ہیں حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر چھری

سے انگلیاں کاٹنے والی عورتیں ہی اچھی تھیں جنھوں نے انوار نبوت دیکھ کر فوراً کہہ دیا "حَاشَ لِلّٰہِ مَا ھٰذَا بَشَرًا اِنْ ھٰذَا اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ" اور کہا پاک ہے اللہ تعالٰے کے واسطے یہ شخص آدمی نہیں ہے یہ تو سوائے بزرگ فرشتہ کے اور کچھ بھی نہیں ہے" (پ۱۲ یوسف آیت۳۱) حالانکہ انہوں نے حسن ظاہری دیکھا تھا حسن باطنی نہیں دیکھا تھا۔

مذکورہ بالا آیات سے یہ ثابت ہوا کہ۔ (۱) کفار انبیاء علیہم السّلام کو اپنے جیسا آدمی کہتے تھے۔ لیکن کسی مومن نے اپنی ذات کا انبیاءؑ کی ذات سے مقابلہ نہیں کیا۔ اب جو ایمان لاکر بھی نبیؐ کو اپنے جیسا آدمی کہتے ہیں وہ یقیناً کفار اور منافقین کے پیروکار ہیں۔

(۲) اور اپنے جیسے آدمی کی پیروی کرنے والے یقیناً نقصان اٹھانے والے ہیں لہٰذا ہر ایمان لانے والے کو چاہیئے کہ اپنے جیسے آدمی کی پیروی چھوڑ کر صرف نبیؐ اور آئمہؑ کی اطاعت و پیروی کرے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے بھیجا ہے اور وہ اللہ تعالےٰ کے حکم کے بموجب ہدایت کرنے والے ہیں۔ اور انہی کے راستے کو اللہ تعالےٰ صراطِ مستقیم فرماتا ہے

(۳) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور آپکی آلِ پاک جو نوری ہیں اور خلقت میں ایک جیسے پاک و پاکیزہ ہیں سب سے پہلی مخلوق ہیں جنکو اللہ نے سب سے زیادہ علم و حکمت عطا فرمایا ہے۔ اسلیئے محمدؐ و آلِ محمدؑ علیہم السلام تمام انبیاء علیہمُ السّلام سے افضل ہیں۔ یہ لوگ ایسے سچے تھے کہ عیسائی پادریوں نے کہہ دیا کہ ہم ایسے چہرے دیکھ رہے ہیں کہ اگر یہ پہاڑ کو چلنے کا حکم دیں تو پہاڑ اپنی جگہ سے چل دیگا۔ اور اگر بدعا کردی تو کوئی عیسائی باقی نہیں رہیگا۔ عیسائی پادری تو محمدؐ و آلِ محمدؑ کی پاکیزگی بزرگی اور عظمت کے قائل ہوگئے تھے اور انہوں نے ان پاک ذوات کو اپنے جیسا آدمی نہیں سمجھا۔ لیکن ابوسفیانؔ کی یونیورسٹی کا پڑھا ہوا جاہل مُلّا ان پاکؑ ذوات کو اپنے جیسا آدمی کہتا ہے۔ قیامت کے دن پتہ چلے گا اللہ تعالےٰ نے دُنیا میں مہلت دے رکھی ہے اسکا فایدہ اٹھالو۔ خود بھی گمراہی میں پڑے رہو۔ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرو۔

(۴) تیسرا جواب :- منافقین شک کرتے تھے اور وہ بعض آیتوں پر ایمان لاتے اور بعض سے انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ آیت آنحضرتؐ نے اپنی طرف سے گھڑلی ہے۔ آنحضرتؐ کی سچائی کی دلیل کے لیے اللہ تعالےٰ نے واضح کردیا کہ میرا رسُول اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا ہے بلکہ یہ وہی کہتا ہے جو اللہ وحی نازل کرتا ہے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی اب نبیؐ نے جو کچھ فرمایا اُس پر ایمان لانا مومن کا کام ہے اسی طرح اہلبیتؑ رسُول صلعم کے لیے بھی قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جنکو اللہ نے امام بنایا اور جو اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق ہدایت کرنے والے ہیں۔ سورہ دہر پنجتنؑ پاک کی شان

میں نازل ہوئی ہے جو محمدؐ وآلِ محمدؐ کی سخاوت کے باب میں نازل ہوئی ہے ارشاد ربّ العزت ہوتا ہے وَمَا تَشَاءُونَ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ اے اہلبیت! تم تو کچھ چاہتے ہی نہیں ہو۔ سوائے اسکے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کا منشا ہوتا ہے نبیؐ اور آئمہ کا تو منشا بھی وہی ہوتا ہے جو خداوندِ عالم کا ہوتا ہے اب جو کچھ آن کی زبان سے نکلے گا وہ خدا ہی کی منشا کے عین مطابق نکلے گا۔ اب اگر اللہ اور رسول پر پورا پورا ایمان ہے تو جو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس پر بھی پورا ایمان لانا ہوگا۔ لیکن لوگوں نے نہ تو اللہ کو سمجھا اور نہ رسول کو سمجھا اور آئمہ سے تو انکار ہی کر دیا۔ اور جن پاک ذوات کی شان میں آیتِ تطہیر نازل ہوئی انکا مقابلہ مسلمان دوسروں سے اور اپنی ذات سے بھی کرتا ہے۔ یہ ایسا کیوں کرتا ہے تو اسکا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے دے دیا کہ جنکو ہم نے علم وحکمت عطا کیا اُنسے لوگوں نے حسد کیا اور فرقوں فرقوں میں بٹ گئے عام انسان یا مسلمان کا کیا ذکر ہے۔ محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السّلام تو تمام انبیاؑ سے افضل ہیں۔

(۴) چوتھا جوابؑ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادے کے ساتھ پنجتنؑ پاک کی سب سے پہلے تخلیق کی تھی اس لیے سب سے پہلی مخلوق اور سب سے پہلے عابد محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السّلام ہیں۔ اور یہ عرش کے گرداگرد صف باندھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وتسبیح کرتے تھے انہی کے اسماء کے ذریعے سے حضرت آدم علیہ السّلام اور فرشتوں کا امتحان لیا۔ حضرت آدمؑ نے انکے اسماء بتلا دیئے اور فرشتے نہ بتلا سکے اس لیے علم میں افضل ہونے کے سبب مسجودِ ملائکہ ہوگئے۔ ابلیسؔ نے انکار کیا اور آدم سے مقابلہ کر بیٹھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے کہا کیا تو عالین میں سے ہے جو تو نے آدم کو سجدہ نہیں کیا۔ لیکن ابلیسؔ نے ان عالین کا مقابلہ نہیں کیا بلکہ آدمؑ سے اپنا تقابل کر بیٹھا۔ کہ میں آگ سے بنا ہوا ہوں اور آدمؑ مٹی کا بنا ہوا ہے اس لیے آدم سے افضل ہوں۔ جن پاک ذاتؑ کا مقابلہ ابلیسؔ نے نہیں کیا اب اگر کوئی آدمی انکا مقابلہ کرے یا کسی اپنے جیسے گناہ گار آدمی کو انکے مقابلے میں لائے تو پھر وہ تو ابلیسؔ سے بھی بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہوا۔ لہٰذا قرآن پاک کی رُو سے محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السّلام سب سے پہلی مخلوق ہیں اور اُنہی کو اللہ تعالیٰ نے عالین فرمایا ہے لہٰذا محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السّلام اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق سب سے زیادہ بلند مرتبہ اور افضل مخلوق ہیں اُنہی کے پیروکار مومنین کو اصحابُ الجنّۃ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور جن لوگوں نے ان چھوڑ کر دوسروں کی پیروی کی اُنکو اللہ تعالیٰ اصحابُ النّار فرماتا ہے ہر مسلمان کو اصحابُ الجنّۃ کے گروہ میں شامل ہونے کے لیے قرآن میں غور وفکر کرنا بے حد ضروری ہے جن کا راستہ صراطِ مستقیم ہے۔

(۵) پانچواں جواب :۔ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام کی اس سے بڑی فضیلت اور بزرگی کیا ہوگی کہ اللہ تعالےٰ اور اُسکے فرشتے محمدؐ و آلِ محمدؐ پر دُرود و سلام بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں کو بھی حکم دیتا ہے کہ تم بھی محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام پر درود بھیجو۔ اور انکی عظمت و بزرگی کو جیسا تسلیم کرنے کا حق ہے ویسا تسلیم کرو۔ جو ایمان پورا پورا لاتے ہیں وہ تو محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام پر درود و سلام بھیجتے ہیں اور انکی عظمت و بزرگی کے قایل ہیں۔ لیکن جو اللہ تعالےٰ کے اس حکم کے منکر ہیں وہ درود و سلام نہیں بھیجتے ہیں اور نہ ہی اُن کی عظمت و بزرگی کو تسلیم کرتے ہیں اور اگر درود بھیجتے ہیں تو وہ بھی ادھورا۔ اسی لیے اپنے جیسا (نعوذ باللہ) آدمی سمجھتے ہیں۔ یہ انکا اپنا ایمان ہے۔ اللہ تعالےٰ کی نظر میں سب سے افضل مخلوق محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام ہیں اور ہر مومن مسلمان کا یہی ایمان ہے اللہ تعالیٰ کے منتخب بندے حق ہیں اور ہمارے منتخب کیے ہوئے باطل ہیں۔

(۶) چھٹا جواب :۔ اللہ تعالیٰ نے محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام کی محبّت کو اجرِ رسالت قرار دیا ہے۔ اور ہر ایمان لانے والے پر اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دیا ہے جن ایمان لانے والوں نے انکی محبّت کو اپنے اوپر واجب سمجھا ہے وہ نہ صرف انسے محبّت کرتے ہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کے حکم کے بموجب اُنہی کی اطاعت و پیروی کرتے ہیں اور جنھوں نے اجرِ رسالت ادا نہیں کیا اور اللہ کے حکم کی نافرمانی کی۔ وہ انکو چھوڑ کر اپنے بنائے ہوؤں سے محبّت کرتے ہیں اور انہی کی اطاعت و پیروی کرتے ہیں اور آلِ رسولِ پاک سے بغض و عناد رکھتے ہیں جسکی وجہ سے پورا درود بھی نہیں پڑھتے ہیں۔ جن کی محبّت کو اللہ تعالےٰ ایمان لانے والوں پر واجب قرار دے تو اللہ تعالیٰ کو انسے کتنی محبّت ہوگی تب ہی تو اللہ تعالیٰ سورۃ اعراف میں فرماتا ہے کہ جو لوگ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام سے محبت کرتے ہیں اُنکے چہرے نورانی ہونگے اور جو انسے حسد اور بغض و عناد رکھتے ہیں اُنکے چہرے سیاہ ہونگے اور یہی پاک ہستیاں نورانی چہرے والوں کو جنّت میں لے جائینگے۔ اور سیاہ چہرے والوں کو دوزخ میں ڈھکیل دیں گے اسی لیے تو حضرت علی علیہ السّلام کو قسیمُ النارِ والجنّۃ کہا جاتا ہے اور امام حسن علیہ السّلام اور امام حسین علیہ السّلام جوانانِ جنّت کے سردار ہیں۔

اب اگر ان پاک ہستیوں سے کسی گنہگار سے مقابلہ کیا جائے تو اس سے بڑا ظالم کون ہوگا بتاؤ بھلا انسے بڑا افضل کون ہوگا جسکی محبّت کی وجہ سے اللہ تعالےٰ اُسکا چہرہ نورانی کر دیگا لہٰذا اللہ تعالےٰ کی سب سے افضل مخلوق محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام ہیں۔ یہی راہِ حق کی ہدایت کرتے ہیں اور انہی کا راستہ صراطِ مستقیم ہے۔

(۷) جس نے آلِ رسولؐ کو ایذا دی اُس نے رسولؐ کو ایذا دی اور جسنے رسولؐ کو ایذا دی تو گویا اُس نے خدا کو ایذا دی۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "یقیناً وہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن پر دُنیا اور آخرت میں لعنت کی اور اُن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہوا ہے" (پ۲۲ احزاب آیت۵۷) اِس آیت کی رُو سے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے دشمنوں پر لعنت کرنا واجب ہے اور اللہ تعالیٰ نے محمدؐ و آلِ محمد علیہم السّلام کی محبت کو اجرِ رسالت قرار دے کر ایمان لانے والوں پر واجب کیا ہے تو اللہ تعالےٰ اور رسولِ خدا کو خود اُنسے کتنی محبت ہوگی جسکا ہم اندازہ نہیں لگا سکتے ہیں۔ جو محمدؐ و آلِ محمد علیہم السّلام کو ایذا دیگا تو اللہ تعالیٰ اور رسول کو یقیناً سبسے زیادہ ایذا پہنچے گی۔ تب ہی تو اللہ تعالیٰ نے دُنیا اور آخرت میں اِنکو ایذا پہچانے والوں پر لعنت کی ہے اور اِن ایذا پہچانے والوں کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہوا ہے۔ اللہ اور رسول کو ایذا پہچانے والوں کی کبھی بھی بخشش نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی سب سے افضل مخلوق محمدؐ و آلِ محمد علیہم السّلام ہیں۔ لہٰذا اِنہی پاک ہستیوں کو اللہ تعالےٰ نے نبیؐ اور آئمہؑ بناکر بھیجا۔ جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہدایت کرنے والے تھے اور اِنہی کا راستہ صراطِ مستقیم ہے اللہ تعالےٰ تو اسکو بھی گناہ قرار دیتا ہے اگر کوئی مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو خوامخواہ ایذا پہچائے اللہ تعالیٰ اِنکے بارے میں فرماتا ہے۔ "اور جو لوگ مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو بغیر اسکے کہ انھوں نے کچھ کیا ہو ایذا دیتے ہیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھالیا۔" (پ۲۲ احزاب آیت۵۸) اللہ اور رسول اور آئمہ برحق کی اطاعت و پیروی کو چھوڑ کر ہی تو مسلمان ایک مسلمان کو ایذا پہچاتا آیا ہے اور آلِ رسولؐ کو سبسے زیادہ اِیذا دی گئی جِن لوگوں سے رسولؐ کو ایذا پہنچی اور اللہ تعالےٰ کو بھی (افسوس مسلمان اِنکو اپنا ہیرو مانتے ہیں اندھی تقلید میں وہ ایسا کرتے ہیں اِسکا پتہ روزِ حشر چلے گا محمدؐ و آلِ محمد علیہم السّلام کی شان میں اور بھی بہت سی قرآنی آیات ہیں لیکن اِن سب آیات کو سمجھنے اور بیان کرنے سے قاصر ہوں صرف آخر میں آیتُ الکرسی کو زیرِ بحث لاکر اپنی اِس کتاب قرآن اور صراطِ مستقیم کو اختتام پر پہچاتا ہوں۔ آیتُ الکرسی کے نام مبارکہ سے تو ہر مسلمان واقف ہے۔ لیکن اِن آیۃ مجیدہ میں اللہ تعالےٰ نے کیا کچھ بیان فرمایا ہے اور کیا کچھ سمجھایا گیا ہے اس سے تو عام مسلمان بالکل ناواقف ہے۔ کیونکہ مولانا صاحبان ایمان لانے والے لوگوں کو سمجھاتے ہی نہیں ہیں۔ وہ دراصل حق کو چھپاتے ہیں وہ ایسا کیوں کرتے ہیں اس کا جواب تو وہ قیامت کے دِن خود دینگے۔ جو اُن کے دِلوں کی باتوں کو بھی جاننے والا ہے اِسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو ایسے عالموں سے آگاہ کردیا کہ اُنکی اندھی تقلید نہ کرو۔ کیونکہ ان عالموں اور

درویشوں میں سے اکثر لوگوں کا مال بھی ناحق کھاتے ہیں اور اللہ تعالے کے راستے سے بھٹکاتے بھی ہیں اس لیے ایک عالم کے لیے توبہ کی اتنی مہلت نہیں ہے جتنی کی ایک عام مسلمان کے لیے توبہ کرنے کی مہلت ہے ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "ماسوا اسکے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توبہ (قبول کرنے) کا ذمہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہے جو نادانی کے سبب برائی کرتے ہیں۔ پھر قریب ہی توبہ کر لیتے ہیں پھر انہی کی توبہ اللہ تعالے قبول کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑا حکمت والا ہے ٥ اور انلوگوں کے لیے توبہ نہیں ہے جو بدیاں کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہانتک کہ ان میں سے کسی ایک کو موت آجاتے تو وہ کہے کہ میں نے توبہ کر لی۔ اور نہ انلوگوں کے لیے توبہ ہے جو کفر کی حالت میں مرجاتے ہیں۔ انلوگوں کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہوا ہے" (پ۴ النساء آیات ۱۷ ۱۸) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔

بِجَہَالَۃٍ:۔ تفسیر صافی صفحہ ۱۰۵ پر بحوالہ تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اگرچہ وہ عالم ہو یعنی جانتا ہو کہ یہ فعل جس کا وہ ارتکاب کر رہا ہے گناہ ہے لیکن پھر بھی وہ اسوقت جاہل ہوتا ہے اس لیے کہ اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے خطرہ میں ڈالتا ہے تحقیق اللہ تعالیٰ نے حکایت کے طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا قول بیان فرمایا۔ "اس نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اسکے سگے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا جبکہ تم نادان تھے" (پ۱۳ یوسف آیت ۸۹) بیان کیا ہے پس اللہ تعالیٰ نے انھیں جہالت سے نسبت اس لیے دی کہ انہوں نے اپنے نفسوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے خطرہ میں ڈالدیا تھا۔ جناب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص توبہ کر کے پھر گناہ کرے اور بار بار توبہ کرتا رہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالے اس کے گناہ بخش دیگا پھر پوچھا گیا اسطرح کب تک ہوتا رہیگا؟ فرمایا کہ جب تک شیطان سے بہکانے کی قوت سلب نہ کر لی جائے۔

یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ:۔ تفسیر صافی صفحہ ۱۰۵ پر بحوالہ "لا یحضرہ الفقیہ" لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آخری خطبے میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی موت سے ایک سال قبل توبہ کر لے اللہ تعالے اسکی توبہ قبول کر لے گا پھر فرمایا ایک سال زیادہ ہے اگر کوئی شخص موت سے ایک مہینے پہلے توبہ کر لے اللہ تعالیٰ قبول کرلے گا پھر فرمایا ایک مہینہ بھی زیادہ ہے اگر کوئی شخص مرنے سے ایک ہی دن پہلے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول کر لے گا پھر فرمایا ایک دن بھی زیادہ ہے اگر کوئی شخص مرنے سے

ایک گھنٹہ پہلے توبہ کرلے تو اللہ تعالےٰ اسکی توبہ قبول کرلے گا پھر فرمایا ایک گھنٹہ بھی زیادہ ہے اگر کوئی شخص اُس وقت توبہ کرلے جبکہ اسکی جان اُسکے حلق تک پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول کرلے گا۔

کافی اور تفسیر عیاشی میں بھی یہی مضمون درج ہے آخر میں اتنا زیادہ ہے کہ جو شخص ملک الموت کو دیکھنے سے پہلے بھی توبہ کرلے گا اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ قبول فرمائیگا۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ شیطان ؑ جب معتوب ہوا تو اُس نے کہا یا اللہ! تیری عزت و عظمت کی قسم! میں فرزند آدم کو اُس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک روح اسکے جسم سے مفارقت نہ کر جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے بھی اپنی عزت و عظمت کی قسم ہے! میں بھی اپنے بندے سے اسوقت تک توبہ کو باز نہ رکھونگا جب تک اُس کی سانس الٹی نہ چلنے لگے۔ کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب سانس یہاں تک پہنچ جاوے۔ اسوقت انہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنی حلق کی طرف اشارہ فرمایا) (ویسے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جاننے والا) اُسکے رحمٰن اور رحیم ہونے میں تو ذرہ برابر بھی شک نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ تو اپنے حبیبؐ کو بھی ظالموں کو معاف کردینے کا حکم دیتا ہے "خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ" تو عفو کو اختیار کر اور نیکی کا حکم دیتا رہ اور جاہلوں سے منہ پھیرے رکھ۔" (پ۹ اعراف آیت ۱۹۹) اسی لیے محمدؐ و آلِ محمدؐ نے ظالموں کے ظلم پر صبر کرتے رہے لیکن بددعا نہیں کی بہرحال اس وقت عالم کے لیے توبہ نہیں ہے پھر یہی آیت تلاوت فرمائی۔ کیونکہ عالم جان بوجھ کر حق کو چھپاتا تھا۔ اور باطل کو ابھارتا تھا۔ لہذا عالم کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اپنی غلطی کا اعتراف کرے اور جو حق وہ چھپاتا تھا اس حق کو ظاہر کرے اور اس کو کھول کر بیان کردے۔ پھر توبہ کرے تو اُسکی توبہ قبول ہوگی۔ ورنہ اُس کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوگی۔

کافی اور تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے یہی حدیث منقول ہے مگر آخر میں اتنا زیادہ ہے مگر جاہل کی توبہ اس وقت قبول ہو جائے گی۔ یہ لکھنے کے بعد صاحب تفسیر صافی یہ لکھتا ہے کہ اُس وقت عالم کی توبہ قبول نہ ہونے کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ موت کی نشانیاں دیکھ کر اس کو زندگی سے مایوسی ہو جاتی ہے بخلاف جاہل کے کہ جب تک اُسکو غیب کی چیزیں نظر نہ آئیں اُس وقت بھی تک مایوسی نہیں ہوتی۔ منجملہ اُن مہربانیوں کے جو اللہ تعالےٰ نے مبذول فرمائی ہیں۔ یہ بھی ہے کہ روح قبض کرنے والے فرشتے کو یہ حکم دیتا ہے کہ وہ پاؤں کی اُنگلیوں سے جان نکالنا شروع کرے پھر آہستہ آہستہ اُوپر چڑھتا جائے پھر سینے تک پہنچے اور آخر میں حلق تک۔ تاکہ مرنے والے کو اس بات کی مہلت ملے۔ کہ وہ اپنا دل خدا کیطرف متوجہ کرے اور وصیت کر سکے اور فرشتے کو دیکھنے سے

پہلے توبہ کرلے۔ اور صاحبانِ حقوق سے حقوق بخشوا سکے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرسکے اور دم نکلتے نکلتے اُسکی زبان پر ذکرِ خدا رہے کہ اس صورت میں خاتمہ بالخیر ہونے کی اُمید ہے۔ خدا اپنے لطف وکرم سے سب مومنوں کو ایسی ہی موت نصیب کرے آمین ثم آمین۔

کسی مسلمان کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی دوسرے مسلمان کو کافر کہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ مرنے سے پہلے تک اسکی توبہ قبول فرماتا ہے اور اللہ نے معافی کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ جس بات پر اختلاف ہے اُسکا فیصلہ قیامت کے دن تو ہو ہی جائے گا۔ بہرحال کسی بھی فرقے کے مسلمان کو دوسرے فرقے کے مسلمان سے یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ تم مسلمان نہیں ہے ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اور جو تمہاری طرف سلام پیش کرے تم اسے مت کہو کہ تو مومن نہیں ہے" (پ۵ النساء آیت ۹۴) مُلّاؤں نے اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اُولی الامر کو چھوڑ کر حاکمِ وقت کو اُولی الامر بنا کر اللہ تعالیٰ کے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا۔ اور یہ اس بات کی بیّن دلیل ہے۔ کہ یہ مُلّا خود اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہیں۔ اور نافرمانِ الٰہی ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کو کافر بنا کر مزید اللہ تعالیٰ کے احکامات کی نافرمانی کرتے ہیں اور جان بُوجھ کر کرتے ہیں۔ اسی لیے کسی مُلّا کی توبہ قبول نہیں ہوگی جب تک کہ وہ اپنی اصلاح نہ کرلے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "بے شک جو لوگ اِن واضح ارشادات اور ہدایات کو جنھیں ہم نے اُتارا چھپاتے ہیں بعد اسکے کہ ہم نے انہیں کتاب میں لوگوں کے لیے واضح کرکے بیان کردیا۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اور سب لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔ سوائے اُن لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور جو چھپاتے تھے بیان کردیا اُن کی توبہ میں قبول کرلونگا اور میں بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں" (پ۲ البقرۃ آیۃ ۱۵۹ اور ۱۶۰) بہرحال اللہ تعالیٰ نے سب کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے بشرطیکہ حق کو پہچان لے اور جو سچے ہیں اُنکا ساتھ دے ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ جن سچوں کے ساتھ ہونے کا حکم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُن سے مراد بھی آئمہ آلِ محمدؐ ہی ہیں۔

آیت الکرسی کو سمجھنے میں مذکورہ بالا بیان سے بہت ہی آسانی پیدا ہوگئی ہے بشرطیکہ غور وفکر سے کام لیا جائے اور خواہشاتِ نفسانی سے بالاتر ہوکر اور اللہ تعالیٰ کا دِل میں ڈر و خوف رکھ کر سوچا جائے تو اسمیں بھی اللہ تعالیٰ نے ہدایت کرنے والوں اور گمراہ کرنے والوں کو ظاہر کیا ہے "خدا وہ برحق ہے کہ اسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ زندہ ہمیشہ رہنے والا۔ اسے نہ اُونگھ آتی ہے نہ نیند۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ کون ہے

کہ اُس کی اجازت کے بغیر اُس سے کسی کی سفارش کر سکے۔ جو کچھ لوگوں کے رُوبرو ہو رہا ہے اور جو کچھ اُنکے پیچھے ہو چکا ہے اُسے سب معلوم ہے اور وہ اُنکی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے ہاں جسقدر وُہ چاہتا ہے اُسی قدر معلوم کرا دیتا ہے۔ اُسی کی بادشاہی اور علم آسمان اور زمین سب پر حاوی ہے۔ اور اُسے انکی حفاظت کچھ دشوار نہیں وُہ بڑا عالی مرتبہ اور جلیل القدر ہے ٥ دین اسلام میں زبردستی نہیں ہے ہدایت (صاف طور پر ظاہر اور) گمراہی سے الگ ہو چکی ہے تو جو شخص بتوں سے اعتقاد نہ رکھے اور خُدا پر ایمان لائے۔ اُسنے ایسی مضبوط رسّی ہاتھ میں پکڑلی ہے۔ جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں ہے اور خُدا سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے جو لوگ ایمان لائے ہیں انکا دوست خُدا ہے کہ انکو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے اور جو کافر ہیں اُنکے دوست شیطان ہیں کہ ان کو روشنی سے نکال کر اندھیرے میں لیجاتے ہیں۔ یہی لوگ اہلِ دوزخ ہیں کہ اس میں ہمیشہ رہینگے"۔ (پ۳ البقرہ آیت ۲۵۵ تا ۲۵۷) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خان صاحب جالندھری کا ہے اور آپ نے اسکی تفسیر میں بیان فرمایا ہے کہ جس شخص نے حضرت ابراہیمؑ سے جھگڑا کیا وُہ بابل کا بادشاہ نمرود تھا جو لوگوں سے اپنے تئیں سجدہ کرواتا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اُس نے سبب پوچھا انہوں نے کہا کہ میں اپنے خُدا کو سجدہ کرتا ہوں۔ اُس نے کہا خُدا کون ہے؟ انہوں نے کہا خُدا وہ ہے جسکے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے یعنی جو حیات اور ممات کا خالق ہے کافر تو اِس بات کو سمجھا نہیں۔ بولا میں بھی زندہ کر سکتا ہوں اور مار سکتا ہوں۔ چنانچہ اُس نے دو قیدیوں کو بلوایا۔ ایک جو واجب القتل تھا۔ اسکو معاف کر دیا یعنی جان بخشی کر دی۔ دوسرا جو قاتل نہ تھا اسکو مروا ڈالا۔ تب حضرت ابراہیمؑ نے یہ دیکھ کر کہ یہ بدفہم ہے اس سے کہا کہ اگر آپ خُدا ہیں تو آفتاب کو جو مشرق سے نکلتا ہے حکم دیجیئے کہ مغرب سے نکلے اِس کا جواب کافر سے کچھ نہ بن پڑا اور لاجواب ہو کر رہ گیا لیکن اللہ کے وَلی اور نبیؐ کے وصی و خلیفہ نے سورج کو مغرب سے پلٹایا اور اس واقعہ کے بارے میں علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ؎

آن کہ در آفاق گردد بوترابؑ
باز گرداند ز مغرب آفتاب

حضرت علی علیہ السلام نے سُورج کو مغرب سے پلٹایا تھا۔ مورخین کا بیان ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خیبر کی جنگ سے واپسی پر مقام صہبا میں پہنچے اور وہاں قیام پذیر ہوئے تو آپؐ پر وحی کے نزول کا سلسلہ ایسے وقت شروع ہوا کہ غروب آفتاب سے قبل ختم نہ ہوا۔ حضرت رسولؐ

رسول کریمؐ حضرت علیؑ کی آغوش میں سر رکھے ہوئے تھے جب سلسلۂ وحی منقطع ہوا تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ اے علی تم نے نمازِ عصر بھی پڑھی یا نہیں۔ عرض کیا کہ مولا نماز کیسے پڑھتا آپؐ کا سرِ مبارک زانو پر تھا اور وحی کا سلسلہ جاری تھا یہ سُن کر حضرت رسولِ کریمؐ نے دستِ دعا بلند کیا اور کہا کہ بارالٰہا علیؑ تیری اور تیرے رسولؐ کی اطاعت میں تھا اس لیے سورج کو پلٹا دے۔ تاکہ یہ نمازِ عصر ادا کریں چنانچہ سورج پلٹ آیا اور علیؑ نے نمازِ عصر ادا کی۔ حبیب السیر۔ روضۃ الصفا۔ روضۃ الاحباب۔ شرح شفا قاضی عیاض۔ تاریخ خمیس۔

بعض روایات میں یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ سورج کو حکم دو۔ وہ پلٹے گا۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے حکم دیا اور سورج پلٹ آیا۔ علامہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں یہ حدیث رجعت شمس صحیح ہے۔ ثقہ راویوں سے مروی ہے۔ آیتِ تطہیر کے بموجب محمدؐ وآلِ محمدؐ جو کہہ دیں وہ ہو گا۔ حضرت فاطمہؑ نے کہا درزی تمہارے کپڑے لائیگا تو جبرئیلؑ درزی بن کر لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شق القمر کا معجزہ بھی دکھلایا لیکن جو نہ ماننے والے تھے۔ انہوں نے اس کو جادو کہہ کر جھٹلانے کی کوشش کی۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "گھڑی قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا اور اگر وہ کوئی معجزہ دیکھ لیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ یہ ہمیشہ کا جادو ہے اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی۔ اور ہر امر قرار پانے والا ہے" (پ القمر آیت ۱تا۳) محمدؐ وآلِ محمدؐ کے بہت سے معجزات ہیں اُن کو یہاں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔

جو اللہ تعالیٰ کے منتخب بندے ہیں وہ صرف انبیاءؑ اور اُنکے اوصیاءؑ ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے جن کو نبوت اور امامت کے لیے منتخب کیا وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپکی آل پاک آئمہ معصومینؑ ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت عطا فرما کر سب مخلوق سے افضل قرار دیا۔ اور اُنکو اپنی قدرتِ کاملہ سے تمام عالم پر تصرف عطا فرمایا۔ لیکن محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السلام وہی چاہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے دیتے ہوئے اختیارات کو اپنی یا دوسروں کی خواہشات کے مطابق استعمال نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق استعمال کرتے ہیں لیکن جو خود ساختہ ہوتے ہیں۔ وہ اپنی خواہشات کے مطابق عمل کرتے ہیں اور اپنی مادی طاقت کے بل بوتے پر ظلم کا بازار گرم کیا کرتے ہیں اور پھر مادی طاقت کے زوم میں خدائی کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں جیسے فرعون، نمرود اور شداد ہو گذرے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے منتخب بندوں کو علم و حکمت عطا فرما کر جو قدرت بخشتا ہے وہ تمام روحانی اور مادی قوت عطا ہونے کے باوجود اسکو اللہ تعالےٰ

کی عین منشا کے مطابق استعمال کرتے ہیں اور وہ راہِ حق کی ہدایت اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب کرتے ہیں اور وہ خود خدائی کا دعویٰ نہیں کرتے ہیں اور یہ لوگوں کو اللہ والا بناتے ہیں ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ کسی انسان کے لیے یہ واجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُسے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کرے۔ پھر وہ لوگوں کو کہتا پھرے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ بلکہ وہ تو یہی کہیگا کہ تم ربّ والے بن جاؤ۔ اس لیے کہ تم کتاب کی تعلیم دیتے ہو۔ اور اس لیے کہ تم خود پڑھتے ہو۔ (پ۳ آل عمران آیۃ)

تفسیر صافی ص۰۰۰ پر بحوالہ عیون اخبار الرضا میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو کچھ میرا رتبہ ہے اُس سے مجھے نہ بڑھاؤ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنانے سے پہلے اپنا عبد قرار دیا تھا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اور اسیطرح حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہونگے حالانکہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ ایک تو وہ جو محبت میں میرا رتبہ حد سے زیادہ بڑھا دینگے اور دوسرے وہ دشمن جو میرا رتبہ گھٹانے کے درپے رہینگے اور جو لوگ ہمارے بارے میں غلو کریں گے اور ہمارا رتبہ ہماری حد سے زیادہ بڑھا دینگے ہم خدا کے حضور میں انسے اپنی برأت اسی طرح ظاہر کرینگے جسطرح حضرت عیسیٰ ابن مریم نصاریٰ سے اپنی برأت ظاہر کریں گے کسی بھی نبی اور انکے وصی نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔

نصیری حضرت علیؑ کو خدا کہتے ہیں اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ فرعونؔ نمرودؔ اور شدادؔ وغیرہ نے اپنے کو خدا کہلانے کے لیے ہزاروں انسانوں کا قتل کروایا تاکہ لوگ انہیں خدا کہیں لیکن اس کے برعکس حضرت علیؑ نے نصیریوں کو اس بات پر قتل کیا کہ لوگ آپکو خدا ماننے لگے تھے اور آج بھی ان نصیریوں کی نسلیں باقی ہیں جو حضرت علیؑ کو خدا مانتے ہیں۔ مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالےٰ کے اس قول کی حضرت علی علیہ السلام نے تصدیق کر دی کہ جو اللہ کے منتخب بندے ہوتے ہیں اور جنکو اللہ تعالیٰ نے کتاب اور حکمت عطا فرمائی ہے وہ لوگوں سے یہ نہیں کہتے کہ تم ہمارے بندے بن جاؤ بلکہ وہ یہی کہتے ہیں کہ اللہ والے بن جاؤ۔ حضرت علی علیہ السلام کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی بیّن دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ آئمہ معصومینؑ ہی کو قرآن میں آیت اللہ فرماتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں جنت کی لالچ یا دوزخ کے خوف سے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو لائق عبادت سمجھ کر اسکی عبادت کرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق آپؑ برحق امام ہیں۔ جنکو اللہ تعالےٰ نے کتاب اور حکمت عطا فرمائی ہے آپ لوگوں کی ہدایت اللہ تعالیٰ کے حکم کے عین مطابق کرنے والے ہیں

اب شاہ عبدالقادر محدث دہلوی صاحب کا ترجمہ جو انہوں نے آیت الکرسی کا لیا ہے درج ذیل ہے
"اللہ اسکے سوا کسی کی بندگی نہیں جیتا ہے سب کا تھامنے والا۔ نہیں پکڑتی ہے اُس کو اونگھ اور نہ نیند۔ اُسی کا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے کون ایسا ہے سفارش کرے اس کے پاس۔ مگر اسکے اذن سے۔ جانتا ہے جو خلق کے روبرو ہے اور پیٹھ پیچھے۔ اور یہ نہیں گھیر سکتے اس کے علم میں سے کچھ۔ مگر جو وہ چاہے۔ گنجائش ہے اسکی کرسی میں۔ آسمان اور زمین کو۔ اور تھکتا نہیں انکے تھامنے سے۔ اور وہی ہے اُوپر سب سے بڑا ہ زور نہیں دین کی بات میں۔ کھل چکی ہے صلاحیت اور بے راہی ۹ اب جو منکر ہو مفسد سے۔ اور یقین لائے اللہ پر۔ اُسنے پکڑی گرہ مضبوط جو ٹوٹنے والی نہیں۔ اور اللہ سنتا ہے جانتا ہے اللہ کام بنانے والا ہے ایمان والوں کا۔ نکالتا ہے انکو اندھیرے سے اُجالے میں۔ اور وہ جو منکر ہیں اُنکے رفیق ہیں شیطان۔ نکالتے ہیں اُن کو اجالے سے اندھیروں میں۔ وہ ہیں دوزخ والے وہ اسی میں رہ پڑے"۔ (پ۳ البقرة آیت ۲۵۵تا۲۵۷)
آپ نے بھی اپنی تفسیر میں نمرود ہی کا واقعہ بیان فرمایا ہے اور آیت الکرسی کی تفسیر بیان نہیں فرمائی اِس قسم کے ترجموں اور تفسیروں سے جو حقیقت اللہ تعالےٰ نے بیان فرمائی ہے نہ وہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے اور نہ ہی اسکا مقصد واضح ہوتا ہے۔

اب مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی کا ترجمہ اور تفسیر درج ذیل ہے۔
"اللہ ہے جسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ آپ زندہ اور اوروں کا قائم رکھنے والا ہے۔ اُسے نہ اونگھ آئے اور نہ نیند اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ وہ کون ہے جو اسکے یہاں سفارش کرے بے اُسکے حکم کے۔ جانتا ہے جو کچھ اسکے آگے ہے اور جو کچھ انکے پیچھے۔ اور وہ نہیں پاتے اسکے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے۔ اُسکی کرسی میں سمائے ہوئے ہیں آسمان اور زمین۔ اور اُسے بھاری نہیں انکی نگہبانی اور وہی ہے بلند بڑائی والا۔ کچھ زبردستی نہیں ہے دین میں۔ بے شک خوب جدا ہوگئی ہے نیک راہ گمراہی سے۔ تو جو شیطان کو نہ مانے۔ اور اللہ پر ایمان لائے۔ اس نے بڑی محکم گرہ تھامی۔ جسے کبھی کھلنا نہیں اور اللہ سنتا جانتا ہے اللہ والی ہے مسلمانوں کا انہیں اندھیروں میں سے نور کیطرف نکالتا ہے۔ اور کافروں کے حمایتی شیطان وہ انہیں نور سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں۔ یہی لوگ دوزخ والے ہیں انہیں ہمیشہ اس میں رہنا ہے"۔ (پ۳ البقرة آیت ۲۵۵تا۲۵۷) آپ نے جو تفسیر بیان فرمائی ہے وہ ملاحظہ فرمائیں (۱) اس میں مشرکین کا رد ہے جنکا گمان تھا کہ بُت شفاعت کرینگے انہیں بتا دیا گیا کہ کفار کے لیے شفاعت نہیں۔ اللہ کے حضور جن کو اجازت ملی ہوگی انکے سوا کوئی شفاعت نہیں کرسکتا ہے اور اذن والے انبیاء و ملائکہ اور مومنین ہیں۔

(۲) یعنی ماقبل و مابعد یا امور دنیا اور آخرت (۳) اور جنکو مطلع فرمائے وہ انبیاء و رسل ہیں جن کو غیب پر مطلع فرمانا انکی نبوت کی دلیل ہے۔ (۴) اس میں اسکی عظمت و شان کا اظہار ہے اور کرسی سے یا علم قدرت مراد ہے یا عرش یا وہ جو عرش کے نیچے ہے اور ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے اور ممکن ہے کہ یہ وہی ہے جو فلک البروج کے نام سے مشہور ہے (۵) اس آیت میں الٰہیات کے اعلیٰ مسائل کا بیان ہے اور اس سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے الٰہیت میں واحد ہے حیات کے ساتھ متصف ہے واجب الوجود اپنے ماسوا کا موجد ہے تحیز و حلول سے منزہ ہے اور تغیر اور فتور سے مبرا ہے نہ کسی کو اس سے مشابہت نہ عوارض مخلوق کو اس تک رسائی ملک و ملکوت کا مالک۔ اصول و فروع کا مبدع قوی گرفت والا جس کے حضور سوائے ماذون کے کوئی شفاعت کیلئے لب نہ ہلا سکے۔ تمام اشیائ کا جاننے والا۔ جلی کا بھی خفی کا بھی کل کا بھی اور جز کا بھی واسع الملك والقدرت ادراک و وہم و فہم سے برتر و بالا۔

(۶) لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ فرمانے میں یہ اشارہ ہے کہ اب عاقل کیلئے قبول حق میں تامل کی کوئی وجہ باقی نہ رہی۔ (۷) اس میں اشارہ ہے کہ کافر کیلئے اول اپنے کفر سے توبہ و بیزاری ضروری ہے اسکے بعد ایمان لانا صحیح ہوتا ہے۔ کفر و ضلالت کی ایمان و ہدایت کی روشنی۔ اور پھر آپ نے بھی حضرت ابراہیم اور نمرود کا واقعہ بیان کیا ہے۔

اب مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ترجمہ اور تفسیر آیت الکرسی کا درج ذیل ہیں۔۔

"اللہ (وہ ذات پاک ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ اور ہمیشہ قائم ہے اسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے۔ کون شخص ایسا ہے جو بغیر اسکی اجازت کے اسکے حضور میں سفارش کرے۔ جو کچھ انکے سامنے ہے اور جو کچھ انکے پیچھے ہے وہ سب کو جانتا ہے اور اسکے علم میں کسی چیز پر بھی احاطہ نہیں کر سکتے۔ سوائے اس کے جسے وہ چاہے اسکا علم سب آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے اور ان دونوں کی حفاظت اسے نہیں تھکاتی۔ اور وہ بلند مرتبہ اور ہمیشہ سے عظمت والا ہے۔ دین میں کوئی زبردستی نہیں بے شک ہدایت گمراہی سے الگ ہو کر واضح ہو گئی۔ پس جو شخص طاغوت کا منکر ہو جائے اور اللہ پر ایمان لائے یقیناً اس نے ایسی مضبوط رسی کو تھام لیا ہے جسکے لیے ٹوٹنا ہے ہی نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ سرپرست ہے انلوگوں کا جو ایمان لا چکے۔ وہ انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکال لاتا ہے اور جو کافر ہو گئے انکے سرپرست طاغوت ہیں وہ انہیں نور سے نکال کر

اندھیروں کی طرف لے آتے ہیں۔ وہی تو جہنم کی آگ کے ساتھی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔" (پ۳ البقرۃ آیت ۲۵۵،۲۵۶) آپ تفسیر بیان فرماتے ہیں۔

سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۔ اللہ تعالیٰ چونکہ جسم و لوازمات جسمانی سے بَری اور منزّہ ہے اس لیے اُسکی نسبت اونگھ اور نیند کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر وہ ایک سیکنڈ کیلئے غافل ہو جائے۔ جو لازمۂ بشریت ہے نہ کہ الوہیت۔ تو دُنیا فنا ہو جائے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے پوچھا کہ اے موسیٰ! کیا تمہارا خدا سوتا بھی ہے؟ آپ نے اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کے وقت اُنکا سوال پیش کر دیا۔ خُدا نے حکم دیا کہ اے موسیٰ! ایک شب و روز نہ سونا۔ چنانچہ آپ نہ سوئے۔ پھر ایک فرشتہ بھیجا کہ حضرت موسیٰ کو دو بوتلیں دے آؤ اور کہو کہ رات بھر انہیں تھامے رکھیں۔ سونا نہیں۔ ایسا نہ ہو یہ بوتلیں ٹوٹ جائیں۔ حضرت موسیٰ نے ہر چند ضبط کیا لیکن آخر نیند غالب آگئی۔ اور بوتلیں گر کر چکنا چور ہو گئیں۔ اسی وقت خطاب ہوا کہ اے موسیٰ! تم سے نیند میں دو بوتلوں کی حفاظت نہ ہو سکی اگر میں سو جاؤں تو سارے عالم کی نگہداشت کون کرے گا۔

(۲) کُرْسِیُّہٗ : یہاں کُرسی سے مراد کوئی بیٹھنے والی کرسی نہیں ہے جس پر (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ بیٹھتا ہے بلکہ اس کے معنی علم ہیں۔ چنانچہ لُغت کی مشہور کتاب "قاموس" میں ہے الکرسی العلم کہ کرسی کے معنی علم ہیں۔ اور لُغت کی کتاب "منتہی الادب" میں کرسی کے معنی علم و دانش لکھتے ہیں۔ اور "بیان اللسان" ص۲۲۵ پر کرسی کے معنی علم اور اللہ تعالیٰ کی قُدرت لکھتے ہیں۔

(۳) لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۔ یہ اسلام کی خصوصیت ہے کہ وہ دین کے معاملے میں کسی قسم کے جبر و تشدّد کو جائز نہیں سمجھتا ہے اور جو اعمال یا افعال کسی کے جَبر یا تشدّد یا دباؤ سے ادا کیئے جائیں۔ انہیں جائز قرار نہیں دیتا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا۔ کیونکہ جب اسلام نے دین کے بارے میں سختی کو جائز ہی نہیں رکھا تو کسی تلوار کے ڈراوے سے مسلمان کرنا بے معنی سی بات ہے اگر مسلمان تلوار کے خوف سے ہوئے ہوں۔ تو یہ بھی کہا جائے گا۔ کہ لوگوں نے خُدا کے وجود کو موت کے خوف سے تسلیم کیا۔ اسلام نے تو دین کی قبولیت کو انسان کی آزاد رائے پر موقوف رکھا ہے۔ چنانچہ متعدد آیات اس مضمون کی وارد ہوئی ہیں۔ کہ "اور کہہ دو کہ حق تمہارے پروردگار ہی کی طرف سے ہے۔ پس جو کوئی چاہے سو ایمان لے آوے۔ اور جو کوئی چاہے سو وہ کفر اختیار کرے۔" (پ۱۵ الکھف آیت ۲۹) اس آیت کی شانِ نزول یہ ہے کہ ابوالحصین انصاری کے دو بیٹے تھے اتفاقاً شام کے کچھ نصرانی تاجر مدینہ میں آئے۔ اور انہیں بہکا کر نصرانی بنا گئے۔ ابوالحصین نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے عرض کی کہ انکو راستے سے واپس بلوا لیجئے اور کچھ تنبیہ فرمائیے تاکہ وہ پھر اسلام قبول کر لیں۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

جبراً اسلام قبول کرنے کی حمایت ہے ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے۔ "اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو جتنے

زمین میں ہیں ضرور سب کے سب ایمان لے آتے پس کیا تم لوگوں کو مجبور کرو گے یہاں تک کہ وہ مومن ہو جائیں" (پ۱۱ یونس آیۃ ۹۹) اس آیۂ مبارکہ سے بھی یہ بات ثابت ہو گئی کہ دین اسلام میں کوئی جبر نہیں ہے اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو طرح طرح سے واضح کر رہا ہے۔ ارشادِ رب العزت ہوتا ہے۔ "اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ضرور انہیں ایک ہی اُمّت بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے۔ اور ظالموں کے لیے نہ کوئی سرپرست ہے اور نہ ہی کوئی مدد کرنے والا ہے" (پ۲۵ شوریٰ آیۃ ۸) اس آیۂ مبارکہ سے بھی واضح ہے کہ دین اسلام میں کوئی جبر نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ تم سب کو اسی طرح معصوم کر دے۔ جسطرح فرشتے ہیں تو وہ اس پر پوری قدرت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے دنیا اور اہل دنیا کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ انکی آزمائش کرے۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے "پس اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں۔ تو کیا تو انکے پیچھے افسوس کرتا ہوا اپنی جان کو ہلاک کر ڈالنے والا ہو جائے گا۔ یقیناً ہم نے جو کچھ زمین پر ہے اسے اس کے لیے زینت قرار دیا ہے۔ تاکہ ہم ان پر ظاہر کر دیں کہ ان میں سب سے اچھا عمل کرنے والا کون ہے" (پ۱۵ الکہف آیۃ ۶،۷) اس آیت سے بھی یہ حقیقت عیاں ہو گئی کہ دین اسلام میں جبر نہیں ہے

تفسیر صافی ص۳۰۰ پر بحوالہ کافی امام زین العابدین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء میں سے کسی کے لیے دنیا کی زینت اور اسکی جلد فنا ہو جانے والی چیزوں کو پسند نہیں فرمایا اور نہ اُن میں سے کسی کو خود دنیا اور اس کی خوش کرنے والی چیزوں کی طرف خواہش دلائی ہے۔ بلکہ دنیا اور اہلِ دُنیا کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ انکی آزمائش کرے۔ کہ دنیا میں رہ کر آخرت کے لیے سب سے زیادہ عمل کرنے والا کون ہے۔

خداوند عالم جب آزمائش کرتا ہے تو اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس شخص کی حالت کو اور لوگوں کی نظروں میں پیش کر دیا جائے تاکہ وہ دیکھ لیں کہ یہ شخص کس قابلیت اور صلاحیت کا مالک ہے۔ "لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا" تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ عمل میں تم میں سے سب سے اچھا کون ہے" (پ۱۲ ھود آیۃ ۷) ابتلا اور آزمائش کے دو مقصد ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ امتحان لینے والا اس شخص کی لیاقت و صلاحیت سے پوری پوری طرح باخبر ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ اس کی لیاقت و صلاحیت کا ممتحن کو پوری طرح علم ہو مگر اوروں کی نظر میں اسکی حالت کا پیش کرنا مقصود ہو کہ وہ کس قابلیت و صلاحیت کا مالک ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کی آزمائش کے لیے موت اور حیات کو بھی پیدا کیا ہے۔ ارشادِ رب العزت ہوتا ہے "جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔ تاکہ وہ تمہاری آزمائش کر کے ظاہر کر دے کہ تم میں سے کون عمل میں سب سے اچھا ہے۔ اور وہ بڑا زبردست بخشنے والا ہے" (پ۲۹ الملک آیۃ ۲)

تفسیر صافی ص۵۲۶ پر بحوالہ کافی امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے دو مخلوق ہیں پس جب موت آتی ہے تو وہ انسان کے جسم میں داخل ہو جاتی ہے اور

جس چیز میں موت داخل ہو جاتی ہے اُس سے زندگی نکل جاتی ہے۔

انسان کو کلی اختیار ہے اور دین کے معاملے میں اس پر کوئی جبر نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ کے دین اسلام پر پورا پورا ایمان لاکر ہدایت یافتہ بن جائے اور پھر نیک عمل کر کے دین اور دُنیا دونوں کو سنوار لے یا دین کو چھوڑ کر گمراہی کا راستہ اختیار کر کے اور کوئی دین اختیار کر لے اور اپنی دُنیا اور آخرت دونوں کو خراب کر لے۔ یہ ہر انسان کی اپنی مرضی پر منحصر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جنکو انسان کی ھدایت کے لیے بھیجا ہے انکو اللہ تعالیٰ بتلاتا ہے کہ تم لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دو۔ لیکن انکے ساتھ مباحثہ اور مناظرہ عمدہ طریقے سے کرو۔ پھر اگر کوئی راہِ حق اختیار کرے اسکی مرضی اور گمراہی کے راستے میں پڑا رہے اسکی مرضی دین اسلام کی قبولیت کے لیے زبردستی نہیں ہے۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے" تم اپنے پروردگار کے راستے کی طرف حکمت اور اچھے وعظ کے ساتھ بلاؤ اور انسے ایسے طریقے سے بحث کرو جو سب سے اچھا (اور احسن ہو یقیناً تیرا پروردگار اُسکو خوب جانتا ہے جو اسکے راستے سے بھکا ہے اور وہ پانے والوں کو بہت ہی زیادہ جاننے والا ہے" (پ۱۴ نحل آیت ۱۲۵) اس آیت سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ دین اسلام میں جبر بالکل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً حق و باطل میں فرق ظاہر کرنے کی اجازت دیتا ہے کہ تم حکمت اور احسن طریقے سے مباحثہ اور مناظرہ کرو۔ جس میں نہ جبر ہو اور دل آزاری کرنی مقصود ہو۔ لیکن مُلّا اپنے اختلافات کو بحث مباحثہ احسن طریقے سے کر کے دور نہیں کرتا ہے۔ جو طریقہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں بتلا رہا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی بھی کرتا ہے اور ایک دوسرے کو کافر بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے احسن طریقے سے مباحثہ اور مناظرہ ضرور کرو۔ اور پھر بھی اگر ہدایت کا راستہ اختیار نہ کریں۔ تو انسے کہہ دو۔ کہ تمہارے لیے تمہارا دین ہمارے لیے ہمارا دین۔ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ (پ۳۰ الکفرون آیت) لیکن ہر ایمان لانے والے مسلمان کو یہ ضرور جاننا چاہئیے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے بنائے ہوئے دین اسلام پر چل رہا ہے یا لوگوں کے بنائے ہوئے دین اسلام پر چل رہا ہے وہ حق کے ساتھ ہے یا باطل کیساتھ ہے اللہ تعالےٰ کے بندوں کے راستے پر یا صراطِ مستقیم پر قائم ہے یا گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔ اور صرف اللہ تعالےٰ کا دین اسلام زیادہ سچا اور اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (پ۳ آلِ عمران آیت ۱۹)۔

اس دین اسلام میں اللہ تعالیٰ ملّت ابراہیمؑ کی پیروی کا حکم دیتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملّت ابراہیم کی پیروی کیوں کرواتا ہے؟ اسی کیوں کے جواب میں دین اسلام کی اصل اساس کا پتہ چلتا ہے۔ جس کے اوپر دین اسلام کی بنیاد ہے ملّت ابراہیم سے تعلق رکھنے والے

دینِ اسلام کی تبلیغ کے لیئے پیدا کئے گئے ہیں۔ لہٰذا اس ملّتِ ابراہیمی کی پیروی کا حکم فرماتا ہے۔ ارشادِ ربُّ العزّت ہوتا ہے۔ "پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ تو باطل سے کنارہ کش ہونے والے ابراہیم کی ملّت کی پیروی کر اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔" (پ۱۴ نحل آیۃ ۱۲۳) اس آیۂ مجیدہ میں اللہ تعالیٰ ملّت ابراہیم کی دو خوبیوں کو بیان کرتا ہے ایک تو یہ کہ ملّتِ ابراہیم باطل سے کنارہ کش ہونے والے ہیں۔ دوسری یہ کہ نہ تو حضرت ابراہیم مشرکوں میں سے تھے اور نہ انکے اجداد اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آزر حضرت ابراہیم کا باپ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ مشرک تھا۔ اس لیے ملّت ابراہیم بھی مشرکوں میں سے نہیں ہو سکتی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ انکی پیروی کا حکم دیتا ہے۔ جو باطل پرستوں اور مشرکوں میں سے نہ ہو اور جو مشرکوں میں سے ہو اسکی پیروی نہیں کرنی چاہیئے اس آیہ مجیدہ کی رو سے۔ اور جو ایسوں کی پیروی کریں گے وہ یقیناً ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتے۔ ملّتِ ابراہیم اللہ نے کن لوگوں کو فرمایا ہے ان کو جاننا اور پہچاننا ضروری ہے۔

تفسیر صافی ص۲۳۲ پر بحوالہ مصباح الشریعۃ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ مومنین میں سے دانا لوگوں کے لیے اقتداء اور اتباع سے زیادہ کوئی محفوظ طریقہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ طریقہ اس طرح واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۔ پس دینِ خدا کے لیے اقتداء اور اتباع سے بہتر کوئی اور مسلک ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اکرام کو اسی کے اختیار کرنے کا حکم فرماتا۔

تفسیر عیاشی میں امام حسین علیہ السلام سے منقول ہے کہ سوائے ہمارے اور ہمارے شیعوں کے اور کوئی ملّت ابراہیمی پر نہیں ہے اور لوگ جتنے ہیں سب ملّتِ ابراہیمی سے الگ ہیں۔ ممکن ہے کہ یہاں کسی کو شبہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملّت ابراہیمی کے اتباع کا حکم کیوں دیا گیا حالانکہ یہ خود ایک مستقل نبی اور رسول عالمین کیلئے تھے اور صاحبِ شریعت تھے اسکا جواب یہ ہے کہ آپؐ کو ملّتِ ابراہیمی کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ دین یا شریعت کا۔ دین دینِ محمدیؐ ہے اور ملّت ملّتِ ابراہیمی ہے۔ دین اور ہے شریعت اور ہے اور ملّت اور ہے دین ماہیت کلیہ ہے یہ ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ رہے گا اور شریعت دین پر چلنے کے راستے کا نام ہے۔ ارشادِ ربُّ العزّت ہوتا ہے وَلَا تَتَّبِعْ...... الخ اور جو حق تم پر آچکا ہے اسے چھوڑ کر انکی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔ تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے شریعت اور راستہ مقرر کر دیا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں ایک ہی اُمت بنا دیتا۔ لیکن مختلف شریعتیں دینے سے خدا کا مقصد یہ تھا کہ اس نے جو کچھ دیا ہے اس میں تمہارا حال ظاہر کر دے۔ پس تم نیکیوں

کی طرف شفقت کرو۔ تم سب کی بازگشت اللہ تعالیٰ کی ہی طرف ہے۔ پھر وہ تم کو بتلا دے گا جس جس بات میں تم آپس میں اختلاف کیا کرتے تھے“ (پ۶ مایدہ آیت ۴۸)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے لئے دین میں سے شریعت قرار دی گئی ہے دین قابل تغیر اور تبدل نہیں ہے اور اس میں نسخ واقع نہیں ہوتا ہے لیکن شریعت میں نسخ واقع ہوتا ہے۔ اسی لیے ہر صاحب شریعت نبی کی شریعت علیحدہ ہوتی ہے۔ لاحقہ شریعت سابقہ شریعت کی ناسخ ہوتی ہے۔

ملت کس کو کہتے ہیں۔ یہ حضرت ابراہیم سے مختص ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے ”کہہ دو کہ یقیناً میرے پروردگار نے مجھے سیدھے راستے کی طرف ہدایت کی ہے درست دین ابراہیم حنیف کی ملت ہے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا“ (پ۸ انعام آیت ۱۶۱) یعنی دین قیم ملت ابراہیم والا ہی ہے۔ دین اسلام جس کو اللہ نے پسند فرمایا ہے وہ محمد و آلِ محمد علیہم السّلام ہی کا ہے جو اللہ کے حکم کے مطابق راہ حق کی ہدایت کرنے والے ہیں۔ مومن انہی کی پیروی کرتے ہیں۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے ”اور دین میں اُس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے جھکایا اور وہ نیکوکار بھی ہے اور اس نے ملت ابراہیم کی پیروی کی جو راہ حق پر تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو خلیل یعنی دوست بنا لیا“ (پ۵ النساء آیت ۱۲۵) یعنی دین اُسی کا احسن ہوگا جو ملت ابراہیم کا پیروی کرنے والا ہوگا اور وہی راہ حق پر بھی ہوگا۔ گویا ملت ابراہیم ہی کا راستہ صراط مستقیم ہے اور یہی اللہ کے منتخب اور نعمت والے بندے ہیں

ملت ابراہیم کیا ہے؟ یہی کہ سلسلہ دین کو اپنی ذریت میں قرار دینا۔ دین اسلام، نبوت اور امامت کو اپنی ذریت میں قرار دینا سنیئے! حضرت ابراہیم کو حکم ہوتا ہے ”(وہ وقت یاد کرو) جبکہ اُنکے ربّ نے اُسے کہا کہ اسلام (نبوت) کا اظہار کر اس نے کہا میں جہانوں کے ربّ کا فرمانبردار ہوں“ (پ۱ بقرۃ آیت ۱۳۱) یعنی جب حضرت ابراہیم کو اسلام کے اظہار کا حکم ہوا۔ تو آپ نے اپنی ذریت کے لیے دعا کردی ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ ”اے ہمارے ربّ ہم دونوں کو اپنا ہی فرماں بردار رہنے دے۔ اور ہماری اولاد میں سے اپنی ہی ذات کی مسلمہ فرمانبردار اُمت اٹھائے (پ۱ البقرہ آیت ۱۲۸) اور پھر جب اپنی اولاد میں ایک مسلمہ فرمانبردار اُمت قرار دلوادی۔ تو پھر اسی پر حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے بس نہیں کیا بلکہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اپنی اولاد اُمت مسلمہ میں مبعوث فرمانے کی دعا کردی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس دعا کو قبول فرمایا اور ارشاد فرمایا ”اور ہم نے اسکی ذریت میں نبوّت اور کتاب قرار دے دی“ (پ۲۰ عنکبوت آیت ۲۷)۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے اور اپنی اولاد کے لیے پھر امامت کی تمنا کی المختصر آپکی یہ آرزو بھی پوری ہوئی۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے

"اور وقت یاد کرو، جب کہ ابراہیم کے رب نے اس کا امتحان لیا چند کلمات سے۔ تو اس نے انہیں پورا کر دیا تو خدا نے فرمایا کہ میں تمہیں سب انسانوں کا امام بنانے والا ہوں۔ ابراہیم نے کہا اور میری اولاد میں سے۔ خدا نے فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہ پہنچے گا۔" (پ۱ البقرۃ آیت ۱۲۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام انسانوں کے لئے نبی نہیں تھے۔ لیکن بحیثیت امام کے تمام انسانوں کیلئے امام تھے اس آیۂ مجیدہ سے یہ ثابت ہوتا ہے امامت الٰہی عہدہ ہے جسکا انتخاب اللہ تعالیٰ خود کرتا ہے امام تمام انسانوں کا ہوتا ہے اور نبی اور امام دونوں معصوم ہوتے ہیں۔ اور نبوت اور امامت حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کیلئے اللہ نے مختص کر دی ہے۔ غیر اگر نبوت کا اور امامت کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔ لہٰذا دوازدہ امام اور چہاردہ معصومینؑ ہی ملتِ ابراہیمی ہیں۔ جنکو پیروی کا اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے۔ یہی راہِ حق کی ہدایت اللہ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں انہی کے راستے کو اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اور کون ہے جو ابراہیم کی ملت سے منہ پھیرے۔ سوائے اسکے جس نے اپنے نفس کو احمق بنایا ہے۔ اور بے شک ہم نے اسے دنیا میں مصطفیٰ کیا اور بیشک وہ آخرت میں صالحین میں سے ہے۔" (پ۱ البقرۃ آیت ۱۳۰) اللہ تعالیٰ اس آیۂ مجیدہ میں فرماتا ہے کون ہے جو ابراہیمؑ کی ملت سے منہ پھیرے۔ یعنی محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کو ہم نے مصطفیٰ کیا ہے۔ اور انکو جیسا چاہیئے ویسا قرآن پاک میں چھپوا دیا ہے تو کوئی عقلمند انسے منہ نہیں پھیرے گا سوائے احمقوں کے جن کی عقلوں پر ان کی خواہشات نے غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ کیونکہ ہدایت کے راستے کو اور گمراہی کے راستے کو الگ الگ کر کے بتلا دیا ہے۔ ہدایت اللہ کی طرف سے ہے اور گمراہی انسان کی اپنی طرف سے ہے اب یہ انسان کی اپنی پسند ہے جو راستہ چاہے اختیار کرلے۔ عقلمندی کا تقاضہ یہ ہے جنکی اطاعت و پیروی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اُن کی پیروی کرنے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی ملتِ ابراہیمؑ کی پیروی کا حکم ملا ہے۔ حضورؐ تو خود صاحب کتاب اور صاحب شریعت رسولؐ ہیں اور آپکی شریعت تو تمام انبیاءؑ علیہم السلام کی شریعتوں کو منسوخ کرنے والی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح سے حضرت ابراہیمؑ نے دینِ اسلام نبوت اور امامت کو اپنی ذریت کے لیے مختص کروا لیا تھا تم بھی سلسلہ دین اور امامت کو اپنے بعد اپنی ذریت میں قائم کرو۔ اور لوگوں کو بھی یہی حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم بھی ملتِ ابراہیم کی پیروی کرو یعنی رسول اللہؐ کے بعد امامت اور خلافت کو آنؐ کی ذریت ہی میں قائم کرو اور انہی کی پیروی کرو۔ چنانچہ آنحضرتؐ کی مشہور

ہے اِنّی تارِکٌ فِیکُمُ الثَّقَلَین ...... الخ اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے اپنی عترت اِن دونوں سے تم تمسک رکھنا اور یہ دونوں کبھی جُدا نہ ہوں گی۔ اور یہ کہہ کر اللہ تعالےٰ کے حکم کی تعمیل کر دی۔ اور خلافت اور امامت کو اپنی ذریت میں قرار فرما دیا لیکن بعد میں مُسلمان دین میں اختلاف پیدا کر کے فرقوں فرقوں میں بٹ گئے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "یقیناً وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ گروہ گروہ بن گئے۔ تمہارا اس سے کوئی تعلق نہیں ماسوا اس کے نہیں ہے کہ اُن کا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے سُپرد ہے۔ پھر وہ انہیں بتلا دے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے" (پ انعام آیۃ ۱۵۹) اس آیۂ مبارکہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ لوگوں کو دین اسلام میں زبردستی شامل کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ ہر ایک انسان یا مسلمان کا ذاتی فعل عمل ہے۔ چاہے وہ اللہ کے دین اسلام میں رہے جسکو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے جس میں ملّت ابراہیمی کی پیروی کا حکم ہے اور چاہے ملّت ابراہیم یعنی محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام کو چھوڑ کر دینِ اسلام کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے فرقوں میں بٹ جائیں۔ اور یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ فرقوں کے پاس جو دین ہے وہ اللہ کا پسندیدہ دین اسلام نہیں کیونکہ وہ انکا اپنا بنایا ہوا دین ہے جیسا کہ اس آیۂ مبارکہ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ تمہارا اُس سے کوئی تعلق نہیں ہے ماسوا اسکے نہیں ہے کہ انکا معاملہ اللہ تعالےٰ کے سُپرد ہے پھر وہ انہیں بتلا دے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے ان باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ فرقوں کے پاس جو دین ہے اُس دین سے اللہ راضی نہیں ہے اللہ کا دین صرف وہ ہے جس میں اللہ کے حکم کیمطابق ملّت ابراہیم یعنی محمدؐ و آلِ محمدؐ کی پیروی کیجاتی ہے لہٰذا جس فرقے کے پاس اللہ تعالیٰ کا دینِ اسلام ہے وہ فرقہ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام کا پیروکار ہے اور وہی صِرَاطِ مُستَقِیم پر قائم ہے اور ہدایت یافتہ گروہ ہے جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے اب جسکا دل چاہے ہدایت یافتہ ہو جائے اور جسکا دل چاہے گمراہی میں پڑا رہے جسکے لیے اللہ نے معافی کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہماری ذمہ داری اتنی ہے کہ ہم انسان کی رہنمائی کریں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "اِنَّ عَلَینَا لَلهُدیٰ" یقیناً ہمارے ذمہ البتہ رہنمائی ہے" (پ الیل آیۃ ۱۲) پس اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے یہ ذمہ داری پوری کر دی۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے کہ "بے شک ہدایت گمراہی سے الگ ہو کر واضح ہو گئی ہے" (پ البقرۃ آیۃ ۲۵۶) جس نے ملّت ابراہیم یعنی محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام کی پیروی کی جن کو اللہ نے نبوت اور امامت عطا فرمائی جو اللہ کے حکم کے بموجب راہِ حق کی ہدایت کرتے ہیں وہ ہدایت یافتہ گروہ ہوا اور جسنے محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام کو چھوڑ کر اپنا نیا راستہ بنایا اور دین کے ٹکڑے ٹکڑے

کرکے فرقوں میں بٹ گئے یقیناً وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے، "پھر کیا وہ شخص جو اپنے منہ کے بل اوندھا چلتا ہے زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ جو سیدھے راستے پر چلتا ہے"

(پ۲۹ الملک آیت۲۲)

حکمیاً: تفسیر صافی ص۵۰۰ پر بحوالہ کافی ومعانی الاخبار امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ دل چار قسم کے ہیں (۱) ایک وہ دل جس میں نفاق اور ایمان دونوں ہوتے ہیں۔ (۲) اور ایک وہ دل جو قلب منکوس کہلاتا ہے یعنی اُلٹا ہوا دل۔ (۳) اور ایک وہ دل ہے جس پر نشان لگا ہوا ہوتا ہے۔ (۴) اور ایک دل وہ ہوتا ہے جو چمکیلا اور نورانی ہوتا ہے۔ پس جس دل پر نشان لگا ہوتا ہے وہ منافق کا دل ہوتا ہے اور جو چمکیلا اور نورانی ہوتا ہے وہ مومن کا دل ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کوئی چیز عطا کرتا ہے تو وہ شکر کرتا ہے اور جب وہ کسی بلا میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ صبر کرتا ہے اب رہا اُلٹا ہوا دل وہ مشرک کا دل ہے اور جس دل میں نفاق اور ایمان دونوں ہوتے ہیں وہ نہ پورے پورے باطل پر ہوتے ہیں اور نہ پورے پورے حق پر ہوتے ہیں بلکہ حق و باطل دونوں کو ملا کر چلتے ہیں لیکن ہدایت یافتہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہوتا اور باطل کو چھوڑ کر صرف حق کے ساتھ ہوتا ہے اور صراط مستقیم پر قائم رہتا ہے اور جن کی اطاعت و پیروی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے انہی کی اطاعت و پیروی کرتا ہے اور وہ ملت ابراہیم یعنی محمد و آل محمد علیہم السلام ہی ہیں۔ لیکن منافق انکی پیروی کو چھوڑ کر غیر کی پیروی اپنی خواہشات نفسانی کے مطابق کرتا ہے یقیناً منافق ہی گمراہ ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں اور طاغوت کی پیروی کرتے ہیں طاغوت پر اللہ نے لعنت کی ہے اور غضبناک ہوا ہے ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "اے رسول! کہہ دو کیا میں تمہیں بتادوں کہ اللہ کے نزدیک ثواب پانے میں سب سے بدتر کون ہوگا وہ جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس پر وہ غضبناک ہوا۔ اور ان میں سے بعض کو بندر اور سور بنادیا اور اس نے طاغوت کی پوجا کی۔ یہ لوگ درجے کے لحاظ سے بدتر اور سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں" (پ۶ مائدہ آیت۶۰) اس آیہ مبارکہ سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے طاغوت اور اسکے پیروکاروں پر لعنت کی اور غضبناک ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں بدترین خلائق یہی ہیں جو صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں اللہ کے نعمت والے بندوں کو چھوڑ کر گمراہ ہو گئے ہیں پہلی امت کے ایسے لوگوں کو بعض کو بندر اور بعض کو سور بنادیا تھا۔

طاغوت سے مراد شیطان لوگ ہیں اللہ تعالیٰ شیطان کس کو فرماتا ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اور جو لوگ کافر ہو گئے وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہمیں دونوں دکھا

جنھوں نے جنوں اور انسانوں میں سے ہمیں گمراہ کیا ہم ان دونوں کو اپنے قدموں کے نیچے روندڈالینگے تاکہ وہ دونوں سب سے نیچے والوں میں ہو جائیں۔ (پ۲۴ حم السجدہ آیت ۲۹) شیطان جن اور انس دونوں میں سے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سورہ ناس میں مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ (پ۳۰ ناس آیت ۶) جن اور انسان دونوں میں شیطان ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیات قرآنی سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ملت ابراہیم یعنی محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام برحق نبی اور آئمہ ہیں جنکی اطاعت و پیروی کا حکم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو اللہ کے حکم کے مطابق ہدایت کرتے ہیں لہذا ہر ایمان لانے والے پر انکی پیروی دوسرے احکام الٰہی کیطرح واجب ہے اور انکو چھوڑ کر غیر کی پیروی نہیں کرنی چاہیئے وہی لوگ طاغوت ہیں اور انہی طاغوت ہی کو اللہ تعالیٰ آئمہ جہنم فرماتا ہے جنکی اس دُنیا میں انکے پیروکار بہت عزت واحترام کرتے ہیں اور ان کی پیروی بڑی خوشی سے کرتے ہیں لیکن قیامت کے دن انکی پیروی کرنے کی وجہ سے دوزخ میں ڈالے جائینگے تب اپنی دنیاوی غلطی کا احساس ہوگا اور پھر انسے نفرت پیدا ہو جائے گی اور طاغوت کو اپنے پیروں تلے روند ڈالنا چاہیں گے جو کہ عبث ہوگا کیونکہ قیامت کے دن آئمہ جہنم سے نفرت کا اظہار کرنے سے دوزخ سے نجات نہیں ملے گی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اسی لیئے فرما دیا کہ اگر روز قیامت پر ایمان ہے تو پھر طاغوت اور آئمہ جہنم کو چھوڑ کر آئمہ برحق کے پیروکار ہو جاؤ تو پھر جہنم سے نجات ملیگی اسی طرح آیت الکرسی میں بھی اللہ فرماتا ہے کہ طاغوت سے منکر ہو کر پھر عُرْوَةِ الْوُثْقٰى سے تمسک رکھو تو پھر سمجھا جائے گا کہ تم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے ہو۔ ورنہ نافرمان بندے ہو۔ اور پھر تو یہ سمجھا جائے گا کہ تمہارے ایمان کی عکاسی یہ شعر کر رہا ہے ؎

جبیں دیر و حرم کے درمیاں ہے
خدا بھی خوش ہے بُت بھی مہرباں ہے

عُرْوَةِ الْوُثْقٰى کے معنی ہیں کبھی نہ ٹوٹنے والی رسی۔ لیکن حقیقی معنی اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان جو وسیلہ ہیں وہ آنحضرتؐ اور آپکے اوصیاءؑ اور آئمہ معصومینؑ ہیں۔ جنکے ذریعے سے ہدایت حاصل کر کے بندہ کو اللہ تعالیٰ کی حقیقی معرفت حاصل ہوتی ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے انکو ہمارے لیے وسیلہ بنایا ہے اس لیے یہ وسیلہ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے دنیا میں بھی اور عقبہ میں بھی۔ اور یہ کبھی نہ ٹوٹنے والا وسیلہ ہیں اور دین و دُنیا میں ہمارے ولی اور سرپرست ہیں۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ ہم دُنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی تمہارے دوست ہیں۔ اور جو کچھ تمہارے

جھپاہیں گے اُس جنّت میں تمہارے لئے موجود ہے، اور جو کچھ تم مانگو گے اُس جنّت میں تمہارے لئے موجود ہے۔ (تم سجدہ السجدہ ۲۴ آیات) اِس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ کا وسیلہ ضروری ہے اب اللہ تک پہنچنا ہے تو محمد و آلِ محمد علیہم السّلام کو وسیلہ بناؤ۔ ورنہ خدا نہ ملا ہے اور نہ ملیگا۔ ابلیسؔ کی مثال موجود ہے کہ اُسکی ہزار ہا سال کی عبادت اُس کے کچھ کام نہ آئی ایک حکم کی نافرمانی میں اور ہم تو معلوم نہیں اللہ تعالےٰ کے کتنے احکامات کی نافرمانی کرتے ہیں۔ تو یہ ہماری نمازیں چند سالوں کی کس کام آئینگی۔ اللہ تعالےٰ کے کسی حکم کی خلاف ورزی کرنے کا اختیار نہ کسی کو تھا نہ ہے اور نہ ہوگا۔

آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں، من احب ان یتمسک بالعروۃ الوثقیٰ التی لانفصام لھا قد یتمسک بولایۃ اخی و وصیی علی ابن ابی طالب فانہ لا یھلک من احبہ و تولاہ۔ ترجمہ، جو کوئی یہ چاہے کہ وہ ایسی رسّی کو پکڑے جو کبھی نہ ٹوٹے۔ تو اُسے چاہیئے کہ میرے بھائی اور میرے وصی علیؑ ابن ابی طالبؑ کی ولایت سے تمسک کرے۔ اِس لیئے کہ جو شخص اِس سے محبت و تولا کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ہلاک نہیں ہونے دیگا۔ اور جو اس سے بغض رکھے گا اُسے نجات نہ دے گا۔ یہ حدیث آیۃ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہ ...... الخ کی واضح تفسیر ہے۔ اِس آیۂ مبارکہ میں اللہ تعالےٰ ایمان لانے والوں کے تین وَلی فرماتا ہے ایک تو اللہ تعالےٰ بذاتِ خود ہمارا وَلی ہے اور اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول رسُول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اور مومنین یعنی آئمہ برحق کو بھی ہمارا ولی و سرپرست یا حاکم فرمایا ہے پھر ان تینوں سے محبّت کرنے کا حکم فرماتا ہے۔ اب ایمان لانے والوں میں سے جو لوگ اِن تینوں کو اپنا وَلی مانتے ہیں۔ اور اُنسے محبّت بھی کرتے ہیں۔ اِن ایمان لانے والوں کو اللہ تعالےٰ حِزبُ اللّٰہ فرماتا ہے جو بھی انسان اِن تینوں اللہ رسولؐ اور آئمہ برحق کو اپنا وَلی مان لے تو اللہ تعالیٰ اسکو ظلمت سے نکال کر نور میں ڈال دیتا ہے گویا وہ گمراہی سے نکل کر ہدایت یافتہ بن جاتا ہے لیکن انکو چھوڑ کر جو طاغوتؔ کو اپنا ولی و سرپرست یا حاکم بنالیتے ہیں اللہ تعالےٰ انکو نور سے نکال کر ظلمت میں ڈال دیتا ہے۔ گویا انہوں نے ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی اختیار کرلی۔ اور پیروِ طاغوتؔ کے ساتھی ہوگئے اور وہ لوگ طاغوت کے ساتھ ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنّم کے ساتھی بن گئے۔

"اللہ تعالیٰ الرحم الراحمین ہے اُس نے معافی کا دروازہ کھلا رکھا ہے اب جس کا دل چاہے وہ گمراہی سے نکل کر ہدایت کی طرف آجائے اور جسکا دل چاہے ہدایت کے راستے کو چھوڑ کر گمراہی کا راستہ اختیار کرے اور اپنا اور اپنے بچّوں کے لیے دوزخ کا سامان مہیّا کرلے۔ اللہ تعالےٰ ایمان لانے والوں کے لیے دوزخ کو پسند نہیں فرماتا ہے اور دوزخ سے بچنے کی ہدایت فرماتا ہے۔ اللہ تعلیٰ

ارشاد فرماتا ہے۔ "اے وہ لوگو! جو ایمان لا چکے اپنے آپ کو اور اپنے خاندان والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ"
(پ۲۸ تحریم آیت ۶) اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب گمراہی کے راستے کو چھوڑ کر ہدایت کا راستہ اختیار کیا جائے
لیکن یہ بڑا مشکل کام ہے اوّل تو باپ دادوں کی اندھی تقلید سے نکلنا بڑا مشکل کام ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ
اندھی تقلید سے منع فرماتا ہے۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے۔ "اور انہیں کہا جاتا ہے کہ اسکی طرف آؤ جو اللہ
تعالیٰ نے نازل کیا اور رسول کی طرف تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے
باپ دادوں کو پایا اگرچہ انکے باپ دادا نہ کچھ جانتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں" (پ۷ مائدہ آیت ۱۰۴)

دوسری بات جو ہدایت یافتہ بننے میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے وہ یہ ہیں کہ معاشرتی اور معاشی
مفادات جو باہم ایک دوسرے کو جکڑے ہوئے ہیں اور ان سے نکلنا دنیاوی زندگی کے لیے بڑی دشواری
پیدا کرتا ہے اس لیے یہ گمراہی سے نکل کر ہدایت کے راستہ کو اختیار کرنے میں بہت بڑی رکاوٹ بنتا ہے
لیکن قیامت کے دن باہمی دنیاوی مفادات کی خاطر گمراہی اختیار رکھنے کا پتہ چل جائے گا۔ اور پھر
قیامت کے دن پچھتانے کا کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ ارشادِ ربُّ العزت ہوتا ہے۔ "اور آدمیوں میں
سے انکے دوست کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم میں سے بعض نے بعض کے ذریعے فایدہ اٹھایا
اور ہم اس مدّت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر کی تھی۔ وہ کہے گا کہ تمہارا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے
اسی میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے" (پ۸ انعام آیت ۱۲۸) چونکہ لوگ اس دنیا میں اپنے ذاتی مفادات
کے تحت آپس میں گٹھ جوڑ کرتے تھے اور یہی ذاتی غرض وغایت اور دنیاوی مفادات ہی ظلم وفساد کا اصل
سبب و باعث ہیں اور گمراہی سے نکلنا کار دارد ہوتا ہے گمراہی کی وجہ سے حقوق اللہ اور حقوق العباد
سے مسلمان بالکل غافل ہو گیا ہے اور خود غرض اور اپنے نفس کا پجاری بن گیا ہے۔ اور معاشرے میں
عدل و انصاف کا گلا گھونٹ دیا گیا ہے

تیسرے جو سب سے بڑی رکاوٹ ہدایت کے راستے میں پڑتی ہے وہ باہمی رشتے ناتے اور
دنیاوی مال و دولت اور جاہ و حشم کی خواہشات ہیں۔ ارشاد رب العزت ہوتا ہے۔ "اے وہ لوگو!
جو ایمان لائے ہو تم اپنے باپ دادوں اور بھائیوں کو سرپرست نہ بناؤ۔ اگر وہ ایمان کے مقابلے میں
کفر کو پسند کریں۔ اور تم سے جو کوئی بھی ان سے محبت رکھے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ اے رسول کہہ دو
کہ تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے پوتے اور تمہارے بھائی اور تمہاری ازواج اور تمہارے
رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے جمع کر رکھے ہیں اور وہ تجارت جسکی کشادہ بازاری سے تم ڈرتے
ہو اور وہ مکانات جو تم کو پسند آگئے ہیں یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ سے اور اسکے رسول سے اور

اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تم کو زیادہ پیاری ہیں تو تم انتظار کرو۔ یہانتک کہ اللہ تعالے تم پر اپنا حکم لے آئے اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگونکی رہبری نہیں کرتا ہے (پ ۱۰ توبہ آیت ۲۴)

اس آیۃ مجیدہ میں بھی اللہ تعالے نے واضح کر دیا کہ آنحضرتؐ کے زمانے میں بھی ایسے منافق اور نافرمان لوگ موجود تھے جن کو دنیا بہت زیادہ پیاری تھی جو انکو راہِ خدا سے جہاد کرنے سے روکتی تھی اور وہ اس طرح اللہ اور اسکے رسول کے احکام کی نافرمانی کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں کفر کے مترادف ہے اِس آیت میں ایمان لانے والوں کے لیے بہت عبرت پکڑنے کا مقام ہے کہ مذکورہ بالا آیت میں جن منافقین و نافرمان لوگوں کا ذِکر ہے اور جسطرح کا وہ ایمان رکھتے تھے اس طرح کا ایمان لانا بے سود ہے اور اس طرح کا ایمان لانا اور نہ لانا دونوں برابر ہے کیونکہ وہ دنیاوی لوازمات سے اللہ اور رسول کے مقابلے میں زیادہ محبت کرتے تھے جسکی وجہ سے اللہ اور رسول کے احکام کی نافرمانی کرتے تھے۔ لہٰذا ایسے ایمان لانے سے کوئی فایدہ نہیں پہنچے گا اگر ایمان لائے تو ایمان لانے کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے ہر حکم کی تعمیل کرنا لازمی ہے انکار کیا یا جان بوجھ کر نافرمانی کی تو پھر شیطانؑ کی پیروی میں گمراہی میں جا پڑا۔ ایمان لانے کا تقاضہ ہی یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے مقابلے میں اپنی کوئی چیز بھی پیاری نہ رکھے۔ لہٰذا ایمان لانے کے بعد اب کسی سے محبت کرتے ہو تو وہ خدا کے لیے ہونی چاہیئے اور اگر کسی سے دشمنی کرتے ہو تو وہ بھی خدا کے لیے ہونی چاہیئے جس کہ مثال محمد و آل محمد علیہم السلام نے پیش کی ہیں۔ پوری سورہ دہر انہی کی شان میں نازل ہوئی ہے اور یہ مثال تو ہر مولوی پیش کرتا ہے کہ حضرت علیؑ دوران جنگ ایک دشمن کو زیر کیا تو اس نے آپ کے چہرے مبارک پر تھوک دیا۔ تو آپ نے اسکو چھوڑ دیا جس پر اسکو تعجب ہوا۔ اور اسنے پوچھا کہ آپ نے مجھے کیوں چھوڑا تو آپ نے فرمایا کہ میں تجھے صرف دشمن خدا سمجھ کر قتل کر رہا تھا لیکن جب تو نے میرے چہرے پر تھوک دیا تو پھر اسمیں میرا نفس بھی شامل ہو گیا اور میں اپنی ذات کے لیے کسی کو قتل نہیں کرتا۔ تجھ کو میں دشمن خدا سمجھکر قتل کر رہا تھا دشمنِ خدا کو اپنا دشمن سمجھتا ہوں جو خدا کو دوست رکھتا ہے اسکو میں بھی دوست رکھتا ہوں۔ لہٰذا جب تک ایمان لانے والوں کی محبت اور انکی دشمنی خالص خدا کے لیے نہ ہوگی تو لوگ یقیناً ایمان لانے کا صحیح ذائقہ نہیں چکھیں گے اس لیئے وہ موت کے خوف سے جہاد سے کترائیں گے اور اگر جہاد میں شریک بھی ہوئے تو برا وقت پڑنے پر جہاد سے منہ پھیر کر جان بچانے کے لیے بھاگ کھڑے ہونگے۔ یہی منافقین اور نافرمان لوگ ہی دین سے پھر جانے والے ہوئے اور اللہ تعالے ان دین سے پھر جانے والے لوگوں سے خطاب فرماتا ہے۔ "اے وہ لوگو! جو ایمان لا چکے ہو۔ یاد رکھو کہ تم میں سے جو کوئی بھی دین سے پھر جائے گا۔ تو عنقریب ہی اللہ تعالےٰ ایسے

لوگوں کو لے آئے گا جنکو وہ دوست رکھتا ہے اور وہ اس کو دوست رکھتے ہیں وہ مومنوں پر نرم دل ہونگے اور کافروں پر سخت ہونگے وہ خدا کی راہ میں جہاد کرینگے۔ اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسکو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالےٰ کشائش والا بہت جاننے والا ہے۔ (پ ۶ مایدہ آیہ ۵۴) یہ ترجمہ مولانا سید امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔

مَنْ یَرْتَدَّ مِنْکُمْ۔ تفسیر صافی ص ۱۳۲ پر ہے کہ یرتد کو یرتدد بھی پڑھا گیا ہے دو دال کے ساتھ۔ اس کا جواب آیت میں محذوف ہے اور وہ یہ ہے کہ تم ہرگز اللہ تعالےٰ کے دین کو ضرر نہ پہنچا سکو گے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو حمایت کرنے والوں سے خالی نہیں چھوڑتا۔

اس آیۂ مجیدہ سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ (۱) اس آیت میں بھی اللہ تعالےٰ نے ایمان لانے والوں پر واضح کر دیا کہ دین اسلام پر قائم رہو اور اللہ اور رسولؐ کے حکم کی اطاعت و پیروی کرو یا اللہ و رسولؐ کے احکام کی نافرمانی کرکے دین سے پھر جاؤ۔ یہ تمہارے اپنے اختیار میں ہے جسکا دل چاہے دین اسلام کے راستے پر چل کر ہدایت یافتہ بنا رہے جسکا دل چاہے دین اسلام کے راستے کو چھوڑ کر گمراہ ہو جائے لیکن گمراہ ہونے والوں نے اپنا اور اپنی نسلوں کے لیے برا کیا ہے۔ کیونکہ اولاد ماں باپ ہی کی پیروی کرتی ہے

(۲) دین پر قائم ہے تو اپنا بھلا اور چھوڑ دیا تو اپنا نقصان۔ لیکن دین کا کچھ نہیں بگڑتا ہے اللہ تعالےٰ کی قدرت اور اسکی حکمت کا اندازہ انسان نہیں لگا سکتا ہے۔ حضور کے زمانے میں جو ایمان لائے تھے اللہ تعالےٰ ان مسلمانوں کو خطاب کر رہا ہے کہ عنقریب تم دین کو چھوڑ دو گے اور اللہ تعالےٰ تمہارے بدلے میں ایسے دوسرے لوگوں کو لے آئیگا جنکو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالےٰ کو دوست رکھتے ہیں۔ دین کو چھوڑنے والے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے آگاہ کر دیا کہ تم لوگ دین کو چھوڑ کر دین کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حمایت کرنے والوں کو پیدا کرنے پر قادر ہے اور دین کو اسکی حمایت کرنے والوں سے خالی نہیں چھوڑے گا۔ افسوس اس بات کا ہے کہ جن ایمان لانے والوں کو اللہ تعالےٰ دین کو چھوڑ دینے والا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو فرما دیا وہ سچ ہے اور انہوں نے دین کو یقیناً چھوڑ دیا۔ کیونکہ اُن کے اعمال خود شاہد ہیں اور تاریخ اسکی گواہ ہے لیکن درباری مُلّا اُن کی تعریف ہی میں زبان گھساتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرتا ہے۔ بہرحال جنکی وہ اس دنیا میں اطاعت و پیروی کرتے ہیں انہیں کیساتھ قیامت کے دن حشر ہوگا۔

(۳) چونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے اور وہ بہت بڑا معاف کرنے والا ہے۔ اس لیے یہ سلسلہ تاقیامت جاری رہیگا کہ کوئی تو گمراہی سے نکل کر ہدایت یافتہ بن جائے گا۔ اور کوئی ہدایت کو چھوڑ کر

گمراہی میں داخل ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ بالکل واضح کردیا کہ کونسا گروہ ہدایت یافتہ ہے اور کونسا گروہ گمراہی پر ہے اب اگر سارے فرقے اپنے آپکو ہدایت یافتہ سمجھتے ہیں تو یہ محض اپنے آپ کو دھوکا دینا ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "ایک گروہ کو اس نے ہدایت کی۔ اور ایک گروہ ہے کہ اُس پر گمراہی ثابت ہوگئی بیشک انہوں نے خدا کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا سرپرست بنالیا اور گمان یہ کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں" (پ۸ الاعراف آیت ۳۰) اللہ تعالیٰ نے آیت الکرسی میں بھی دونوں گروہوں کو بھی پہچنوادیا اور اس آیت میں بھی ہدایت یافتہ گروہ اور گمراہ گروہ کو پہچنوادیا۔

ہدایت یافتہ گروہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر ایمان لاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جن کو ولی اور اولی الامر بنایا ہے وہ انہیں کو اپنا ولی، حاکم اور سرپرست مانتا ہے اور انہی کی اطاعت و پیروی کرتا ہے لیکن جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ولی اور اولی الامر کو چھوڑ کر طاغوت یعنی دین کے چھوڑ دینے والوں کو اپنا والی اور حاکم بنالیا تو وہی لوگ گمراہی کے جال میں ایسا پھنسے ہوئے ہیں کہ اس جال سے نکلنا بڑا مشکل کام ہے اور پھر بھی ہر ملّا یہی کہتا ہے کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں۔ حالانکہ وہ صریحاً گمراہی پر ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف اور کھول کھول کر ہر طرح سے بتلادیا کہ اللہ تعالیٰ نے جنکی اطاعت پیروی کا حکم دیا ہے انکی اطاعت و پیروی کرو۔ اور غیروں کی پیروی نہ کرو۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "جو کچھ تمہارے پروردگار کیطرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اُس کی پیروی کرو۔ اور اسکو چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو۔ تم میں بہت تھوڑے ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں" (پ۸ الاعراف آیت ۳) اب اگر خدا کا خوف ہے اور روزِ قیامت جزا اور سزا پر ایمان ہے تو اللہ کی نصیحت پر عمل کرو۔ اور اللہ کی نصیحت یہ ہے کہ صرف انکی اطاعت و پیروی کرو جنکی اطاعت و پیروی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اپنے بنائے ہوئے اور غیروں کی اطاعت و پیروی نہ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ تو غیب کا علم رکھتا ہے اس نے خود یہ فیصلہ سنایا کہ میری نصیحت کو بہت تھوڑے قبول کرتے ہیں اس آیۂ مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ھدایت یافتہ تھوڑے اور گمراہ زیادہ ہوتے ہیں۔ اکثریت پر ناز کرنے والے لوگوں کو اس آیت میں غور کرنا چاہیے کہ وہ اکثریت پر ناز کرکے اللہ تعالیٰ کی اور قرآن پاک کی تکذیب کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نصیحت پر کوئی عمل کرے یا نہ کرے اسکا وہ خود ذمّہ دار ہے اگر کسی کے کہنے پر کوئی کسی غیر کی پیروی کرتا ہے تو وہ یہ کہہ کر نہیں بچ سکتا ہے کہ میں فلاں کے کہنے پر کسی غیر کی پیروی کرتا تھا بلکہ دونوں مجرم ہونگے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور دونوں کا ٹھکانا نارِ جہنم میں ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے "اور جو لوگ کافر ہوگئے ان کے سرپرست طاغوت ہیں وہ انہیں نور

سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے آتے ہیں۔ وہی تو جہنم کی آگ کے ساتھی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں" (پ۳ البقرۃ آیت ۲۵۷) اِس آیۂ مجیدہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جنکی پیروی کا حکم اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا ہے پھر بھی اگر اسکی پیروی کیجائے تو اللہ تعالیٰ اسکو کفر میں داخل کر دیتا ہے اور جس کسی غیر کی پیروی کیجاتی ہے وہی طاغوت ہیں۔ جو خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے اسی لیے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ان لوگوں کو نور سے نکال کر ظلمت میں ڈال دیتا ہے۔ جو ایمان لانے کے بعد اللہ کے احکام کی نافرمانی کرکے کفر میں داخل ہوگئے۔ شیطانوںؔ کی پیروی میں آکر۔ لہٰذا ایمان لانے والوں کو شیطانوںؔ سے دور رہنا چاہیئے۔

قیامت کے دِن یہ کہہ کر بھی جان نہیں بچے گی کہ ہم نے تو اپنے باپ دادوں کی پیروی کی تھی اُن کے فعل کے بدلے میں ہمیں کیوں سزا ملتی ہے ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے" یا تم یہ کہو کہ ماسوا اِس کے نہیں ہے کہ شرک تو ہمارے باپ دادوں نے ہی پہلے کیا تھا اور ہم تو اُنکے بعد انکی اولاد ہوئے کیا تو ہمیں اِس فعل کے بدلے میں ہلاک کرتا ہے جو ابطال حق کرنے والوں نے کیا۔ اور اِسی طرح ہم آیتوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں اور تاکہ باز آجائیں" (پ۹ اعراف آیت ۱۷۲،۱۷۳)

اِس آیت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ابطالِ حق کرنا بھی شرک کے مترادف ہے۔ یعنی حق کو چھوڑ کر باطل کی پیروی کرنا بھی شرک ہے۔ کیونکہ حق اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہے اور باطل انسان کی اپنی طرف سے ہوتا ہے۔ لہٰذا حق وہ ہیں جن کی اطاعت و پیروی کی حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے وہ نبی برحق اور آئمہ برحق ہیں اور باطل وہ ہیں جنکو اِنکے مقابلے میں بنالیا جائے اور حق کو چھوڑ کر انکی اطاعت و پیروی کیجائے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنے باپ دادوں کی اندھی تقلید سے باز آجانے کی نصیحت کرتا ہے اب اِس نصیحت پر عمل کرنا یا نہ کرنا اپنے اختیار میں ہے۔ قیامت کے دِن کسی کا کوئی عذر نہ سنا جائے گا۔ کہ باطل پرست ہم خود نہیں بنے تھے بلکہ ہمارے باپ دادا بنے تھے۔ لہٰذا انکے فعل کی پاداش میں ہمیں ہلاک نہ کر۔ جو عذر قیامت کے دِن باطل پرست پیش کرینگے۔ اُنکو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی بتلا دیا تاکہ لوگ نصیحت پکڑیں اور باپ دادا کی اندھی تقلید میں باطل پرستی چھوڑ کر حق پرست بن جائیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ "یہ قرآن لوگونکی ہدایت کے لیے دلیلوں کا مجموعہ ہے اور یقین کرنے والوں کے لیے ھدایت و رحمت ہے" (پ۲۵ الجاثیہ آیت ۲۰) تمام قرآنی آیات پر جو ایمانی و یقین رکھتے ہیں اُنکے لیے قرآن ہدایت و رحمت ہے اور قرآن نصیحت ہے جس کا دل چاہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو راستہ بتلایا ہے وہ راستہ اختیار کرے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "بے شک یہ قرآن سراسر نصیحت ہے تو جو کوئی چاہے اپنے پروردگار کی راہ لے" (پ۲۹ دھر آیت ۲۹) اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ اللہ کے

نعمت والے بندوں کا ہے اور وہ محمدؐ وآلِ محمد علیہم السّلام کا راستہ ہے اور انہی کو اللہ تعالیٰ نے شفاعت کا حق عطا کیا ہے۔ شفاعت ۔ جاہل ملّا جو اپنی ذاتِ بد کا نبیؐ کی ذاتِ پاک سے مقابلہ کرتا ہے اور کفار اور شیطان لعؐ کی پیروی میں اپنے جیسا بشر سمجھتا ہے۔ وہ کہتا ہے نبیؐ نہ تو شفاعت کرسکتے ہیں اور نہ ہی انکو غیب کا علم ہوتا ہے جاہل ملّا جنکی پیروی میں یہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ ان جاہلوں کو ان دونوں غلط اعتراضات کا جواب آیت الکرسی اور دیگر آیات کے ذریعہ قرآن پاک میں پہلے ہی دے چکا ہے۔ ارشادِ ربّ العزّت ہوتا ہے "کون ہے کہ اُسکی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کرسکے۔ جو کچھ لوگوں کے روبرو ہو رہا ہے اور جو کچھ اُنکے پیچھے ہو چکا ہے اُسے سب معلوم ہے اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کرسکتے۔ ہاں جس قدر وہ چاہتا ہے اسی قدر معلوم کرا دیتا ہے" (پ۳ بقرہ آیت ۲۵۵) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خانصاحب کا ہے۔

"وہ کون ہے جو اسکے یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم کے۔ جانتا ہے جو کچھ اس کے آگے ہے اور جو کچھ اس کے پیچھے ہے۔ اور وہ نہیں پاتے اُس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے" (پ۳ بقرۃ آیت ۲۵۵) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب کا ہے آپ تفسیر فرماتے ہیں اس میں مشرکین کا رد ہے جن کا گمان تھا کہ بت شفاعت کریں گے انہیں بتا دیا گیا کہ کفار کے لیے شفاعت نہیں۔ اللہ کے حضور ماذونین کے سوا کوئی شفاعت نہیں کرسکتا۔ اور اذن والے انبیاؑ و ملائکہ و مومنین ہیں۔ (۲) یعنی ماقبل ومابعد یا امورِ دنیا و آخرت اور جنکو وہ مطلع فرمائے وہ انبیاء و رسل ہیں جنکو غیب پر مطلع فرمانا انکی نبوت کی دلیل ہے

مذکورہ بالا آیت کے ترجموں اور تفسیر سے ذیل کے نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

(۱) جھوٹے بنائے ہوئے خدا ہوں یا نبی اور امام ہوں وہ بے شک شفاعت نہیں کرسکتے ہیں۔ جیسا کہ اس آیۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی شفاعت نہیں کرسکتا ہے۔ لہٰذا جن کو ہم نے خدا اور نبی اور امام بنالیا ہے وہ لوگ بلاشبہ شفاعت نہیں کرسکتے ہیں۔ سوائے اُن کے جن کو اللہ نے اجازت دے رکھی ہے تو وہ اللہ تعالےٰ کے بنائے ہوئے انبیاء و آئمہ علیہم السلام ہیں جو اللہ کے حکم کے مطابق ھدایت کرتے ہیں انہیں کو شفاعت کی اجازت ہوگی۔ سورہ مریم میں ارشادِ ربّ العزّت ہوتا ہے "شفاعت کے مالک نہیں ہونگے سوائے اس کے جس نے خدائے رحمٰن سے کوئی عہد لے رکھا ہو" (پ۱۶ مریم آیت ۸۷) تفسیر شفاعت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) شفاعت بالاذن۔ (۲) شفاعت بالملکیت۔ شفاعت کرنے والے بھی دو قسم کے ہیں ایک وہ جو اجازت لے کر شفاعت کریں گے اور دوسرے وہ جو بالعہد شفاعت کے مالک ہیں اجازت لینے والوں کے متعلق ارشاد ہے خدا کے اذن کے بغیر کوئی شفاعت نہیں کرسکتا ہے اور سورہ طٰہٰ میں ارشاد ہے یعنی اُس دن کوئی شفارش فایدہ نہ دیگی سوائے اسکی شفاعت کے

کے جسے خدائے رحمٰن نے اجازت دے دی اور جسکی بات کو اُس نے پسند کر لیا ہے" (پ۱۶ طٰہٰ آیت ۱۰۹) اور سورۂ سبا میں ارشاد ہے۔ "اس کے حضور میں کوئی شفارش فایدہ نہ دے گی سوائے اس شخص کے شفارش کے جسکے لیے وہ اجازت دے دے" (پ۲۲ سبا آیت ۲۳)، اور مالکانِ شفاعت کے حق میں فرماتا ہے۔ شفاعت کے مالک نہیں ہونگے سوائے اس کے جس نے خدائے رحمٰن سے کوئی عہد لے رکھا ہو" (پ۱۶ مریم آیت ۸۷)، شفاعت شَفَعَ یَشفَعُ کا مصدر ہے شفع کے یہ معنی ہیں کہ دو شخص جو ایک ملکیت میں شرکت رکھتے ہیں اگر ان میں سے ایک شخص اپنے حصّے کو کسی دوسرے کے حق میں فروخت کر دے۔ تو پہلا شریک ملک اس کو حق شفع میں لے سکتا ہے۔ پس بلا ملکیت و شراکت حق شفع ثابت نہیں ہو سکتا اور شفیع بغیر مالک ہوئے شفیع نہیں ہو سکتا ہے۔ ارشاد ہے۔ "نبی مومنوں پر انکی اپنی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے" (پ۲۱ احزاب آیت ۶) حتیٰ کہ نماز جو ستونِ توحید ہے آج بھی جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور آپؐ کی آلِ اطہر پر درود نہ پڑھا جائے تو نماز ہی نہیں ہوتی نیز خدا لوگوں کے گناہ بھی معاف نہیں کرتا جب تک رسولؐ نہ کہے۔ ارشاد ہے۔ "اور جب لوگوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اگر وہ تیرے پاس آتے اور خدا سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی خدا سے انکی مغفرت چاہتا تو وہ ضرور خدا کو قبول کرنے والا اور مہربان پاتے" (پ۵ النساء آیت ۶۴) لہٰذا معلوم ہوا کہ بغیر عفو واستغفار رسولؐ کے مغفرت ممکن نہیں۔ پس جب رسول متصرف اور مالک ہے تو وہی مالک شفاعت بھی ہے حق شفع میں رسول کا دوسرا حصّہ دار شیطان لعین ہے انسانی تخلیق میں اس کا حصّہ نار ہے جسکی بابت وہ کہتا ہے "میں تیرے بندوں میں سے اپنا مقررہ حصّہ ضرور لے لوں گا" (پ۵ النساء آیت ۱۱۸) اور قولِ باری تعالیٰ ہے "اور تو انکے مالوں اور اولاد میں شریک ہو جا" (پ۱۵ بنی اسرائیل آیت ۶۴) چونکہ انسان چار عناصر سے بنا ہے اور شیطان کا صرف ایک حصّہ نار ہی ہے باقی تین حصّے رہتے ہیں اور حق شفع اس کا فائق ہوتا ہے جسکا حصّہ زیادہ ہو پس اگر وہ شخص تعلیماتِ نبویؐ سے بہرہ ور ہے تو شیطان اسے اپنے ایک حصّہ میں نہ لے سکے گا۔ رسولؐ پل صراط کے پاس کھڑا ہو گا اور فرمائیگا ھٰذا لی وھٰذا لک یہ میرا ہے وہ تیرا ہے پس جو تحت ولایت پیغمبرؐ ہو گا اسے حق شفع میں لے لیگا۔ لیکن جو شخص تعلیم نبوّت سے خارج ہے اور آثارِ نبوّت اس میں موجود نہیں ہے اسکو شیطان لعین جہنم میں کھینچ لے گا۔ کیونکہ جب حدّیں جدا جدا ہو گئیں اور یہ بالکل انکی حدوں سے نکل گیا۔ پھر حق شفع نہیں۔ یہی معنی شفاعت کے ہیں۔ چونکہ آئمہ علیہم السّلام بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ شریک فی النّور ہیں اور سوائے خصائص نبوّت کے باقی سب امور میں شریک ہیں۔ اور ان کو درود میں شامل کیے بغیر نماز بھی نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ بھی شفاعت بالملکیت کا حق رکھتے ہیں

(اقتباس مواعظ حسنہ صفحہ ۲۶۱)

اللہ تعالیٰ نے ان کو سفارش کی اجازت دی ہے جو اللہ کے پسندیدہ ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے "جو کچھ انکے سامنے ہے اور جو کچھ انکے پیچھے ہے وہ (اللہ) سب کچھ جانتا ہے وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے سوائے اس کے جسے وہ پسند کرے اور وہ خود اس کے خوف سے ڈرنے والے ہوں" (پ۱۷ انبیاء آیت ۲۸)۔ پھر خلاق عالم فرماتا ہے "اس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی اس کا سفارشی نہیں ہو سکتا" (پ۱۱ یونس آیت ۳) اور اللہ تعالیٰ سورہ الشعراء میں ارشاد فرماتا ہے۔ "اور جہنم گمراہوں کے لیے ظاہر کردی جائے گی۔ اور ان سے کہا جائیگا کہاں ہیں۔ وہ جنکی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے کیا وہ تمہاری مدد کریں گے یا بدلہ لیں گے۔ پس وہ اس جہنم میں اوندھے ڈال دیئے جائیں گے اور سب گمراہ بھی اور شیطان کے لشکر بھی سبکے سب۔ اور جبکہ وہ جہنم میں جھگڑتے ہونگے یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔ جبکہ ہم تمہیں سب دنیاؤں کے پروردگار کے برابر کئے دیتے تھے۔ اور ہمیں نہیں گمراہ کیا مگر گناہ گاروں نے۔ پس ہمارے لیے سفارش کرنے والوں میں سے کوئی نہیں ہے۔ اور نہ ہی گرم جوش دوست" (پ۱۹ الشعراء آیات ۹۱ تا ۱۰۰)

مذکورہ بالا قرآنی آیات سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

(۱) یہ بات تو پائے ثبوت کو پہنچ گئی کہ شفاعت ہوگی۔ اب سوائے قرآن کے منکروں کے اور کوئی ایمان لانے والا مسلمان شفاعت سے انکار نہیں کر سکتا ہے۔ جو لوگ شفاعت کے منکر ہیں وہ جانتے ہیں کہ جن کا ہم اطاعت و پیروی کر رہے وہ شفاعت نہیں کر سکتے ہیں اور یہ حقیقت بھی ہے۔ کہ ان لوگوں کی شفاعت نہ ہوگی پھر جب قیامت کے دن جہنم میں ڈالے جائیں گے تب احساس ہوگا۔ "اور افسوس سے کہیں گے اور ہمیں نہیں گمراہ کیا مگر گنہگاروں نے"۔ اس جملے سے بھی یہ بات واضح ہوگئی کہ نبی اور امام جنکو اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت کے لیے بھیجا ہے وہ گناہ گار نہیں ہوتے ہیں بلکہ معصوم ہوتے ہیں۔ لہٰذا ایمان لانے والوں کو چاہئے کہ وہ اپنے بنائے پیشواؤں اور آئمہ جو یقیناً گناہ گار ہیں انکو چھوڑ کر برحق آئمہ کی پیروی کریں تاکہ ایمان لانے والے مسلمان رسول برحق اور آئمہ برحق کی ملکیت ہو جائیں اور قیامت کے دن انکو مسلمانوں کی شفاعت کرنے کا حق حاصل ہو جائے۔ ورنہ شیطان کی ملکیت میں چلے جائینگے اور وہ ان لوگوں کو اپنے ساتھ جہنم میں لیجائیگا

(۲) شفاعت کی دو قسمیں ہیں اور شفاعت کرنے والے بھی دو قسم کے ہیں ایک وہ جو شفاعت کریں گے مگر اللہ تعالیٰ سے اذن لے کر یہ وہ مومنین ہونگے جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرے گا۔ اور وہ خود اللہ کے خوف سے ڈرنے والے ہونگے یعنی جو متقی اور صالح بندے ہونگے۔ اور دوسری قسم بالملکیت کی ہے جو محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کو حاصل ہے جنکو مومنوں پر ان کی اپنی جانوں سے زیادہ حق حاصل ہے اب جن ایمان لانے والوں نے نبیؐ کے اس حق کو تسلیم کرلیا ہے اور جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَہٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ یعنی جیسے میں تمہارا مولا ہوں ویسے یہ علی بھی تمہارے مولا ہیں۔ تو جن لوگوں نے نبیؐ اور علیؑ کو اپنا مولا مان لیا گویا اُن مومنینؑ نے اپنی جانوں سے زیادہ اپنے اوپر اُن کا حق تسلیم کر لیا ہے لہٰذا ان مومنین پر محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کو شفاعت بالملکیت کا حق حاصل ہو گیا اور اِن مومنین کو اللہ خوش خبری دیتا ہے اور یقین دلاتا ہے نَحْنُ اَوْلِیٰکُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ یعنی جیسے ہم دنیا میں تمہارے ولی اور سرپرست ہیں ویسے عقبیٰ میں بھی ہونگے۔ لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ مومنین کے وارث دونوں جہاں میں موجود ہیں۔ مومنین لاوارث نہیں ہیں اس لیے مومنوں کو چاہیئے کہ اپنے نبیؐ اور آئمہؑ کی پیروی میں اچھے عمل کریں۔ برائی سے بچتے رہنے کی اپنی سی کوشش کریں تاکہ نبیؐ والے اور علیؑ والے حقیقی معنی میں کہلائیں اور مومنین کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر چلنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جس سے اللہ تعالےٰ بھی خوش نبیؐ بھی خوش اور آئمہؑ بھی خوش ہوں۔

(۳) اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اُن کی شفاعت کرنے والے تو ہیں لیکن جو گمراہ ہیں ان کا نہ کوئی شفاعت کرنے والا ہوگا اور نہ کوئی گرم جوش دوست ہی ہوگا۔ کیونکہ وہ لوگ جن کی پیروی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے ان کو چھوڑ کر طاغوت کی پیروی کرنے لگے اس لیے نور سے نکال کر ظلمت میں ڈال دیئے گئے اور قیامت کے دن گمراہ لوگ طاغوت کیساتھ ہمیشہ کے لیے واصلِ جہنم ہوں گے۔

۴ مسلمانوں کو غور فکر کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جنکو نبی اور امام بنا کر ہدایت کے لیے بھیجا ہے اللہ تعالیٰ انہی پاک ذوات کی پیروی کا حکم دیتا ہے۔ طاغوت خود گمراہ ہوتے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا جو یقیناً گناہ گار ہوتے ہیں گنہگار کی پیروی کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے جنکو ہماری ہدایت کے لیے بھیجا ہے وہ معصوم ہیں انہی پاک ذواتوں کو شفاعت کا حق مِلا ہے اور انہی کا راستہ صراطِ مستقیم اور وہ محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام ہی ہیں۔ جو اُنکی پیروی کرتے ہیں ان مومنین کی وہ بالیقین شفاعت کریں گے کیونکہ ان کو بالملکیت شفاعت کا حق حاصل ہے

(۵) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شفاعت کے بھی قائل تھے اور شفاعت کرنے والوں کو بھی پہچانتے تھے وہ تو لوگوں کو پہچنوا بھی گئے کہ شفاعت کرنے والے محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام ہی ہیں۔ تب ہی تو جب امام حسینؑ نے حضرت عمرؓ کے بیٹے سے کہا تم بھی اور تمہارے باپ بھی ہمارے غلام ہیں تو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا جاؤ حضرت امام حسین علیہ السلام سے لکھوا لاؤ کہ میں اُنکا غلام ہوں۔ خلیفہ اور حاکم وقت بھی برحق امام کی غلامی میں اللہ تعالیٰ کی قربت کے قائل تھے اُن کا ایمان تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام

نے اگر یہ لکھ دیا کہ میں انکا غلام ہوں تو عقبہ میں میرا بیڑا پار ہو جائے گا۔ اسی لیے کہا تھا کہ وہ رقع میرے کفن میں رکھ دینا۔ تاکہ انکی غلامی کی سند میرے ساتھ رہے۔ حق کو اللہ تعالیٰ اسی طرح پہچنواتا رہتا ہے اور حق اور باطل ظاہر کرتا رہتا ہے۔ عارف رئیسی صاحب (مرحوم) نے خوب کہا ہے ؎

خوشنودیٔ محبوب احد مانگتے ہیں
شبیرؑ کے بچپن سے مدد مانگتے ہیں
پایا ہے امامت کو جو مائل بہ کرم
فاروق غلامی کی سند مانگتے ہیں

(عارف رئیسی اکبرآباد۔ مرحوم)

اللہ تعالیٰ حق کو حق اور باطل کو باطل ظاہر کرکے ... رہتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کامل ہونے کا بیّن ثبوت ہے

(۶) اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ نبیؐ مومنوں پر انکی اپنی جانوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔ لیکن نبیؐ کے اس حق کو مسلمانوں نے تسلیم نہیں کیا۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات پر اہلبیت اکرامؑ میں کہرام مچ گیا حضرت ابوبکرؓ اس وقت اپنے گھر محلہ سنح گئے ہوئے تھے جو مدینہ سے ایک میل کے فاصلے پر تھا۔ حضرت عمرؓ نے واقعہ وفات کو نشر ہونے سے روکا اور جب ابوبکرؓ آگئے تو دونوں سقیفہ بنی ساعدہ چلے گئے جو مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر تھا اور باطل مشوروں کے لیے بنایا گیا تھا۔ (غیاث اللغات) اور اکثر صحابہؓ رسولِ خداؐ کی لاشِ اطہر کو چھوڑ کر ہنگامہ خلافت میں جا شریک ہوئے تھے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کو حضرت عمرؓ نے خلیفہ بنوا دیا۔ اور آنحضرتؐ کے کفن دفن میں شریک نہ ہو سکے۔ تاریخوں میں ہے کہ آپؐ کے جنازے میں اٹھارہ افراد شریک ہوئے۔ ایسا آج کا مسلمان سوچ بھی نہیں سکتا ہے ایسے صحابہ سے اللہ بھی راضی ہوا ہو گا اور رسولؐ بھی راضی ہوئے ہونگے

"سرورِ کائناتؐ کی وفات پر اصحابؓ رسول بھی روئے اور حضرت عائشہؓ نے بھی ماتم کیا تھا (مسند احمد ابنِ حنبل جلد ۶ صفحہ ۲۷۴ ما تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۲ و تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۹۷)

جو صحابہ نہیں روئے تھے ان کے پیروکار ملّا رونے کو شرک و بدعت فرماتے ہیں۔ لیکن جب اپنا کوئی عزیز مرتا ہے تو اس پر خوب روتے ہیں کیونکہ یہ قانون فطرت ہے جس سے کسی کو محبت ہوتی ہے تو اس کے مرنے پر ضرور روتا ہے اس لیے رونا شرک و بدعت نہیں ہے۔ قرآن پاک میں دیگر نبیوں اور یعقوب علیہ السّلام کے رونے کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ رؤ زیادہ ... و کم ۔ آپؐ کی وفات پر جو صدمہ حضرت فاطمہؑ کو پہنچا اتنا صدمہ کسی اور کو نہ پہنچا۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی وفات سے عالم علوی اور عالم سفلی بھی متاثر ہوئے اور ان میں جو چیزیں ہیں ان میں بھی اثرات ہویدا ہوئے۔ علامہ زمخشری کا بیان ہے کہ ایک

دن آنحضرتؐ نے امِ معبد کے گھر قیام فرمایا۔ آپ کے وضو کے پانی سے ایک درخت اگا۔ جو بہترین پھل لاتا رہا تھا آپ فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے دیکھا اس کے پتے جھڑے ہوئے ہیں اور میوے گرے ہوئے ہیں۔ میں حیران ہوئی کہ ناگاہ خبر آئی کہ سردرِ عالمؐ وفات پا گئے ہیں۔ پھر تیس سال بعد دیکھا گیا کہ اس میں تمام کانٹے اُگ آئے تھے بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ نے شہادت پائی۔ پھر مدّتِ مدید کے بعد اُس کی جڑ سے خون تازہ اُبلتا ہوا دیکھا گیا بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت امام حسینؑ نے شہادت پائی ہے۔ اِس کے بعد وہ خشک ہو گیا۔

(عجائب القصص صفحہ ۲۵۹ بحوالہ ربیع الابرار زمخشری)

اللہ تعالیٰ نے اپنے نعمت والے بندوں کو ہر طرح سے پہچنوایا۔ جن کے راستے کو اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم فرمایا ہے اور یہ بھی واضح کر دیا کہ کن کی اطاعت کرنی چاہیئے اور ان کے منتخب کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالےٰ کو ہے اور کوئی دوسرا انکو منتخب نہیں کر سکتا ہے۔ اور لوگوں کے منتخب کئے ہوؤں کی پیروی سے اللہ تعالےٰ منع فرماتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو لوگوں کے دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے۔ اِس لیے پہلے ہی فرما دیا کہ میری اِس نصیحت پر بہت تھوڑے لوگ عمل کریں گے۔ ارشادِ ربُّ العزّت ہوتا ہے۔ "جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اسکی پیروی کرو۔ اور اسکو چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو۔ تم میں بہت تھوڑے ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں" (پ۸ اعراف آیۃ)

اللہ تعالےٰ نے جو بات مذکورہ بالا آیت میں فرمائی بعدِ وفات رسولِ خداؐ لوگوں نے سچ کر دکھائی۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی نصیحت کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرنی شروع کر دی۔ حالانکہ اللہ کے کسی بھی حکم کی نافرمانی کفر ہے۔ اللہ نے جنکو سرپرست بنایا انکی پیروی کرنے والوں کو ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لے آتا ہے اور جن لوگوں نے انکو چھوڑ کر دوسروں یعنی طاغوت کی پیروی کی انکو نور سے نکال کر ظلمت میں ڈال دیتا ہے۔ اب جس کا دل چاہے انکی پیروی کرے جنکو اللہ نے ہمارا سرپرست بنایا ہے یا انکی پیروی کرے جن کو لوگوں نے بنایا ہے اور ان کی پیروی کرنے سے اللہ نے منع فرمایا ہے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جن کو ہمارا سرپرست بنایا ہے انکو علم عطا کیا ہے اور انکو قرآن پاک میں مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَاب۔ اور اُولُو الْعِلْم اور رَاسِخُوْنَ فِی الْعِلْم فرماتا ہے چونکہ وہ حامل علم الٰہی ہوتے ہیں اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب راہِ حق کی ہدایت کرتے ہیں۔ اور جنکو ہم اپنا سرپرست خود بنا لیتے ہیں وہ حامل علم الٰہی نہیں ہوتے اسلئے وہ راہِ حق کی ہدایت نہیں کر سکتے اور وہ خود گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اسی لیے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ طاغوت اپنے پیروکاروں کو نور یعنی ہدایت سے نکال کے ظلمت یعنی گمراہی میں ڈال دیتے ہیں۔ اور ان گمراہ کرنے والوں کے بارے میں ارشادِ ربّ العزت

ہوتا ہے۔" اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو خدا (کی شان) میں بغیر علم و دانش اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کتاب روشن کے جھگڑتا ہے اور تکبر سے گردن موڑ لیتا ہے تاکہ لوگوں کو خدا کے راستے سے گمراہ کردے اُس کے لیے دنیا میں ذلّت ہے اور قیامت کے دن ہم اُسے عذاب آتش سوزاں کا مزہ چکھائینگے۔" (پ۱۷ الحج آیت ۸،۹) تفسیر صافی صفحہ ۳۳۳ پر بحوالہ تفسیر قمی منقول ہے کہ یہ آیت ابوجہل لعنۃ اللہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

اور مصباح الشریعتہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص مخلوق سے ایسی باتوں میں جھگڑا کرے جن کے بارے میں اسے کوئی حق نہیں دیا گیا ہے تو وہ خدائی کے بارے میں جھگڑنے والا سمجھا جائے گا۔ ایسے ہی شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من یجادل فی اللہ .... الخ آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ اس شخص سے زیادہ کسی پر عذاب نہ ہوگا جو عابدوں اور زاہدوں کی طرح کا لباس پہن لے اور باطن میں کچھ بھی نہ ہو اسی جہالت میں دین کے ٹکڑے کیئے گئے اور فرقوں میں بٹ گئے۔ اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے

شیطان (ابلیس) نے بھی کہا تھا کہ میں لوگوں کو صراطِ مستقیم سے بھٹکاؤں گا۔ اب انسانوں میں سے جو خدا کے راستے سے گمراہ کرے وہ بھی ابلیس کا پیروکار ہوا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو گمراہ کرنے والوں کیلئے بڑا سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ جسطرح ابلیس لعین نے تکبر میں اللہ کے حکم سے منہ موڑا اور حضرت آدمؑ کو سجدہ تعظیمی نہیں کیا اسی طرح انہوں نے بھی اللہ کے حکم سے منہ موڑا۔ اور اللہ نے جنکی پیروی کا حکم دیا تھا انکو چھوڑ کر دوسروں کی پیروی کرنے لگے اور انہوں نے لوگوں کو خدا کے راستے سے گمراہ کر دیا

المختصر یہ کہ مسلمانوں نے بعد وفاتِ رسولؐ اپنی خلافت قائم کرلی جبکہ حق انکو قطعی نہ تھا۔ کیونکہ الٰہی عہدے نبوّت اور امامت اور خلافت اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے عطا کرتا ہے لوگوں کو انکے انتخاب کا حق نہیں۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اور تیرا پروردگار جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور انتخاب کرتا ہے ان بندوں کو انتخاب کا کوئی حق نہیں۔ اللہ تعالیٰ پاک اور برتر ہے اس چیز سے کہ وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔ اور تمہارا پروردگار جانتا ہے جو انکے سینے چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں" (پ۲۰ القصص آیت ۶۹)

منافقین جنکے زبان پر کچھ ہوتا تھا اور دل میں کچھ اور ہی ہوتا تھا شاید انلوگوں نے کسی الٰہی عہدے کا حق مانگا ہوگا اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ جس سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ نبی کو بھی اپنا خلیفہ خود بنانے کا اختیار نہیں ہے تو دیگر کسی مسلمان کو رسول کا خلیفہ بنانے کا اختیار کہاں سے مل گیا یہ وہی لوگ جانتے رہے ہونگے۔ اور انہوں نے اچھا کیا یا بڑا کیا اسلیئے وہ روزِ قیامت خود جواب دہ ہونگے۔ ہر ایمان لانے والے پر یہ واجب ہے کہ قرآنِ پاک میں غور و فکر کرے۔ اور یہ دیکھے کہ وہ انکی پیروی کر رہا ہے جن کی

پیروی کا اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے اور جنکے راستے کو اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم فرمایا ہے جو راہِ حق کی ہدایت اللہ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں یا کسی غیر کی پیروی کر رہا ہے جنکی پیروی کرنے کا کوئی جواز ہی نہیں ہے اور اللہ تعالےٰ نے دوسروں کی پیروی سے منع فرمایا ہے۔

بہر حال مسلمانوں نے اپنی خلافت قائم کرلی۔ تاریخ شاہد ہے کہ خلافت میں انصار اور بنی ھاشم شامل نہیں ہوئے تھے اور مولانا شبلی نعمانی صاحب نے بھی الفاروق میں اسکے بارے میں بہت کچھ تحریر فرمایا ہے اور اس کی حقیقت بالکل عیاں ہو جاتی ہے۔ اگر الفاروق کتاب ہی کا مطالعہ قرآنی آیات ہی کی روشنی میں کیا جائے تو حق اور باطل عیاں ہو جاتا ہے۔

ابو سفیانؔ نے مع اپنے ساتھیوں کے اس میں بھرپور حصّہ لیا جو آنحضرتؐ سے جنگیں کرتا رہا اور آخر کار تھک ہار کر فتح مکّہ کے بعد مسلمان ہوا تو اُس کے اس تاریخی جملے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ کیسا مسلمان تھا۔ فتح مکّہ کے بعد ابوسفیان نے حضرت عبّاسؓ سے کہا "اے عباس آج تو آپکا بھتیجا پورے عرب کا بادشاہ ہو گیا" اسکے اس جملے سے صاف طور پر عیاں ہے کہ ابو سفیانؔ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو بحیثیت نبی اور رسول کے نہیں پہچانا اور نہ ایمان لایا بلکہ بادشاہ اور حاکم وقت سمجھتا تھا۔ چنانچہ ابوسفیانؔ نے اپنے بڑے بیٹے یزیدؔ کو شام کا گورنر مقرر کروایا۔ اور جب وہ مر گیا تو معاویہؔ کو شام ہی کا گورنر مقرر کیا گیا۔ اسطرح خلافت ثلاثہ میں شام کی گورنری معاویہ کے قبضے میں مسلسل باقی رہی۔ جس کی وجہ سے معاویہ دوبارہ اپنے باپ کی کھوئی ہوئی طاقت کو بحال کرنے میں کامیاب ہو گیا اور ایک طرح سے شام میں اُس نے اپنی حکومت قائم کرلی۔ اس لیے حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد جب حضرت علیؑ کو خلافت ملی تو معاویہؔ نے علمِ بغاوت بلند کر دیا اور بہانہ یہ بنایا کہ حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لیا جائے اور خود انکی مدد اُنکر نہیں کی تھی چونکہ لوگ مادہ پرست ہو چکے تھے اور لوگ سمجھتے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف نہ خود چلیں گے اور نہ دوسروں کو چلنے دیں گے اور ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جنکے عزیز و اقربا اپنے زمانہ کفر میں حضرت علیؑ کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے وہ حضرت علیؑ سے بغض و عناد رکھتے تھے یہی سب منافقین تھے جنکے بارے میں ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "بدوؤں نے کہا ہم ایمان لائے۔ اے رسولؐ کہہ دو! تم ایمان نہیں لائے۔ لیکن تم یہ کہو کہ ہم اسلام لائے اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا" (پ ۲۶ الحجرات آیت ۱۴) اور یہ منافقین اپنے اسلام لانے کا احسان رسول پر رکھتے تھے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ "وہ لوگ تم پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ اسلام لائے اے رسول کہدو! تم مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کے لیے ہدایت کی۔ اگر تم سچّے ہوئے" (پ ۲۶ الحجرات آیت ۱۷)

بہرحال معاویہ نے حضرت علیؑ سے جنگ کی۔ جو جنگ صفین کے نام سے مشہور ہے۔ معاویہ نے جب یہ دیکھا کہ اس کو شکست ہونے والی ہے تو اس نابکار اور نا ہنجار نے قرآن پاک کو نیزے پر بلند کیا اور وہ اپنے مکر و فریب میں کامیاب رہا اور جنگ بند ہوگئی۔ حضرت علیؑ نے لوگوں کو بتلایا کہ یہ مکر و فریب کر رہا ہے لیکن لوگوں نے آپ کی بات نہ مانی اور جنگ بند ہوگئی کیونکہ جو منافقین تھے انہوں نے جنگ بند کرنے پر مجبور کر دیا۔ معاویہ شام کا گورنر بنا رہا اور معاویہ نے اپنے لیئے یہ موقع غنیمت پاکر اور ساز باز کر کے حضرت علیؑ کو شہید کروا دیا اور پھر امام حسنؑ سے جنگ پر آمادہ ہوا۔ لوگوں نے حضرت امام حسنؑ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور دنیا کی لالچ میں معاویہ کے طرفدار بن گئے تھے لہٰذا امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کرلی۔ جو کہ تحریری ہے اور اس صلح نامہ کے ذریعہ حق اور باطل کو اچھی طرح سے جانا اور پہچانا جاسکتا ہے۔ یہ دستاویز تاریخ میں محفوظ ہے چونکہ مسلمانوں نے انکی پیروی چھوڑ کر دوسروں کی پیروی شروع کر دی اس لیے معاویہ پورے عرب میں اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوگیا تو وہ اپنے تاریخی عہد سے پھر گیا اور امام حسن علیہ السلام کو زہر کے ذریعے شہید کروا دیا۔ بہرحال معاویہ اپنے قول اور اقرار سے یکسر پھر گیا جبکہ اللہ تعالےٰ عہد توڑنے سے منع فرماتا ہے ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے۔ "اور جب تم عہد کر چکے تو اللہ تعالےٰ کے لیے عہد کو پورا کرو اور قسموں کو انکے پختہ ہونے کے بعد نہ توڑا کرو۔ حالانکہ یقیناً تم اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر ضامن قرار دے چکے ہو بے شک اللہ تعالےٰ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔" (پ ۱۴ نحل آیت ۹۱) معاویہ اپنے عہد سے قطعی طور پر پھر گیا تھا جس سے انکار کرنا کسی کی طاقت نہیں ہے۔ بہرحال جو لوگ معاویہ کے مداح ہیں قیامت کے دن معاویہ ہی کے ساتھ ان کا حشر ہوگا اور وہ بھی جس جنت میں معاویہ جائیگا اسی میں جائینگے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر معاویہ کو جنت ملی تو پھر کوئی بھی مسلمان دوزخ میں نہیں جائے گا۔

امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد معاویہ نے تمام عہد کو توڑ ڈالا۔ اور یزید ملعون کو اپنی زندگی میں اپنا جانشین مقرر کر دیا اور تمام لوگوں سے یزید کی بیعت لینے لگا۔ مدینہ کے لوگ یزید کی بیعت سے منہ موڑے ہوئے تھے۔ لیکن معاویہ کے مرنے کے بعد یزید نے حکومت سنبھال لی۔ تو مدینہ والے بھی یزید کے خوف سے بیعت کرنے لگے۔ یزید اب اتنی طاقت پکڑ گیا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی اولاد بھی مغلوب ہوکر یزید کی بیعت کرنے پر مجبور ہوگئی۔ بنی امیہ کے مردہ جسم میں جاہ طلبی کی روح انہی حضرات نے پھونکی تھی اور شام میں پروان چڑھتی رہی اور پورے عرب پر غلبہ حاصل ہوگیا اور پھر یزید دین اسلام کا مذاق کھلم کھلا اڑانے لگا اللہ تعالیٰ تو سب کچھ جانتا ہے اللہ تعالےٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ دین اسلام کو پروان چڑھانے میں جتنی قربانیاں دی گئی تھیں اس سے کہیں زیادہ دین اسلام کو بچانے کے لیے آلِ رسولِ پاک کو دینی پڑیں گی اور صبر

اور شکر کا نمونہ پیش کرنا پڑے گا اور اسی قربانی کو اللہ تعالیٰ نے ذبحِ عظیم فرمایا ہے۔ "اور ہم نے آسے ندا دی کہ اے ابراہیم یقیناً تو نے خواب سچا کر دیا یقیناً ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ یقیناً یہ ضرور ایک آزمائش تھی اور ہم نے اسے ایک بہت عظمت والی قربانی کے بدلے فدیہ دے دیا۔ اور اس پر ہم نے اس قربانی کو پیچھے آنے والوں میں رکھ چھوڑا۔ ابراہیم پر سلام ہے" (پ ۲۳ الصّفّت آیہ ۱۰۴ تا ۱۰۹)

ذِبحِ عظیم:۔ تفسیر صافی ص ۴۳۸ پر بحوالہ عیون اخبار الرضا امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ اپنے اسمٰعیل کی جگہ اس دُنبہ کو ذبح کریں۔ جو اس نے بھیج دیا تھا تو حضرت ابراہیم کے دل میں یہ تمنا ہوئی کہ میرے ہاتھ سے میرا بیٹا اسمٰعیل ہی ذبح ہوتا تو خوب ہوتا کیونکہ اس بات پر تو ایمان لایا ہی نہ تھا کہ میں مینڈھے کو ذبح کرونگا اور بیٹے کو ذبح کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ میرا دل دکھتا جیسا کہ اس باپ کو دل دکھتا ہے جس کے ہاتھ سے عزیز ترین بیٹا ذبح ہو جائے اور دل دکھتا تو مصائب سہنے والوں کو ثواب کے جو اعلیٰ درجے حاصل ہو سکتے ہیں وہ مجھے بھی میسر آتے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف وحی کی۔ اے ابراہیم! میری مخلوق میں سے تمہیں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ عرض کی بار الٰہی! تو نے کوئی بھی ایسا پیدا نہیں کیا جو مجھے تیرے حبیب محمد مصطفےٰ سے زیادہ محبوب ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ کہ اے ابراہیم! کیا تمہیں محمد مصطفےٰ زیادہ محبوب ہیں یا اپنی ذات؟ عرض کی، وہ مجھے میری جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ پھر وحی ہوئی کہ کیا تمہیں اپنی اولاد زیادہ پیاری ہے کہ یا اُنکی؟ عرض کی! اُن کی اولاد۔ پھر ارشاد ہوا کہ کیا محمد مصطفےٰ کے بیٹے کا انکے دشمنوں کے ہاتھ سے ظلم و ستم سے قتل ہونا تمہارا دل زیادہ دکھائے گا۔ یا تمہارے اپنے بیٹے کا تمہارے اپنے ہاتھ سے ہماری اطاعت میں ذبح ہونا؟ حضرت ابراہیم نے فرمایا۔ بار الٰہا انکے بیٹے کا اُن کے دشمنوں کے ہاتھ سے بظلم ذبح ہونا ضرور میرا دل زیادہ دکھائے گا۔ اس وقت فرمایا اے ابراہیم ایک گروہ ایسا بھی ہوگا جو اپنے آپکو محمد مصطفےٰ کی امّت سے سمجھے گا اور انکے بعد انکے فرزند حسینؑ کو ظلم و زیادتی سے اسطرح قتل کر ڈالے گا جیسے مینڈھے کو ذبح کیا جاتا ہے۔ اور وہ اس طرح میرے سخت عذاب کا مستوجب ہوگا۔ ابراہیمؑ یہ سُنکر سخت پریشان ہوئے انکے دل میں ایک درد اُٹھا اور وہ دھاڑیں مار مار کے رونے لگے اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اے ابراہیمؑ! اگر تم اپنے بیٹے اسمٰعیل کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے اور اس سے تمہارا دل دردمند ہوتا تو اس سے زیادہ نہ ہوتا جیسا کہ حسینؑ کے قتل کا حال سُنکر تجھے صدمہ ہوا پس چونکہ تم نے اپنے بیٹے کے رنج کو محمد مصطفےٰ کے بیٹے کے رنج کے بارے میں فدیہ کر دیا تو ہم نے تمہارے لیے وہ اعلیٰ مدارج ثواب اپنے اوپر واجب کر لیا جو مصائب پر صبر کرنے والوں کو ملینگے اور اللہ تعالیٰ کے قول و فدینہ بذبحٍ عظیم کا یہی مطلب ہے۔

غور طلب بات یہی ہے کہ یزید کی بیعت جب سب مسلمانوں نے کر لی تھی تو پھر امام حسین علیہ السلام سے بھی بیعت لینے پر بضد وہ مردود کیونکہ تھا؟

یزیدؑ اس حقیقت سے واقف تھا کہ دین اسلام کے اصل وارث اب امام حسینؑ ہی ہیں، جب تک یہ بیعت نہیں کرتے ہیں میں دین اسلام کو مٹا نہیں سکتا وہ اپنے دادا ابو سفیانؑ کے اس قول کو سچا ثابت کرنا چاہتا تھا کہ آنحضرت رسول نہیں بلکہ بادشاہ تھے۔ اور دوسری طرف امام حسینؑ اپنے نانا کے لائے ہوئے دین اسلام کو بچانے کیلئے اور راہِ خدا میں سب کچھ قربان کرکے دین اسلام کو بچانے پر کمربستہ تھے۔ اور یزیدؑ اللہ تعالیٰ کے حدود سے تجاوز کرتا جا رہا تھا۔ اور امام حسینؑ نے یزیدؑ مردود کی بیعت کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا اور یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ حق باطل کی بیعت کر کے اسکی پیروی کرے اور دین اسلام مٹ جائے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اور اگر حق انکی خواہشات کی پیروی کرے تو البتہ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب برباد ہو جائے بلکہ ہم نے تو انکے پاس انکی نصیحت لائے ہیں پھر وہ اپنی ہی نصیحت سے منہ پھیرنے والے ہیں" (پ ۱۸ مومنون آیت ۷۱) جنکو اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت اور نصیحت کے لیے بھیجا ہے وہ آنحضرتؐ اور آئمہ معصومینؑ ہی ہیں معلوم ہوا کہ حق اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور باطل لوگوں کا بنایا ہوا ہوتا ہے اس لیے حق صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق راہِ حق کی ہدایت اور نصیحت کرتا ہے اور کسی کی خواہشات کی پیروی نہیں کرتا۔ اور باطل لوگوں کا بنایا ہوا ہوتا ہے اس لیے باطل اپنی اور لوگوں کی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اس آیۂ مجیدہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح کرتا ہے حق لوگوں کی خواہشات کی پیروی ہرگز نہیں کرتا اور اسکی پہچان بتلا دی کہ اگر حق لوگوں کی خواہشات کی پیروی کیلئے ہوتا تو زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے سب تباہ و برباد ہوتا۔ چونکہ امام حسینؑ برحق امام تھے۔ اس لیئے چاہے ساری دُنیا ایک طرف ہو جاتی تو بھی امام حسین علیہ السلام سے یزید ملعون کی بیعت نہیں کرا سکتی تھی۔ کیونکہ وہ اپنی مرضی اور خواہشات کے تابع نہیں تھے۔ بلکہ اپنے معبود کی مرضی اور منشا کے تابع تھے۔

اسلام کے دامن میں بس اِسکے سوا کیا ہے
اِک ضربِ یدُاللّٰہی اور اِک سجدۂ شبیریؑ

اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ اللہ کے دین اسلام کو بچانے کیلئے ذبحِ عظیم پیش کرنی ہوگی اس لیے حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کو ذبحِ عظیم پر ٹال دیا تھا اور حضرت اسماعیل کو بچا کر اس قربانی کو پیش کرنے والوں کو بھی بچا لیا تھا کیونکہ محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام ہی تو اولادِ اسماعیلؑ ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے کربلا کے ریگزار پر راہِ خدا میں ایسی قربانی پیش کی جسکی مثال آدم تا ایں دم تاریخِ عالم میں نہیں ملتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ملّتِ ابراہیم یعنی محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کو چنا ہی اسلئے تھا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے اور امام حسینؑ نے اپنے تین دن کے بھوکے پیاسے بہتّر رفقاء کو ساتھ لے کر ہزاروں کی تعداد میں یزیدی لشکر سے ایسی جہاد کی جس کی مثال نہیں ملتی اور یہ ثابت کر دیا کہ راہِ خدا میں جہاد کرنے والے ہم ہیں جن کو اللہ نے اسی مقصد کے لیے چُن لیا ہے۔ بہرحال امام کے ثبات و استقلال میں کوئی فرق نہیں آیا اور حق اپنی جگہ اٹل رہا اور جہاد کیا جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے اور باطل حق سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگیا اور باطل مٹ گیا اور حق اپنی جگہ پر آج بھی قائم اور دائم ہے کیونکہ حق کا سرپرست اللہ تعالےٰ خود ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے "اور تم اللہ تعالےٰ کی راہ میں ایسا جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے اُس نے تمہیں چن لیا ہے اور دین کے بارے میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی ملّت ہے اس نے تمہارا نام پہلے ہی سے مسلمان رکھا ہے اور اس قرآن میں بھی تاکہ رسول تم پر گواہ رہے اور تم لوگوں پر گواہ رہو۔ پس تم نماز قائم رکھو۔ اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو مضبوط پکڑو۔ وہ تمہارا سرپرست ہے پس وہ کیسا ہی اچھا سرپرست ہے اور کیسا ہی اچھا مددگار ہے (پ ۱۷ الحج آیۃ ۷۸)۔ مذکورہ بالا آیت میں غور کرنے سے مندرجہ ذیل حقیقت کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ اپنے اُن بندوں سے مخاطب ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے چُن لیا ہے جو محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام ہیں جنکو اللہ نے ابراہیمؑ کی ملّت فرمایا ہے۔ سب سے پہلی مخلوق ہونے کے ناتے سب سے پہلے مسلمان بھی یہی ہیں۔ جنکا نام پہلی کتابوں میں مسلمان ہی رکھا ہے، اور اس قرآن میں بھی مسلمان ہی فرمایا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپکے اوصیاء بارہ آئمہ علیہم السلام ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ اپنے ان چنے ہوئے بندوں سے فرماتا ہے کہ تم راہِ خدا میں ایسا جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے۔ اور امام حسینؑ علیہ السلام نے ایسا ہی جہاد کرکے دکھلا دیا۔ جیسا جہاد کرنے کا حق ہے۔ اور جنکی قربانی کو اللہ تعالیٰ نے ذبحِ عظیم فرمایا ہے۔ اس کو پیش کر دیا۔ جہاں انسانی عقل حیران و پریشان ہے۔ امام حسینؑ علیہ السلام نے راہِ خدا میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ اور احکامِ خدا پر ایسا ہی عمل کیا جیسا اللہ تعالیٰ چاہتا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے اسکی سند دیدی کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ وہی چاہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ اسکے سوا وہ کچھ نہیں چاہتے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ جہاد کا حکم اس آیت میں صرف محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہ السلام کو دے رہا ہے لہٰذا یہ بات واضح ہوگئی کہ جس نے بھی اللہ تعالیٰ کے ان چنے ہوئے بندوں سے لڑائی مول لی۔ وہ

بیشک دشمنِ خدا اور رسولؐ ہے۔ اور اسکا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ محمدؐ و آلِ محمدؐ اپنے اپنے زمانے میں ہر طرح سے جہاد کرتے رہے جہاں زبان سے ضرورت پڑی وہاں زبان سے اور جہاں تلوار سے ضرورت پڑی وہاں تلوار سے جہاد کی۔

(۴) آئمہ معصومین لوگوں پر گواہ ہیں۔ اور حضرت محمد مصطفیٰؐ آئمہ معصومینؑ پر گواہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ آئمہ معصومینؑ ہم لوگوں پر گواہ ہیں لہٰذا گواہ وہ ہوتا ہے جو موجود ہو۔ یہ بات انسانی عقل میں نہیں آسکتی ہے اب اگر اللہ تعالیٰ اور اسکے نبیؐ اور قرآن پر پورا پورا ایمان ہے تب تو وہ انکو اپنے اوپر گواہ تسلیم کریگا۔ نہیں تو وہ کبھی نہیں مانے گا۔ ایمان والے مان سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ اس بات کو مانتے ہیں کہ۔ ابلیس ہر زمانے میں اور ہر جگہ اور ہر وقت لوگوں کو گمراہ کرنے میں مشغول رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نے اسکو مہلت دے رکھی ہے۔ غیب میں رہ کر جب ابلیس لوگوں کو گمراہ کرسکتا ہے تو، جنکو اللہ نے لوگوں پر گواہ بنایا تو انکو بھی اللہ ایسا بنا سکتا ہے کہ وہ غیب میں رہ کر لوگوں پر گواہ ہوں اور رسولؐ اُن پر گواہ ہوں چونکہ اللہ تعالیٰ یہ بات قرآنِ مجید میں فرماتا ہے اس لئے ایمان لانے والوں کیلئے انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ ہاں وہ لوگ جو آئمہ معصومینؑ پر ایمان لانا ضروری، نہیں سمجھتے ہیں وہ لوگ ایمان لاتے ہوئے اس بات پر ایمان نہیں لائینگے کیونکہ آئمہ کو منصوص من اللہ نہیں مانتے۔ اور نہ ہی انکی عظمت و بزرگی کو تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے آئمہؑ کو طرح طرح سے پہچنوایا ہے۔ انہی قرآنی آیتوں کو میں نے اپنی اس کتاب میں بیان کیا ہے اور یہ بات ثابت ہو چکی کہ امام اللہ بناتا ہے پھر بھی کوئی اگر آئمہ معصومینؑ کو ماننے سے انکار کرتا ہے تو یہ اسکی اپنی سوچ اور سمجھ اور ایمان کی بات ہے چونکہ انسانی علم و عقل محدود ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ کے علم کا احاطہ نہیں کرسکتی ہے۔ اسلئے یا تو ان پر ایمان لے آتا ہے یا انکار کردیتا ہے

(۵) محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام نے جیسی نماز پڑھی اور جیسی زکوٰۃ دی اسکا تو قرآن شاہد ہے۔ اور اللہ کے احکام کو جتنی مضبوطی سے پکڑنا چاہیے اتنی مضبوطی سے انہوں نے پکڑا کیونکہ انہی کے بارے میں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اللہ کے حکم کے مطابق ہدایت کرنے والے ہیں۔ یہی پاک ہستیاں آئمہ علیہم السّلام ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی ذرہ برابر بھی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ صرف اللہ کے احکام پر چلتے ہیں اپنی یا دوسروں کی خواہشاتِ پر ہرگز عمل نہیں کرتے ہیں۔ بیشک محمدؐ و آلِ محمدؐ وہی چاہتے ہیں جو اللہ چاہتا ہے گویا یہ لوگ اللہ کی مشیت کے پابند ہیں اللہ تعالیٰ انکا اصلی اور اچھا سرپرست ہے۔ تب ہی تو بنو اُمیہ اور بنو عباس کی حکومتی طاقت، اور ثروت انکو مٹاتے مٹاتے خود ہی مٹ گئیں۔ چونکہ حق باقی رہتا ہے

اور باطل مٹ جاتا ہے اسلئے حسینیت باقی ہے کیونکہ حق کا سرپرست اور مددگار اللہ تعالیٰ خود ہے
جو سب سے اچھا سرپرست و مددگار ہے سہ

نورِ حق شمع الٰہی کو بجھا سکتا ہے کون — جس کا حامی ہو خدا اسکو مٹا سکتا ہے کون

(۶) اللہ تعالیٰ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام کے دشمنوں کو دشمن سمجھتا ہے اور آنحضرت کی تسلی کے لئے فرماتا ہے کہ راہِ حق میں جو ظلم و ستم آپؐ کی آلِ پاک پر کیا جائیگا، اور محمدؐ و آلِ محمدؐ جو صبر کرینگے اسکے عیوض ہم انکو امام بنائینگے، ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے:" ہمارا ارادہ ہے کہ ان لوگوں پر احسان کریں جنکو دشمنوں نے ضعیف بنا دیا ہے۔ رُوئے زمین پر ہم انکو امام بنائینگے۔ اور انھیں وارث قرار دیں"
(پ۲۰ القصص آیت۵) یہ ترجمہ مولانا سیّد احسین الکاظمی صاحب کا ہے، "اور ہم چاہتے تھے کہ جو لوگ ملک میں کمزور کر دیئے گئے ہیں ان پر احسان کریں اور انکو پیشوا بنائیں اور انھیں (ملک کا) وارث کریں"
(پ۲۰ القصص آیت۵) یہ ترجمہ مولانا فتح محمد خان جالندھری صاحب کا ہے۔ اس آیۂ مجیدہ سے بھی یہ ثابت ہوا۔ کہ امام برحق کو اللہ تعالیٰ بناتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے انعام والے بندے ہیں۔ اور وہی اللہ تعالیٰ اور رسولؐ اللہ کے وارث ہیں، یہی آئمہ معصومینؑ اللہ کے حکم کے بموجب راہِ حق کی ہدایت کرنے والے ہیں، انہی کی اطاعت و پیروی کا حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ آئمہ علیہم السّلام کو کمزور کیا گیا یعنی لوگوں نے آئمہؑ کو چھوڑ دیا اور دوسروں کی پیروی کرنے لگے، اور دشمن ہو گئے۔ جنکو اللہ تعالیٰ اس آیت میں آئمہؑ کا دشمن گردانتا ہے یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کے بھی دشمن ہوئے اور آئمہ علیہم السّلام جو برحق ہیں۔ انہی کو اللہ تعالیٰ نے ملک کا وارث بنایا ہے اور جو ظلم و جور سے ملک کے خود وارث بن گئے وہ اس آیت کی رُو سے غاصب اور نافرمان ہوئے۔ یہ لوگ صراطِ مستقیم سے دُور جا پڑے۔ اور گمراہی کا راستہ اختیار کیا حاکمیت تو صرف اللہ تعالیٰ کو زیبا ہے ہم سب انکے بندے ہیں اپنے ہم جنس انسان پر ہم حکومت نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو صحیح معنی میں نافذ تو انبیاؑ اور انکے اوصیاؑ ہی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہی کو علم و حکمت دیکر بھیجا ہے اور وہ وہی چاہتے ہیں جو اللہ چاہتا ہے۔ اسی لئے آئمہ برحق ہی کو اللہ تعالیٰ اس آیۂ مجیدہ میں زمین کا وارث فرماتا ہے۔ کیونکہ آئمہ برحق ہی اللہ تعالیٰ اور رسولؐ اللہ کی حق بجانب نیابت کر سکتے ہیں، ہاں انکی اتباع میں کسی قدر حکومتِ الٰہیہ قائم ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ دل میں خدا کا خوف ہو اور اسکی عقل کا اسکی خواہشات پر غلبہ ہو جو بڑا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اسی لئے عام مسلمان دین کو اس حد تک مانتا ہے۔ جس سے اسکی

انکی خواہشات کی تکمیل میں رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ لوگ شہنشاہیت اور جمہوریت دونوں کا تماشہ دیکھتے چلے آرہے ہیں اور انسانی تاریخ ظلم وجور سے بھری پڑی ہے۔ جس سے متاثر ہو کر ہی تو علامہ اقبال رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے ؎

جلالِ بادشاہی ہو یا جمہوری تماشہ ہو
جدا دیں سے سیاست ہو تو رہ جاتی ہے چنگیزی

(۷) اللہ تعالیٰ نے اپنے منتخب بندوں کو وہ عزو شرف عطا فرمایا ہے کہ اسمیں کمی نہیں کی جا سکتی لہٰذا انبیاؑ اور آئمہ اور صالح بندوں کے مقابر کے جوار اللہ تعالیٰ کی مشیت و منشا کے تحت عبادت گاہ میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ یہ کام اپنے مومن بندوں سے لیتا ہے۔ ارشاد ربّ العزت ہوتا ہے "تو وہ کہنے لگے کہ ان پر ایک عمارت بنا دو انکا پروردگار انکو خوب جانتا ہے، وہ لوگ جو انکے معاملہ میں غالب آگئے کہنے لگے ہم ضرور انکے اوپر ایک مسجد بنائینگے۔" (پ۱۵ کہف آیت ۲۱) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی کا ہے۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں، جس میں مسلمان نماز پڑھیں۔ اور انکے قرب سے برکت حاصل کریں (مدارک) مسئلہ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات کے قریب مسجدیں بنانا اہلِ ایمان کا قدیم طریقہ ہے اور قرآنِ کریم میں اس کا ذکر فرمانا اور اسکو منع نہ کرنا۔ اس فعل کے درست ہونے کی قوی ترین دلیل ہے مسئلہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے جوار میں برکت حاصل ہوتی ہے۔ اسی لیئے اہل اللہ کے مزارات پر لوگ حصولِ برکت کیلئے جایا کرتے ہیں اور اسی لئے قبروں کی زیارت سُنّت اور موجب ثواب ہے۔"

اس آیۂ مجیدہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی کہ اولیاءاللہ کی مزارات کا زیارت گاہ اور عبادت گاہ میں تبدیل ہونا عین منشا اور مشیئت ایزدی کے تحت ہے اور زائرین کو قرب خداوندی کے ساتھ رُشد و ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ اگر ایمان کامل ہے۔ یعنی توحید، عدل، نبوت، امامت اور قیامت پر پورا پورا ایمان رکھتا ہے۔ اور دل میں خدا کا خوف ہے اسلئے انکے مزارات کی زیارت کرنے میں بڑا ثواب ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کے منتخب بندے آنحضرتؐ اور آئمہ اطہارؑ در اصل اللہ اور بندے کے درمیان وسیلہ ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ جن کے وسیلہ کے بغیر نہ اللہ کسی کو ملا ہے اور نہ ملے گا۔ مومنین کے دلوں کو اولیاءاللہ ہی کی قربت سے اطمینان و سکون قلب حاصل ہوتا ہے اور مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں داخل ہو جاتا ہے اور وہ خاص بندے

آنحضرتؐ اور آئمہ اہلبیتؑ ہی ہیں۔ ارشادِ ربّ العزّت ہوتا ہے: "اے اطمینان والی جان اپنے ربّ کی طرف واپس ہو۔ یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنّت میں آ" (پ۳۰ الفجر آیت ۲۷ تا ۳۰) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب کا ہے آپ تفسیر فرماتے ہیں: "جو ایمان و ایقان پر ثابت رہی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے حضور سر اطاعت خم کرتی رہے۔ یہ مؤمن سے وقتِ موت کہا جائیگا جب دنیا سے اس کے سفر کرنے کا وقت آئیگا۔

"اے اطمینان پانے والے نفس۔ تو اپنے پروردگار کی طرف پلٹ آ۔ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پس تو میرے بندوں میں داخل ہو جا۔ اور میری جنّت میں آ جا۔" (پ۳۰ الفجر آیت ۲۷ تا ۳۰) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں۔ النفس المطمئنة، تفسیر صافی ص۵۱۹ پر بحوالہ کافی لکھا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے پوچھا گیا تھا کہ کیا مومن کو اپنی روح کا قبض ہونا ناگوار گزرتا ہے آپ نے فرمایا۔ لا واللہ نہیں خدا کی قسم! جب اس کے پاس ملک الموت اس غرض سے آتا ہے کہ اسکی روح قبض کرے۔ تو مؤمن اس وقت پریشان ہو جاتا ہے۔ ملک الموت اس سے کہتا ہے اے خدا کے مؤمن بندے پریشان نہ ہو۔ اسی کی قسم جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے۔ اگر تیرا رحم دل باپ اس وقت موجود ہوتا تو جتنی مہربانی اور شفقت وہ تجھ پر کرتا میں اس سے زیادہ مہربان اور شفیق ہوں اپنی دونوں آنکھیں کھول اور دیکھ۔

حضرت فرماتے ہیں کہ اسکے سامنے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ حضرت امیر المومنینؑ۔ جناب فاطمۃ الزہراؑ۔ جناب امام حسنؑ اور جناب امام حسینؑ اور سب آئمہ اہلبیتؑ جو انکی اولاد میں سے ہیں علیہم السّلام کی صورتیں ظاہر کر دی جائینگی۔ اور اس سے کہا جائیگا۔ کہ یہ جناب رسول خدا صلعم ہیں۔ یہ جناب امیر المؤمنینؑ ہیں۔ یہ جناب فاطمۃ الزہراؑ ہیں۔ یہ جناب حسنؑ ہیں۔ اور یہ جناب حسینؑ ہیں۔ اور یہ سب تیرے رفیق علیہم السّلام ہیں۔ پس وہ آنکھیں کھولکر دیکھے گا۔ اور ایک منادی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکی روح کو ندا دے کر کہے گا، یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اے وہ نفس جو محمدؐ اور ان کے اہلبیتؑ کے سبب مطمئن ہو چکا اِرْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً تو اپنے پروردگار کی طرف رجوع کر اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے۔ ثواب کیلئے پسند کیا گیا ہے فادخلی فی عبادی۔ تو میرے بندوں میں یعنی محمدؐ و اہلبیتؑ محمدؐ میں داخل ہو جا۔ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ اور تو میری جنّت میں داخل ہو جا۔ پس اسے کوئی چیز اس سے پیاری نہ ہو گی کہ اسکی روح قبض ہو اور ندا دینے والے سے جا ملے۔

مندرجہ بالا آیات کے ترجموں اور تفسیروں سے ذیل کے نتائج اخذ ہوتے ہیں،
اطمنان پانے والے نفوس وہ ہیں۔ جنہوں نے محمدؐ اور آئمہؑ اہلبیتؑ کو اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ بنایا ہے مرنے سے پہلے جب ان پاک ذوات کی زیارت کرے گا تو اسکو اطمنان، حاصل ہو جائیگا۔ تو پھر اسکے لیئے سب سے عمدہ چیز یہ ہو گی کہ اسکی رُوح قبض کر لی جائے تا کہ انکے ساتھ جا ملے اور جنت میں داخل ہو جائے ۔ اسی لیئے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو جوانانِ جنت کا سردار فرمایا گیا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے محمدؐ و آلِ محمد علیہم السّلام کو ہی جنت کا مالک بنا دیا ہے ۔ لہٰذا یہ بات واضح ہو گئی کہ جنت میں جانے کی شرط اللہ تعالیٰ نے یہ لگا دی ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں میں داخل ہو ۔ اور اللہ تعالیٰ کے وہ مخلص بندے محمدؐ اور آئمہ اہلبیتؑ ہی ہیں۔ اسی لیئے قیامت کے دن ہر شخص اپنے اپنے امام کے پیچھے بلایا جائیگا۔ اگر اسکا امام برحق ہے تو وہ جنت میں لیجایا جائیگا اور اگر امام جہنمی ہیں تو وہ جہنم میں لیجائینگے یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ ہی کا راستہ صراطِ مستقیم ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق راہِ حق کی ہدایت کرنے والے ہیں۔

٨) اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کے دنوں کو اپنا دن گردانتا ہے ، اور انکے ایام کو بھی یاد دلاتے رہنے کا حکم فرماتا ہے ۔ ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے ۔ وَذَكِّرْهُم بِأَيَّامِ اللَّهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ کے دن یاد دلا ۔ یقیناً اس میں ہر صبر کرنے والے شکرگذار کیلیئے کئی نشانیاں ہیں " (پ ۱۳ ابراھیم ایت ۵) یہ ترجمہ مولانا سیّد امداد حسین الکاظمی صاحب کا ہے ۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں ۔ صَبَّارٍ : ۔ بڑا صبر کرنے والا ، بڑا تحمل کرنے والا ، بڑا قائم رہنے والا ، صَبرٌ سے بروزن فَعَّالٌ مبالغہ صیغہ ہے

راغب لکھتے ہیں کہ صَبَّار اس وقت کہا جاتا ہے جبکہ اسمیں ایک قسم کا تکلف اور مجاہدہ ہو۔

سیّد مرتضیٰ زبیری لکھتے ہیں ۔ کہ صبر کے پانچ درجے بتائے گئے ہیں ۔ صَابِرٌ، مُصْطَبِرٌ، مُتَصَبِّرٌ ، صَبُورٌ ، صَبَّارٌ تو صَابِر تو ان سب میں عام ہے ۔ اور مُصْطَبِرٌ جو صبر کے حصول میں لگا ہو ۔ اور اسمیں مبتلاء ہو ۔ اور مُتَصَبِّرٌ وہ جو بتکلف صبر سے کام لے اور اپنے آپکو اس پر مجبور کرے ۔ اور صَبُور جو بڑا صبر کرنے والا ہو کہ اسکا صبر دوسرے سے بڑھ کر ہو اور صَبَّارٌ وہ کہ جو بلا کا صابر ہو ۔ یہ مقدار اور کمیت کے اعتبار سے ہے ۔ اور صَبُورٌ وصف اور کیفیت کے لحاظ سے (مطلب یہ کہ صبر بن نہ آتا ہو مگر بزور اپنے کو آمادۂ صبر کیا جائے)۔۔۔

"اور انھیں اللہ کے دن یاد دلانا۔ بیشک اس میں نشانیاں ہیں۔ ہر بڑے صبر والے شکر گذار کو" (پ ابراھیم آیت ۵) یہ ترجمہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی کا ہے۔

آپ تفسیر فرماتے ہیں۔ "قاموس" میں ہے کہ ایام اللہ سے اللہ کی نعمتیں مراد ہیں حضرت ابن عباسؓ و ابی بن کعب و مجاہد و قتادہ نے بھی ایام اللہ کی تفسیر اللہ کی نعمتیں فرمائی ہیں۔ مقاتل کا قول ہے کہ ایام اللہ سے وہ بڑے بڑے وقائع مراد ہیں۔ جو اللہ کے امر سے واقع ہوئے بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ ایام اللہ سے وہ دن مراد ہیں جنہیں اللہ نے اپنے بندوں پر انعام کئے جیسے کہ بنی اسرائیل کیلئے "من و سلوٰی" اتارنے کا دن۔ حضرت موسیٰ کیلئے دریا میں راستہ بنانے کا دن (خازن و مدارک و مفردات راغب)

ان ایام اللہ میں سب سے بڑی نعمت کے دن سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت و معراج کے دن ہیں۔ انکی یاد قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہیں۔ اسی طرح اور بزرگوں پر جو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہوئیں۔ یا جن ایام میں واقعات عظیم پیش آئے۔ جیسا کہ دسویں محرم کو کربلا کا واقعہ ہائلہ انکی یادگاریں قائم کرنا بھی تذکیر بایام اللہ میں داخل ہے بعض لوگ میلاد شریف، معراج شریف اور ذکر شہادت کے ایام کی تخصیص میں کلام کرتے ہیں۔ انہیں اس آیت سے نصیحت پذیر ہونا چاہیے۔

مذکورہ بالا آیت کے مولانا صاحبان کے ترجموں اور تفسیروں سے ذیل کے نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان ایام کا ذکر فرمایا ہے جنمیں بڑے سے بڑے صبر کرنے والوں اور شکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں موجود ہیں۔ لہٰذا ان ایام سے مراد عشرۂ محرم کے سوا اور دوسرے ایام نہیں ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ انہی ایام میں صبر اور شکر کا نمونہ پیش کیا گیا ہے، امام حسینؑ علیہ السلام نے صبر اور شکر کا جو نمونہ پیش کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، اسکی کوئی مثال نہیں پیش کی جاسکتی ہے۔ تب ہی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بڑے سے بڑے صابروں اور شاکروں کیلئے ان ایام میں نشانیاں موجود ہیں۔ امام حسینؑ علیہ السلام نے دنیا میں جتنے بڑے سے بڑے آلام و مصائب ہو سکتے ہیں ان سب کو راہِ حق میں صبر و شکر کے ساتھ برداشت کیا۔ امام حسینؑ علیہ السلام کے صبر کا اندازہ اگر دل رکھتے ہو تو کرو، حالانکہ اسقدر صبر و شکر کا اندازہ کرنا انسانی عقل کیلئے محال ہے۔ ع

یہ دل والوں کی باتیں ہیں یہ دل والے بتائینگے ۔۔۔ کہ ذبح تر دخیبر تھا یا میت تھی اصغرؑ کی

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ان ایام کو یاد دلانے کا حکم فرماتا ہے لہٰذا ایام عشرۂ محرم منانا

اور انکا یاد دلایا جانا عین ثواب ہے ان ایام کو اللہ اپنے دن سے تعبیر کرتا ہے اسلئے ان ایام کی یاد نہ منانا اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی ہے جو کفر اور شرک کے مترادف ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف دوسرے کے حکم پر چلنا بھی تو شرک ہے۔

اس آیت سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں کے ایام کی یاد منانا اللہ تعالیٰ کی عین منشا کے مطابق ہے اور ہر مومن پر فرض ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجاآوری میں ثواب ہے۔ اور نافرمانی کرنے پر عذاب ہے۔

یہ مضمون کافی طویل ہو گیا ہے اس لئے اتنے ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ بہر حال میں نے قرآنی آیات سے اس بات کو واضح طور پر ثابت کر دیا۔ کہ برحق امام وہ ہیں جو منصوص من اللہ ہوتے ہیں۔ ان کی اطاعت و پیروی راہِ حق اور صراطِ مستقیم ہے۔ اور دین و دنیا میں فلاح اور رستگاری کا ذریعہ ہے اور امامت منصوص من اللہ سے انکار گمراہی اور دین و دنیا میں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ بس اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر یہ کتاب ختم کرتا ہوں۔ "لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ" (پ۳ البقرہ آیت ۲۵۶) ترجمہ: دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ بیشک ہدایت گمراہی سے الگ ہو کر واضح ہو گئی ہے۔ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ

بہت بہت خاطی والمعاصی العبد الذلیل والحقیر
سید علی رہبر رضوی
ایڈوکیٹ ہائی کورٹ

منتخب قصیدہ در حال مولائے کائنات و حلّال مشکلات حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام
حسن کاشانی علیہ الرحمۃ.

ولا تا در جہاں باشم بہ امر خالق اکبر
نگردانم جہاں را جز بمدح خواجہ قنبر

ثنا گویم امامے را کہ بیشک ہست بے شبہہ
بقرآں در ہمہ سورہ خدا بستودہ پیغمبر

بہر چیزے کہ میگویم بہ فضل ایزد بیچوں
علی والی علی عالی علی اعلیٰ علی سرور

بعلم و حلم و فخر و فرد بود و معنیش اکثر
علی دائم علی قائم علی صائم علی سرور

دریں ظلمات ویرانی ز بہر شوق انسانی
علی رحمت علی راحت علی جنت علی کوثر

بوحش و طیر و انس و جن بہر چیزے کہ میدانی
علی شاہ و علی ماہ و علی راہ و علی رہبر

دریں دریائے خونخوارہ ز بہر حال بیچارہ
علی گوشہ علی توشہ علی کشتی علی لنگر

ز لوح آسماں نازل ز بہر انس و جاں اے دل
علی اسم و علی جسم و علی جان و علی گوہر

بغیر از وے کسے نبود وکیلے انس والجاں را
علی بہر و علی مہر و علی شاہ و علی سرور

جزائے مومن و مشرک سزائے ہر دو را آخر
علی نار و علی نور و علی تیغ و علی جوہر

میان مار و اژدرہا چو کس تنہا بود او را
علی مونس علی یونس علی حافظ علی ناصر

کسے کو را نمیداند یقیں داند کہ در ماند
علی حاکم علی عادل علی شاہ و علی سرور

نمیدانی کہ در قرآں دراں نازل شدہ در شاں
علی کل و علی جزو و علی مخفی علی مظہر

برائے بیان ہر کافر فرستاد است حیدر را
علی حرب و علی ضرب و علی جنگ و علی جو ہر

کہ بعد از احمد مرسل خطاب آمد کہ اے مردم
علی پیر و علی میر و علی بالا علی برتر

بہ بستان مسلمانی ز بہر شوق انسانی
علی بلبل علی گلبن علی سنبل علی احمر

ندارم در نظر دنیا نخواہم جنت و عقبیٰ
جو جاں کردم فدا بہر امیر المومنیں حیدر

حسن مداح خوش خوانم محب آل عمرانم
ز نفس شہر کاشانم ز امر ایزد داور

ختم شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ بنام صراطِ مستقیم

ہر چیز اپنے فوائد اور اثر کے حوالے سے مختلف خصوصیات کی مالک ہوتی ہے۔ اور کچھ چیزوں کا اثر وقتی اور عارضی ہوتا ہے۔ لیکن کچھ چیزیں افادیت کے اعتبار سے دائمی، اور ہمیشہ زندہ رہنے والی ہوتی ہیں!

اسی طرح قبلہ سید علی رہبر رضوی صاحب نے قرآن فہمی کیلئے "صراطِ مستقیم" لکھکر تشنگانِ علم و فہم کی ایک دیرینہ خواہش پوری کر دی ہے۔ اور یقیناً یہ کوشش ہمیشہ زندہ رہنے والی ہے۔ اور یہ کتاب اپنی افادیت اور اثر کے حوالے سے بہت حتمی اور توانا ہے!!

اُمید ہے کہ قارئین کرام اس کتاب سے بے حد متاثر ہونگے اور قرآن فہمی کے حوالے سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونگے۔

قبلہ سید علی رہبر رضوی صاحب لائق تحسین ہیں جنہوں نے، ایک طویل محنت اور کوشش کے بعد، ایک انمول اور بے مثال تحریر کے ذریعے قرآن فہمی کے حوالے سے ایک نیا باب رقم کیا ہے!۔

ہماری دعا ہے کہ خداوندِ عالم بحق محمد و آلِ محمد علیہم السلام صاحب موصوف کی اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے (آمین ثم آمین)

مولوی قربان علی جعفری
خطیب
مسجد دامانِ مبارگاہ علی المرتضیٰ بشارپور پھاٹک سکھر۔

ہدیہ مبلغ =/۵۷ روپیہ